وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (الحدیث)

تسکین الاولیاء
فی
حیات الانبیاء



تالیف:

حضرت مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

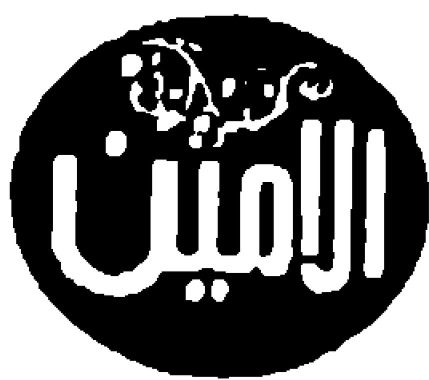
اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ (الحدیث)

انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں

تسکین الأولیاء فی حیات الأنبیاء

تألیف:

مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی مدظلہ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

حضرت مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

حضرت مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی مدظلہم، مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ برادر زادہ اور ان کے علوم و روایات کے وارث ہیں۔ آپ نے "تسکین الاولیاء فی حیات الانبیاء" کتاب لکھی جو حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے افادات کا مجموعہ کہلانے کی مستحق ہے۔ آپ نے اپنے چچا حضور کی معلومات، حالات و واقعات اور علوم و تجربات کو اس خوبصورت ترتیب کے ساتھ جمع کر کے اہل طلب پر احسان کیا ہے۔ کتاب کیا ہے معلومات کا خزانہ، جو لٹانے کے لئے انہوں سر راہ رکھ دیا ہے۔ اس کتاب کو بھی اس مجموعہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب میں جن جن حضرات کا تذکرہ آیا مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی نے آخر پر "اخبار السعداء" کے نام سے ان کا تعارف کرایا ہے، وہ ہم نے ترک کر دیا ہے۔ اسے شامل نہیں کیا۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مؤلف

رئیس المناظرین، امام المتکلمین، جامع العلوم، والفنون، حامل علوم وہبیہ، سرخیل احناف، پاسبان مسلک علمائے دیوبند، فاتح مذاہب باطلہ، قاطع غیر مقلدیت ومماتیت وخارجیت، سید المحققین، الامام، الحافظ، الثقہ حضرت اقدس مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ وبرد اللہ مضجعہ کے کمالات علمی وتصنیفی علمی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ تحریر، تقریر اور میدان مناظرہ بیک وقت ان تینوں میدانوں میں اہل حق کے لشکروں کے سالار اعظم اور شہسوار تھے، علماء وطلباء کے لئے مرجع تھے۔

آپ نے میدان مناظرہ اور تقریر کے ذریعہ تو ہر باطل فتنہ کا تعاقب کیا اور اس کا حق ادا کیا، البتہ تحریری خدمات کا دائرہ حضرت کا غیر مقلدیت اور اس سے متعلقہ فتنوں تک محدود رہا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ حضرت نے یہ محسوس کیا کہ اس موضوع پر کام کی ضرورت ہے، اس لئے زیادہ توجہ اس طرف رہی۔ عیسائیت پر بائیس جلدوں میں ایک کتاب غالباً ۱۹۶۲ء تک تصنیف چھاپنے سے پہلے طبع سے پہلے مطبع میں گم ہوگئی۔

مطاعن عائشہ رضی اللہ عنہا پر روافض کے جواب میں کتاب لکھی لیکن وہ بھی ایک بے رحم ناشر کے ہاتھوں ایسی گم ہوئی کہ پھر بھی نہ مل سکی۔ حضرت کی زندگی میں آپ سے بارہا مسئلہ حیات النبی ﷺ پر کوئی تصنیف لکھنے کی گزارش کی گئی لیکن حضرت کو وقت نہ مل سکا۔ آپ کے زندگی کے آخری ایام تھے بندہ نے عرض کیا کہ میں اس پر کام شروع کر دیتا ہوں، آپ راہنمائی فرماتے رہیں۔ رجب میں یہ بات ہوئی اور ۳ شعبان ۱۴۲۱ھ کو آپ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ بندہ کا یہ خواب ادھورا رہ گیا۔

ایک ماہ تک تو ذہن نے ساتھ نہ دیا، پھر خدا کا نام لے کر کام شروع کیا، متن کو حضرت کے اسباق کے انداز پر ترتیب دیا مزید معلومات کی باتیں حواشی میں لکھ دی گئیں۔ بندہ قطعاً اس عظیم کام کا بیڑہ اٹھانے کے قابل نہ تھا، نہ ہے، محض علیم وخبیر ذات جس نے اپنی پاک کتاب میں قلم کی قسم اٹھائی ہے، پر بھروسہ کرتے ہوئے کام شروع کیا تا کہ اس موضوع پر بھی حضرت کا فیض تشنگان علم اور متلاشیان حق وصداقت اور عاشقان رسالت تک پہنچ جائے۔

حضرت قائد اہل سنت، امام المتکلمین، وکیل صحابہ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ خلیفہ مجاز شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے بھی اس بارے میں مشورہ کیا اور دعا کی درخواست کی حضرت نے خوشی کا اظہار فرمایا قلب حزیں پر ہاتھ رکھ کر یہ لکھنا پڑ رہا ہے کہ آج حضرت رحمہ اللہ بھی ہمارے اندر نہیں ہیں، آپ بھی آج سے تقریباً اٹھارہ ماہ قبل ۳ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ کو ہند و پاک کے مسلمانوں کو بے سہارا چھوڑ کر

اس خالق حقیقی، جس کی رضا کی جستجو میں زندگی کی ۹۳ بہاریں آپ نے گزار دیں اس کے پاس جا پہنچے۔

البتہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد بندہ کا واحد روحانی سہارا سلسلہ مدنیہ کے عظیم شیخ قطب وقت مرجع السالکین حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب "لازالت فیوض شموسہ بازغۃ علینا" کی ذات گرامی ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کا سایہ سلسلہ مدنیہ کے سالکین پر تادیر قائم ودائم رکھے۔ آپ کو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا سید پیر خورشید احمد صاحب ہمدانی نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ اعظم ہونے کی سعادت حاصل ہے۔

اس علمی میدان میں یہ ناکارہ استاذ المناظرین، محدث العصر، استاذ المفسرین، جامع المعقولات والمنقولات حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا احسان بھی نہیں بھلا سکتا جنہوں نے اس کتاب کو حرفاً حرفاً پڑھا اور بعض مقامات پر مفید مشوروں سے بھی نوازا اور اس پر ایک جامع محققانہ مقدمہ بھی عاجز کی درخواست پر تحریر فرمایا۔ "فجزاہ اللہ احسن الجزاء عن جمیع العلماء والطلباء"۔

بندہ استاذ مکرم سیدی حضرت اقدس مولانا نعیم احمد صاحب مدظلہم کا بھی شکر گزار ہے جو مسلسل اس کام کی جلد تکمیل کا حکم فرماتے رہے اور اپنی دعاؤں کی برکات سے نوازتے رہے۔ آخر میں شیر اسلام، واقف اسرار شریعت وطریقت، حجۃ الاسلام والمسلمین، وکیل صحابہ، حضرت علامہ علی شیر حیدری "لا زالت فیوض شموسہ بازغۃ علینا" کے لئے بھی دعا گو ہوں جنہوں نے نہ صرف اپنا وسیع کتب خانہ بندہ کو استفادہ کے لئے مہیا کیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے ادارہ جامعہ حیدریہ میں التخصص فی الدعوۃ والتحقیق کے طلباء کی جوتیاں سیدھی کرنے کا موقع بھی عنایت فرمایا۔ حق تعالیٰ آپ کو دارین میں بہترین اجر عطا فرمائے اور آپ کی علمی روحانی برکات سے امت مسلمہ کو عموماً اور رضا کاران صحابہ رضی اللہ عنہم کو خصوصاً تادیر نوازتے رہیں۔ وماذالک علی اللہ بعزیز۔

چند امور ذیل میں درج کئے جاتے ہیں بوقت مطالعہ ان کا استحضار ضروری ہے:

☆...... اس کتاب کا متن حضرت اوکاڑوی کے درس کے انداز پر ترتیب دیا گیا ہے۔

☆...... کتاب کے اسلوب میں ترتیب اڈلہ میں مناظرہ کے انداز کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔

☆...... ایک حدیث یا حوالہ کو مکرر بھی بعض جگہ ذکر کیا گیا ہے لیکن تکرار بغیر فائدہ کے نہیں۔

☆...... ایک حدیث کی مختلف کتب سے اسناد بھی حاشیہ میں درج کر دی گئی ہیں تا کہ اہل ذوق کے سامنے آجائیں۔ لیکن یہ کام تمام احادیث پر نہیں کیا گیا۔

☆...... اسماء الرجال کی ابحاث نقل نہیں کی گئیں اس لئے کہ تسکین الصدور مصنفہ محدث اعظم، امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہم اور مقام حیات مصنفہ مفکر اسلام، مناظر اعظم حضرت علامہ خالد محمود دامت برکاتہم میں یہ ابحاث موجود ہیں۔ البتہ بعض مقامات میں جہاں مزید ابحاث کی ضرورت محسوس ہوئی نقل کر دی گئی ہیں۔ مزید معلومات بھی آ گئیں۔ یہ حضرت اوکاڑوی کا فیض نظر شمار کیا جائے۔

☆...... آیات کے تحت تفسیری حوالہ جات جس قدر دستیاب ہو سکے، حواشی میں عربی میں ہی نقل کر دیئے گئے ہیں تا کہ اہل علم کے سامنے بیک وقت کئی تفاسیر کا مواد آ جائے اس ضمن میں تقریباً ۴۰ کے قریب تفاسیر کو دیکھنا پڑا اور کتب حدیث جو کہ ہر ایک کو دستیاب نہیں ہیں، اور بیسیوں کتب احادیث کو کھنگالنا پڑا ہے۔

☆...... بعض جگہ ایک آیت کی تفسیر میں کئی کئی اقوال ہوتے ہیں یہ استدلال کے منافی نہیں، اگر ایسا کیا جائے تو اکثر نصوص سے استدلال نہیں ہو سکے گا۔

☆...... بعض جگہ محدث کے تعصب کو واضح کر دیا گیا ہے لیکن اس کا یہ نتیجہ نہ لیا جائے کہ مسلک اہل سنت والجماعت کی تائید میں بھی اس کا قول قابل اعتبار نہیں، فقہی تعصب ایک علیحدہ بات ہے، اس کا اجماعی مسلک کے نقل اور اس کی تائید پر اثر نہیں پڑے گا۔

☆...... سماع موتی کے مسئلہ کو بیان نہیں کیا گیا، اس پر حضرت شیخ سرفراز صاحب مدظلہم کی تصنیف کافی ہے، بندہ نے اپنی کتاب ''تسکین الاتقیاء'' میں اس پر بحث کی ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس کتاب کو نافع الخلائق اور حصول رضائے رب العالمین وذریعہ شفاعت سید المرسلین ﷺ بنائے۔

آمین بجاہ النبی الامی الکریم۔

محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

نوٹ: اہل علم سے التماس ہے کہ اگر کسی قسم کی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرما کر احسان عظیم فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھان ڈالی کتاب تم نے تمام
پیار کی بات انتساب میں تھی

انتساب

کانپتے ہاتھوں، دھڑکتے دل، پرنم آنکھوں، لرزتے قلم سے اس تحریر کو شروع کر رہا ہوں...... سوچتا ہوں، پھر قلم رکھ دیتا ہوں...... کیا کروں......؟ کیا لکھوں......؟ کس طرح لکھوں......؟ کہاں میں کہاں وہ...... کہاں یہ ناکارہ کائنات...... کہاں وہ باعث تخلیق کائنات...... کہاں یہ سراپا گناہ...... کہاں وہ شفیع المذنبین...... کہاں یہ اخلاص وعشق سے خالی...... کہاں وہ محبوب کائنات وسراپا اخلاص...... کس طرح اپنی اس حقیر کاوش کا انتساب اس ہستی کے نام کروں......؟ اگر نہ کروں تو کیا کروں......؟ اس موقع پر مجھے تبلیغی احباب کا جملہ یاد آرہا ہے کہ کرتے کرتے مرنا ہے، مرتے مرتے کرنا ہے۔ آخر اس محبوب کے نام نہ کروں تو کس کے نام کروں......؟ حق تو اس کا ہی ہے...... اس لئے کہ اس کتاب میں اکثر اسی کی حیات مبارکہ کا بیان ہے...... ہاں اس کی شفقت اور رحمت تو بے بہا ہے...... اگر لغزش ہوگئی تب بھی وہ سینے سے چمٹا لیں گے...... اگر بھول چوک ہوگئی تو ان کے اپنے کالی کملی میں لے کر دلاسہ دینے کی امید بھی تو ہے...... اگر انت عبدی و انا ربک فرط محبت وخوشی میں معاف ہوگیا...... اور یہ کہا گیا اخطأ من شدة الفرح... تو ممکن ہے کہ یہ کوتاہی بھی معاف ہوجائے...... ان کے نام نامی کی طرف منسوب اس لئے کرتا ہے کہ شاعر نے سچ کہا ہے:

میرا قلم بھی ہے ان کا صدقہ میرے ہنر پر ہے ان کا سایہ
حضور خواجہ ﷺ میرے قلم کا میرے ہنر کا سلام پہنچے

یا رسول اللہ ﷺ عاشق تو آپ کا ہی ہوں...... اگر خطا ہوجائے تو درگزر فرمایئے...... آپ تو وہ ہیں جن کے بارے میں یہ کہا گیا "ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما"

اب میں اس کتاب کا انتساب امام المرسلین...... سید الاولین والآخرین...... خاتم الانبیاء والمرسلین...... شفیع المذنبین...... محبوب رب العلمین...... رحمت للعلمین...... راحت للعاشقین...... مراد المشتاقین...... سید ولد آدم...... سرتاج کائنات...... فخر موجودات...... شافع محشر...... ساقی کوثر...... حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے نام کرتا ہوں کہ جن کی حیات برزخی کے تذکرہ سے یہ کتاب منور ومعطر ہے۔

محمد محمود عالم صفدر

مقدمہ

از...... امام المناظرین، زبدۃ المحدثین والمفسرین، محقق العصر، جامع المعقولات والمنقولات، مناظر اسلام، وکیل احناف حضرت مولانا منیر احمد منور دامت برکاتھم العالیہ:

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم اما بعد!

عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں غالباً ۱۹۵۸ء سے پاکستان میں بعض مسائل وجہ نزاع اور سبب اختلاف بنے ہوئے ہیں (ہدایۃ الحیران ص ۳۰) مولانا موصوف کے فرمان کے مطابق ان نزاعی مسائل میں سے ایک مسئلہ عقیدہ حیات النبی ﷺ ہے اگر اس مسئلہ میں نزاع کو سمجھنے کی لئے اصل مسئلہ کی تنقیح اور دلائل کا تجزیہ ہو جائے تو حیات النبی ﷺ کا مسئلہ سمجھنا کافی حد تک آسان ہو جاتا ہے اور مخالفین کے بہت سے شبہات بھی دور ہو جاتے ہیں۔

۱۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی تریسٹھ سال ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ تریسٹھ سال پورے ہونے کے بعد آپ ﷺ پر عالم دنیا میں موت کا ورود ہوا۔ امت مسلمہ میں اس مسلمہ حقیقت کا کوئی بھی منکر نہیں۔ اگرچہ کیفیت موت میں اکابرین میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے لیکن عالم دنیا کے اندر وقوع موت کا آج تک کسی نے انکار نہیں کیا۔ اسی عالم دنیا کی موت کی وجہ سے کفن دفن ہوا، اور اس وجہ سے آگے خلافت راشدہ کا سلسلہ چلا۔ اس حقیقت کا بھی سب نے اعتراف کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارکہ اپنے مستقر میں زندہ ہے، نیز آپ ﷺ کا دنیا والا اصلی عنصری جسد اطہر قبر شریف میں محفوظ و معطر ہے البتہ ۱۹۵۸ء تک اہل سنت و جماعت کا اتفاق و اجماع رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارک کا آپ کے جسد اطہر کے ساتھ تعلق ہے۔ (اگرچہ کیفیت تعلق میں قدرے اختلاف ہے لیکن یہ مقصود میں مخل نہیں) اور اس تعلق کی وجہ سے قبر شریف میں آپ ﷺ کا جسد عنصری یعنی دنیا والا اصلی جسم زندہ ہے۔

فتح الملہم میں شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس تعلق و حیات کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں:
فرمایا سورج زمین سے بہت بلندی پر واقع ہے لیکن اتنے فاصلہ اور بعد کے باوجود سورج کا زمین کے ساتھ ایک تعلق ہے، اس تعلق کی وجہ سے لوہا، پانی اور زمین گرم ہو جاتے ہیں، پھل پک جاتے ہیں، اگر سورج کے زمین کے ساتھ تعلق کی وجہ سے یہ آثار مرتب ہو سکتے ہیں تو روح مصطفی ﷺ کی طاقت تو سورج سے کہیں زیادہ ہے۔

اگر روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے جسم میں بھی حیات اور آثار حیات پیدا ہو جائیں تو کیا بعید ہے۔ ٹی وی اور ریموٹ بم اور ریموٹ خلائی سیارے اور اس کے زمینی کنٹرول، انٹرنیٹ کے سلسلہ جات میں غور کیا جائے تو دو چیزوں کے درمیان ہزاروں میل کے فاصلہ کے باوجود محض ایک غیر محسوس معنوی تعلق کی وجہ سے بڑے بڑے آثار کا مرتب ہو جانا مشاہدہ سے ثابت ہے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ذہانت اور دماغی قوت کے ذریعہ یہ کرشمے دکھا سکتا ہے تو کیا خود اللہ تعالیٰ روح و جسم کے فاصلہ کے باوجود روح و جسم کے تعلق کی وجہ سے جسم میں حیات اور آثار حیات پیدا نہیں کر سکتا؟

اس سائنسی ترقی کے دور میں انسانی تخلیقات میں دو چیزوں کے درمیان معنوی اور غیر محسوس تعلق کی وجہ سے مرتب ہونے والے آثار کا اقرار اور روح و جسم کے تعلق کی وجہ سے پیدا ہونے والی جسمانی حیات کا انکار

تقاضائے ایمان اور یؤمنون بالغیب کی ایمانی صفت کے منافی ہے۔

پس نزاع اس میں ہے کہ قائلین حیات کا عقیدہ یہ ہے کہ روح اقدس اپنے مستقر میں ہے اور جسد اطہر قبر میں ہے، لیکن روح وجسم کے درمیان ایک غیر محسوس معنوی تعلق ہے جس کی وجہ سے جسم میں حیات ہے، جو دنیوی حیات سے بھی اعلیٰ اور ابوبکر صدیق ﷺ کے فرمان لا یذیقک اللہ الموتتین ابداً کے مطابق وہ حیات ابدی ہے۔

اس کے بعد موت کا ورود نہیں ہوگا جبکہ منکرین حیات کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا جسد عنصری قبر میں محفوظ ومعطر ہے لیکن روح کا اس جسم کے ساتھ نہ تعلق ہے اور نہ ہی اس جسم میں حیات ہے۔ پس ایک بے جان دھڑ ہے جو قبر میں محفوظ پڑا ہے۔ (معاذ اللہ) لیکن سوال ہوا کہ جناب جب جسد عنصری میں حیات اور کمالات حیات یعنی علم وشعور عقل وفہم نہیں ہے تو پھر اس جسد کے لئے وصف نبوت کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟ تو منکرین حیات کے استاذ الکل اور وکیل اعظم جناب محمد حسین نیلوی صاحب نے صاف لکھ دیا کہ وصف نبوت صرف روح کے لئے ہے جو زندہ ہے اور جو آج بھی نبی ہے اور روح وجسم دونوں کے لئے وصف نبوت ثابت ہی نہیں تھی۔ اس لئے اگر آج جسم بے جان ہے اور اس کے لئے وصف نبوت ثابت نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ اس سے آپ ﷺ کے نبی ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ محمد ﷺ صرف روح کا نام ہے یا روح وجسم کے مجموعہ کا؟ ظاہر ہے کہ محمد ﷺ صرف روح کا نام نہیں روح وجسم کے مجموعہ کا نام ہے اگر وصف نبوت فقط روح کے لئے ہے روح وجسم کے مجموعہ کے لئے نہیں تو نیلوی صاحب اور ان کے ہمنوا اشاعت التوحید کے علماء کو چاہئے کہ وہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی جگہ ''لا الہ الا اللہ روح محمد رسول اللہ'' کہا کریں۔ کہ محمد ﷺ تو روح وجسم کے مجموعہ کا نام ہے، ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھنے کا حق ان کا ہے جو روح وجسم کا تعلق مانتے ہیں۔

اور اس تعلق کی وجہ سے حیات، آثار حیات مانتے ہیں اور وصف نبوت بھی روح وجسم دونوں کے لئے مانتے ہیں۔ پس جو لوگ نبی کریم ﷺ کے جسد عنصری میں حیات وآثار حیات نہیں مانتے ہیں وہ حقیقت میں آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر کو وصف نبوت سے خالی مانتے ہیں اس لئے ان کو چاہئے کہ وہ یا تو جسد عنصری کے بارے میں انکار حیات کا عقیدہ ترک کر دیں اور اس عقیدہ کو ترک کر کے روح اور جسم کا تعلق اور اس تعلق کی وجہ سے حیات اور کمالات حیات مان لیں۔ اور ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' والا کلمہ طیبہ پڑھتے رہیں، اور اگر وہ جسد عنصری میں حیات ماننے کی بجائے انکار حیات کے عقیدہ پر مصر ہیں تو پھر جسد عنصری حیات اور کمالات حیات کے بغیر وصف نبوت کے ساتھ متصف نہیں ہو سکتا تو ان کو چاہئے کہ وہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' والا کلمہ طیبہ ترک کر دیں کہ محمد ﷺ تو روح وجسم کے مجموعہ کا نام ہے تو رسول اللہ بھی روح وجسم کا مجموعہ ہے۔

(۲) دلائل بھی تین قسم پر ہیں:

(۱) وہ آیات واحادیث ہیں جن میں نبی کریم ﷺ پر عالم دنیا میں ورود موت یا وقوع کے وعدہ کا بیان ہے، جیسی ''انک میت و انھم میتون، کل نفس ذائقة الموت، کل من علیھا فان، اینما تکونوا یدرککم الموت، اموات غیر احیاء، اللہ یتوفی الانفس... الخ''

(۲) وہ احادیث جن میں روح کی زندگی اور جنت کی نعمتوں، اس کی لذتوں، فرحت حاصل کرنے کا اور جنت میں روح کے سیر کرنے کا ذکر ہے۔

(۳) وہ آیات واحادیث جن سے روضہ پاک میں نبی کریم ﷺ کے جسد عنصری کا حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہونا ثابت ہے جن کی تفصیل آپ زیر نظر کتاب تسکین الاولیاء میں ملاحظہ کرلیں گے۔ اہل سنت والجماعت کے تمام علماء ان تینوں قسم کے دلائل کو مانتے ہیں اور ان کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں پس آپ ﷺ کی عالم دنیا کی موت بھی برحق اور روح کی زندگی بھی سچ، اور آپ کے دنیا والے جسم مبارک کا قبر شریف میں زندہ ہونا بھی سچ اور برحق۔

لیکن منکرین حیات جو اس زمانہ کے جدید معتزلہ ہیں وہ تیسری قسم کے دلائل کے تو کلیۃً منکر ہیں اور پہلی قسم کے دلائل میں تحریف کرتے ہیں کہ وہ دلائل ہیں عالم دنیا کی موت کے، لیکن وہ ان کو چسپاں کرتے ہیں حالت قبر پر اور ''یحرفون الکلم عن مواضعہ'' کا مصداق بنتے ہیں اور جو دوسری قسم یعنی حیات روح کے دلائل ہیں ان میں دھوکہ اور فریب سے کام لیتے ہیں، ان میں روح کے جسم کے ساتھ تعلق کا قطعاً انکار نہیں لیکن یہ لوگ بھی حدیثیں سنا کر لوگوں کو تاثر دیتے ہیں کہ جب روح جنت میں اور قبر والے جسم میں نہیں تو جسم بغیر روح کے زندہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ روح اگرچہ جنت میں ہو تب بھی روح کا تعلق جسم کے ساتھ ہے، اور اسی تعلق کی وجہ سے حیات و آثار حیات اور لذات جنت جسم کو حاصل ہیں۔

عقیدہ کے بارے میں اکابرین دیوبند کی تصریحات مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں:

☆...... مسلک حضرت نانوتوی ؒ۔ آب حیات ص ۲، ۵، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۴۰، ۴۱، ۱۶۰، ۱۶۸۔ جمال قاسمی۔ ۱۸، ۱۹، ۲۵۔ لطائف قاسمیہ۔ ۳، ۴۔ ہدیۃ الشیعہ۔ ۳۶۰

☆...... مسلک حضرت گنگوہی۔ ہدایۃ الشیعہ ص ۴۴، الکوکب الدری ص ۳۲۳، ج ا۔ ۱۹۴ ج ا، ۱۹۳ ج ا، فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۲، زبدۃ المناسک ۱۴۰، ۹۰، معارف شیخ (مولانا زکریا ؒ ص ۴۰ ج ا۔ لامع الدراری ص ۴۲ ج ۲

☆...... مسلک حضرت تھانوی ؒ نشر الطیب ص ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۷۸، بیان القرآن ص ۴۹، پارہ ۲۔ التکشف ص ۴۳۶، ۴۲۷، اشرف الجواب حصہ دوم ص ۱۷۰، ۲۳۸، شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمۃ، ص ۱۹۷، الافاضات الیومیہ ص ۲۴۴ ج ۵، ص ۱۷۳ ج ۳، ص ۵۴ ج ۵، الحجور لنور الصدور ص ۲۱ تا ۲۳۔ ۲۵۔ الظہور ص ۵۹، حیاۃ طیبہ ص ۹، المورد الفرخی فی الموارد البرزخی ص ۵۸، امداد الفتاویٰ ص ۱۱۰، ج ۵، ص ۱۱۲ ج ۵، ص ۱۱۹ ج ۲، تعظیم الشعائر ص ۱۶، التبلیغ ص ۳، القول الجمیل ص ۴ ج ا، المصالح العقلیہ ص ۲۱۷، ج ۳، ص ۲۲۶ ج ۳، تا ۲۲۸ ج ۳، ص ۲۱۲ ج ۲۔ ثلج الصدور ص ۱۵۲

☆...... مسلک حضرت کشمیری ؒ فیض الباری ص ۱۸۳ ج ا، ص ۱۸۵ ج ا، ص ۱۸۶ ج ا، ص ۴۹۲ ج ۲، ص ۱۱۵ ج ۴، ص ۶۵ ج ۲، ص ۴۷۶ ج ۲، ص ۴۶۷ ج ا، ص ۶۴ ج ۲، تحیۃ السلام ص ۳۶، العرف الشذی ص ۳۵۵، عقیدۃ الاسلام ص ۱۱، ص ۲۱

☆...... مسلک حضرت شبیر احمد عثانی ؒ۔ فتح الملہم ص ۳۲۵ ج ا، ص ۴۲۱ ج ۳، ص ۴۱۹ ج ۳، ص ۴۹۸ ج ۲، ص ۳۳۰ ج ا، ص ۴۹۷ ج ۲، ص ۵۰۸ ج ۲، ص ۴۱۳ ج ا، تفسیر عثمانی، آل عمران حاشیہ نمبر ۲۱۴، الزخرف، حاشیہ ۴۰، السجدہ، حاشیہ ۲۷، الروم ح ۶۵، مؤمنون ح ۱۰۳، الزمر، حاشیہ ۲۷

☆...... حضرت خلیل احمد سہارنپوری ؒ۔ تذکرۃ الخلیل ص ۳۰۶، بذل المجہود ص ۱۱۷ ج ۲، ص ۲۹۷ ج ۳، ص ۲۰۷ ج ۳، براہین قاطعہ ص ۱۹۹، المہند علی المفند ص ۲۲۱، جواب سوال نمبر ۵۔

☆...... حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ: المہند ص ۱۷۲۔
☆...... شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ: المہند ص ۲۷۵۔
☆...... حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ: ماہنامہ دارالعلوم دیوبند دسمبر ۱۹۵۸ء ص ۴۰۔ مقام حیات ص ۲۹۸۔
☆...... حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ ماہنامہ پیام مشرق لاہور، ربیع الاول ۱۳۸۰ھ رحمت کائنات ص ۲۴، مقام حیات ص ۶۹۷ ج ۲۔
☆...... حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہ اللہ: حاشیہ بخاری ص ۵۱۷۔
☆...... حضرت حسین احمد مدنی رحمہ اللہ: نقش حیات ص ۱۲۲ ج ۱، مکتوبات شیخ الاسلام، ص ۲۲۷ ج ۱ تا ۲۳ ج ۱۔ ص ۱۲۰ ج ۱۔ الشہاب الثاقب ص ۴۵، ۶۲، ۶۵، ۷۶، ۴۹۔
☆...... مولانا حسین علی [illegible] چراں رحمہ اللہ: تحریرات حدیث ص ۱۱۰، ۱۱۱، ۲۵۵ تا ۲۵۷، ۲۰۹۔
☆...... حضرت مفتی عزیز الرحمن مفتی اول دارالعلوم: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۴۲ ج ۵، ص ۲۶۴ ج ۵، ص ۱۷۴ ج ۵۔
☆...... حضرت مفتی مہدی حسن صاحب رحمہ اللہ: تسکین الصدور ص ۱۹، ۴۹، مقام حیات، ص ۶۹۳، ۶۹۴۔
☆...... حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ: کفایت المفتی ص ۱۵۹، ج ۱ تا ۱۶۱، ۱۶۸ ج ۱۔
☆...... حضرت محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ: فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۴ ج ۲۔
☆...... حضرت مفتی شفیع رحمہ اللہ: الصدیق ملتان: جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ۔ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۵۸ء۔ معارف القرآن ص ۵۸۴، ج ۲۔ القول التقی مؤلفہ حضرت بہلوی رحمہ اللہ۔
☆...... حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ: القول التقی ص ۱۳، تسکین الصدور ص ۳۶، عقائد علماء دیوبند ص ۷۳، مؤلفہ مولانا عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ۔
☆...... مفتی عبداللہ صاحب ملتان، عقائد علماء دیوبند ص ۷۳۔
☆...... مفتی عبدالستار صاحب ملتان، خیر الفتاویٰ ص ۱۳۶ ج ۱، عقائد علماء دیوبند۔
☆...... مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ: تسکین الصدور ص ۲۶، ۴۰۔
☆...... مفتی عبدالرشید صاحب کراچی: دعوۃ الانصاف، ص ۲۰۹، مؤلفہ مولانا عبدالعزیز شجاعبادی، خیر الفتاویٰ ص ۱۲۷ ج ۱، ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۰۵۔
☆...... حضرت شیخ زکریا رحمہ اللہ: اوجز المسالک ص ۲۳۳ ج ۱۵، ص ۲۳۴ ج ۱۵، ص ۲۹۱ ج ۴، ص ۲۹۲ ج ۴، ۲۹۴ ج ۴، ص ۳۱۴ ج ۴، فضائل درود شریف، ص ۳۷۔ معارف شیخ ص ۳۱ تا ۴۱۔ محشی ابوداؤد مولانا محمد حیات سنبھلی رحمہ اللہ ابوداؤد ص ۲۷۹، ج ۱، حاشیہ نمبر ۲، باب زیارۃ القبور۔
☆...... قاری محمد طیب: مسالک علماء دیوبند، ص ۴۰، الصدیق ملتان ربیع الاول ۱۳۷۷ھ، جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ، ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ربیع الاول ۱۳۷۳ھ، تسکین الصدور ص ۴۰، ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء۔
☆...... مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ: تسکین الصدور ص ۲۲ تا ۲۵، مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ۔ تسکین الصدور ص ۱۸، مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ تسکین الصدور ص ۲۱، القول التقی، ص ۳۰۔

☆...... مولانا حبیب الرحمن اعظمی رحمہ اللہ: تسکین الصدور ص ۲۱۔

☆...... مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ: اعلاء السنن ص ۲۷۲، ج ۱۷۔ ص ۳۳۰ تا ۳۳۹ ج ۱۰۔ تسکین الصدور ص ۲۸۔

☆...... مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ: سیرت المصطفیٰ ص ۲۷۸ تا ۲۸۰، ۲۸۴، ج ۳۔

☆...... مولانا عبدالخالق صاحب رحمہ اللہ: تسکین الصدور ص ۲۹۔

☆...... مولانا عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ: القول النقی ص ۶، ۷، ۱۶، ۲۶، ۲۸، ۲۹۔

☆...... مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ: معارف الحدیث ص ۳۸۷ ج ۵، تا ۳۸۰ ج ۵۔ ماہنامہ الفرقان جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ۔ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی مئی ۱۹۵۹ء جولائی و اگست، ۱۹۶۰ء۔ مولانا عبدالحق تسکین الصدور ص ۲۸، مولانا محمد انوری رحمہ اللہ۔ ماہنامہ دارالعلوم مارچ ۱۹۶۰ء ص ۳۶، رحمت کائنات ص ۲۶، مولانا عبدالہادی، انوار المحمود ص ۶۱۰ ج ۱، مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ۔ تسکین الصدور ص ۲۷، خواجہ خان محمد تسکین الصدور ص ۳۰۔

چونکہ قبر شریف میں نبی اکرم ﷺ کے دنیا والے جسم اطہر کی حیات کا عقیدہ تمام اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے مذاہب اربعہ کا اس پر اتفاق ہے اس لئے جو شخص اس حیات کا منکر ہے وہ اہل سنت سے خارج ہے۔ نہ وہ سنی ہے نہ وہ دیوبندی ہے، اس مسئلہ میں شہید فی سبیل اللہ محقق العصر سیف من سیوف اللہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں: ''میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ روضہ اطہر میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں اور یہ حیات برزخی ہے، آنحضرت ﷺ درود و سلام پیش کرنے والوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور وہ تمام امور جن کی تفصیل اللہ ہی کو معلوم ہے بجالاتے ہیں آپ ﷺ کی حیات کو حیات برزخیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حیات برزخ میں حاصل ہے اور اس حیات کا تعلق روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہے۔ جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے، وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہے اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اس کی تقریر سننا جائز نہیں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔'' (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۵۱۹ ج ۱۰)

(۵) زیر مطالعہ کتاب استاذ المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کے تلمیذ و عزیز (برادر زادہ) اور خادم خاص اور حضرت موصوف کے علوم وہبیہ کے امین مولانا محمد محمود عالم صفدر کی نہایت عمدہ تالیف ہے۔ اس میں مولانا موصوف نے حضرت کی خدمت میں رہ کر مسئلہ حیات اور عذاب قبر پر جو کچھ حضرت سے سنا، یا حضرت کی تحریر میں محفوظ ملا، یا حضرت رئیس المناظرین کے ٹیپ شدہ دروس سے دستیاب ہوا اس سارے مواد کو مرتب کیا پھر انتہائی محنت و جانفشانی کے ساتھ اس پر تخریج کا کام کیا، اس تحقیق و تخریج کے دوران مزید معلومات جو ان کی نظروں سے گزریں ان کا اضافہ بھی فرمادیا۔

پس مسائل مذکورہ پر استاد و شاگرد یعنی صفدر کبیر و صفدر صغیر کی تحقیقات کے پھولوں سے تیار کردہ گلدستہ برادران اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے، جس سے علماء اہل سنت کے مسلک حقہ کی دلآویز خوشبو مہک رہی ہے۔ اور جویائے حق کے دل و دماغ کو معطر کررہی ہے، ہاں اگر کسی کا دماغ ہی گبریلا ہو تو پھولوں کا کیا قصور ہے؟ امید ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے پریشان قلوب تسکین پائیں گے اور باتسکین مزید تسکین محسوس کریں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس کاوش کو قبولیت عامہ عطا فرما کر اس کے فیض کو عام و تام فرمائیں۔

منیر احمد منور غفرلہ جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ عذاب قبر

مسئلہ عذاب قبر امت کے اجماعی اور متواتر مسائل میں سے ہے، لیکن جس طرح اسلام کے دوسرے اہم عقیدوں کو معاف نہیں کیا گیا، کسی نے ختم نبوت جیسے محکم عقیدے کا انکار کر کے ملت بیضاء کی دیوار میں دراڑیں ڈالیں، تو کسی نے حب اہل بیت کے حسین عنوان سے جانثاران مصطفی کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے اس دین محمدی کے شجرہ طیبہ کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کی۔ کسی نے عصمت انبیاء جیسے مسئلہ کا انکار کر کے کائنات کی اس پاکیزہ، منزہ و محترم جماعت کی عزت و عظمت کے خون سے ناپاک ہاتھ رنگے، تو کسی نے قافلہ نبی امی ﷺ کے سرفروشوں پر زبان دراز کر کے جہنم میں ٹھکانا بنایا۔

انہی فتنوں میں سے ایک فتنہ عذاب قبر کا کھڑا ہوا، جس نے نام تو قرآن کا لیا، لیکن قرآن کی آڑ میں اس مسئلہ کا انکار کر دیا کہ جس مسئلہ کی طرف قرآن کی آیات ہر تدبر و فکر کے خوگر کو توجہ دلاتی ہیں کہ اس ناگہانی منزل کے آنے سے قبل اس کے لئے زاد راہ تیار کر لے، اس اندھیری کوٹھڑی میں جانے سے پہلے اپنے قلب کی تہوں میں شمع ہدایت جلا لے کہ جس کی روشنی وہاں کام آسکے۔

جہاں اس دنیا کی روشنیاں ناکام ہو جائیں گی، وہاں کے گھبراہٹ زدہ منظر کے لئے کچھ تیاری کر لی جائے۔ لیکن ناعاقبت اندیش، مردہ دل جسموں نے اس حقیقت کا انکار کر ڈالا۔ گویا کہ ان کے نزدیک قرآنی نصوص اور نبوی فرامین اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے کافی نہیں تھے، بلکہ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے اس وقت کے منتظر ہیں جب ان پر اس کا عمل شروع ہو چکا ہوگا تو وہ لاتوں کے بھوت جو باتوں سے نہ مانتے تھے پھر اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے مگر یہ ماننا بے ثمر ہوگا، یہ تسلیم کرنا بے فائدہ ہوگا۔ کیونکہ اس وقت تو کفار بھی یہ تسلیم کریں گے جیسا کہ ذات علیم و خبیر نے اپنے کلام مقدس میں فرمایا ہے: ''ربمایود الذین کفروا لو کانوا مسلمین''

پھر وہ کہیں گے: ''لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحٰب السعیر''

ترجمہ: کاش ہم سن لیتے یا خود عقل رکھتے تو جہنمیوں میں سے نہ ہوتے۔

لیکن یہ حسرت و افسوس کارآمد ثابت نہ ہوگا کیونکہ اب وقت گزر چکا ہوگا، اب وہ ہاتھ نہ آئے گا، بارگاہ ایزدی سے اعلان ہو چکا ہے۔ انها كلمة هو قائلها وہ ایک بات ہی ہوگی جس کا وہ قائل ہے۔ اس بات پر عمل نہیں ہوگا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ یہاں یہ تسلیم کر لیا جائے اور بارگاہ ایزدی میں سر جھکا کر کہہ دیا جائے:

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

تب تو کوئی چھٹکارے کی صورت نکل سکتی ہے ورنہ اس کے علاوہ امیدیں باندھنا...... خیال است و محال است و جنوں۔

ہم اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے اس طرز کو اختیار کریں گے جو محکم ہے، کج روی اور خود رائی سے پاک، صراط مستقیم کی طرف راہبر ہے۔ وہ طرز ہے کیا؟...... وہ ہے مسئلہ بتانا نہ کہ بنانا۔

مسئلہ بتانا اور بنانا: مسئلہ بتانا اور بنانا، ان میں واضح فرق ہے۔ مسئلہ بتانا یہ ہوتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ جس آیت یا حدیث سے میں استدلال کر رہا ہوں میں اکیلا اس وادی تحقیق میں نہیں کھڑا بلکہ اپنے آگے امت کے علماء و محققین کی ایک جماعت پاتا ہوں جو اس استدلال میں میری رہبر ہے۔ میں بھٹکے ہوئے کسی بیابان راستے کا راہی نہیں ہوں، میں اندھیر نگری میں کھڑا ہو کر کسی اندھے کی طرح ہاتھ پاؤں نہیں مار رہا، بلکہ میں اس وادی میں ہوں جہاں اہل تحقیق کی ایک لمبی قطار اصول شریعت کی روشنی میں استدلال کرنے میں میری راہنما ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق محبوب کائنات ﷺ نے اعلان فرما دیا تھا: ''لن تجتمع امتی علی الضلالة'' کہ میری امت ہرگز گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ (ترمذی ص ۳۹ ج ۲)

میرے آگے اس استدلال میں ان مجتہدین کی ایک پاکیزہ، مطہرہ، منزہ جماعت ہے جن کے متعلق رحمت کائنات ﷺ نے واشگاف الفاظ میں یہ پروانہ جاری کیا: ''اذا حکم الحاکم فاجتهد فاصاب فله اجران و اذا حکم فاجتهد ثم اخطأ فله اجر'' (بخاری ص ۱۰۹۲)

ترجمہ...... جب حاکم مجتہد اجتہاد کرے اور وہ صواب کو پہنچ تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور جب اجتہاد کرے اور اس سے خطاء ہو جائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

میں مرزا قادیانی کی طرح خود استدلال نہیں کر رہا کہ جو استدلال فقہاء امت چودہ صدیوں کی طویل مدت میں نہ سمجھ سکے اور آج قادیان میں ایسے شخص کو کہ افیون کی بدبو کے بھبکوں نے جس کے دماغ کے پرزوں کو جام کر کے رکھ دیا ہو اور جو گڑ کی جگہ ڈھیلے کھاتا ہو اور ڈھیلے کی جگہ گڑ سے استنجے کا مرحلہ طے کرتا ہو۔ روٹی پر راکھ کھانے کی وجہ سے اس کا ایمان بھی راکھ بن چکا ہو، ایسے شخص کو یہ استدلال سمجھ آ گیا۔

نہ میں ایسا استدلال کروں گا جو بڑے بڑے محدثین جنکی زندگیاں ''قال اللہ و قال الرسول'' پڑھتے پڑھاتے کھپ گئیں، ان کی ہڈیاں جہد مسلسل کی وجہ سے تھک کر چور ہو گئیں، جو فنا فی الرسول ﷺ تھے ان کو تو نہ سوجھا، لیکن ایک ایسے شخص کو جسے کسی مستند عالم سے شرف تلمذ بھی حاصل نہ ہو سکا، اس مودودی کو وہ استدلال سوجھا کہ اس استدلال کی بناء پر عصمت انبیاء علیہم السلام کی دھجیاں بکھیرنا ہی خدمت قرآن ٹھہرا۔ اس لئے میں جو استدلال کروں گا سلف صالحین کی شہادت اس پر پیش کروں گا کہ یہ استدلال میرا نہیں، یہ ان علماء نے کیا ہے جو ورثة الانبیاء ہیں۔

یہ ان محدثین نے کیا ہے جو ''نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاها و اداها کما سمع'' کا مصداق کامل ہیں۔ (تروتازہ رکھے اللہ اس شخص کے چہرے کو جو میری بات یاد کرے پھر اسے آگے پہنچادے جیسا کہ سنا) یہ ان فقہاء نے کیا ہے جن کے متعلق زبان نبوت ﷺ گویا ہے۔ ''من یرد اللہ به خیرا یفقهه فی الدین'' (اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطاء فرماتا ہے) اور پھر میں یہ ثابت کروں گا کہ اس استدلال کو ان اولیاء نے قبول کیا ہے جن کے بارے میں وحی الٰہی ناطق ہے: ''الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون'' اس جماعت نے قبول کیا ہے جس کے متعلق دربار رسالت سے یہ اعلان جاری ہوا ید اللہ علی الجماعة (ترمذی ج ۲ ص ۳۹) اس لئے میں مسئلہ بتاؤں گا، بناؤں گا نہیں۔

یاد رکھئے جتنے بھی نئے فتنے آئیں گے وہ مسئلہ بنائیں گے، بتائیں گے نہیں۔ پس فرق یہی ہے فتنہ اور غیر فتنہ کا، حق اور باطل کا، سفید اور سیاہ کا، دن اور رات کا، سچ اور جھوٹ کا کہ حق والے مسئلہ بتائیں گے اور اس پر جیسیوں حوالے متکلمین امت کے پیش کریں گے۔ اہل باطل مسئلہ بنائیں گے، لیکن ایک حوالہ بھی متکلمین امت میں سے کسی کا اس پر پیش نہیں کر سکیں گے کہ وہ ہو بھی اہل سنت میں سے، اس نے اس آیت یا حدیث سے استدلال کیا ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ مسئلہ مشکل نہیں ہوتا، اس میں جو لوگ الجھاؤ ڈال دیتے ہیں اس کا سلجھانا مشکل ہو جاتا ہے تو جتنے بھی باطل فرقے ہیں۔ یہ مسائل میں الجھاؤ زیادہ پیدا کر دیتے ہیں اور اچھے بھلے مسئلوں کو مشکل بنا دیتے ہیں۔ اس لئے ان کے دھوکے سے بچنے کے لئے نفس مسئلہ سمجھنا چاہئے کہ اصل مسئلہ کیا ہے؟ اور انداز تحریر ایسا ہو کہ عام پڑھنے والا آدمی نفس مسئلہ سمجھ سکے۔ اسی طرح مناظرہ اور تقاریر میں جو ان پڑھ عوام سامنے بیٹھے ہوتے ہیں، اس لئے ان کے ذہن کے مطابق بات کی جائے تو فائدہ ہوتا ہے اور اگر علمی باتیں ہوتی رہیں تو ان کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔ اس لئے میں تمہید میں حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کے ایک مناظرہ کا قصہ ذکر کرتا ہوں۔

واقعہ: حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے واقعہ سنایا کہ ایک دن میں سویا ہوا تھا، رات بارہ بجے دو تین ساتھیوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، جب میں باہر نکلا تو انہوں نے بتایا کہ ایک قادیانی مناظر ربوہ سے آیا ہے، اس سے مناظرہ کرنا ہے۔ میں نے کہا کہ مناظرہ صبح کر لیں گے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ صبح تک تو انہوں نے چلے جانا ہے۔ میں نے پوچھا مناظرہ کا عنوان کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا ختم نبوت، اجرائے نبوت پر مناظرہ ہے۔

میں نے مرزا بشیر احمد کی چھوٹی سی کتاب ''ختم نبوت کی حقیقت'' ہاتھ میں لی اور ان کے ساتھ چل پڑا۔ جب میں وہاں پہنچا تو مرزائی مناظر بیٹھا تھا میں نے کہا سب سے پہلے یہ دیہاتی لوگ ہیں ان کو یہ سمجھاؤ کہ ہمارا اختلاف کیا ہے؟ اس پر وہ مناظر مجھے کہنے لگا آپ ہی سمجھا دیں۔ میں نے کہا چلو میں ہی سمجھا دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اقدس ﷺ کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آ سکتا اور غیر تشریعی نبی آئیں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی غیر تشریعی نبی ہے۔ اس پر مرزائی مناظر کہنے لگا بالکل یہی بات ہے۔ میں نے کہا کہ یہ جو دو لفظ بولے ہیں تشریعی، غیر تشریعی یہ عوام ان کو نہیں سمجھتی تو جب تک یہ نہ سمجھیں تو ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ان کو کیا پتا چلے گا کہ دلیل دعویٰ کے مطابق ہے یا نہیں۔ اس پر مرزائی مناظر کہتا ہے کہ یہ بھی آپ سمجھا دیں۔

میں نے مرزا بشیر احمد کی کتاب ''ختم نبوت کی حقیقت'' اٹھائی اور کہا اس میں یہ جو حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے، جن میں تین سو تیرہ رسول تھے۔ یہ حدیث لکھنے کے بعد مرزا بشیر احمد نے تشریح کی ہے کہ رسول کہتے ہیں صاحب شریعت نبی کو، جو نئی شریعت لے کر آئے اور نبی کہتے ہیں جو پہلے نبی کی شریعت لوگوں کو سنائے۔ میں نے کہا خلاصہ یہ نکلا کہ مرزا کا عقیدہ ہے کہ رسول پاک ﷺ کے بعد رسول کوئی نہیں آئے گا۔ اور نبی آئیں گے اور مرزا قادیانی نبی ہے، رسول نہیں ہے۔ ابھی تک مرزائی مناظر کو پتا نہیں چلا تھا کہ وہ کہاں پھنس گیا ہے۔ میں نے کہا یہ جو بات میں نے کی ہے یہ ٹھیک ہے؟ اس نے کہا یہ ٹھیک ہے۔ میں نے کہا آپ کے دعوی کے تین حصے ہو گئے ہیں۔

۱...... رسول پاک ﷺ کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا۔
۲...... نبی آئیں گے۔
۳...... مرزا قادیانی نبی ہے رسول نہیں ہے۔

پہلے حصہ پر کوئی دلیل بیان کریں۔ اب اس نے خود ہی آیت پڑھی: ''ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین''

اور وہی ترجمہ کیا جو مجھے چاہئے تھا۔ کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ اگر یہ آیت میں پڑھتا تو وہ آگے سے سوجحت بازیاں کرتا۔ اب اس نے وہی ترجمہ کیا تھا جو مجھے مطلوب تھا۔ میں نے کہا آپ کے دعوی کی شق اوّل تھی کہ رسول پاک ﷺ کے بعد رسول کوئی نہیں آئے گا۔ لہٰذا آپ کو دلیل میں خاتم المرسلین والی آیت پڑھنی چاہئے تھی نہ کہ خاتم النبیین والی۔ آپ نے تو نبی کا آنا ثابت کرنا ہے اور اب آپ نے الٹ بات ثابت کردی ہے کہ نبی نہیں آئیں گے۔

اب وہ بڑا پریشان ہوا۔ کہنے لگا یہ تو آپ نے مجھے بہت بڑا چکر دے دیا ہے۔ میں نے کہا اس میں کون سی چکر کی بات ہے، اب وہ اٹھ اٹھ کے بھاگے۔ میں نے کہا بیٹھو تو سہی کوئی بات تو حل ہو جائے۔ کہنے لگا نہیں۔ آپ نے تو ایسے چکر میں ڈالا ہے کہ نکلنا مشکل ہو گیا ہے۔ میں مناظرہ نہیں کرتا تو ایسے لوگوں کو اس انداز میں قابو کرنا چاہئے تا کہ لوگوں کو بات سمجھ آجائے۔

پہلے زمانے کے فتنوں اور آج کے فتنوں میں فرق

پہلے زمانے کے فتنوں اور آج کے فتنوں میں ایک فرق ہو گیا ہے، پہلے کافر قرآن کا انکار کرتے تھے۔ آج معاملہ اس کے برعکس ہو گیا ہے۔ آج قرآن کے نام سے کفر پھیلاتے ہیں کہ ہم اہل قرآن ہیں کہ نبی کی سنت ماننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ابوجہل بھی تو کہتا تھا کہ حضور پاک ﷺ کی بات نہ سنو۔ حدیث نہ سنو، ابوجہل تو قرآن کا کھلا دشمن تھا اور یہ چھپے دشمن ہیں۔

آج کل یہ مسئلہ ہو گیا ہے کہ الفاظ تو اسلام والے باقی رکھے جاتے ہیں، معنی اس میں کفر والا ڈال دیا جاتا ہے۔ جیسے باطنیوں کے بارے میں پہلے سے بات چلی آرہی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ: ''او جی دل دی نماز ہے دل دی۔'' (جناب نماز دل کی ہوتی ہے)

واقعہ: حضرت رحمہ اللہ نے واقعہ سنایا کہ مولانا روم رحمہ اللہ نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کسی کا مرید ہو گیا۔ اب وہ پیر صاحب تیس چالیس مرید ساتھ لے کر اس کے گھر پہنچ گئے۔ مرید نیا تھا۔ پیر صاحب کی خدمت کا شوق بھی اسے خوب تھا۔ چنانچہ اس نے پیر صاحب کی خوب خدمت کی۔ جب پیر صاحب تین چار دن وہاں رہے تو اس مرید کی بیوی جو کسی مولوی صاحب کی بیٹی تھی وہ پیر صاحب سے تنگ آگئی۔ اس نے سوچا میں سارا دن کھانا پکاتی رہتی ہوں اور یہ پیر صاحب کھانا کھا کر ڈکار لے کر پڑے رہتے ہیں، نہ نماز پڑھتے ہیں نہ کچھ اور دین کا کام کرتے ہیں۔ اس نے اپنے خاوند سے کہا کہ تو کس پیر سے بیعت ہوا ہے کہ جو نماز بھی نہیں پڑھتا۔

اس نے پیر صاحب سے کہا کہ میری بیوی یہ کہتی ہے کہ تمہارے پیر صاحب نماز نہیں پڑھتے۔ اس نے کہا میں ظاہری نماز نہیں پڑھتا۔ میں نماز مکے شریف جا کر پڑھتا ہوں تو اس عورت نے کہا کیا مکے کا کھانا آپ کے لئے حرام ہے؟ کہ کھانا کھانے کے لئے تو یہاں آجاتا ہے۔ جب تو مکہ شریف جاتا ہے تو کھانا بھی وہاں کھایا کر، تو اس پیر نے کہا کہ یہ جو دکھاوے کی نماز ہے وہ اللہ کو پسند نہیں۔ اصل نماز دل کی نماز ہوتی ہے۔

پیر نے دیکھا مریدنی کی عقیدت کچھ صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ صبح بیٹھ گیا تو دو چار مرید اپنے گھر کی طرف بھیج دیئے کہ وہاں جا کر فلاں جھونپڑی کو آگ لگا کر فلاں وقت بجھا دینا۔ ادھر وقت مقررہ پر پیر صاحب نے شور ڈالنا شروع کر دیا اور مریدوں کو کہنے لگا کہ آگ لگ گئی ہے، پانی لے کر آؤ۔ جب وہ پانی لے کر آئے تو پیر صاحب نے چھینٹے مارنا شروع کر دیئے کہ آگ بجھا رہا ہوں۔ اب لوگ جب پیر صاحب کے گھر پر گئے تو واقعی آگ لگ کر بجھی ہوئی تھی۔

اب تو لوگوں کا اعتقاد مزید بڑھ گیا کہ پیر صاحب بہت کامل ہیں۔ انہیں غیب کی خبریں بھی معلوم ہو جاتی ہیں۔ اب نئے مرید نے اپنی بیوی کو خوب ڈانٹا کہ آئندہ حضرت کی شان میں گستاخی نہ کرنا، دیکھ! حضرت نے بارہ میل سے آگ بجھا دی ہے۔

اس عورت نے دل ہی دل میں سوچا کہ پیر صاحب کا علاج کرنا چاہئے۔ شام کو جب پیر صاحب چاول کھانے کے لئے بیٹھے تو بار بار آدمی کو بھیجا کہ چینی لاؤ۔ اس نے کہا کہ بھیج دی ہے۔ پھر وہ آیا کہ نہیں ہے۔ اس نے کہا حضرت جی بیٹھے ہیں کھاتے کچھ بھی نہیں ہیں، چینی آئے گی تو کھائیں گے۔ جب وہ بالکل ناراض ہو گیا اور اس نے کہا آخر تو چینی کیوں نہیں دیتی، تو وہ کپڑے دھونے والا ڈنڈا لے کر آ گئی اس نے کہا کہ بارہ میل سے آگ تو نظر آ جاتی ہے اور یہ چینی جو میں نے چاولوں کے نیچے رکھی ہے یہ نظر نہیں آتی؟

میں نے تو امتحان لیا تھا کہ تجھے کچھ پتہ چلتا ہے یا نہیں؟ اب پیر صاحب نے سوچا کہ یہاں گزارا مشکل ہے۔ یہاں سے نکلنا ہی پڑے گا۔ صبح جانے کا ارادہ ہو گیا۔ خیر جاتے وقت اس نے یہ سمجھایا کہ بیٹی دل کی نماز ہوتی ہے، دکھلاوے کی نہیں ہوتی۔ اندر سے آدمی کا باطن نمازی ہونا چاہئے ظاہر جو ہے نا اس کا کوئی حکم نہیں ہوتا۔

اب اس نے واپس جانا تھا۔ تو اس عورت نے اپنے لڑکے سے کہا کہ حضرت جی سے عرض کرنا کہ آپ بزرگ آدمی ہیں جاتے جاتے ہماری بھینس کو دم کرتے جائیں۔ پیر صاحب نے کہا جی ہاں بالکل ٹھیک۔ جب وہ باہر جانے کے لئے نکلا تو گدھا کھڑا تھا۔

اس لڑکے نے کہا حضرت جی دم کر دیں اس نے کہا کس کو؟ لڑکے نے کہا بھینس کو۔ پیر نے کہا یہ تو گدھا ہے، اس نے کہا نہیں امی جی کہتی ہیں کہ اوپر سے گدھا ہے اندر سے بھینس ہے، اس نے کہا بے وقوف جو اوپر سے گدھا ہے وہ اندر سے بھی گدھا ہے۔ تو لڑکا بول پڑا جو اوپر سے بے نمازی ہے وہ اندر سے بھی بے نمازی ہے، وہ اندر سے نمازی کیسے بن گیا؟

تو یہ ایک باطنی فرقہ ہوتا تھا کہ جو اس قسم کے معنی نکالتا تھا۔ لیکن آج کل طریقہ عام نکل چکا ہے کہ لفظ تو وہی باقی رکھا جاتا ہے لیکن معنی بدل دیئے جاتے ہیں۔

مثال: چناب نگر (ربوہ) میں ختم نبوت والے تین دن کانفرنس کرتے ہیں کہ مرزائی ختم نبوت کے منکر ہیں اور جب آپ مرزائیوں کے گھروں کے قریب جائیں تو ان کی دیواروں پر باہر لکھا ہوتا ہے (پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار خاتم النبیین ﷺ) اب ناواقف لوگ جب اس کو پڑھتے ہیں تو حیران ہوتے ہیں کہ کانفرنس پر تو ساری دنیا کے علماء یہ کہہ رہے تھے کہ مرزائی حضور ﷺ کو خاتم النبیین ﷺ نہیں مانتے اور انہوں نے تو اپنی دیواروں پر لکھا ہے کہ پاک محمد مصطفیٰ، نبیوں کا سردار خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ اب وہ مرزائی آیت خاتم النبیین ﷺ کا انکار تو نہیں کرتے لیکن وہ اس کا معنی ایسا کرتے ہیں جو اس آیت کے بالکل الٹ ہے جس پاک پیغمبر ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کی حدیث متواتر میں یہ مذکور ہے: ''لانبی بعدی'' (کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں)

اب مرزا خاتم النبیین کا کیا معنی مراد لیتا ہے۔ مرزا کہتا ہے کہ خاتم کہتے ہیں مہر کو تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک نبی بنائے۔ اب وہ مہر حضور اکرم ﷺ کو دے دی گئی ہے کہ جس پر چاہیں مہر لگا کر نبی بنا دیں۔ یعنی وہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی کی بجائے نبی بنانے والا کرتا ہے۔ اسی لئے مرزا قادیانی اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھتا ہے۔ ہمارا پختہ ایمان ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ کیونکہ آپ کی روحانی توجہ نبی تراش ہے۔ یعنی آپ نبی گھڑتے ہیں، نبی بنایا کرتے ہیں۔

اب سادہ لوگ جب اس کو پڑھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ مرزائی بھی حضور ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ اس لئے وہ پریشان ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بہاولپور عدالت میں مرزائیوں نے یہی کہا کہ مسلمان جھوٹ بولتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم آیت خاتم النبیین پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہمارا اور مسلمانوں کا جھگڑا فقط معنی میں ہے۔ جو معنی یہ مولوی کرتے ہیں وہ ہم نہیں مانتے، ہم وہ معنی کرتے ہیں جو لغت عرب کے عین مطابق ہے۔

اس پر ایک مولوی صاحب نے کہا کہ یہ لا نبی والی حدیث متواتر ہے اور یہی خاتم النبیین کا معنی ہے۔ اس پر مرزائی کہنے لگا کہ متواتر وغیرہ مولویوں کی بنائی ہوئی قسمیں ہیں، میں ان کو نہیں مانتا۔ لوگ بڑے حیران ہوئے۔ جج جس کا نام اکبر خان تھا وہ بھی بڑا حیران ہوا۔ اس پر رئیس المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ آگے بڑھے انہوں نے فرمایا یہ جو آیت تو نے پڑھی ہے کیا یہ آیت حضور پاک ﷺ پر نازل ہوئی تھی؟ کیا تیرا اس پر ایمان ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت حضور پاک ﷺ سے خود سنی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا پھر تجھے کیسے یقین ہو گیا کہ یہ آیت حضور ﷺ پر نازل ہوئی تھی؟ اس نے کہا تواتر سے ثابت ہے۔

اس پر حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا جس تواتر سے یہ آیت ثابت ہے اسی تواتر سے وہ حدیث ثابت ہے۔ عجیب بات ہے اس آیت کو خدا کا کلام مانتا ہے اور اس حدیث کو مولوی کی بات کہہ رہا ہے۔ جو اسی قسم کے تواتر سے ثابت ہے۔ جب جج نے یہ حضرت کا جواب سنا تو ادب سے کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا حضرت میں تو بڑا پریشان ہو گیا تھا کہ اس کا کیا جواب ہوگا۔

تو اب دیکھئے مرزائیوں نے خاتم النبیین کا لفظ باقی رکھا۔ لیکن اس کا معنی ایسا گھڑ لیا جو بالکل ختم نبوت کے خلاف تھا تو جس طرح مرزائیوں نے معنی تبدیل کیا۔ اسی طرح یہ منکرین حیات انبیاء علیہم السلام بھی پانچ لفظوں کے معنی بدل لیتے ہیں۔

(۱) موت کا معنی۔ (۲) حیات کا معنی۔ (۳) برزخ کا معنی۔ (۴) قبر کا معنی۔ (۵) روحانی کا معنی۔ سارا چکر ان پانچ لفظوں میں پڑا ہوا ہے۔

کیا عقیدے کا قرآن سے ہونا ضروری ہے؟

حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ سنایا کہ منکرین حیات انبیاء عام طور پر یہ شور مچایا کرتے ہیں کہ عقیدے کا قرآن سے ہونا ضروری ہے۔ ایک مرتبہ ان کے ایک مولوی صاحب سے گفتگو ہوئی۔ اس نے کہا عقیدے کا قرآن سے ہونا ضروری ہے۔ جب وہ مجھ سے بات کر رہے تھے تو اس وقت بچوں کو تعلیم الاسلام پڑھا رہے تھے۔ میں نے کہا تعلیم الاسلام میں عقائد بھی درج ہیں۔ اس میں جو یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ کا نام آمنہ تھا اور والد کا نام عبداللہ تھا، یہ کس آیت کا معنی ہے؟ آپ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی، تریسٹھ سال کی عمر میں وصال ہوا، آپ ﷺ کا مزار مبارک مدینہ منورہ میں ہے، یہ قرآن پاک کی کن آیات میں لکھا ہوا ہے؟ وہ آیات سنائیں اس پر وہ بہت پریشان ہوا۔

اصول: عقیدے کے لئے قرآن میں ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس کا قطعی ہونا ضروری ہے۔ خواہ وہ قطعیت تواتر سے ثابت ہو جائے۔ لہٰذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عقیدہ کا قرآن سے ہونا ضروری ہے ان کا یہ اصول غلط ہے۔

حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا کہ جب ایک مشہور مماتی سے میرا مناظرہ تھا تو اس نے یہ سوچ رکھا تھا کہ میں یہ شرط لگاؤں گا کہ عقیدہ قرآن سے دکھاؤ، وہ اپنی سوچ پر خوش بھی تھا۔ جب اس نے یہ لکھا تو میں نے جواب میں لکھا کہ آپ عقائد کی کون سی کتاب مانتے ہیں؟ تو اس نے کہا شرح عقائد نسفی، تو میں نے کہا آپ عقیدے کے بارے میں جو شرط لکھیں، شرح عقائد نسفی کے پہلے پانچ عقیدے اس شرط پر ثابت کر دیں یا پھر ان عقیدوں کا انکار کر دیں کہ ہم ان عقیدوں کو نہیں مانتے۔ کیونکہ یہ ہماری شرط پر پورے نہیں اترتے۔ دیدہ باید!

اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم اہل سنت والجماعت ہیں ہمارے عقائد کی مکمل کتابیں موجود ہیں، اعمال کی مکمل کتابیں موجود ہیں اور جو فرقے نئے وجود میں آتے ہیں، ان کی بنیاد ایک دو مسئلوں کے انکار پر ہوتی ہے، وہ ایک دو مسئلوں کا انکار کر دیں گے اور پھر اپنا سارا زور انہی ایک دو مسئلوں کی تردید میں صرف کرتے رہتے ہیں، مکمل عقائد کی کتاب نہیں لکھتے۔

اسی طرح منکرین حیات انبیاء اور عثمانی پارٹی وغیرہ ان کے عقائد کی مکمل کوئی کتاب نہیں، دو چار مسئلوں پر یہ لوگ شور مچاتے رہتے ہیں۔ اب یہ لوگ جہاں حیات النبی ﷺ کا انکار کرتے ہیں وہاں ان میں سے اکثر عذاب قبر کے منکر ہیں۔ اس لئے کہ جب قبر میں عذاب مانا جائے تو روح کا جسم کے ساتھ تعلق ماننا پڑتا ہے۔ کیونکہ بغیر تعلق روح، جسم عذاب و ثواب کا ادراک نہیں کر سکتا۔ اس لئے سب سے پہلے ہم عذاب قبر کے بارے میں کچھ تحریر کرتے ہیں۔

لطیفہ: اس مقام پر ایک لطیفہ یاد آرہا ہے کہ ایک منطقی تھا، یا مَن، تو کی (یعنی سب کچھ میں ہوں تو کیا ہے؟) گرمیوں کا موسم تھا، سفر کرتے کرتے کچھ دیر آموں کے درخت کے نیچے بیٹھا، ابھی آموں کا موسم شروع ہو رہا تھا، چھوٹے چھوٹے آم درختوں پر لگے ہوئے تھے، ادھر نیچے ایک حلوہ کدو کی بیل تھی (پیٹھا) اب یہ کبھی درخت کی طرف دیکھتا کہ اتنا بڑا درخت ہے، چھوٹے چھوٹے آم اس پر لگے ہوئے ہیں۔

اور کہنے لگا یا اللہ اگر خود اتنی عقل نہیں تھی (نعوذ باللہ) تو کسی سے مشورہ لے لیتے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اتنے بڑے درخت پر پیٹھے لگتے، کیونکہ وہ بڑی چیز تھی اور یہ بیل جو انگلی جیسی باریک ہے کبھی ہوا اسے ادھر پھینک دیتی ہے اور کبھی ادھر، تو یہ چھوٹے چھوٹے آم وہاں لگتے تو اس طرح گویا کہ نعوذ باللہ، اللہ کو سمجھا رہا تھا۔

اب نبوت تو ختم ہو چکی وحی تو آنی نہیں، اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کوا بھیجا کہ جا کر اس کا دماغ ٹھیک کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قبر کی جگہ بتانے کے لئے کوے کو بھیجا۔ ''فبعث اللہ غرابا یبحث فی الارض'' اسی طرح اس منطقی کا دماغ ٹھیک کرنے کے لئے کوے کو بھیج دیا۔

چنانچہ کوا آیا، اس نے چھوٹی سی ٹہنی کو جو منطقی کے اوپر تھی اس کو کاٹا آم جو سر پر گرا تو منطقی چکرا گیا۔ اب اوپر بھی دیکھ رہا ہے اور نیچے گرتا جا رہا ہے اور ہاتھ باندھتا جا رہا ہے، کہہ رہا ہے یا اللہ تیرا شکر ہے کہ اوپر پیٹھا لگا ہوا نہیں تھا، وگرنہ دنیا میں دوبارہ آنکھ کھولنا نصیب نہ ہوتی۔ یا اللہ آئندہ بے شک اس سے بھی چھوٹے آم لگانا۔

اگر وہاں آم کی بجائے خدانخواستہ پیٹھے لگے ہوتے تو ساری دنیا دھوپ میں جل جاتی، کوئی ڈرتا کبھی سائے میں آ کر نہ بیٹھتا کہ پتہ نہیں کس وقت اوپر سے ایٹم بم (پیٹھا) گر جاتا تو یا اللہ تیری قدرت برحق ہے اور جو کچھ تو کرتا ہے وہ صحیح کرتا ہے۔

اسی طرح کا مسئلہ عذاب وثواب قبر کا ہے کہ کچھ لوگ تو خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے کہنے سے مان لیتے ہیں، لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جب ان کو قبر میں گرز پڑنا شروع ہوں گے تو ان کو اس وقت عذاب قبر کی حقانیت کا یقین ہوگا۔

جس طرح مرزائی حیات مسیح علیہ السلام کی مسئلے میں معانی بگاڑ لیتے ہیں، اسی طرح منکرین حیات انبیاء نے بھی پانچ الفاظ کے معانی بگاڑے ہوئے ہیں، اس کے علاوہ ان کے پاس دلیل نام کی کوئی چیز نہیں نام قرآن کا لیتے ہیں اور بگاڑتے الفاظ کے معانی ہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے موت کا معنی بگاڑا ہے۔

موت کا معنی: جاہلیت میں موت صرف نام تھا عدم کا۔ اسلام نے آ کر بتایا موت ایک وجودی چیز ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے: ''خلق الموت والحیات'' پیدا کیا موت اور حیات کو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح حیات مخلوق ہے۔ موت بھی اس طرح اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہے۔

تو جس طرح نیند کے بارے میں آتا ہے: ''لا تاخذہ سنۃ ولا نوم'' اور بعض اوقات انسان محسوس کرتا ہے کہ نیند بھی ایسی چیز ہے جو ہمیں دبا رہی ہے، آ کر پکڑ رہی ہے، ہماری آنکھیں بند ہوتی جا رہی ہے تو جس طرح نیند ایک وجودی چیز ہے، اسی طرح موت بھی ایک وجودی چیز ہے نہ کہ عدمی۔

زمانہ جاہلیت میں موت کا تصور

جاہلیت میں موت کا تصور اتنا ہی تھا کہ بس روح نکل گئی، مٹی مٹی میں مل گئی، ہوا ہوا میں مل گئی، آگ آگ میں مل گئی، گرمی گرمی میں چلی گئی اور روح پتا نہیں کہاں چلی گئی۔ اس کے بعد کوئی چیز باقی نہ رہی۔

سب سے پہلی دفعہ وفات اور متوفی کا لفظ موت کے لئے قرآن پاک نے استعمال کیا ہے۔ اسلام نے آ کر موت کے بارے میں جاہلیت کے ذہن کی نفی کی اور یہ بتایا کہ موت کے بعد کوئی چیز بھی ضائع نہیں ہوتی۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے کنٹرول میں رہتا ہے۔ اس لئے یہ جو تصور ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو ختم ہو جاتا ہے، یہ تصور اسلام نے آ کر ختم کر دیا۔

معتزلہ بھی موت کے عدمی ہونے کے قائل ہیں۔ منکرین حیات انبیاء علیہم السلام نے موت کا ابھی تک وہی معنی یاد رکھا ہوا ہے جو جاہلیت کے زمانے میں تھا جو کہ موت کا آدھا معنی ہے۔ جب بھی ان سے پوچھا جاتا ہے کہ موت کسے کہتے ہیں؟ تو کہتے ہیں ابانۃ الروح عن الجسد کہ جسم میں سے روح کا نکل جانا اس کو موت کہتے ہیں۔ اس کو بس اتنا ہی معنی یاد ہے۔ حالانکہ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ روح نیند میں نکل جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں آتا ہے: ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا''

اسی طرح لیلۃ التعریس کی حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری روحیں قبض کر رکھی تھیں۔ جب اللہ کا ارادہ ہوا تو بھیج دیں۔

چنانچہ (بخاری شریف ج ۱ ص ۸۳) پر ہے: ''حدثنا عمران بن میسرۃ قال حدثنا محمد بن فضیل قال حدثنا حصین عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ قال سرنا مع النبی ﷺ لیلۃ فقال بعض القوم لو عرست بنا یا رسول اللہ ﷺ قال اخاف ان تناموا عن الصلوۃ قال بلال انا اوقظکم فاضطجعوا واسند بلال ظھرۃ الی راحلتہ فغلبتہ عیناہ فنام فاستیقظ النبی ﷺ وقد طلع حاجب الشمس فقال یا بلال این ما قلت قال ما القیت علی نومۃ مثلھا قط قال ان اللہ قبض ارواحکم حین شاء وردھا علیکم حین شاء یا بلال قم فاذن بالناس بالصلوۃ فتوضأ فلما ارتفعت الشمس وابیاضت قام فصلی''

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ نے ہماری روحیں قبض کر رکھی تھیں، جب اللہ کا ارادہ ہوا پھر بھیج دیں تو ہم جاگ اٹھے۔ حضور پاک ﷺ دعاؤں میں بھی یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ سونے میں تو اگر میری روح قبض کرے، اگر اسی پر میری موت آجائے تو میری حفاظت کرنا۔ اگر واپس بھیجے تو ایمان کے ساتھ بھیجنا۔

تو قرآن وحدیث میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ نیند میں بھی روح نکل جاتی ہے۔ اگر موت کا اتنا ہی معنی ہو جتنا مماتیوں نے یاد رکھا ہوا ہے یعنی ابانۃ الروح عن الجسد تو پھر ان کے ہاں موت اور نیند ایک ہی چیز ہونی چاہئے۔

مماتیوں کا جاہلیت والا معنی لینا اور اسلام والا معنی نہ لینے کی وجہ

اس جاہلیت والا معنی مراد لینے کی وجہ یہ ہے کہ موت کا ایک معنی ہے کہ روح جسم میں آئے ہی نہ، جیسے قرآن پاک میں ہے: ''کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا''

اب روحیں تو ہزاروں سال پہلے سے پیدا ہو چکی ہیں، لیکن ابھی اگر آپ میں سے کسی کی عمر پچیس سال کی ہے تو آپ پچیس سال کو زندگی کہتے ہیں اور اس سے پہلی حالت کو موت کہتے ہیں۔

اس کی کیا وجہ ہے کہ روحیں تو ہزاروں سال پہلے سے موجود تھیں۔ لیکن پھر بھی کنتم امواتا کہا گیا کہ تم مردہ تھے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ روح کا اس جسم کے ساتھ تعلق نہیں تھا۔ پس معلوم ہوا کہ موت کہتے ہیں کہ روح جسم سے باہر ہو اور جسم کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہو، جس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) روح سرے سے جسم میں آئی ہی نہ ہو۔ (۲) جسم سے روح نکل جائے اور جسم سے تعلق نہ رہے۔
تو پس اگر روح جسم سے باہر ہو اور جسم سے کوئی تعلق نہ ہو تو اس کو حیات نہیں لیتے بلکہ موت کہتے ہیں۔
اس لئے قرآن پاک نے اس کو موت کہا ہے: ''کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا''

حالانکہ وہاں سرے سے روح آئی ہی نہیں۔ اب اگر موت کا معنی فقط اتنا ہی لیا جائے جو مماتی حضرات لیتے ہیں، یعنی ''ابانة الروح عن الجسد کہ روح جسم سے نکل جائے، تو ماں کے پیٹ میں آنے سے پہلے والی حالت جو ہے یعنی جب روح جسم میں نہیں آئی تھی تو اس پر موت کی یہ تعریف یعنی ''ابانة الروح عن الجسد'' والی صادق نہیں آتی۔ کیونکہ اس وقت روح سرے سے اس جسم میں آئی ہی نہیں تھی تو نکلی کیسے؟

تو لہٰذا یہ جو معنی مراد لیتے ہیں وہ معنی اس حالت پر صادق نہیں آتا۔ حالانکہ حق جل شانہ نے اس کو موت فرمایا ہے۔ اب ماں کے پیٹ میں آنے سے پہلے کی حالت موت تھی۔ فاحیاکم پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حیات عطاء فرمائی۔ اب اس مقام میں احیاء کا لفظ ایک مرتبہ آیا ہے۔ لیکن اس میں دو حیاتوں کا ذکر سمٹا ہوا ہے۔ اس میں سے ایک تو وہ چھپی ہوئی حیات تھی جو ماں کے پیٹ میں روح کے آجانے کے بعد رہی لیکن تھی یقیناً حیات۔

پھر جب ہم پیدا ہوئے، اب جو یہ ہماری حیات ہے یہ کھلی حیات ہے تو دو حیاتیں ہوئیں۔ ایک ماں کے پیٹ میں چھپی ہوئی حیات اور ایک یہ کھلی ہوئی حیات۔ لیکن قرآن پاک میں دونوں کو ایک ہی لفظ میں بند کر دیا اور ایک ہی مرتبہ فرمایا: ''فاحیاکم'' اس لئے کہ وہ حیات جو ماں کے پیٹ میں تھی وہ اس کھلی حیات کا دیباچہ اور مقدمہ تھی، اس لئے انہیں الگ الگ بیان نہیں کیا گیا۔ وہ ایک ہی حیات ہے، اس کا کچھ حصہ چھپی حیات کا جو ماں کے پیٹ میں تھا اور کچھ حصہ کھلی حیات کا ہے۔ سب کے سامنے کھلی حیات ہے۔

جب جسم کے ساتھ روح کا تعلق قائم ہوا اسی کو قرآن پاک نے فاحیاکم کہا آگے قرآن پاک میں ہے: ثم یمیتکم کہ اللہ تعالیٰ پھر موت دے دیں گے، پھر اس کے بعد ہے: ثم یحییکم اس یحییکم کے بارے میں دو قول ہیں:

☆...... ایک تو حضرت ابن عباس، حضرت قتادہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کہ یہاں یحییکم سے مراد قبر کی حیات ہے[۱]۔

---

[۱] ثم یحییکم سے قیامت کی زندگی مراد ہے، اس کے قائلین مندرجہ ذیل حضرات ہیں: (۱) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (۲) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ (۳) نواب صدیق حسن خان۔ اس صورت میں قبر کی حیات حیات دنیا کی تاویل میں آجائے گی۔ (۱) علامہ قرطبی رحمہ اللہ۔ (۲) ابوحفص عمر بن علی دمشقی رحمہ اللہ۔ (اللباب فی علوم الکتاب) (۳) قاضی شوکانی رحمہ اللہ۔ (فتح القدیر) (۴) نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ۔ (فتح البیان)

یحییکم سے مراد قبر کی حیات ہے (۱) تفسیر قرطبی۔ (۲) ابوحفص عمر بن علی دمشقی رحمہ اللہ۔ (اللباب فی علوم الکتاب) (۳) علامہ سیوطی رحمہ اللہ۔ (تفسیر درمنثور) (۴) قاضی شوکانی رحمہ اللہ۔ (فتح القدیر) (۵) ابو صالح۔ (تفسیر ابن جریر) (۶) نواب صدیق حسن خان۔ (فتح البیان) (۷) تفسیر زاہدی۔ (۸) ابن کثیر رحمہ اللہ۔ (تفسیر ابن کثیر) (۹) شیخ زادہ رحمہ اللہ۔ (حاشیہ محی الدین شیخ زادہ علی البیضاوی) فاحیاکم سے مراد قبر کی زندگی ہے۔ (۱) ابوالحسن علی بن محمد رحمہ اللہ۔ (تفسیر الماوردی) (۲) ابوالمظفر سمعانی رحمہ اللہ۔ (تفسیر القرآن للسمعانی) حوالہ جات کی اصل عبارات ملاحظہ فرمائیں: (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کہ قبر میں سوال و جواب کے وقت روح لوٹا دی جاتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہی ایک قول مروی ہے۔ دوسرا کوئی اختلافی قول ان سے مروی نہیں ہے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) ''فاحیاکم ثم یمیتکم'' هذا وقف التمام، کذا قال ابو حاتم۔ ثم قال۔ ''ثم یحییکم'' واختلف اهل التأویل فی ترتیب هاتین الموتتین والحیاتین، وکم من موتة وحیاة للانسان؟ فقال ابن عباس وابن مسعود۔ ای کنتم امواتا معدومین قبل ان تخلقوا فأحیاکم ای خلقکم، ثم یمیتکم عند انقضاء آجالکم، ثم یحییکم یوم القیامة، قال ابن عطیة، وهذا القول هو المراد بالآیة، وهو الذی لا محید للکفار عنه لاقرارهم بهما، واذا اذعنت نفوس الکفار لکونهم امواتا معدومین، ثم للاحیاء فی الدنیا، ثم للاماتة فیها قوی علیهم لزوم الاحیاء الآخر وجاء جحدهم له دعوی لا حجة علیها۔ قال غیره۔ والحیاة التی تکون فی القبر علی هذا التاویل فی حکم حیاة الدنیا، وقیل۔ لم یعتد بها کما لم یعتد بموت من اماته فی الدنیا ثم احیاه فی الدنیا۔ وقیل۔ کنتم امواتا ای نطفا فی ظهر آدم، ثم اخرجکم من ظهره کالذر، ثم یمیتکم موت الدنیا، ثم یبعثکم۔ وقیل۔ کنتم امواتا ای نطفا فی اصلاب الرجال وارحام النساء، ثم نقلکم من الارحام فاحیاکم، ثم یمیتکم بعد هذه الحیاة، ثم یحییکم فی القبر للمسئلة، ثم یمیتکم فی القبر، ثم یحییکم حیاة النشر الی الحشر، وهی الحیاة التی لیس بعدها موت۔ قلت۔ فعلی هذا التاویل هی ثلاث موتات، وثلاث احیاءات، وکونهم موتی فی ظهر آدم، واخراجهم من ظهره والشهادة علیهم، غیر کونهم نطفا فی اصلاب الرجال وارحام النساء، فعلی هذا یجیئ اربع موتات، واربع احیاءات۔ وقد قیل ان الله تعالی اوجدهم قبل خلق آدم علیہ السلام کالهباء، ثم اماتهم، فیکون علی هذا خمس موتات، وخمس احیاءات، وموتة سادسة للعصاة من امة محمد ﷺ اذا دخلوا النار لحدیث ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ۔ ''اما اهل النار الذین هم اهلها فانهم لا یموتون فیها ولا یحیون ولکن ناس اصابتهم النار بذنوبهم۔ اوقال۔ بخطایاهم فاماتهم الله اماتة حتی اذا کانوا فحما اذن فی الشفاعة فجیئ بهم ضبائر ضبائر فبثوا علی انهار الجنة ثم قیل یااهل الجنة افیضوا علیهم فینبتون نبات الحبة تکون فی حمیل السیل'' فقال رجل من القوم کَاَنَّ رسول الله ﷺ قد کان یرعی بالبادیة۔ اخرجه مسلم۔ (الجامع لاحکام القرآن لابی عبدالله محمد بن احمد الانصاری القرطبی) قوله ''کیف تکفرون بالله وکنتم امواتا فاحیاکم'' آیة ۲۸۔ حدثنا احمد بن سنان ثنا عبدالرحمن یعنی ابن مهدی۔ عن سفیان عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبدالله۔ قالوا۔ ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین۔ قال۔ هی التی فی البقرة۔ ''کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم'' وروی عن الضحاک وعطاء ونحو ذلک۔ (تفسیر القرآن العظیم تالیف الامام الحافظ عبدالرحمن بن محمد ابن ادریس الرازی ابن ابی حاتم المتوفی سنة ۳۲۷ھ) والثانی أن قوله۔ (وکنتم امواتا) یعنی فی القبور (فاحیاکم) للمسألة (ثم یمیتکم) فی قبورکم بعد مسالتکم، ثم یحیکم عند نفخ الصور للنشور، لان حقیقة الموت ما کان عن حیاة، وهذا قول ابی صالح۔ (النکت والعیون تفسیر الماوردی تصنیف ابی الحسن علی بن محمد) قال ابن عطیه۔ وهذا القول هو المراد بالآیة، وهو الذی لا محید للکفار عنه لاقرارهم بهما، واذا أذعنت نفوس الکفار لکونهم امواتا معدومین، ثم الاحیاء فی الدنیا، ثم الاماتة فیها قوی علیهم لزوم الاحیاء الآخر، وجاء جحدهم له دعوی لا حجة علیها، والحیاة التی تکون فی القبر علی هذا التاویل فی حکم حیاة الدنیا۔ (اللباب فی علوم الکتاب تالیف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد ۸۸۰ هجریه) قال ابن الخطیب۔ احتج قوم بهذه الآیة علی بطلان عذاب القبر، قالوا۔ لانه تعالی۔ بین أنه یحییهم مرة فی الدنیا، وأخری فی الآخرة، ولم یذکر حیاة القبر، ویؤیده قوله۔ ''ثم انکم بعد ذلک لمیتون ثم انکم یوم القیمة تبعثون'' (المؤمنون۔ ۱۶،۱۵) ولم یذکر حیاة فیما بین هاتین الحالتین، قالوا۔ ولا یجوز الاستدلال بقوله تعالی۔ ''قالوا ربنا امتنا اثنتین وأحییتنا اثنتین'' (غافر۔ ۱۱) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لیکن زمخشری چونکہ بہت بڑا عالم گزرا ہے لیکن وہ عقیدتاً معتزلی تھا اور عذاب وثواب قبر کا قائل نہیں تھا۔ اس لئے سب سے پہلے زمخشری نے یحییکم سے آخرت کی حیات مراد لی ہے۔ اب چونکہ وہ بڑا آدمی ہے ہمارے علماء کا یہ ضابطہ ہوتا ہے کہ اس کی بات کی ایسی تاویل کر لی جائے کہ ہمارے موافق ہو جائے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) لانه قول الكفار، ولان كثيرا من الناس اثبتوا حياة الذر في صلب آدم حين استخرجهم و قال لهم "الست بربكم" (الاعراف۔ ۳۲) و على هذا التقدير حصل حياتان و موتتان من غير حاجة الى اثبات حياة في القبر، فالجواب لم يلزم من عدم الذكر في هذه الآية ان لاتكون حاصلة، و أيضا فللقائل أن يقول۔ ان الله تعالى ذكر حياة القبر في هذا الآية، لأن قوله "ثم يحييكم ليس هو الحياة الدائمة، والا لما صح أن يقول۔ "ثم اليه ترجعون"۔ لأن كلمة "ثم" تقتضى التراخى، والرجوع الى الله۔ تعالى۔ حاصل عقب الحياة الدائمة من غير تراخ، فلو جعلنا الآية من هذا الوجه دليلا على حياة القبر كان قريباً۔ (اللباب في علوم الكتاب۔ تاليف الامام المفسر ابى حفص عمر بن على ابن عادل الدمشقى الحنبلى المتوفى بعد ٨٨٠ هجريه) و أخرج وكيع و ابن جرير عن ابى صالح في الآية قال۔ "يميتكم ثم يحييكم في القبر ثم يميتكم۔ (الدر المنثور في التفسير بالمأثور للامام الحافظ جلال الدين السيوطى ﷫ (ت ٩١١ ھ)) "كيف تكفرون بالله و كنتم امواتا فاحيا كم ثم يميتكم ثم يحييكم ثم اليه ترجعون" كيف مبنية على الفتح لخفته وهى في موضع نصب بتكفرون، ويسأل بها عن الحال، وهذا الاستفهام هو للانكار عليهم والتعجب من حالهم وهى متضمنة لهمزة الاستفهام، والواو في "وكنتم" للحال وقد مقدرة كما قال الزجاج والفراء، وانما صح جعل هذا الماضى حالا لان الحال ليس هو مجرد قوله "كنتم امواتا" بل هو وما بعده الى قوله "ترجعون" كما جزم به صاحب الكشاف كأنه قال۔ كيف تكفرون؟ وقصتكم هذه۔ اى وأنتم عالمون بهذه القصة و بأولها وآخرها۔ والاموات جمع ميت، واختلف المفسرون في ترتيب هاتين الموتتين والحياتين۔ فقيل ان المراد "كنتم امواتا" قبل ان تخلقوا۔ اى معدومين، لانه يجوز اطلاق اسم الموت على المعدوم لاجتماعهما في عدم الاحساس "فأحيا كم" اى خلقكم "ثم يميتكم" عند انقضاء اجالكم "ثم يحييكم" يوم القيامة۔ وقد ذهب الى هذا جماعة من الصحابة فمن بعدهم۔ قال ابن عطية۔ وهذا القول هو المراد بالآية۔ وهو الذى لا محيد للكفار عنه، واذا اذعنت نفوس الكفار بكونهم كانوا معدومين ثم احياء في الدنيا ثم امواتا فيها لزمهم الاقرار بالحياة الاخرى۔ قال غيره۔ والحياة التى تكون في القبر على هذا التأويل في حكم حياة الدنيا، وقيل۔ ان المراد كنتم امواتا في ظهر آدم ثم اخرجكم من ظهره كالذر، ثم يميتكم موت الدنيا ثم يبعثكم۔ وقيل "كنتم امواتا" اى نطفا في اصلاب الرجال "ثم يحييكم" حياة الدنيا۔ "ثم يميتكم" بعد هذه الحياة "ثم يحييكم" في القبور "ثم يميتكم" في القبر "ثم يحييكم" الحياة التى ليس بعدها موت۔ قال القرطبى۔ فعلى هذا التأويل هى ثلاث موتات و ثلاث احياءات و كونهم موتى في ظهر آدم واخراجهم من ظهره و الشهادة عليهم غير كونهم نطفا في اصلاب الرجال، فعلى هذا يجيئ اربع موتات و اربع احياءات۔ وقد قيل۔ ان الله اوجدهم قبل خلق آدم كالبهائم و أماتهم فيكون على هذا خمس موتات و خمس احياءات، و موتة سادسة للعصاة من امة محمد ﷺ كما ورد في الحديث "ولكن ناس اصابتهم النار بذنوبهم فأماتهم الله اماتة، حتى اذا كانوا فحما اذن في الشفاعة فجيئ بهم، الى ان قال۔ فينبتون نبات الحبة في حميل السيل" وهو في الصحيح من حديث ابى سعيد۔ وقوله "ثم اليه ترجعون" اى الى الله سبحانه فيجازيكم بأعمالكم۔ وقد قرأ يحيى بن يعمر و ابن ابى اسحاق و مجاهد و سلام و يعقوب بفتح حرف المضارعة، وقرأ الجماعة بضمه۔ قال في الكشاف۔ عطف الاول بالفاء و ما بعده بثم، لان الاحياء الاول قد تعقب الموت بغير تراخ، واما الموت فقد تراخى عن الاحياء، والاحياء الثانى كذلك متراخ عن الموت ان اريد به النشور تراخيا ظاهرا وان اريد به احياء القبر فمنه يكتسب العلم بتراخيه والرجوع الى الجزاء ايضا متراخ عن النشور انتهى۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس لئے پھر انہوں نے اس کے قول کو نقل کرنا شروع کر دیا اور ساتھ تاویل یہ کی کہ اگر اس سے آخرت کی حیات مراد لی جائے تو ساتھ قبر کی حیات بھی ضمن میں سمٹ جاتی ہے۔ کیونکہ قبر کی حیثیت آخرت کے ساتھ وہی ہے جو ماں کے پیٹ میں چھپی ہوئی حیات کی حیثیت اس حیات کے ساتھ ہے تو جیسے اس حیات سے پہلے ماں کے پیٹ میں ایک چھپی ہوئی حیات ہے، اس کے لئے الگ لفظ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ بلکہ اس حیات کے تحت ہی اس کا ذکر آ گیا۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) ولا یخفاک انه ان اراد بقوله ان الاحیاء الاول قد تعقب الموت انه وقع علی ما هو متصف بالموت۔ فالموت الآخر وقع علی ما هو متصف بالحیاۃ، وان اراد انه وقع الاحیاء الاول عند اول اتصافه بالموت بخلاف الثانی فغیر مسلم، فانه وقع عند آخر اوقات موته کما وقع الثانی عند آخر اوقات حیاته، فتأمل هذا۔ وقد اخرج ابن جریر عن ابن مسعود و ناس من الصحابة فی قوله تعالٰی "و کنتم امواتا" الآیة۔ قال۔ لم تکونوا شیئا فخلقکم "ثم یمیتکم ثم یحییکم" یوم القیامة۔ و أخرج ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم عن ابن عباس نحوه۔ و أخرج عبد بن حمید و ابن جریر عن قتادة نحوه ایضا۔ و اخرج ابن جریر عن أبی صالح قال۔ یمیتکم ثم یحییکم فی القبر ثم یمیتکم۔ و أخرج ابن جریر عن ابی العالیة فی قوله "و کنتم امواتا" قال۔ حین لم تکونوا شیئا، ثم اماتهم ثم احیاهم یوم القیامة، ثم یرجعون الیه بعد الحیاۃ۔ و أخرج ابن جریر عن عبدالرحمن بن زید بن أسلم قال۔ خلقهم من ظهر آدم فاخذ علیهم المیثاق ثم اماتهم۔ ثم خلقهم فی الارحام، ثم اماتهم، ثم احیاهم یوم القیامة۔ والصحیح الاول۔ (فتح القدیر تالیف محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ هج) قوله تعالٰی۔ (کیف تکفرون باللہ) قاله تعجبا، کیف تکفرون باللہ بعد نصب الدلائل و وضوح البراهین؟ ثم ذکر الدلیل فقال۔ (و کنتم امواتا) هذا دلیل، ای۔ کنتم نطفا فی اصلاب الآباء۔ (فاحیاکم) ای۔ خلقکم (ثم یمیتکم) عند انتهاء الاجل۔ (ثم یحییکم) للبعث۔ (ثم الیه ترجعون) الی اللہ مصیرکم۔ وقیل۔ اراد بالموت الاول۔ الموت المعهود (و کنتم امواتا) ای۔ تصیرون امواتا۔ فاحیاکم ای۔ یحییکم فی القبر للسؤال، ثم یمیتکم بعده فی القبر ثم یحییکم للبعث۔ ثم الیه ترجعون۔ (تفسیر القرآن للامام العلامة شیخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابی المظفر السمعانی منصور بن محمد بن عبدالجبار التمیمی المروزی الشافعی السلفی) قال ابن عطیة وهذا القول هو المراد بالآیة وهو الذی لا محید للکفار عنه، واذا اذعنت نفوس الکفار بکونهم کانوا معدومین ثم احیاء فی الدنیا ثم امواتا فیها لزمهم الاقرار بالحیاۃ الاخری، قال غیره والحیاۃ التی تکون فی القبر علی هذا التاویل فی حکم حیاۃ الدنیا، وقیل ان المراد کنتم امواتا فی ظهر آدم علیہ السلام ثم اخرجکم من ظهره کالذر ثم یمیتکم موت الدنیا ثم یبعثکم، وقیل کنتم امواتا ای نطفا فی اصلاب الرجال ثم یحییکم حیاۃ الدنیا، ثم یمیتکم بعد هذا الحیاۃ ثم یحییکم فی القبور ثم یمیتکم فیها ثم یحییکم الحیاۃ التی لیس بعدها موت، قال القرطبی فعلی هذا التاویل هی ثلاث موتات و ثلاث احیاءات، و کونهم موتی فی ظهر آدم واخراجهم من ظهره والشهادۃ علیهم غیر کونهم نطفا فی اصلاب الرجال، فعلی هذا یجیء اربع موتات واربع احیاءات۔ (فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسینی القنوجی البخاری) و کیف هنا بمعنی التهدید قوله تعالٰی و کنتم امواتا فاحیاکم ای فی الرحم ثم یمیتکم فی الدنیا ثم یحییکم فی القبر ثم الیه ترجعون فی القیامة۔ (تفسیر زاهدی ص ۳۰) "کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم" و هکذا روی عن السدی بسنده عن ابی مالک و عن ابی صالح عن ابن عباس و عن مرۃ عن ابن مسعود و عن ناس من الصحابة و عن ابی العالیة والحسن و مجاهد و قتادة و ابی صالح والضحاک و عطاء الخراسانی نحو ذلک وقال الثوری عن السدی عن ابی صالح (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اسی طرح آخرت کی کھلی حیات سے پہلے ایک چھپی حیات ہے، جو قبر میں ہے تو اگر یحییکم سے مراد زمخشری کے قول کے مطابق آخرت کی حیات بھی مراد لے لی جائے تو اس سے اہل سنت والجماعت کے عقیدے کا رد نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں بھی چھپی حیات ہے اور آخرت کی حیات ہے تو جس طرح احیاکم میں دونوں حیاتیں سمٹی ہوئی ہیں، ماں کے پیٹ والی چھپی حیات بھی اور یہ کھلی حیات بھی۔

اسی طرح ثم یحییکم میں دونوں حیاتیں سمٹی ہوئی ہیں۔ ماں کے پیٹ والی چھپی حیات بھی اور یہ کھلی حیات بھی۔ اسی طرح ثم یحییکم میں دو حیاتیں سمٹی ہوئی ہیں۔

اب یہ جو معنی کرتے ہیں موت نام ہے روح کے نکلنے کا۔ حالانکہ یہ موت کا ادھورا معنی ہے۔ اس لئے موت دو معنوں میں آتا ہے، روح سرے سے آئے ہی نہ، اس کو بھی موت کہتے ہیں اور روح آ کر نکل جائے اور جسم سے بے تعلق ہو، اس کو بھی موت کہتے ہیں۔

لیکن ان لوگوں نے آدھا معنی کیوں کیا اور آدھا معنی کیوں بھلا دیا؟ اس لئے موت کا پہلا معنی جو ہے کہ روح سرے سے آئے ہی نہ۔ اس معنی کے لحاظ سے قرآن نے بتوں کو بھی مردہ کہا ہے، کیونکہ ان میں روح کبھی آتی ہی نہیں۔ اب ان لوگوں نے بتوں والی ساری آیات انبیاء علیہم السلام پر چسپاں کرنی ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ اپنے طالب علموں کو موت کا آدھا معنی یاد کراتے ہیں۔

کہ موت کہتے ہیں جان نکلنے کو اور پھر شور مچاتے ہیں کہ جتنے مفسرین نے اموات کا معنی بت کیا ہے۔ وہ لغت سے واقف نہیں تھے، اس لئے کہ یہ آیات بتوں کے لئے نہیں ہیں بلکہ انبیاء اور اولیاء کے لئے ہیں جن میں پہلے روح تھی پھر نکلی۔ اب انہوں نے آدھا معنی چھوڑ کر قرآن پاک کی آیت: ''کنتم امواتا'' کا انکار کر دیا، کیونکہ امواتا کا یہی معنی امواتا میں موت کا ہے۔ کہ روح کا جسم سے تعلق قائم ہی نہ ہو۔ اب یہ لوگ شور تو یہ مچاتے ہیں کہ ہم قرآن مانتے ہیں، لیکن ان لوگوں کا پہلا قدم ہی قرآن پاک کے انکار سے شروع ہوتا ہے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) ''کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون'' قال یحییکم فی القبر ثم یمیتکم و قال ابن جریر یونس عن ابن وھب عن عبدالرحمن بن زید بن اسلم قال خلقھم فی ظھر آدم ثم اخذ علیھم المیثاق ثم اماتھم ثم خلقھم فی الارحام ثم اماتھم ثم احیاھم یوم القیامۃ و ذلک کقولہ تعالیٰ ''قالوا ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین'' و ھذا غریب و الذی قبلہ و الصحیح ما تقدم عن ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہم و اولئک الجماعۃ من التابعین۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۰۳-۱۰۲) وان ارید بہ الاحیاء فی القبر للسوال کما روی ذلک عن السدی رحمہ اللہ فیکون استعمال کلمۃ ثم فی ھذا الموضع دلیلا علی ان احیاء القبر متراخ عن الموت وان لم یکن متراخ عن الدفن کما روی عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''ان المیت یسمع خفق نعالھم اذا ولوا مدبرین حین یقال لہ من ربک و ما دینک و من نبیک'' الحدیث۔ (حاشیہ محی الدین شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی مصنف محمد بن مصلح الدین مصطفی القوجوی الحنفی المعروف شیخ زادہ المتوفی ۹۵۱ھ) (ص ۲۷۴ ج ۱) و کیف ھنا بمعنی التھدید قولہ تعالیٰ و کنتم امواتا فاحیاکم ای فی الرحم ثم یمیتکم فی الدنیا ثم یحییکم فی القبر ثم الیہ ترجعون فی القیامۃ۔ (تفسیر زاھدی ص ۳۰)''

یونس نعمانی کا واقعہ

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا ایک مناظرہ میں جب میں نے یونس نعمانی سے پوچھا کہ آپ ذرا موت کا معنی واضح فرمائیں تو اس نے کہا روح جسم سے نکل جائے اور اس کا تعلق جسم سے نہ ہو۔ پھر میں نے کہا ذرا حیات کا معنی ارشاد فرمائیں تو وہ اس پر تین دفعہ کانپا۔ کیونکہ اس نے حیات کا معنی یہ بتانا تھا کہ روح سبز پرندوں میں ہے یا علیین میں ہے اور جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اب یہ معنی موت کا ہے نہ کہ حیات کا۔

تو اب وہ دو تین دفع یوں لرزا، جب میں نے بار بار اصرار کیا کہ اب حیات کا معنی بھی سمجھا دیں، کیونکہ شہداء اور انبیاء میں موت کے بعد حیات بھی تو ثابت ہے، تو لہٰذا اس کا بھی معنی معلوم ہونا چاہئے۔ اب جب وہ زیادہ مجبور ہوا تو اس نے کہا حیات کا ایک معنی وہی ہوتا ہے جو موت والا ہے، اس پر میں نے کہا کہ اس کا مطلب صاف نکل آیا کہ جو شخص جسم کے ساتھ روح کے تعلق کا انکار کرتا ہے۔ اللہ نے فرمایا تھا کہ ان کو مردہ نہ کہو، اب اگرچہ اس نے لفظ مردہ تو نہیں بولا لیکن معنی وہی کیا کہ جسم کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں ہے تو اس آیت کا انکار کر گیا۔

اب جب اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ پھنس چکا ہے تو انہوں نے شور ڈالا کہ اندھیرا ہو رہا ہے، باقی مناظرہ صبح ہوگا۔ ہم موت کے دونوں معنی تسلیم کرتے ہیں اور انہوں نے موت کا آدھا معنی یاد کر رکھا ہے اور آدھا چھوڑ دیا ہے اور جو آدھا یاد رکھا ہے وہ بھی جاہلیت والا، یعنی موت عدمی چیز ہے۔ اس میں وجودیت کا ذکر کرتے ہی نہیں کہ موت کسی وجودی چیز کا نام ہے اور یہ ساری کاروائی اس وجہ سے کرتے ہیں کہ انہوں نے بتوں والی ساری آیات انبیاء اور اولیاء کرام پر چسپاں کرنی ہوتی ہیں۔

صحیح بخاری شریف ج ۲ کتاب الخوارج میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ساری دنیا میں سب سے بدترین لوگ خارجی ہیں۔ اس لئے کہ یہ کافروں والی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں، اسی لئے یہ لوگ بدترین ہیں۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ مماتی لوگ نہیں تھے، ورنہ وہ فرماتے کہ خوارج سے بھی بدتر یہ مماتی ہیں کہ وہ تو کافروں والی آیات مسلمانوں پر فٹ کرتے تھے، یہ بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ یہ ان سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔

مماتیوں اور خارجیوں کا مزاج ایک ہے

ابوداؤد شریف کی کتاب السنہ میں خارجیوں کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بھی قرآن پاک ہی پڑھتے تھے۔ لیکن قرآن پاک کا مطلب ایسا بیان کرتے تھے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہیں مانتے تھے۔ چنانچہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے بولتے تھے کہ قرآن سے بات کرو۔ آج قرآن سے فیصلہ ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو باب مدینۃ العلم تھے۔ حق جل شانہ نے ان کو بہت زیادہ علم سے نوازا تھا۔ بات سمجھانے کا بہت عمدہ سلیقہ تھا۔ چنانچہ ایک دن ایک آدمی حاضر ہوا اس نے پوچھا انسان مجبور ہے یا مختار؟ تو فرمایا حق جل شانہ نے انسان کو قوتیں عطاء فرمائی ہیں۔ لیکن وہ محدود ہیں نہ کہ لامحدود جس طرح انسان ایک دائرہ تک ہاتھ چلا سکتا ہے۔ اس سے زائد نہیں۔ اسی طرح اس کے اختیار کی قوت بھی محدود ہے۔

انسان کچھ مجبور ہوتا ہے کچھ مختار۔ اس نے پوچھا کتنا مجبور ہے کتنا مختار؟ آپ نے فرمایا دائیں ٹانگ اوپر کرلو، اس نے دائیں ٹانگ اوپر کرلی۔ فرمایا اب یہ اوپر رہنے دو اور دوسری بھی اوپر کرلو۔ اس نے کہا یہ تو نہیں اوپر اٹھتی فرمایا بس اتنے تم مجبور ہو اتنے تم مختار تو جب خارجیوں نے شور مچایا کہ فیصلہ قرآن سے کرو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک منگوالیا اور سامنے رکھ لیا اور رکھ کر تین دفعہ فرمایا۔ اے خدا کے قرآن فیصلہ سنا دے کہ میں سچا ہوں یا خارجی۔ دوسری اور تیسری دفعہ پھر فرمایا۔ اس پر خارجی خود ہی بول اٹھے کہ یہ تو بولتا نہیں یہ کیا فیصلہ سنائے گا۔

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب قرآن خود نہیں بولتا تو اسے کوئی عالم ہی بلوائے گا اور وہ اس کا مطلب سمجھائے گا اور فرمایا ہم نے قرآن پاک اس پیغمبر ﷺ سے پڑھا ہے جس پر قرآن نازل ہوا ہے اور تم کہتے ہو کہ تمہیں قرآن نہیں آتا۔ حالانکہ ہم قرآن پاک کا وہ مطلب بیان کرتے ہیں جو ہم نے اللہ تعالیٰ کے نبی پاک ﷺ سے سمجھا ہوا ہے اور تم کہتے ہو قرآن کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ وہ مطلب ہے جو ہم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کا جو مطلب تم بیان کرتے ہو وہ اس مطلب کے خلاف ہے جو اللہ کے نبی ﷺ اور ان کے صحابہ نے بیان فرمایا۔

تو جو عادت خارجیوں کی تھی وہی آج کل مماتیوں کی ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم جو قرآن کا معنی اور مطلب بیان کرتے ہیں وہی صحیح ہے۔ اگرچہ وہ نبی ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، جمہور مفسرین کے بیان کردہ معنی اور مطلب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اس پر حضرت کا ایک واقعہ یاد آیا۔

واقعہ: حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب میں شعبان میں کراچی پڑھانے کے لئے جاتا ہوں، تین جگہ پڑھاتا ہوں ان میں سے ایک لڑکیوں کا مدرسہ بھی ہے۔ مجھے ایک دن وہاں کے مہتمم صاحب نے کہا میری بیوی نے چٹ لکھی ہے کہ نئی لڑکی آج پڑھنے کے لئے آئی ہے اور وہ وفاق المدارس میں اول آئی ہے لیکن ہے وہ مماتی۔ وہ کہتی ہے، میں مسئلہ حیات النبی ﷺ سمجھنا چاہتی ہوں آپ ذرا آج اس مسئلہ کو بیان فرمادیں۔

تو میں نے ان سے کہا کہ آپ جلالین شریف کھول کر سامنے رکھ لیں اور آیت: ''انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم'' نکال لیں۔ پھر جب میں نے کہا کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ایک کافر عبداللہ ذبعری آٹھ دس آدمیوں کا وفد لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آکر کہا یہ آیت جو نازل ہوئی اس کا صاف مطلب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوزخی ہیں، چونکہ عیسائیوں نے انہیں خدا کا بیٹا کہا ہے، عزیر علیہ السلام بھی دوزخی ہیں کیونکہ یہودیوں نے ان کو خدا کا بیٹا کہا ہے۔

اور فرشتے سارے دوزخی ہیں، کیونکہ عرب کا ایک قبیلہ ان کو خدا کی بیٹیاں کہتا ہے اور کہتا ہے فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، اسی وجہ سے پردے میں رہتی ہیں نظر نہیں آتیں تو جب عزیر علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور سارے فرشتے دوزخ میں چلے جائیں گے تو اگر ہمارے سارے پتھر کے معبود دوزخ میں چلے جائیں تو یہ سودا بھی ہمیں مہنگا نظر نہیں آتا۔ اس پر انہوں نے بڑا مذاق اڑایا، تالیاں بھی بجائیں۔

آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جواب خود ارشاد فرمانے سے پہلے وحی کا انتظار فرماتے کہ شاید منجانب اللہ کوئی جواب آجائے۔ اس لئے آپ ﷺ خاموش رہے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ لاجواب ہو گئے ہیں۔ اس پر وہ شور مچانا شروع ہو گئے تو ان کے سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی: ''ان الذین سبقت لھم منا الحسنی اولئک عنہا مبعدون'' کہ یہ لوگ اس میں شامل نہیں ہیں۔

پس اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کرنے کا کام عبداللہ زبعری نے کیا۔ اگرچہ اس نے کوئی جماعت بنا کر اس کا نام نہیں رکھا۔ لیکن یہ اصول مماتیوں کو وہی دے کر گیا ہے کہ بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کرنی ہیں۔

اب وہ لڑکی پردے میں بیٹھی تھی ایک مرتبہ اس کی چیخ نکل گئی۔ کہنے لگی آپ نے بہت سخت بات فرمائی ہے، میں نے کہا بات اگرچہ سخت ہے لیکن ہے سچی۔ چنانچہ وہ سارا درس ریکارڈ کر کے لے گئی، اگلے دن وہ واپس آئی تو اس نے ایک بہت بڑی چٹھی لکھ کر دیدی کہ میں آپ کا ٹیپ کیا ہوا سبق وہاں لے کر گئی تھی انہوں نے اسے سنا اور کہا ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ امین بالکل ان پڑھ آدمی ہے، اسے اتنا بھی معلوم نہیں کہ ما غیر ذوی العقول کے لئے اور من ذوی العقول کے لئے آتا ہے، جب عبداللہ زبعری نے یہ اعتراض کیا تو حضرت پاک ﷺ نے فرمایا کہ تجھے اپنی زبان عربی نہیں آتی۔ تجھے یہ پتا نہیں کہ آیت کریمہ میں لفظ مَا ہے۔ جو غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے نہ کہ مَن جو کہ ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔

آیت کریمہ: انکم و ما تعبدون ہے نہ کہ انکم و من تعبدون چنانچہ وہ لکھوا کر لائی۔ میں نے جواب میں کہا کہ یہ جو بات ہے کہ مَا غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے، لا اثر لہ عند المحدثین اس کا سرے سے کوئی ثبوت ہی نہیں:

''وللمحدثین فی ھذا الحدیث کلام حتیٰ قالوا انہ موضوع کذا قال بحر العلوم وفی التیسیر انہ شیئ لا یعرف ولا اصل لہ وقال العسقلانی لا اصل لہ من طریق ثابتۃ ولا واھیۃ کذا قال علی القاری''

(حاشیہ نور الانوار ص ۲۰۸)

میں نے کہا اسے جا کر بتا دینا اور تمہارے علماء کو اور تمہیں یہ بات یاد نہیں آتی ایک ان پڑھ کو آتی ہے۔ پھر میں نے کہا التوضیح والتلویح اور نور الانوار کھولیں ان میں یہی ہے کہ مَن ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور مَا عام ہے، ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں ہے: ''یسبح اللہ مافی السموت ومافی الارض''

اب یہاں لفظ مَا ہے۔ حالانکہ سب لکھتے ہیں کہ ملائکہ بھی اس میں شامل ہیں اور ارواح بھی شامل ہیں اور وہ سارے اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ ملائکہ ذوی العقول ہیں اور مَا ان کو شامل ہے۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ انہوں نے جو لکھا ہے کہ مَن ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور خاص ہے۔ تو یہ جو تم دن رات پڑھتے ہو: ''وما انت بمسمع من فی القبور'' تو اس میں مَن آیا ہے تو قبروں والے سارے عقل مند ثابت ہو گئے۔ اب جب اس نے یہ درس بھی ان کو سنایا تو انہوں نے اس کی خوب پٹائی کی اور وہاں سے نکال دیا اور کہا کہ آئندہ یہاں نہ آنا۔

تو بہرحال ان لوگوں نے اس طرح کی باتیں بچوں کے ذہن میں بٹھائی ہوتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے علامۃ الدھر ہو گئے ہیں، باقی ساری دنیا ان پڑھ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو تفسیریں کی ہیں ان کو بھی عربی نہیں آتی تھی، تابعین جو تفسیریں کرتے تھے انہیں بھی عربی نہیں آتی تھی۔ عربی صرف ہم مماتیوں کو آتی ہے اور کسی کو نہیں آتی تو ایک تو انہوں نے موت کا معنی بگاڑ دیا ہے اور بگاڑنے سے مقصود وہی تھا کہ انہوں نے بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کرنی ہیں۔ اس لئے کہ موت کا آدھا معنی یعنی روح جسم سے نکل جائے اور جسم کے ساتھ اس کا تعلق نہ ہو اس کو بیان کرتے ہیں اور آدھا یعنی روح جسم میں آئے ہی نہ۔ اس کو بیان نہیں کرتے۔

اب جب مسئلہ ایک طرف سے شروع کیا جائے گا عام فہم ہوگا۔ دیکھیے پہلے موت تھی۔ قرآن پاک میں آیا ہے: ''کیف تکفرون باللہ و کنتم أمواتا فاحیا کم''

پھر اللہ نے حیات عطاء فرمادی۔ اب جو پچیس سال قبل پیدا ہوا اس کی یہ حیات پچیس سال ہے اور جو پندرہ سال قبل پیدا ہوا اس کی حیات پندرہ سال ہے۔ حالانکہ اس سے قبل ہزاروں سال موت پر گزر گئے۔ لیکن اب میری اور آپ کی حیات کی بات ہونی چاہئے نہ کہ موت کی جو کہ ہزاروں سال گزر چکی۔

اب اس وقت ہم اپنے آپ کو زندہ سمجھ رہے ہیں۔ کوئی مماتی بھی اپنے آپ کو مردہ نہیں سمجھتا۔ لیکن اگر میں کہوں کہ قرآن پاک سے ثابت کرتا ہوں کہ تم مردہ ہو: ''کیف تکفرون باللہ و کنتم أمواتا'' قرآن کہتا ہے کہ تم سارے مردہ ہو۔ اس پر آپ کہیں گے کہ ہمارا ایمان ہے کہ آیت برحق ہے، لیکن اس میں پہلی حالت کا ذکر ہے جب ہم مردہ تھے۔ اس کے بعد اللہ نے ہمیں حیات عطاء فرمادی ہے تو جس طرح اس موت کے بعد حیات ہے۔ اسی طرح اگلی موت کے بعد بھی حیات ہے اور آیت کریمہ: انک میت و انھم میتون۔ کا اس حیات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

کیونکہ جب موت آ گئی، خواہ ایک لمحہ کے لئے آئی تو کل نفس ذائقة الموت کا وعدہ پورا ہو گیا۔ اسی طرح انک میت و انھم میتون والا وعدہ بھی پورا ہو گیا۔ لیکن جس طرح اس پہلی موت کے بعد (جو کنتم امواتا میں مذکور ہے) یہ حیات مل گئی تھی۔ اسی طرح اس موت کے بعد امام الانبیاء ﷺ کی حیات چودہ سو سال سے آ رہی ہے۔ قرآن پاک میں کل نفس ذائقة الموت اور ذائقہ چکھنے کو کہتے ہیں اور کسی چیز کو کئی سال تک نہیں چکھا جاتا، بلکہ ایک یا دو لمحہ میں چیز چکھ لی جاتی ہے۔ اسی طرح موت ایک ذائقہ ہے جو چکھنا ہے۔ اس کے بعد حالت بدل جاتی ہے، نیز موت ایک آنی چیز ہے جیسے آپ جب کمرے میں داخل ہوئے تھے تو آپ کا کمرے میں آنے کا فعل پایا گیا، اب آپ بیٹھے سبق پڑھ رہے ہیں اور وہ آنے کا فعل ختم ہو چکا ہے اور اگلا فعل یعنی بیٹھنا اور سبق پڑھنا یہ شروع ہو گیا ہے۔ تو اسی طرح موت ایک ذائقہ ہے کوئی لمبی چیز نہیں۔ اب جب اس کے بعد حیات مل چکی ہے۔ اب اس جگہ انک میت و انھم میتون پڑھنا یہ ایسا ہی دھوکہ ہے جیسے میں آپ پر پڑھوں۔ ''کنتم امواتا، کنتم امواتا'' آپ اس پر کہیں گے کہ آیت کریمہ بالکل برحق ہے، لیکن اُس کا تعلق اس زمانے سے ہے جب ہمیں حیات نہیں ملی تھی، اِس زمانے سے تعلق نہیں۔

اب ان منکرین حیات انبیاء کو بھی ایک آیت مبارکہ یاد ہے اور موقع خواہ ہو یا نہ ہو اسی کو پڑھ دیتے ہیں۔ حالانکہ اس کا اصل بحث سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں، کیونکہ ہم موت کے بعد حیات کو مانتے ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ اس مقام پر ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے۔

لطیفہ: ایک دن ایک باباجی استنجا خانے میں بیٹھے اونچی اونچی آواز سے کچھ پڑھ رہے تھے، طالبعلم باہر انتظار میں کھڑے ہیں کہ باباجی کب نکلتے ہیں، لیکن باباجی نکلنے کا نام ہی نہ لیں، اور پڑھ کیا رہے تھے؟ ''اللھم ارحنی رائحة الجنة و لا ترحنی رائحة النار'' اب جب طلباء نے یہ آواز سنی تو بڑے حیران ہوئے کہ باباجی شاید اندر ہی وضو کرنا شروع ہو گئے ہیں۔ کیونکہ انہیں پتا تھا کہ یہ دعا تو ناک میں پانی ڈالنے کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ جب باباجی فارغ ہو کر باہر تشریف لائے، تو طلباء نے پوچھا باباجی آپ نے وضو بھی کر لیا ہے؟

باباجی غصے سے بولے وضو کہاں کیا میں نے تو استنجا کیا ہے۔ طلباء نے پوچھا کہ باباجی آپ نے بڑا استنجا کیا ہے یا چھوٹا۔ اس نے کہا بڑا، پوچھا کہ دعا کون سی پڑھی ہے؟ باباجی نے پھر دعا سنا دی: ''اللھم ارحنی رائحۃ الجنۃ ولا ترحنی رائحۃ النار'' طلباء نے کہا باباجی آپ کو دعا تو یاد ہوگئی ہے، لیکن سوراخ بھول گیا ہے کہ کس سوراخ پر پڑھنی تھی۔ جس سوراخ پر دل کرتا ہے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اب یہی حال ان مماتیوں کا ہے۔ ان کو ایک آیت تو یاد ہوگئی ہے: ''انک میت وانھم میتون'' لیکن اس آیت کا موقع محل بھول گیا ہے کہ کس موقع پر اس آیت کو پڑھنا ہے، جہاں ان کا دل کرتا ہے خواہ محل ہو یا نہ ہو باباجی کی طرح اسے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ ان کو ایک آیت تو یاد ہو چکی ہے، اس کا معنی بھی ان بے چاروں کو آجائے تاکہ اس آیت کو بے موقع محل استعمال نہ کریں۔

قبر کا معنی: قبر کا معنی بھی ان حضرات نے تبدیل کر لیا کہ قبر جسم مثالی کو کہتے ہیں، اس پر دلائل آگے آرہے ہیں کہ قبر اسی گڑھے کو کہتے ہیں کہ جو زمین میں ہے۔

روحانی: روحانی کا معنی بھی انہوں نے بگاڑا ہے، روحانی کا معنی یہ ہے کہ وہاں روح مقدم ہے جیسے اس حیات میں جسم مقدم ہے۔ یہاں کی حیات کو جسمانی کہنے سے کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ جسم سے روح کا تعلق نہیں ہے بلکہ صرف اتنا سمجھا جاتا ہے کہ یہاں جسم مقدم ہے۔ اس طرح وہاں کی حیات کے روحانی ہونے کا یہ مطلب لینا کہ جسم بے جان ہے یہ غلط ہے بلکہ جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہے۔ البتہ تقدم چونکہ روح کو حاصل ہے۔ عموماً حالات پہلے روح پر وارد ہوتے ہیں۔ پھر روح کے واسطے سے جسم پر، اس لئے اس کو روحانی کہہ دیتے ہیں۔

برزخ: ''حتیٰ اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت کلا انھا کلمۃ ھو قائلھا ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون'' (المؤمنون:۲۳)

ترجمہ...... یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے تو کہتا ہے اے رب میرے مجھے واپس لوٹا دے تاکہ میں نیک عمل کروں ان چیزوں میں جو میں چھوڑ آیا ہوں، ہرگز نہیں یہ ایک بات ہوگی جس کو وہ کہنے والا ہوگا اور اس کے پیچھے پردہ ہے، اس دن تک جس دن اٹھائے جائیں گے۔

برزخ کا معنی: برزخ کا معنی ہے غیر محسوس پردہ۔ انہی معنوں میں قرآن پاک میں یہ لفظ دو جگہ آیا ہے۔

(۱)......''مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان''

ترجمہ: ملا دیا دو دریاؤں کو ایک دوسرے سے مل رہے ہیں اور ان کے درمیان پردہ ہے کہ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے۔

(۲)......''ھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخا وحجرا محجورا''

ترجمہ: اور وہ ذات جس نے دو دریاؤں کو ملایا یہ میٹھا ہے پیاس کو بجھانے والا اور یہ کھاری ہے جو اور پیاس کو بڑھاتا ہے اور ان دونوں کے درمیان پردہ کر دیا اور بند بندھا ہوا ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''البرزخ علی ثلاثۃ اقسام، مکان و زمان و حال۔ فالمکان من القبر الی علیین ... و من القبر الی سجین... اما الزمان فھو مدۃ بقاء الخلق فیہ من اول من مات او یموت من الجن و الانس الی یوم یبعثون، و اما الحال فاما منعمۃ و اما معذبۃ''

ترجمہ: برزخ تین قسم پر ہے مکان، زمان اور حال۔ مکان قبر سے علیین تک ہے، (نیک لوگوں کے لئے) اور قبر سے سجین تک ہے (برے لوگوں کے لئے) اور زمان یہ وہ مدت ہے جتنی مدت مخلوق جنوں انسانوں میں سے جو مر چکی ہے اور مرے گی قیامت تک اس میں رہے گی۔ تو یہ زمانہ ان میں سے ہر ایک کے لئے زمانہ برزخ ہے اور حال یا دکھ میں ہوں گے یا سکھ میں۔ (الحاوی للفتاویٰ)

اس سے معلوم ہوا کہ برزخ غیر محسوس پردے کو کہتے ہیں کہ وہ حالت ہمیں نظر بھی نہیں آتی وہاں کی حیات کو برزخی کہنے کا یہی مطلب ہے کہ وہ ہم سے پردہ میں ہے۔ پھر یہ کہ یہ پردہ ہمارے اعتبار سے ہے، ''و من ورائھم برزخ'' فرمایا ہے ان کے لئے کوئی پردہ نہیں، جیسے پردہ والی عورت کو تو کوئی نہیں دیکھ سکتا لیکن وہ سب کو دیکھ سکتی ہے۔ اسی لئے فرمایا ''ولکن لا تشعرون'' کہ تمہیں شعور نہیں، یہ نہیں فرمایا لا یشعرون کہ انہیں بھی اپنی حیات کا شعور نہیں۔ بلکہ انہیں پورا پورا شعور حاصل ہے۔

یہ تو تھا برزخ کا وہ معنی جو چودہ سو سال سے چلا آرہا تھا، ایک برزخ کا معنی گجرات میں گھڑا گیا ہے کہ برزخی حیات کا مطلب یہ ہے کہ روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں روح اور جسم کے درمیان پردہ حائل ہے۔ اب جہاں پہلی کتب میں برزخی کا لفظ آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حیات برزخی ہے یا شہداء کی یا عام مردوں کی حیات برزخی ہے تو یہ اس کو لے کر شور مچانا شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھو جی ہمارا عقیدہ مل گیا ہے۔ حالانکہ یہ دھوکہ ہے اور کچھ نہیں برزخ کا صرف اتنا مطلب ہے کہ ہم سے پوشیدہ ہے۔ بہت سارے حضرات جہاں برزخی کا ذکر کرتے ہیں وہیں جسمانی اور دنیوی کا بھی ذکر کرتے ہیں تو کیا وہ نا سمجھ تھے؟ کہ دو ایسی حالتوں کو جمع کر رہے ہیں جن میں آپس میں ٹکراؤ ہے۔

مفسر قرآن حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اپنی بے مثال شہرہ آفاق کتاب سیرت المصطفیٰ میں لکھتے ہیں کہ: ''تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادت میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے۔

دو صفحے آگے لکھتے ہیں: ''اسی طرح اس حیات برزخیہ میں بھی عبادت میں مشغول ہیں۔

دیکھئے حضرت رحمہ اللہ اس حیات کو برزخی بھی فرما رہے ہیں اور جسمانی بھی معلوم ہوا کہ ان دونوں میں منافات نہیں ہے۔

مسئلہ عذاب و ثواب قبر میں یہ بات پہلے سمجھ لیں کہ اس میں ہمارا اہل سنت والجماعت کا عقیدہ کیا ہے؟

عقیدہ اہل سنت والجماعت: میت اپنی قبر میں پھر زندہ ہوتی ہے اور عذاب قبر برحق ہے وہ اس جسم کو ہوتا ہے۔

معتزلہ کا عقیدہ: میت قبر میں بے جان ہے اسے عذاب وثواب قبر نہیں ہوتا۔
کرامیہ کا عقیدہ: میت قبر میں ہوتی تو بے جان ہے، لیکن عذاب وثواب قبر ہوتا ہے۔
اہل سنت والجماعت کے عقیدے کی وضاحت: میت قبر میں جب رکھی جاتی ہے تو روح کا جسم سے تعلق قائم ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے اس جسم کو عذاب وثواب ہوتا ہے خواہ یہ ریزہ ریزہ ہی کیوں نہ ہو چکی ہو۔
ہمیں اس عقیدے کے اثبات کے لئے مندرجہ ذیل مضامین سے بحث کرنی پڑے گی۔
(۱) عذاب قبر ثابت ہے۔ (۲) قبر کس کو کہتے ہیں۔ (۳) روح کا اسی جسم سے تعلق قائم ہوجاتا ہے۔ (۴) اس جسم کو ایک قسم کی حیات قبر میں حاصل ہوجاتی ہے۔ (۵) عذاب قبر اسی بدن کو ہوتا ہے۔

دلیل نمبر ۱: (عذاب قبر اور قرآن)

''قال اللہ تعالیٰ... ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون'' اور اگر تو دیکھ لے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھوں کو ان کی طرف پھیلانے والے ہوں گے اور ان کو کہا جائے گا نکالو اپنی جانوں کو آج کے دن تم دردناک عذاب چکھو گے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری شریف میں اس آیت[۱] پر باب باندھا ہے: ''باب ما جاء فی عذاب القبر وقول اللہ ولو تری اذ الظلمون فی غمرات الموت والملئکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون''

---

[۱] اس آیت سے درج ذیل حضرات نے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے۔ (۱) نبی اقدس ﷺ۔ (۲) عبداللہ بن عباس ؓ۔ (ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، درمنثور) (۳) امام بخاری۔ (صحیح بخاری) (۴) علامہ سیوطی۔ (درمنثور) (۵) قاضی شوکانی۔ (فتح القدیر) (۶) طبری۔ (تفسیر طبری) (۷) خالد بن عبدالقادر۔ (جامع التفاسیر) (۸) نواب صدیق حسن خان۔ (فتح البیان) حوالہ جات کی عبارات درج ذیل ہیں: ''وأخرج ابن أبی حاتم عن ابن عباس قال۔ آیتان یبشر بھما الکافر عند موتہ "ولو تری اذ الظالمون" الی قولہ "تستکبرون" وأخرج ابن مردویہ بسند ضعیف عن ابن عباس قال بینا رسول اللہ ﷺ ذات یوم قاعدا، وتلا ھذہ الآیۃ "ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوا أیدیھم أخرجوا أنفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق وکنتم عن آیاتہ تستکبرون" ثم قال۔ والذی نفس محمد بیدہ ما من نفس تفارق الدنیا حتی تری مقعدھا من الجنۃ والنار، ثم قال۔ اذا کان عند ذلک صف سماطان من الملائکۃ نظموا ما بین الخافقین کأن وجوھھم الشمس فینظر الیھم ما یری غیرھم، وان کنتم ترون أنہ ینظر الیکم مع کل ملک منھم أکفان وحنوط، فاذا کان مؤمنا بشروہ بالجنۃ، وقالوا۔ اخرجی أیتھا النفس الطیبۃ الی رضوان اللہ وجنتہ فقد أعد اللہ لک من الکرامۃ ما ھو خیر لک من الدنیا وما فیھا، فما یزالون یبشرونہ ویحفون بہ فھم ألطف وأرأف من الوالدۃ بولدھا، ویسلون روحہ من تحت کل ظفر ومفصل، ویموت الاول فالاول، ویبرد کل عضو الاول فالاول، ویھون علیہ وان کنتم ترونہ شدیدا حتی تبلغ ذقنہ، فلھو أشد کرامۃ للخروج حینئذ من الولد حین یخرج من الرحم، فیبتدرھا کل ملک منھم أیھم یقبضھا، فیتولی قبضھا ملک الموت ثم تلا رسول اللہ ﷺ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قبر کس کو کہتے ہیں۔موت کے بارے میں تو بات آ گئی ہے، انہوں نے قبر کا معنیٰ بھی بگاڑ دیا ہے۔اب قرآن پاک نے قبر کے معنیٰ کو واضح کر دیا ہے۔کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کے زمانے میں عذاب قبر کا انکار کرنے والے تو تھے، لیکن قبر کا انکار کرنے والے نہیں تھے۔اس لئے انہیں (امام بخاری رحمہ اللہ کو) وہ آیات جو قبر کے بارے میں ہیں لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔وہ کچھ میں عرض کرتا ہوں۔دیکھو اللہ تعالیٰ نے کتنا واضح کر دیا ہے۔فرمایا: قتل الانسان ما اکفرہ مارا جائے انسان کتنا ناشکرا ہے۔یہ انسان اسی جسم والا ہے یا خواب وخیال کے جسم والا؟ اسی جسم والا ہے اور ناشکریاں بھی اسی جسم سے کرتا ہے۔"من ای شی خلقہ۔ اللہ نے کس شے سے پیدا کیا؟ من نطفۃ تو بوند سے یہ جسم بنا ہے یا خواب خیال والا جسم بنا ہے؟ یہی بنا ہے۔خلقہ فقدرہ ماں کے پیٹ میں اسے بنایا اور اسے اندازے سے بنایا۔دیکھو دونوں آنکھیں ایک جیسی ہیں یہ نہیں کہ ایک دس من کی آنکھ ہو اور ایک ڈیڑھ ماشہ کی، دونوں ہاتھ ایک جیسے بنائے پورے اندازے سے، دونوں ٹانگیں ایک جیسی بنائیں تو ماں کے پیٹ میں اللہ نے جو جسم تیار فرمایا وہ یہ جسم ہے یا خواب وخیال والا؟

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) "قل یتوفاکم ملک الموت الذی و کل بکم ثم الی ربکم ترجعون" (السجدۃ الآیۃ ۱۱) قال۔ فیتلقاھا بأکفان بیض ثم یحتضنھا الیہ فھو أشد لھا لزوما من المرأۃ لو لدھا، ثم یفوح لھا فیھم ریح أطیب من المسک، یتباشرون بھا ویقولون۔ مرحبا بالریح الطیبۃ والروح الطیب، اللھم صل علیہ روحا و صل علیہ جسدا خرجت منہ فیصعدون بھا، واللہ خلق فی الھواء لا یعلم عدتھم الا ھو، فیفوح لھا فیھم ریح أطیب من المسک، فیصلون علیھا ویتباشرون بھا ویفتح لھا أبواب السماء، ویصلی علیھا کل ملک فی کل سماء تمر بہ حتی توقف بین یدی الملک الجبار، فیقول الجبار عز و جل۔ مرحبا بالنفس الطیبۃ و بجسد خرجت منہ، و اذا قال الرب عز و جل للشیئ، مرحبا۔ رحب لہ کل شیئ و ذھب عنہ کل ضیق، ثم یقول۔ اذھبوا بھذہ الی النفس الطیبۃ فأدخلوھا الجنۃ، و أروھا مقعدھا، و اعرضوا علیھا ما أعد لھا من النعیم والکرامۃ، ثم اھبطوا بھا الی الأرض فانی قضیت أنی منھا خلقتھم وفیھا أعیدھم ومنھا أخرجھم تارۃ أخری، فوالذی نفس محمد بیدہ ھی أشد کراھۃ للخروج منھا حین کانت تخرج من الجسد، وتقول۔ أین تذھبون بی الی ذلک الجسد الذی کنت فیہ؟ فیقولون۔ انا مأمورون بھذا فلا بد لک منہ۔ فیھبطون بہ علی قدر فراغھم من غسلہ و أکفانہ، فیدخلون ذلک الروح بین الجسد و أکفانہ، فما خلق اللہ تعالی کلمۃ تکلم بھا حمیم ولا غیر حمیم الا وھو یسمعھا، الا أنہ لا یؤذن لہ فی المراجعۃ، فلو سمع أشد الناس لہ حبا و من أعزھم کان علیہ یقول۔ علی رسلکم ما یعجلکم و أذنلہ فی الکلام للعنہ، وانہ یسمع خفق نعالھم ونفض ایدیھم اذا ولوا عنہ۔ ثم یأتیہ عند ذلک ملکان فظان غلیظان یسمیان منکرا و نکیرا و معھما عصا من حدید لو اجتمع علیھا الجن والانس ما أقلوھا وھی علیھما یسیر، فیقولان لہ۔ اقعد باذن اللہ، فاذا ھو مستو قاعد فینظر عند ذلک الی خلق کریہ فظیع ینسیہ ما کان رأی عند موتہ۔۔۔۔ فیقولان لہ من ربک؟ فیقول۔ اللہ فیقولان۔ فما دینک؟ فیقول۔ الاسلام۔ ثم ینتھرانہ عند ذلک انتھارۃ شدیدۃ، ثم یقولان۔ فمن نبیک؟ فیقول۔ محمد ﷺ و یعرق عند ذلک عرقا یبتل ما تحتہ من التراب، و یصیر ذلک العرق أطیب من ریح المسک، و ینادی عند ذلک من السماء نداء خفیا صدق عبدی فلینفعہ صدقہ، ثم یفسح لہ فی قبرہ مد بصرہ، و یتبدلہ فیہ الریحان، و یستر بالحریر، فان کان معہ من القرآن شیئ کفاہ نورہ، وان لم یکن معہ جعل لہ نور مثل الشمس فی قبرہ، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

"ثم السبیل یسرہ" پھر ماں کے پیٹ سے پیدائش کا راستہ آسان کر دیا تو ماں کے پیٹ سے جو جسم پیدا ہوا ہے وہ یہ ہے یا خواب وخیال والا؟ ثم اماتہ فاقبرہ پھر موت دی تو موت اس جسم کو آتی ہے یا خواب وخیال والے جسم کو؟ فاقبرہ پھر اس کو قبر میں رکھنے کا حکم دیا۔ ثم اذا شاء انشرہ پھر جب اللہ چاہیں گے اس کو قبر سے اٹھالیں گے قیامت میں۔

اب دیکھو قرآن کی اس آیت میں ذرہ بھی شک نہیں کہ قبر وہ جگہ ہے جہاں وہ جسم رکھا جائے گا جو ناشکریاں کرتا تھا، وہ جسم رکھا جائے گا جو بوند سے پیدا کیا گیا، وہ جسم رکھا جائے گا جو ماں کے پیٹ میں بنایا گیا، وہ جسم رکھا جائے گا جو ماں کے پیٹ سے پیدا کیا گیا، وہ جسم رکھا جائے گا جس پر موت آئی، وہ جسم رکھا جائے گا جو قیامت کو حساب کتاب کے لئے کھڑا کیا جائے گا۔ اب یہ سارا اسی جسم کا قصہ ہے یا نہیں؟

لیکن کیپٹن عثمانی تو خیر پڑھا ہوا نہیں تھا، اگرچہ اس نے پرائیویٹ وفاق کا امتحان دے دیا تھا، لیکن نیلوی صاحب سرگودھے والے وہ تو شیخ الحدیث، شیخ القرآن کہلاتے ہیں۔ عثمانی نے جب اس کا ترجمہ غلط کیا (فاقبرہ کا) اور اس کو قبر میں رکھا۔ حالانکہ سب ترجموں میں فاقبرہ کا ترجمہ "اور اس کو قبر میں رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چلو عثمانی تو ان پڑھ ہے کیا نیلوی بھی ان پڑھ ہے؟ دیکھیں نزل کا اور معنی ہے انزل کا اور معنی ہے اسی طرح فاقبرہ کا معنی ہے قبر میں رکھنے کا حکم دینا۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) ویفتح لہ أبواب و کوی الی الجنۃ فینظر الی مقعدہ منھا مما کان عاین حین صعد بہ، ثم یقال۔ نم قریر العین، فما نومہ ذلک الی یوم یقوم الا کنومۃ ینامھا أحدکم شھیۃ لم یروا منھا، یقوم وھم یمسح عینہ، فکذالک نومہ فیہ الی یوم القیامۃ۔ وان کان غیر ذلک اذا نزل بہ ملک الموت صف لہ سماطان من الملائکۃ نظموا ما بین الخافقین، فیخطف بصرہ الیھم ما یری غیرھم، وان کنتم ترون أنہ ینظر الیکم ویشدد علیہ، وان کنتم ترون أنہ یھون علیہ فیلعنونہ، ویقولون۔ اخرجی أیتھا النفس الخبیثۃ فقد أعد اللہ لک من النکال والنقمۃ والعذاب کذا وکذا ساء ما قدمت لنفسک، ولا یزالون یسنلونھا فی غضب وتعب وغلظ وشدۃ من کل ظفر وعضو، ویموت الأول فالأول، وتنشط نفسہ کما یصنع السفود ذو الشعب بالصوف حتی تقع الروح فی ذقنہ، فلھی أشد کراھیۃ للخروج من الولد حین یخرج من الرحم مع ما یبشرونہ بأنواع النکال والعذاب حتی تبلغ ذقنہ، فلیس منھم ملک الا وھو یتحاماہ کراھیۃ لہ، فیتولی قبضھا ملک الموت الذی وکل بھا فیتلقاھا، أحسبہ قال۔ بقطعۃ من بجاد انتن ما خلق اللہ وأخشنہ، فیلقی فیھا ویفوح لھا ریح أنتن ما خلق اللہ ویسد ملک الموت منخریہ ویسدون آنافھم ویقولون۔ اللھم العنھا من روح والعنہ جسدا خرجت منہ، فاذا صعد بھا غلقت أبواب السماء دونھا، فیرسلھا ملک الموت فی الھواء حتی اذا دنت من الارض انحدر مسرعا فی الرھا، فیقبضھا بحدیدۃ معہ یفعل بھا ذلک ثلاث مرات، ثم تلا رسول اللہ ﷺ "ومن یشرک باللہ فکأنما خر من السماء فتخطفہ الطیر أو تھوی بہ الریح فی مکان سحیق (الحج الآیۃ ۳۱) والسحیق البعید۔ ثم ینتھی بھا فتوقف بین یدی الملک الجبار فیقول۔ لا مرحبا بالنفس الخبیثۃ ولا بجسد خرجت منہ، ثم یقول۔ انطلقوا بھا الی جھنم فاروھا مقعدھا منھا واعرضوا علیھا ما اعددت لھا من العذاب والنقمۃ والنکال۔ ثم یقول الرب۔ اھبطوا بھا الی الارض فانی قضیت انی منھا خلقتھم وفیھا اعیدھم ومنھا اخرجھم تارۃ اخری۔ فیھبطون بھا علی قدر فراغھم منھا، فیدخلون ذلک الروح بین جسدہ وأکفانہ، فما خلق اللہ حمیما ولا غیر حمیم من کلمۃ یتکلم بھا الا وھو یسمعھا الا انہ لا یؤذن لہ فی المراجعۃ، فلو سمع اعز الناس علیہ واحبھم الیہ یقول۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اب جب اس نے اس کا ترجمہ یہ کیا کہ "اللہ نے قبر دی" تو کہتے ہیں کہ اللہ نے تو یہ قبر نہیں کھودی وہ قبر اور ہے جو اللہ دیتا ہے۔ اور جو اللہ دیتا ہے وہ قبر ہے جسم مثالی۔ اب دیکھو اس نے قبر کا مطلب بگاڑ دیا۔ حالانکہ قرآن پاک میں جہاں بھی قبر کا لفظ آتا ہے وہ اس قبر کے لئے آتا ہے جہاں میت رکھی جاتی ہے، لاتقم علی قبرہ کوئی بھی اس کا ترجمہ یہ نہیں کرتا کہ حضور ﷺ منافق کا جنازہ پڑھنے ساتوں زمینوں کے نیچے سجین میں گئے تھے۔ (معاذ اللہ) کوئی یہ نہیں کہتا۔

حضرت ﷺ نے فرمایا قبروں کو پختہ نہ بناؤ، تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ حضرت ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی تھی کہ پندرہ بیس ٹرک بجری کے علیین سجین میں پہنچ گئے ہیں اس کو پختہ کیا جا رہا ہے اور حضرت ﷺ نے فرمادیا کہ اس کو پختہ نہ کرنا۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ قبروں کو سجدہ نہ کرو تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ لوگ علیین میں جا کر سجدے کرتے تھے۔ اسی قبر کو کرتے تھے۔

۲...... حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ولا تقم علی قبرہ ۹/۸۴ منافق کی قبر پر کھڑا نہ ہونا۔ نبی اقدس ﷺ عبداللہ بن ابی کی اس قبر پر کھڑے ہوئے تھے یا کھڑا ہونے کے لئے علیین یا سجین گئے تھے۔

۳...... وما انت بمسمع من فی القبور ۳۵/۲۲ میں بھی قبر مراد ہے یا علیین یا سجین۔ اگر علیین یا سجین مراد ہے تو ان قبروں پر کیوں فٹ کرتے ہیں۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) اخرجوا به وعجلوا وأذن له في المراجعه للعنه۔ وود أنه ترک کما هو لا يبلغ به حفرته الى يوم القيامة۔ فاذا دخل قبره جاءه ملکان اسودان أزرقان فظان غليظان، ومعهما مرزبة من حديد وسلاسل و أغلال و مقامع الحديد، فيقولان له اقعد باذن الله۔ فاذا هو مستو قاعد سقطت عنه أكفانه، و يرى عند ذلک خلقا فظيعا ينسى به ما رأى قبل ذلک، فيقولان له، من ربک؟ فيقول۔ أنت۔ فيفزعان عند ذلک فزعة، و يقبضان و يضربانه ضربة بمطرقة الحديد فلا يبقى منه عضو الا وقع على حدة، فيصيح عند ذلک صيحة فما خلق الله من شيء ملک أو غيره الا يسمعها الا الجن والانس، فيلعنونه عند ذلک لعنة واحدة وهو قوله "اولئک يلعنهم الله ويلعنهم اللاعنون" (البقرة الآية ۱۵۹) والذى نفس محمد بيده لو اجتمع على مطرقتهما الجن والانس ما أقلوها وهي عليهما يسير، ثم يقولان عد باذن الله، فاذا هو مستو قاعد فيقولان۔ من ربک؟ فيقول۔ لا أدرى۔ فيقولان۔ فمن نبيک؟ فيقول۔ سمعت الناس يقولون محمد۔ فيقولان۔ فما تقول أنت؟ فيقول۔ لا ادرى۔ فيقولان۔ لا دريت۔ ويعرق عند ذلک عرقا يبتل ما تحته من التراب، فلهو انتن من الجيفة فيكم، ويضيق عليه قبره حتى تختلف أضلاعه فيقولان له۔ نم نومة المسهر۔ فلايزال حيات وعقارب أمثال أنياب البخت من النار ينهشنه، ثم يفتح له بابه فيرى مقعده من النار، وتهب عليه أرواحها وسمومها، وتلفح وجهه النار غدوا وعشيا الى يوم القيامة"۔ (الدر المنثور في التفسير بالمأثور للامام الحافظ جلال الدين السيوطى رحمه الله (ت ۹۱۱ھ) (والملائكة باسطوا ايديهم) في محل نصب۔ اى والحال ان الملائكة باسطوا أيديهم لقبض ارواح الكفار، وقيل للعذاب وفي ايديهم مطارق الحديد، ومثله قوله تعالى۔ ولو ترى اذ يتوفى الذين كفروا الملائكة يضربون وجوههم وادبارهم۔ قوله (أخرجوا انفسكم) اى قائلين لهم أخرجوا انفسكم من هذه الغمرات التي وقعتم فيها، او اخرجوا انفسكم من ايدينا وخلصوها من العذاب، أو أخرجوا انفسكم من اجسادكم وسلموها الينا لنقبضها (اليوم تجزون عذاب الهون) اى اليوم الذى تقبض فيه ارواحكم، أو أرادوا باليوم الوقت الذى يعذبون فيه الذى مبدؤه عذاب القبر۔ (فتح القدير تاليف محمد بن على بن محمد الشوكانى المتوفى ۱۲۵۰ھ)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۴...... افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور ۹۹/۱۰۰ کیا نہیں جانتا جب اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں۔

۵...... و ان اللہ یبعث من فی القبور ۲۲/۷ اور بے شک اللہ تعالیٰ اٹھائیں گے جو قبروں میں ہیں۔

۶...... کما یئس الکفار من اصحاب القبور ۶۰/۱۳ جیسا کہ کفار یعنی قبروں والوں سے مایوس ہیں۔ (دنیا کی طرف لوٹنے سے)

۷...... و اذا القبور بعثرت ۸۲/۴ اور جب قبریں اکھیڑی جائیں گی۔

۸...... حتیٰ زرتم المقابر ۱۰۲/۲ حتیٰ کہ تم نے قبروں کی زیارت کی۔

اب یہ لوگ کون سی قبریں گننے گئے تھے؟ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ دو قبیلوں میں جھگڑا ہو گیا، ایک کہتا تھا ہمارے بہادر زیادہ ہیں، دوسرا کہتا تھا ہمارے زیادہ ہیں تو کسی نے کہا لڑنے کی کیا بات ہے گن کر دیکھ لو۔ اب جب گننے گئے تو ایک قبیلے کے کم نکلے دوسرے کے زیادہ نکلے۔ لیکن جس کے کم نکلے وہ ہار ماننے کو تیار نہیں تھا، اس نے کہا نہیں فلاں لڑائی میں ہمارے آدمی زیادہ مرے تھے قبریں بھی جا کر گنو، تو وہ یہی قبریں گننے گئے تھے یا سجین میں گئے تھے؟ یقیناً یہی قبریں گننے گئے تھے۔

قبر احادیث کی روشنی میں

۱...... ”عن أنس بن مالک قال مر النبی ﷺ بامرأة تبکی عند قبر فقال اتقی اللہ و اصبری“ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر پر رو رہی تھی آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔“ (بخاری: ج ۱ ص ۱۷۱)

کیا نبی اقدس ﷺ نے اس عورت کو علیین یا سجین میں روتے دیکھا تھا؟ وہ عورت علیین یا سجین میں رو رہی تھی یا اس زمین پر؟ یقیناً اس زمین پر رو رہی تھی تو اس گڑھے کو قبر کہا گیا ہے جو زمین میں ہوتا ہے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) قال البخاری۔ باب ما جاء فی عذاب القبر، وقوله تعالیٰ۔ (اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائکة باسطوا ایدیهم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الهون) الموضع السابق نفسه۔ ومراد البخاری اثبات عذاب القبر، وأنه حق خلافا للخوارج وبعض المعتزلة کضرار بن عمرو وبشر المریسی ومن والقهما۔ وخالفهم فی ذلک اکثر المعتزلة وجمیع اهل السنة وغیرهم، وأکثروا من الاحتجاج له۔ والبخاری یبین بذلک أن عذاب القبر ثابت فی القرآن، خلافا لمن رده وزعم أنه لم یرد ذکره الا فی اخبار الاحاد۔ وقد روی الطبری وابن ابی حاتم من طریق علی بن ابی طلحة، عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ۔ (ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائکة باسطوا أیدیهم) قال۔ هذا عند الموت، والبسط۔ الضرب، یضربون وجوههم وادبارهم۔ ویشهد له قوله تعالیٰ فی سورة الانفال۔ (فکیف اذا توفتهم الملائکة یضربون وجوههم وادبارهم) وهذا ان کان قبل الدفن فهو من جملة العذاب الواقع قبل یوم القیامة، وانما أضیف العذاب الی القبر لکون معظمه یقع فیه، ولکون الغالب علی الموتی أن یقبروا، والا فالکافر ومن شاء اللہ تعذیبه من العصاة یعذبون بعد موتهم ولو لم یدفنوا (راجع الفتح ۳/۲۷۵) (جامع التفسیر من کتب الاحادیث لخالد بن عبدالقادر آل عقدة) (الیوم) ای الیوم الذی تقبض فیه ارواحکم او ارادوا بالیوم الوقت الذی یعذبون فیه الذی مبدؤه عذاب القبر“

(فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسینی القنوجی البخاری)

۲...... ''عن انس ﷺ بن مالک قال شهدنا بنتا لرسول الله ﷺ قال و رسول الله ﷺ جالس علی القبر قال فرأیت عینیه تدمعان قال فقال هل منکم رجل لم یقارف اللیلة فقال ابو طلحة انا قال فانزل قال فنزل فی قبره'' حضرت انس بن مالک ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کی وفات پر حاضر ہوئے درآنحالیکہ رسول اللہ ﷺ قبر کے پاس بیٹھے تھے، پس میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھیں بہہ رہی تھیں فرماتے ہیں کہ پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کیا تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو رات عورت کے پاس نہ گیا ہو۔ پس ابوطلحہ نے عرض کیا میں ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اتر جا پس ابوطلحہ ﷺ ان کی قبر میں اتر گئے۔ (بخاری ص ۱۷۳ ج ۱)

کیا حضرت انس ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کو علیین میں قبر پر دیکھا تھا؟ کیا ابوطلحہ ﷺ علیین پہنچے ہوئے تھے۔ کیا حضرت انس ﷺ بھی علیین پہنچے ہوئے تھے؟ اگر نہیں تو معلوم ہوا کہ قبر وہی گڑھا ہے جو اس زمین پر ہے اور جہاں میت دفنائی جاتی ہے۔ پھر جب آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے تو وہ قبر کیا آپ ﷺ نے اعلیٰ علیین میں پائی تھی یا اسی زمین کے ایک سرخ ٹیلے کے پاس آپ نے اس کا مشاہدہ کیا تھا؟

مررت علی موسیٰ لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبره'' جس رات مجھے معراج کی سیر کرائی گئی میرا گزر موسیٰ علیہ السلام کے قبر پر ہوا، وہ سرخ ٹیلے کے پاس تھی میں نے آپ کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے پایا۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ ص ۲۴۸)

ہم یہ کیسے مان لیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جسد اصلی تو قبر میں صرف محفوظ پڑا تھا اور اس پر ایک مثالی جسد کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ ہمیں ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو اس قسم کا عقیدہ رکھ کر خود بھی بھٹکے اور اوروں کو بھی بھٹکا رہے ہیں اللہ ان پر رحم کرے۔

آپ ﷺ نے ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا ہے: ''لعن رسول الله ﷺ زائرات القبور و المتخذین علیها المساجد و السرج'' رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر گھومنے والی عورتوں اور وہاں جائے عبادت بنانے والے مردوں اور ان پر دیئے جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (رواہ ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۵)

ایک اور جگہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر آئیں گے: ''ثم قام علی قبری فقال یا محمد لاجیبنه'' حضرت عیسیٰ بن مریم ضرور اتریں گے پھر اگر وہ میری قبر پر (سلام کے لئے) ٹھہرے اور سلام کیا تو میں ضرور اس کا جواب دوں گا۔ (مجمع الزوائد ص ۲۱۱ ج ۱، الخصائص الکبریٰ ص ۴۹۰ باب حیاته فی قبره وصلوٰته فیه)

حضور ﷺ جب یہ حدیث فرما رہے تھے تو آپ قبر کسے کہہ رہے تھے؟

''اللهم لا تجعل قبری وثنا یصلی الیه فانه اشتد غضب الله علی قوم اتخذوا قبور انبیائهم مساجدا'' اے اللہ میری قبر کو معبود نہ بننے دینا جس کی طرف لوگ سجدے کریں، اس قوم پر اللہ کا غضب بھڑکا جس نے اپنے نبیوں کی قبروں کو جائے عبادت بنالیا۔ (المصنف لعبدالرزاق ج ۱ ص ۴۰۶ و موطا فی جلد ۸ ص ۴۶۴)

آنحضرت ﷺ نے جب یہ فرمایا تو آپ ﷺ کے ذہن میں قبر کے کیا معنی تھے؟

''الارض کلها مسجد الا القبر و الحمام'' کل روئے زمین (میرے دین میں) مسجد ہے سوائے قبر اور حمام (جائے غسل) کے۔ (المصنف ج ۱ ص ۴۰۵)

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''اذا وضعتم موتاکم فی قبورھم فقولوا بسم اللہ وعلی ملة رسول اللہ'' جب تم اپنی میتوں کو قبروں میں رکھو تو یہ کہہ کر رکھو: ''بسم اللہ وعلی ملة رسول اللہ'' (مستدرک حاکم ج۱ ص۳۶۶)

بھلا کیا اس کا مطلب یہ لیا جا سکتا کہ تم اپنی میتوں کو لے کر اعلیٰ علیین پہنچا کرو کیونکہ قبر تو اس جگہ میں ہے۔ یہاں کے ان گڑھوں کو تو قبر نہیں کہا جاتا؟۔ استغفر اللہ!

آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ شریعت میں قبریں کن جگہوں کو کہا جاتا تھا؟ انہیں قبروں کو جو سامنے نظر آتی ہیں یہی گڑھے ہیں۔

''لاتجلسوا علی القبور ولاتصلوا الیھا'' تم نہ قبروں پر بیٹھا کرو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھا کرو۔ (جامع ترمذی ج۱ ص۱۲۵)

پھر آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمایئے: ''قاتل الیھود اتخذوا قبور انبیائھم مساجد'' اللہ یہود کو برباد کرے انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۶۲، صحیح مسلم ج۱ ص۲۰۱)

ایک شخص کو آپ ﷺ نے قبر پر بیٹھے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ''لاتوذ صاحب القبر ولا یوذیک'' تم اس قبر والے کو اذیت نہ دو نہ وہ تجھے نقصان دے۔ (رواہ الطحاوی ج۱ ص۲۹۶)

اب آپ ہی کہیں یہاں قبر سے مراد اگر یہ ظاہری قبر نہیں جسے مخالفین بار بار گڑھا کہہ رہے ہیں تو اور اس سے کیا مراد ہے؟ کیا کوئی شخص اعلیٰ علیین میں کسی قبر کی بے ادبی یا ایذاء رسانی کے لئے جا سکتا ہے؟

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ان ھذہ الامة تبتلی فی قبورھا فلو لا ان لا تدافنوا لدعوت اللہ ان یسمعکم من عذاب القبر'' یہ امت اپنی قبروں میں آزمائش سے گزرتی ہے، مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم اپنی میتوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں خدا سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذاب قبر کی یہ آوازیں سنا دے۔ (صحیح مسلم ج۲ ص۳۸۶)

جب آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا، دیکھئے (صحیح مسلم ج۱ ص۴۴۶) کا ''باب ما بین قبرہ ﷺ ومنبرہ الفاظ حدیث جامع صغیر کے ایک نسخہ میں اس طرح ہیں۔

''مابین قبری ومنبری روضة من ریاض الجنة'' جو جگہ میری قبر اور میرے منبر کے مابین ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (بخاری ۱۰۹۰، ۹۷۵، ۲۵۳، ۱۵۹ متفق علیہ) متواتر (السراج المنیر ج۴ ص۱۹۶)

تو اس میں قبر کس جگہ کو کہا گیا ہے؟ کیا یہ جگہ اعلیٰ علیین میں ہے یا یہیں مدینہ منورہ میں؟

پھر آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی پیش نظر رہے: ''یا اھل القبور یغفر اللہ لنا ولکم وانتم سلفنا و نحن بالاثر'' آپ نے قبرستان جا کر یہ کہنے کی تعلیم دی ہے۔ کیا وہاں قبریں نہ تھیں؟ سوانہی قبروں کے پاس ہمیں یہ کہنے کا حکم دیا گیا۔ (رواہ الترمذی کذا فی المشکوٰۃ ص۱۵۴)

آپ ﷺ نے اذخر گھاس کو کاٹنے کی اجازت دی تو فرمایا اس کی ضرورت ہے مگر کس لئے؟ لقبورنا۔ ہماری قبروں کے لئے۔ یہاں قبور انہیں جگہوں کو کہا گیا جن میں میت اتاری جاتی ہے اور اسے اس میں دفن کیا جاتا ہے نہ کسی پردے کے جہان کو۔ (صحیح بخاری ص۱۸۰ ج۱)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا" میں تمہیں پہلے قبروں پر جانے سے روکا کرتا تھا، اب کے بعد اجازت ہے تم انہیں دیکھنے جایا کرو یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۱۴)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "ان المیت اذا وضع فی قبرہ" تو قبر سے یہاں کون سی جگہ مراد ہے؟ یہی جو نظر آتی ہے یا یہ کوئی اعلیٰ علیین کی جگہ کے لئے ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

آنحضرت ﷺ نے ایک اور موقعہ پر ارشاد فرمایا: "یھود تعذب فی قبورھا" یہاں قبور کیا انہیں گڑھوں کو نہیں کہا گیا؟ کیا یہ کوئی عالم غیب کی جگہ تھی؟ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

ایک اور جگہ ارشاد ہے: "عن ابن عمر مرفوعاً من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔" جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی ایسا ہی ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی ہو۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوٰۃ ص ۲۴۹)

یہ تشبیہ کے طور پر فرمایا گیا ہے جس پر ہر بات میں مشابہت ضروری نہیں اور یہ اسی روضہ اطہر کے بارے میں ارشاد فرمایا جو مدینہ منورہ میں واقع ہے، جہاں ساری دنیا سے مسلمان زیارت کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے: "من زار قبری کنت لہ شفیعاً" جو میری قبر کی زیارت کرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ (شفاء السقام ص ۲۸)

آپ ﷺ نے جب ارشاد فرمایا تو آپ نے قبر سے کون سی جگہ مراد لی؟

"ان اولئک اذا کان فیھم الرجل الصالح فمات بنوا علی قبرہ مسجداً" ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرتا تو وہ اس کی قبر پر جائے عبادت بنا دیتے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۱)

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال زار النبی ﷺ قبر امہ فبکی و ابکی من حولہ فقال ﷺ استأذنت ربی فی ان استغفر لھا فلم یؤذن لی و استأذنتہ فی ان ازور قبرھا فاذن لی فزوروا القبور فانھا تذکر کم الموت" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی۔ پس آپ ﷺ رو پڑے اور اپنے اردگرد والوں کو بھی رلا دیا۔ پھر فرمایا میں نے اپنے رب سے ان کے لئے استغفار کرنے کی اجازت چاہی تھی۔ پس مجھے اجازت نہیں دی گئی اور میں نے اجازت چاہی کہ ان کی قبر کی زیارت کرلوں۔ پس مجھے میرے رب نے اجازت دے دی۔ پس تم بھی قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ تم کو یہ موت یاد دلاتی ہے۔ (مسلم ص ۳۱۴ ج ۲)

اب نبی اقدس ﷺ کس قبر کی زیارت کے لئے گئے۔ کیا علیین گئے تھے اور جو صحابہ اردگرد کھڑے تھے وہ بھی کیا علیین پہنچے ہوئے تھے؟ یقیناً اسی زمین پر کھڑے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہی زمین والی قبر قبر ہے۔

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ خیر لہ من ان یجلس علی قبر"۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی آگ کے شعلے پر بیٹھے اور وہ شعلہ اس کے کپڑوں کو جلا دے اور اس کے جسم تک پہنچ جائے یہ بہتر ہے۔ اس کے لئے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۱۴)

اب یہ بیٹھنا اس زمین والی قبر پر ہوگا جس پر لوگ بیٹھتے ہیں یا علیین سجین میں ہوگا۔

حدیث میں آتا ہے: ''سمعت رسول اللہ ﷺ تسویتھا'' (مسلم ج ۲ ص ۳۱۴)
کہ نبی اقدس ﷺ نے قبر کو برابر کرنے کا حکم دیا۔
کیا علیین میں جا کر یہ کام بجالا یا جاتا ہے؟

''عن ابی ھریرۃ ؓ ان امرأۃ سوداء کانت تقم المسجد او شابا فقدھا رسول اللہ ﷺ فسأل عنھا او عنہ فقالوا مات قال افلا کنتم اذنتمونی قال فکانھم صغروا امرھا او امرہ فقال دلونی علی قبرہ فأتوہ فصلی علیھا ثم قال ان ھذہ القبور مملوۃ ظلمۃ علی اھلھا وان اللہ ینورھا لھم بصلاتی علیھم'' حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت سیاہ رنگ والی یا ایک نوجوان مسجد میں ٹھہرتا تھا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اسے نہ پایا تو اس کے بارے میں صحابہ سے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو گیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے خبر کیوں نہ دی فرماتے ہیں کہ شاید لوگوں نے اس عورت یا نوجوان کے معاملہ کو معمولی سمجھ کر اطلاع نہ دی پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کی قبر بتاؤ۔ پس آپ ﷺ نے اس پر جنازہ پڑھا اور فرمایا کہ یہ قبریں ظلمت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر میری نماز کی وجہ سے ان قبروں کو منور فرما دیتے ہیں۔ (مسلم ص ۳۱۰ ج ۲)

کیا صحابہ رسول اللہ ﷺ کو علیین لے گئے تھے یا اس زمین والی قبر پر؟

تو قرآن پاک نے جہاں بھی قبر کا ذکر کیا ہے اسی قبر کا ذکر کیا ہے۔ احادیث آپ کے سامنے ہیں محدثین نے جتنے بھی باب باندھے ہیں، قبر کے بارے میں وہ مثلاً: ''باب الصلوۃ علی القبر۔ باب الدعاء علی القبر، باب الاستغفار علی القبر۔ باب الدفن فی القبر'' وہ سارے اسی قبر کے بارے میں باندھے گئے ہیں۔ خود امام بخاری ؒ نے تیرہ باب قبر پر باندھے ہیں۔ اسی قبر پر باندھے ہیں۔ فقہاء نے جتنے بھی مسائل قبر کے بارے میں لکھے ہیں وہ سارے اسی قبر کے لئے لکھے ہیں۔ وہ مسائل اسی قبر کے ہیں۔ سارے مسلمان اسی قبر کو قبر مانتے ہیں۔ حتی کہ کافر بھی اسی قبر کو قبر مانتے ہیں۔

''حتی زرتم المقابر'' کافروں کا قصہ ہے اور انہوں نے ان قبروں کو گنا تھا۔ کافر پھر بھی انسان ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ وہ نجاست خور جانور کوا، اسے بھی قبر کا پتہ ہے کیونکہ سب سے پہلے قبر کھودنے کا طریقہ اسی نے بتایا تھا۔ قرآن میں یبحث فی علیین آیا ہے یا یبحث فی سجین؟ یبحث فی الارض آیا ہے۔ تو کوے کو بھی پتہ ہے کہ قبر زمین میں ہوتی ہے۔ حضرت اقدس ﷺ کا مجرم علیین میں جا کر بدکا تھا یا سجین میں جا کر بدکا تھا یا نہیں؟ اس لئے جو اس قبر کو قبر نہیں مانتے ان کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے۔ ''اولئک کالانعام بل ھم اضل'' وہ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔

اب قبر کے بارے میں قرآن کا انکار کر رہے ہیں۔ حالانکہ دعویٰ ہوتا ہے ہم قرآن کو مانتے ہیں، قبر کے مسئلے میں یہ بالکل قرآن کے منکر ہیں۔ احادیث متواترہ کے منکر ہیں، اجماع فقہاء کے منکر ہیں۔

ان کی قبر کہاں ہے؟: حضرت اوکاڑوی ؒ نے ایک پمفلٹ شائع کیا تھا کہ مماتیوں کی قبر کہاں ہے؟ نہ تو ان کی قبر کا (معاذ اللہ) اللہ کو پتہ ہے، کیونکہ قرآن میں کہیں ان کی قبر کا ذکر نہیں۔ نہ اللہ کے نبی ﷺ کو پتہ ہے کہ ان کی قبر کہاں ہے، کیونکہ احادیث میں کہیں اس کا ذکر نہیں۔ نہ فقہاء کو پتہ ہے، نہ پہلے کسی انسان کو پتہ ہے کہ ان کی قبر کہاں ہے۔ اب نہ یہ قرآن کو مانیں، نہ احادیث متواترہ کو مانیں، نہ اجماع فقہاء کو مانیں۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ: آخر میں تنگ آمد بجنگ آمد ہو کر میں یہی کہتا ہوں کہ میں دعا کرتا ہوں آپ آمین کہیں کہ اے اللہ جو لوگ اس قبر کو قبر نہیں مانتے، ان کو یہ قبر بھی نصیب نہ کرنا۔ لیکن یہاں آمین صرف حیاتی کہتے ہیں۔ مماتی کبھی بھی اس دعا پر آمین نہیں کہہ سکتے۔ مماتی بجائے آمین کہنے کے حیاتی کو کہتا ہے کہ تو ہمارے لئے بددعا کرتا ہے۔ بھئی بددعا کون سی؟ تیری قبر تو یہ ہے ہی نہیں۔

اب دیکھئے قبر کے مسئلے میں یہ صاف طور پر قرآن کے منکر ہیں۔ اب آخری بات کیا ہوتی ہے کہ جی جن کو قبر نہیں ملی ان کو کہاں عذاب ہوگا؟ ہم کہتے ہیں جتنی بات طے ہوگئی اتنی تو لکھ دو کہ جن کو ملی ہے ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ اب یہ اگلی بات ہے کہ کس کو نہیں ملی قبر؟ تو کوئی ہمیں نظر نہیں آتا جس کو قبر نہ ملی ہو۔ ہر شخص کو قبر ملتی ہے جلدی ملے یا دیر سے ملے۔ کہتے ہیں جسے شیر کھا گیا؟ تو شیر کھا کر عرش پر تو نہیں چڑھ گیا، وہ بھی تو مر کر مٹی میں ہی گیا۔ جن کو کوے کھا گئے وہ بھی مر کر یہیں گئے۔

دیکھو قرآن پاک نے بات بالکل واضح کر دی ہے۔ ''ان اللہ یبعث من فی القبور'' اور دوسری آیت میں صاف کہہ دیا۔ ''منہا خلقنکم وفیہا نعیدکم و منہا نخرجکم تارۃ اخری'' کہ قبور سے مراد یہی زمین ہے، کسی آیت میں یہ نہیں آیا کہ قیامت کے دن کوئی ہوائی جہاز سے اتر کر آ رہا ہوگا (ضیاء الحق)، کوئی کوے کے پیٹ سے نکل کر آ رہا ہوگا، کوئی چیل کے پیٹ سے نکل کر آ رہا ہوگا۔

قرآن نے ایک ہی بات بتائی ہے کہ سارے زمین سے نکل کر آ رہے ہوں گے تو چونکہ عذاب و ثواب کا اکثر حصہ ہر شخص کو اسی زمین میں ہو رہا ہے، ورنہ عذاب و ثواب تو اسی وقت شروع ہو جاتا ہے قبر میں رکھنے کی بھی دیر نہیں ہوتی۔ (اس عذاب و ثواب کا نام عذاب قبر اس لئے رکھتے ہیں کہ اس کا اکثر حصہ چونکہ قبر میں ہوتا ہے) جیسے نام شربت بنفشہ رکھتے ہیں حالانکہ اس میں اور چیزیں بھی ہوتی ہیں۔

لیکن چونکہ اجزاء میں سے غالب بنفشہ ہوتا ہے اس لئے اس کا نام شربت بنفشہ رکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح چونکہ اس عذاب کا اکثر حصہ قبر میں ہوتا ہے اس لئے اس کا نام عذاب قبر رکھا گیا تو کون ہے جس کو قبر نہیں ملتی؟ آخر سارے پھر پھرا کے اسی زمین میں چلے جاتے ہیں اور قرآن نے یہاں بتا دیا ہے کہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ اور وضاحت کر دی کہ اس زمین سے سارے اٹھائے جائیں گے تو یہ سوال ہی سرے سے غلط ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو قبر نہیں ملتی۔

قبر سب کو ملتی ہے دیر یا سویر تو ہو جاتی ہے لیکن ملتی سب کو ہے۔ دیکھو قبر کے مسئلے میں یہ قطعاً قرآن کے منکر ہیں۔ اب آگے پیچھے کہتے ہیں کہ ہم رحمۃ اللہ کو نہیں مانتے۔ اکابر کا نام انہوں نے رحمہ اللہ رکھا ہوا ہے۔ یہ قسمت کی بات ہے ہماری قسمت میں رحمۃ اللہ ہیں، تمہاری قسمت میں کون ہیں؟ نہیں مانتے تو نہ مانو۔ یہ لوگ قرآن پاک کا غلط مطلب کریں گے۔ اب ہم ترجمہ پیش کریں گے، کہیں گے نہیں غلط ہے، قرآن، قرآن۔ اس کی حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ عام فہم مثال دیا کرتے تھے۔

مماتیوں کی مثال: ایک جگہ جماعت ہو رہی تھی سارے آدمی نماز پڑھ رہے ہیں، ایک آدمی اکیلا پیچھے کھڑا نماز پڑھ رہا ہے ادھر جماعت والوں نے سلام پھیرا ادھر اس نے بھی سلام پھیر دیا۔ پہلے تو لوگوں نے آپس میں

باتیں کیں کہ یہ اللہ کا بندہ مسجد میں آیا بھی اور جماعت کا ثواب ضائع کر دیا۔ جب جماعت کھڑی تھی تو جماعت سے پڑھ لیتا۔ آخر ایک نے پوچھ ہی لیا کہ جماعت کھڑی تھی تو جماعت سے کیوں نہ پڑھی؟ وہ کہنے لگا میں آپ کی طرح قرآن کا منکر نہیں ہوں قرآن مانتا ہوں۔ قرآن ...... قرآن ...... پوچھنے لگا کہاں قرآن میں آیا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھو؟ اب لوگوں کو پتا چلا کہ یہ تو کوئی قرآن والا آ گیا ہے۔

مولوی صاحب نے کہا کہ قرآن میں آتا ہے "وارکعوا مع الراکعین" اس سے علماء امت ثابت کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ یہاں تو رکوع ہے جماعت کا لفظ ہی نہیں۔ مولوی صاحب کہنے لگے کہ رکوع زکوٰۃ میں ہوتا ہے؟ وہ کہتا ہے نہیں۔ مولوی کہتا ہے رکوع روزے میں ہوتا ہے؟ وہ کہتا ہے نہیں۔ حج میں ہوتا ہے؟ جواب ملا ہے نہیں۔ وہ کہنے لگا رکوع ہوتا تو نماز میں ہی ہے، لیکن میں نے رکوع کا لفظ نہیں دیکھنا۔ نماز کا لفظ دکھاؤ۔ اب مولوی صاحب نے کہا کہ اچھا تو دکھا تجھے کون سا لفظ مل گیا ہے جس میں اکیلے نماز پڑھنے کا حکم ہو اور یہ ہو کہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھنی۔

اس نے کہا میں تمہاری طرح رکوع کا لفظ نہیں صلوٰۃ (نماز) کا لفظ دکھاؤں گا۔ کہتا ہے: "ان الصلوٰۃ تنھی" بے شک نماز اکیلے پڑھو تنہا پڑھو۔ لوگ حیران ہیں کہ کم بخت کو قرآن کا ترجمہ بھی صحیح نہیں آتا۔ اب لوگ اندر گئے مولوی صاحب نے مشکوٰۃ نکالی اور باجماعت نماز کی حدیثیں سنانے لگے۔ وہ کہنے لگا یہ ساری حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں۔ جب قرآن نے کہہ دیا کہ نماز تنہا پڑھو، اب یہ ساری حدیثیں جن میں باجماعت نماز کا حکم ہے یہ قرآن کے خلاف ہیں۔

اب یہی طریقہ مماتیوں کا ہے کہ ترجمہ خود گھڑ لیں گے جب تم حدیثیں پڑھو گے تو کہیں گے یہ قرآن کے خلاف ہیں اور یہی طریقہ قادیانیوں کا ہوتا ہے۔ آخر لوگوں نے سوچا کہ چلو اس کو ترجمہ ہی دکھائیں تو شاید مان جائے۔ اب کوئی شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ لے آیا، کوئی شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اب اس نے دیکھا کہ یہ لوگ عربی تو جانتے نہیں تھے، اب اردو ترجمہ آ گیا ہے یہ لوگ پڑھ لیں گے اور مجھے جھوٹا کہیں گے، اب اس نے کہا اور شور مچایا کہ رکھ دو میں نے کتاب اللہ سے پڑھا ہے اور تم رحمۃ اللہ علیہ (یعنی اکابر جن کو رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا ہے) لے کر آ گئے ہو۔ اب لوگوں نے کہا یہ "رحمۃ اللہ" "کلام اللہ" کے خلاف نہیں ہیں، بلکہ تمہارے غلط ترجمے کے خلاف ہیں۔

اب دیکھیں یہ کہتے ہیں کہ ہم رحمت اللہ نہیں مانتے، ہم کہتے ہیں کہ پھر لعنت اللہ مان لو۔ ہم تو فخر سے کہتے ہیں کہ ہم رحمت اللہ کو مانتے ہیں۔ "صراط الذین انعمت علیھم" جن کو اللہ نے سیدھے راستے پر چلایا ہے، جن پر رحمت اور انعام کیا ہے ہم ان لوگوں کو مانتے ہیں۔ ہم کو اس پر فخر ہے۔ تم نہیں مانتے تمہاری مرضی، تمہاری قسمت میں لعنت اللہ ہی ہوں گے۔

تو بات چل رہی تھی کہ قبر اس گڑھے کو ہی کہتے ہیں، دیکھئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر عبادت گاہیں بنانے والے مردوں اور دیئے جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اب یہ عورتیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، کیا علیین سجین میں زیارت کے لئے گئی تھیں یا دنیا کے قبرستان میں؟ اور ان میں مردوں سے مراد وہ مرد ہیں جو علیین میں جا کر دیئے جلاتے ہیں یا وہ مراد ہیں جو دنیا کی قبروں پر دیئے جلاتے

ہیں؟ معلوم ہوا اس حدیث میں بھی قبر سے مراد وہی قبر ہے جن پر عورتیں جا سکتی ہیں، لوگ ان پر عبادت گاہیں بنا سکتے ہوں اور دیئے جلا سکتے ہوں اور وہ یہی دنیا والی قبر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن اور حدیث اسی قبر کو قبر کہتے ہیں جس کو حیاتی قبر کہتے ہیں۔ مماتیوں کی قبر کا ذکر نہ قرآن میں کہیں ہے نہ حدیث میں۔

اب چونکہ قبر میں جسم رکھا جاتا ہے جیسا کہ قرآن پاک سے واضح کر دیا گیا ہے۔ اس لئے چونکہ اس قبر کو قبر کہنے میں جسم کو عذاب نہیں ہوتا، کیونکہ جسم کو عذاب ماننے میں ایک قسم کی حیات ماننی پڑتی ہے۔ اس لئے یہ قبر کا ہی انکار کر دیتے ہیں تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب باندھا ہے۔ ''باب ما جاء فی عذاب القبر'' تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قبر کے بارے میں زیادہ وضاحت نہیں فرمائی۔ کیونکہ اس زمانے میں قبر کا انکار کرنے والے موجود نہیں تھے کہ انہیں وضاحت کرنی پڑتی۔ ہاں! یہاں ایک اور بات یاد آئی کہ یہ لوگ آگے پیچھے (دوسرے اوقات میں) قرآن قرآن کرتے ہیں، لیکن جب ہم قبر والی ساری آیات قرآن سے پیش کرتے ہیں، حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ اشرف الجواب میں کہ یہ گڑھا قبر نہیں اور ایک مرتبہ دو آدمی آئے مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عقائد اسلام لے کر کہ یہ لکھا ہے کہ گڑھا قبر نہیں ہے۔ تو اس بات کو ذرا سمجھ لیں۔

قبر اور عالم قبر

ایک ہے قبر، ایک ہے عالم قبر۔ جس طرح ایک ہے بستر خواب، ایک ہے عالم خواب جو عرش تک ہے تو یہ دونوں لفظ یعنی قبر اور عالم قبر علماء ایک دوسرے کی جگہ استعمال کر دیتے ہیں۔ لیکن ہر زمانے میں استعمال میں فرق پڑ جاتا ہے۔ جس طرح جوں جوں گمراہ لوگ انکار کرتے ہیں تو علماء کو احتیاط کرنی پڑتی ہے، اس سے پہلے اجمال ہی چلتا رہتا ہے۔ جیسے مثال کے طور پر آپ پہلے کی کوئی کتاب اٹھائیں آپ کو معراج کا ذکر مل جائے گا، کیونکہ اس وقت جسمانی معراج کا کوئی منکر نہیں تھا۔ سارے کہتے تھے کہ معراج جسمانی ہوئی ہے اس لئے علماء معراج کے ساتھ جسمانی کا لفظ لکھنا ضروری نہیں سمجھتے تھے، آج لوگ جسمانی معراج کا انکار کرنے لگے اب اگر کوئی صرف اتنا کہے کہ میں معراج مانتا ہوں جسمانی کا لفظ نہ بولے ہم یہ نہیں سمجھیں گے کہ یہ معراج کا قائل ہے تو جسمانی کا لفظ لگانے کی اب ضرورت پڑی کیونکہ جسمانی کے منکر دنیا میں پیدا ہو گئے ہیں۔

اور جس وقت تک یہ منکر نہیں تھے اس وقت تک جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں جسمانی کی قید لگانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اب قید تو ہم نے لگائی ان کو مسئلہ سمجھانے کے لئے اب یہ کہتے ہیں کہ جسمانی کا لفظ قرآن میں دکھاؤ۔ حالانکہ اگرچہ جسمانی کا لفظ قرآن میں نہیں لیکن سیاق وسباق اور احادیث اور اجماع اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ معراج جسمانی ہوا۔ اسی طرح مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں عالم قبر کا انکار کرنے والے تو تھے لیکن اس گڑھے کا انکار کرنے والے نہیں تھے، یہ لوگ تو اب پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے انہوں نے عالم قبر پر قبر کا لفظ استعمال کر دیا ہے۔ یہ دونوں عبارتیں یہاں نقل کر دی جاتی ہیں۔

مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بعینہ وہی ہے جو سب اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ عقائد اسلام کے صفحہ ۵۸ پر لکھتے ہیں: ''مرنے کے بعد زمانہ بعث تک انسان عالم برزخ میں رہتا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ ومن ورائهم برزخ الی یوم یبعثون'' اور اس کو عالم قبر بھی کہتے ہیں۔ (یعنی برزخ کو) اس پر ایمان لانا فرض اور لازم ہے۔

عقیدہ اوّل: قبر میں مومنوں اور کافروں سے منکر نکیر کا سوال حق ہے۔ قبر سے وہ گڑھا مراد نہیں جس میں مردہ جسم دفن کیا جاتا ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے۔ (کیونکہ اس زمانے میں عالم برزخ کا انکار کرتے تھے) جو دنیا اور آخرت کے درمیان ایک عالَم ہے جو من وجہ دنیا کے مشابہ ہے اور من وجہ آخرت کے مشابہ ہے اس لئے کہ مرنے کے بعد اس کے ذاتی اعمال تو منقطع ہو جائیں گے لیکن زندوں کی دعاؤں اور صدقات اور خیرات سے اس کو نفع پہنچتا رہے گا۔ پچھلوں کی دعاؤں سے اس کے گناہ معاف ہوں گے تو جب قیامت کے دن قبر سے اٹھے گا تو پاک اور صاف اٹھے گا۔ اب یہاں یہ کہا ہے کہ گڑھا قبر نہیں عالم برزخ ہے)

خود اگلے صفحے پر لکھتے ہیں: ''عالم برزخ میں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے جو بات پیش آتی ہے وہ منکر نکیر کا سوال و جواب ہے یہ اس وقت ہوتا ہے جس وقت خویش و اقارب مردہ کو قبر میں رکھ کر واپس ہوتے ہیں تو کس قبر میں رکھتے ہیں وہ؟ اسی قبر میں رکھتے ہیں اور اسی میں سوال ہوتے ہیں۔''

مولانا لکھ رہے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور اس مرد یعنی محمد ﷺ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ اگر مسلمان ہے تو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور یہ شخص محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں کہ تجھے کیسے علم ہوا وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس کی تصدیق کی۔ اب اسی کو حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں: ''یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا'' اب دیکھیں ان میں اور مولانا کاندھلوی میں کتنا فرق ہو گیا۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ قبر دنیا میں ہے اور حیات دنیوی نہیں، اگر دنیوی کہیں تو اس قبر میں حیات ماننی پڑے گی اور مولانا قرآن کی آیت پیش کر رہے ہیں کہ یہ سوال و جواب اور حیات اسی دنیا میں ہے یعنی اس دنیا والی قبر میں ہے تو جب یہ قبر دنیا میں ہے تو عالم برزخ میں جو جسم ہے وہ بھی دنیا میں اور روح کا تعلق علیین سجین کے ساتھ بھی اور جسم کے ساتھ بھی ہوتا ہے تو دیکھو حضرت ؒ جسم کے عذاب و ثواب دونوں کو مان رہے ہیں۔ اس کا انکار نہیں کر رہے۔

حضرت تھانوی ؒ کی کتاب ہے ''احکام اسلام عقل کی روشنی میں'' اس کے ص ۲۵۶ اور ۲۶۵ پر یہ عذاب و ثواب قبر کا ذکر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ: ''قبر یعنی عالم برزخ میں جسم دکھ یا سکھ میں ہوتا روح کے تابع ہوتا ہے۔ اس جگہ بدن ظاہر ہے اور روح پوشیدہ اور عالم قبر برزخ میں روح غالب اور ظاہر ہو گی اور بدن پوشیدہ اور برزخ کے احکام ارواح پر جاری ہوں گے۔ یعنی دکھ اور سکھ جب روح کو پہنچے گا تو صاحب روح کے بدن پر بھی سرایت کرے گا۔

مولانا بالکل واضح فرما رہے ہیں کہ سرایت کرتا ہے، عذاب کا جسم پر ظاہر ہونا ضروری نہیں۔

آگے لکھتے ہیں: ''عالم برزخ میں بھی جسم اور روح کے لئے دکھ اور سکھ سونے والے کو پہنچتا ہے۔ روح اور جسم دونوں کو۔ وہ اس کی روح پر جاری ہوتا ہے اور اس میں بدن اس کے تابع ہوتا ہے، ایسے ہی عالم برزخ میں جسم اور روح کو دکھ سکھ کا طریق جاری ہے بلکہ اس خواب سے بھی بڑھ کر ہو گا۔ کیونکہ اس عالم برزخ میں روح کا تعلق ظاہر ہونا بہت کامل ہے اور روح کا تعلق بدن سے گو عام حالات میں ظاہر نہیں لیکن ایک غیر معلوم وجہ یہ بھی رہتا ہے۔ بدن سے اس کا بالکل انقطاع اور جدائی نہیں ہوتی۔

یہ ساری بحث عذاب کی چل رہی ہے۔

ص ۲۰۵ پر کہتے ہیں: ''اس طرح بلاشبہ مرنے کے بعد بھی اجزاء بدن سے بھی روح کا تعلق رہتا ہے گو نیکوں کی روحیں علیین میں اور بدوں کی سجین میں ہوتی ہیں، لیکن روحوں کا روحانی تعلق ابدان کے ذرات کے ساتھ رہنا ضروری ہے، خواہ کسی کو قبر میں دفن کریں خواہ جلادیں خواہ ڈوب جائے، ذرے ذرے کے ساتھ روح کا تعلق بالاتر از فہم رہتا ہے۔ جس کی نظیر ایک تار برقی کی کالی ہے تار برقی کا تعلق کہاں سے کہاں تک رہتا ہے۔

اب پاور ہاؤس کہاں ہے اور کہاں ۔۔۔ اس کا تعلق پہنچا ہے اور اس پنکھے کے ساتھ بھی ہے اور اُس پنکھے کے ساتھ بھی ہے۔ یہ مثال دی ہے حضرت رحمہ اللہ نے۔ مگر اس دنیا کی آنکھیں محسوس نہیں کرسکتیں۔ ایسے ہی روح علیین سجین میں ہو تو بھی بدن کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ بالکل جسم اور روح دونوں کے عذاب کے قائل ہیں۔ البتہ فرق یہ کررہے ہیں اور یہ فرق ہم بھی کرتے ہیں کہ یہاں جسم کو اوّلیت حاصل ہے اس لئے جسم کے ذریعے سے روح کو دکھ پہنچتا ہے۔ کسی کی روح کو ستانا ہو تو جسم پر لاٹھی ماریں گے۔ جسم پر ٹھنڈا پانی ڈالیں گے۔ روح بھی ٹھنڈی ہوجائے گی۔ لیکن خواب میں روح پر پہلے حالات آتے ہیں جسم پر بعد میں مرتب ہوتے ہیں۔

ساری کاروائی روح کرتی رہی، آخر میں جسم ناپاک ہوتا ہے۔ پہلے ساری کاروائی روح نے کی اور جسم اس میں شریک نہیں تھا، لیکن روح کی طرف سے جسم پر احکام آئے ہیں۔ بیداری میں جسم سے روح کی طرف جاتے ہیں۔ اسی طرح عالم برزخ میں عذاب وثواب پہلے روح پر آتا ہے، پھر روح سے جسم پر۔ اس لئے اِس کو حیات جسمانی کہہ دیتے ہیں اُس کو حیات روحانی تو جیسے اس کو جسمانی کہنے کا کسی نے آج تک یہ مطلب نہیں سمجھا کہ جسم کے دکھ سکھ میں روح شریک نہیں۔ اسی طرح اس کو روحانی کہنے کا یہ مطلب بالکل نہیں کہ روح کے عذاب وثواب میں جسم شریک نہیں۔ لیکن یہاں اس کو جسمانی کہتے ہیں، اوّلیت کی وجہ سے کہ پہلے احکام جسم پر آتے ہیں، اس کے واسطے سے روح پر پہنچتے ہیں اور اس کو روحانی اس لئے کہتے ہیں کہ وہاں پہلے روح پر آتے ہیں۔ پھر اس کے واسطے سے جسم پر۔ جس طرح یہاں دکھ سکھ دونوں کو ہے۔

لیکن اگر بالفرض کوئی لکھ بھی دے کہ وہ حیات جسمانی نہیں، پھر بھی مطلب ہوگا کہ یہ کھلی جسمانی نہیں ہے یہ مطلب نہیں ہوگا کہ جسم عذاب وثواب میں شریک نہیں تو جس زمانے میں ایسے لوگ شرارتیں نہیں کرتے تھے۔ اس زمانے میں اگر کوئی اجمالاً لکھ جائے تو اس کا یہی مطلب ہوگا کہ کھلی حیات جسمانی نہیں، یہ مطلب نہیں ہوگا کہ بالکل جسم کو حیات نہیں۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ابھی میں کراچی میں گیا تو مولانا زرولی صاحب نے مجھے فتح الباری دکھائی کہ لکھا ہے کہ حضرت پاک ﷺ روضہ میں حیات ہیں لیکن یہ حیات دنیوی نہیں ہے، پھر میں نے دو تین جگہ سے دکھایا کہ اس جسم میں وہ حیات مانتے ہیں تو یہ جو لکھا ہے کہ دنیوی نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا جیسی کھلی حیات نہیں کہ سب کو نظر آئے۔ یہ مراد نہیں کہ حیات میں جسم شریک نہیں۔ میں نے کہا فتح الباری کے زمانے میں یہ فتنہ نہیں تھا اس لئے انہوں نے اجمال لکھ دیا ہے۔ اس لئے یاد رکھیں کہ جب تک فتنہ نہیں ہوتا علماء اجمال لکھ جاتے ہیں، اب

دیکھیں ختم نبوت کے بارے میں بھی پہلوں کی ایسی عبارتیں مل جاتی ہیں۔ کہ بھئی چونکہ عیسیٰ علیہ السلام نے آنا ہے اس لئے نبی آئے گا لیکن وہ اپنی شریعت پر عمل نہیں کرے گا حضور ﷺ کی شریعت پر عمل کرے گا۔ اب ان کے عقیدہ ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں تھا۔ لیکن مرزے نے ان کی مجمل عبارتیں اٹھالیں کہ دیکھو جی مطلب یہ نکلا کہ حضرت ﷺ کے بعد صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا غیر تشریعی نبی آسکتا ہے۔

ان بے چاروں کے فرشتوں کو بھی پتہ نہیں کہ ہماری عبارتوں کا انہوں نے یہ مطلب نکالنا ہے، لیکن چونکہ اس زمانے میں یہ فتنہ ان کے سامنے نہیں تھا۔ اس لئے وہ کسی جگہ بات مفصل لکھ گئے، جہاں ضمناً آئی مجمل لکھ گئے تو ایسی باتوں کو مفصل باتوں کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے گا صرف مجمل کو نہیں دیکھا جائے گا۔ اسی طرح یہ قبر کا لفظ اس قبر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور عالم قبر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

پہلے زمانے میں لوگ اس کو قبر کہتے تھے عالم قبر کو اس میں شریک نہیں مانتے تھے اور آج اس قبر کا انکار کرنے والے آگئے ہیں۔ اگر اس فتنہ کے شروع ہونے سے پہلے اگر کسی نے یہ بات لکھی ہے۔ اجمالاً اور دوسری جگہ صراحت کر دی ہے کہ عذاب وثواب روح اور جسم دونوں کو ہے۔ اب ان کی اس صراحت کے بعد ان کی اجمالی عبارت کا وہ مطلب لینا جو یہ (مماتی) لیتے ہیں صحیح نہیں ہے کہ نہ سوال ہے، نہ عذاب ہے، نہ کچھ اور ہے۔ یہ ایک دھوکا ہے اور فریب ہے۔ تو ایسے اجمالات پہلے ہوتے ہیں، جوں جوں ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے، لڑائی ہوتی ہے، پھر صراحت شروع کر دی جاتی ہے۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے دوسری مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ: ہم جب ختم نبوت پر تقریر کرتے ہیں تو میں ختم نبوت کا معنی کرتا ہوں کہ حضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا، تاکہ جو پہلے زندہ ہوں تو ختم نبوت کے خلاف نہ سمجھا جائے، اب یہ لفظ کوئی قرآن وحدیث میں نہیں۔ لیکن بات کو سمجھانے کے لئے آج کل یہ تعبیر ہم نے بنالی تاکہ کوئی دھوکہ لوگوں کو باقی نہ رہے تو قبر کے بارے میں یہ لوگ جو دھوکا دیتے ہیں تو بعض اوقات عالم قبر کے لئے لفظ قبر استعمال کر دیتے ہیں، لیکن دوسری جگہ وضاحت فرمارہے ہیں کہ اس قبر میں عذاب وثواب ہے اور جسم اور روح دونوں عذاب وثواب میں شریک ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ دنیا میں پہلے جسم کو عذاب ہوتا ہے اس کے واسطے روح کو پہنچتا ہے اور خواب میں اور قبر میں پہلے روح کو عذاب وثواب ہوتا ہے پھر اس کے واسطے سے جسم کو پہنچتا ہے۔

اب اگر کوئی یہ بات کہے کہ یہ حیات روحانی نہیں جسمانی ہے، جس طرح یہ بات غلط ہے اسی طرح یہ بات بھی غلط ہے کہ وہ حیات قبر والی روحانی ہے جسمانی نہیں۔ اب اس حیات کو جسمانی کہہ سکتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب لینا کہ روح کو تکلیف نہیں پہنچتی یہ غلط ہے۔ اسی طرح قبر والی حیات کو روحانی کہہ سکتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب لینا کہ جسم کو عذاب وثواب نہیں ہوتا یہ بھی غلط ہے۔ اسی طرح اگر پہلے کسی نے لکھ دیا ہو کہ وہ حیات (قبر والی) روحانی ہے، جسمانی نہیں، تو اس جسمانی نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں احکام پہلے روح پر آتے ہیں۔ پھر اس کے واسطے سے جسم پر آتے ہیں۔ اس کو حیات جسمانی کہو تو بھی دکھ سکھ دونوں کو ہے اور اگر حیات روحانی کہو تو تب بھی دکھ سکھ دونوں کو ہے۔ لیکن یہاں اوّلیت جسم کو حاصل ہے وہاں اوّلیت روح کو حاصل ہے۔ صرف اتنا فرق ہے اور اتنے فرق سے یہ لوگ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اب ہم قبر عذاب وثواب ثابت کرتے ہیں قرآن پاک سے۔

پہلی آیت: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پہلی آیت نقل فرماتے ہیں: "ولو تری اذ الظلمون فی غمرات الموت والملئکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق و کنتم عن آیتہ تستکبرون"

اچھی طرح یہ بات سمجھ لیں، یہ جو ظالم ہیں جن کو موت آرہی ہے، یہ موت اسی جسم کو آرہی ہے یا خواب خیال والے جسم کو؟ اسی جسم کا ذکر ہے اور ظلم انہوں نے اسی جسم کے ساتھ کیا ہے یا خواب وخیال والے جسم کے ساتھ؟ اسی جسم کے ساتھ ظلم کرتا ہے۔"والملئکۃ باسطوا ایدیھم" اب ملائکہ اسی جسم کی طرف ہاتھ پھیلاتے ہیں یا خواب وخیال والے جسم کی طرف؟ اسی جسم کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ اخرجوا انفسکم اس جسم سے روح نکالتے ہیں یا خواب خیال والے جسم سے؟ اسی جسم سے نکالتے ہیں۔

آگے ہے: "الیوم تجزون عذاب الھون" اسی جسم اور روح کو خطاب کر کے کہہ رہے ہیں کہ آج ہی تم کو عذاب شروع ہو جائے گا تو معلوم ہوا کہ عذاب تو اس وقت شروع ہو رہا ہے الیوم ایک عذاب ہے دوزخ کا، وہ تو دوزخ میں ڈالنے کے بعد ہوگا، الیوم سے پتہ چلا کہ مرنے کے بعد فوراً عذاب شروع ہو جاتا ہے، عذاب کا لفظ تو آ گیا (عذاب الھون) لیکن اس عذاب کا نام کیا ہے؟ تو اللہ کے نبی ﷺ نے اس عذاب کے دو نام رکھے ہیں۔ ایک عذاب قبر دوسرا عذاب میت۔

فرمایا: "عذاب القبر حق" (بخاری) اور فرمایا: "ان المیت لیعذب فی قبرہ"

تاکہ جسم کو بھی عذاب میں شریک مانا جائے کیونکہ قبر میں جسم رکھا جاتا ہے۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں قرآن میں عذاب قبر کا ذکر موجود نہیں۔ قرآن میں لفظ عذاب کے ساتھ قبر کا ذکر یقیناً موجود نہیں ہے۔ البتہ اس عذاب کا نام "عذاب قبر" اللہ کے نبی ﷺ نے رکھا ہے۔ یہ کہ اس عذاب کا نام عذاب میت ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے رکھا ہے۔ یہ کہ اس عذاب کا نام عذاب میت ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے رکھا ہے۔ نام اس لئے رکھا کہ جب عذاب دو تین قسم کے ہو گئے تو امتیاز کے لئے نام رکھنا پڑا۔

اب یہ لوگ بھی اس عذاب کا نام عذاب برزخ رکھتے ہیں۔ اگر ان کو نام رکھنے کا حق ہے تو اللہ کے نبی ﷺ کو کیوں نہیں ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اس کا نام رکھا عذاب القبر، عذاب میت۔ تو اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ عذاب وثواب میں جسم اور روح دونوں شریک ہیں۔ اور مماتی اس آیت کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے۔

عذاب قبر پر دوسری آیت: "سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم"

اس آیت میں تین عذابوں کا ذکر ہے دو عذاب مرتین میں آ گئے، تیسرا عذاب عظیم میں اور تین ہی قسم کی سزاؤں کا شریعت میں ذکر ہے ایک دنیا میں، ایک قبر میں، ایک آخرت میں۔ دنیا میں سزائیں کہ چور کا ہاتھ کاٹ دو، زانی شادی شدہ کو سنگسار کر دو، مرتد کو قتل کر دو۔ اب یہ دنیا کی سزائیں جسم اور روح دونوں پر آتی ہیں یا صرف ایک چیز پر آتی ہیں؟ دونوں پر آتی ہیں۔ یہ جو پہلا عذاب سنعذبھم کا یہ جسم اور روح دونوں پر ہے یا صرف روح پر؟ یہ بھی دونوں پر ہے۔ اور جو تیسرا عذاب ہے آخرت والا وہ جسم اور روح دونوں پر ہے یا صرف روح پر؟ وہ بھی

دونوں پر ہے۔ کافروں کو یہی تو شبہ رہتا تھا کہ یہ ہڈیاں گل سڑ جائیں گی کیسے اٹھیں گی؟ ان کا حشر ہوگا؟ کیسے عذاب وثواب ہوگا؟

تو اگر عذاب وثواب صرف روح کو ہونا ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتے کہ عذاب وثواب تو روح کو ہونا ہے اور وہ نہیں گلتی سڑتی۔ ان ہڈیوں کو عذاب ہونا ہی نہیں، اس جسم کو عذاب ہونا ہی نہیں۔ جیسا کہ مماتی کہتے ہیں۔ اگر یہ بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ صاف فرماتے کہ عذاب صرف روح کو ہونا ہے اور وہ گلتی سڑتی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قل یحییھا الذی انشأھا اول مرۃ۔ انہی ہڈیوں کو اللہ نے زندہ کرنا ہے۔ پہلی مرتبہ شی بنانا مشکل ہوتی ہے دوبارہ بنانا مشکل نہیں ہوتی تو جس خدا نے پہلے ان کو بنالیا وہ دوبارہ بھی کھڑا کرے گا تو پتہ چلا ان ہڈیوں نے ہی دوبارہ کھڑا ہونا ہے اور ان کو عذاب وثواب ہونا ہے تو جب دنیا کے عذاب وثواب میں جسم اور روح دونوں شریک، آخرت کے عذاب وثواب میں جسم اور روح دونوں شریک ہیں۔ اسی لئے اللہ کے نبی ﷺ نے اس کا نام ہی عذاب قبر رکھا کیونکہ قبر میں ہم جسم ہی رکھ کر آئے ہیں اس کا نام ہی عذاب میت رکھا۔

کیونکہ میت اس جسم کو کہتے ہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تیرہ باب میت پر باندھے ہیں سب جگہ میت سے یہی جسم مراد ہے۔ مثلاً ...... باب غسل میت، باب کلام میت، باب سماع میت، باب الدخول علی المیت بعد الموت، باب یبدا بمیا من المیت، باب مواضع الوضوء من المیت، باب کیف الاشعار من المیت، باب الحنوط للمیت، باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ علیہ، باب ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت، باب المیت یسمع خفق النعال، باب ھل یخرج المیت من القبر واللحد لعلۃ الحدو الشق فی القبر، باب ثناء الناس علی المیت"

اب میت کا لفظ روح پر تو استعمال نہیں ہوتا۔ اس لئے اس عذاب کا نام ہی عذاب میت رکھ دیا تاکہ پتہ چل جائے کہ جسم کو بھی عذاب ہوتا ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ قرآن میں عذاب قبر کا ذکر موجود نہیں یہ جھوٹ ہے قرآن میں یقیناً عذاب کا ذکر موجود ہے اور اس عذاب کا نام عذاب قبر نبی ﷺ نے رکھ دیا۔ عذاب میت نبی ﷺ نے رکھ دیا۔ اب اس آیت میں: "سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم" تین عذابوں کا ذکر آ گیا، پہلا دنیا میں، آخری آخرت میں اور درمیانہ عذاب اس کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سمجھا رہے ہیں کہ یہ عذاب قبر ہے تو جس طرح پہلا اور تیسرا عذاب جسم اور روح دونوں پر ہے۔ اسی طرح درمیانہ عذاب (عذاب قبر) یہ بھی جسم اور روح دونوں پر ہے۔

عذاب قبر پر تیسری آیت: "وحاق باٰل فرعون سوء العذاب النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا اٰل فرعون اشد العذاب"

اب اس آیت مبارکہ میں بھی ایک عذاب کا ذکر ہے جو غرق ہونے کے بعد فوراً ہے اس کو سوء العذاب کہا گیا ہے وہ کس طرح ہے؟ النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا اگلا عذاب ہے: ادخلوا اٰل فرعون اشد العذاب یہ تو قیامت کے دن ہوگا کہ فرعونی آگ میں داخل کئے جائیں گے۔ اب جو عذاب ہے وہ عرض نار ہے، عرض نار سے ان کو آگ پر بھونا جا رہا ہے، نہ کہ دخول نار سے۔

اب دیکھیں آیت مبارکہ میں مرنے کے بعد دو عذابوں کا ذکر آیا، ایک عرض نار سے عذاب ہے اور ایک دخول نار سے عذاب ہے۔ جو دخول نار سے عذاب ہے۔ اس کو عذاب دوزخ اور عذاب قیامت کہا جاتا ہے اور یہ جو

عرض نار والا عذاب ہے۔ اس کا نام عذاب قبر ہے جس طرح دوزخ کے عذاب میں آل فرعون کا جو لفظ ہے یہ جسم اور روح دونوں پر صادق آتا ہے یا صرف روح پر؟ جب دوزخ میں داخل ہوں گے تو روح اور جسم دونوں داخل ہوں گے یا صرف روح؟ تو جن کو دوزخ میں عذاب دیا جاتا ہے انہیں کو عرض نار سے عذاب دیا جا رہا ہے۔

البتہ یہاں ان کے عذاب کو دائمی قرار دیا گیا ہے اور دوسروں کو صبح و شام ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ جیسا کہ بخاری میں ہے اگر جنتی ہے تو جنت کا ٹھکانہ، اگر دوزخی ہے تو دوزخ کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ لیکن آل فرعون کے لئے صبح و شام کی قید نہیں ان کو ہر وقت آگ پر بھونا جا رہا ہے[1]

---

[1] اس آیت مبارکہ سے مندرجہ ذیل حضرات نے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے۔ (۱) نبی اقدس ﷺ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، صحیح بخاری، صحیح مسلم) (۲) عکرمہ۔ (قرطبی، تفسیر البحر المحیط) (۳) مقاتل۔ (قرطبی، الوسیط فی تفسیر القرآن، تفسیر ثمرقندی) (۴) محمد بن کعب۔ (تفسیر البحر المحیط) (۵) امام قرطبی۔ (تفسیر قرطبی) (۶) امام رازی۔ (تفسیر کبیر) (۷) امام بیضاوی۔ (تفسیر بیضاوی) (۸) امام اوزاعی۔ (تفسیر درمنثور، تفسیر ابن کثیر) (۹) ابن مردویہ۔ (تفسیر درمنثور) (۱۰) امام مجاہد۔ (تفسیر قرطبی، النکت والعیون تفسیر البحر المحیط، تفسیر ثمرقندی) (۱۱) قاضی شوکانی۔ (فتح القدیر) (۱۲) علامہ محمد بن علی الصابونی۔ (صفوۃ التفاسیر) (۱۳) شیخ الاسلام ابوالمظفر سمعانی۔ (تفسیر القرآن الکریم لابی المظفر السمعانی) (۱۴) حذیل بن شرحبیل۔ (المحرر الوجیز لابی محمد عبدالحق بن عطیہ اندلسی) (۱۵) سدی۔ (الوسیط فی تفسیر القرآن) (۱۶) علامہ جمال الدین قاسمی۔ (تفسیر القاسمی) (۱۷) سلیمان بن عمر العجلی الشافعی۔ (الفتوحات الالہیۃ) (۱۸) علامہ زاہدی۔ (تفسیر زاہدی) (۱۹) امام ابن کثیر۔ (تفسیر ابن کثیر) (۲۰) محیی الدین شیخ زادہ۔ (حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی) حوالہ جات کی اصل عبارات ملاحظہ فرمائیں: قولہ تعالی "فوقاہ اللہ سیئات ما مکروا" ای من الحاق انواع العذاب بہ فطلبوہ فما وجدوہ، لانہ فوض امرہ الی اللہ۔ قال قتادۃ۔ کان قبطیا فنجاہ اللہ مع بنی اسرائیل۔ فالھاء علی ھذا المؤمن آل فرعون۔ وقیل۔ انھا لموسی علی ما تقدم من الخلاف۔ "وحاق بآل فرعون سوء العذاب" قال الکسائی۔ یقال حاق یحیق حیقا و حیوقا اذا نزل و لزم۔ ثم بین العذاب فقال۔ "النار یعرضون علیھا" وفیہ ستۃ اوجہ۔ یکون رفعا علی البدل من "سوء" ویجوز ان یکون بمعنی ھو النار، ویجوز ان یکون مرفوعا بالابتداء۔ وقال الفراء۔ یکون مرفوعا بالعائد علی معنی النار علیھا یعرضون، فھذہ اربعۃ اوجہ فی الرفع، واجاز الفراء النصب، لان بعدھا عائدا و قبلھا ما یتصل بہ، و اجاز الاخفش الخفض علی البدل من "العذاب" والجمھور علی ان ھذا العرض فی البرزخ۔ واحتج بعض اھل العلم فی تثبیت عذاب القبر بقولہ "النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا" ما دامت الدنیا۔ کذلک قال مجاھد و عکرمۃ۔ مقاتل و محمد بن کعب کلھم قال۔ ھذہ الآیۃ تدل علی عذاب القبر فی الدنیا، الاتراہ یقول عن عذاب الآخرۃ۔ "ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" (الجامع لاحکام القرآن لابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی الجزء الاول) قولہ۔ عز و جل۔ "النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا" فیہ ثلاثۃ اقاویل۔ احدھا۔ انہ یعرض علیھم مقاعدھم من النار غدوۃ و عشیۃ، فیقال۔ لآل فرعون ھذہ منازلکم، توبیخا، قالہ قتادۃ۔ الثانی۔ ان ارواحھم فی اجواف طیر سود تغدو علی جھنم و تروح فذلک عرضھا، قالہ ابن مسعود۔ الثالث۔ انھم یعذبون بالنار فی قبرھم غدوا و عشیا، و ھذا لآل فرعون خصوصاً۔ قالہ مجاھد۔ ما کانت الدنیا۔ (النکت والعیون تفسیر الماوردی تصنیف ابی الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری) (المسألۃ الاولی) احتج اصحابنا بھذہ الایۃ علی اثبات عذاب القبر قالوا الآیۃ تقتضی عرض النار علیھم غدوا و عشیا، ولیس المراد منہ یوم القیامۃ لانہ قال "و یوم تقوم الساعۃ أدخلوا آل فرعون اشد العذاب"، ولیس المراد منہ ایضا الدنیا لان عرض النار علیھم غدوا و عشیا ما کان حاصلا فی الدنیا، فثبت ان ھذا العرض انما حصل بعد الموت و قبل یوم القیامۃ، و ذلک یدل علی اثبات عذاب القبر فی حق ھؤلاء، و اذا ثبت فی حقھم ثبت فی حق غیرھم لانہ لا قائل بالفرق، فان قیل لم لا یجوز ان یکون المراد من عرض النار علیھم غدوا و عشیا عرض النصائح علیھم فی الدنیا؟ لان اھل الدین اذا ذکروا لھم الترغیب والترھیب و خوفوھم بعذاب اللہ فقد عرضوا علیھم النار، ثم نقول فی الآیۃ ما یمنع من حملہ علی عذاب القبر و بیانہ من وجھین، (الاول) ان ذلک العذاب یجب ان یکون دائما غیر منقطع، وقولہ "یعرضون علیھا غدوا و عشیا" یقتضی ان لا یحصل ذالک العذاب الا فی ھذین الوقتین، فثبت ان ھذا لا یمکن حملہ علی عذاب القبر (الثانی) ان الغدوۃ والعشیۃ انما یحصلان فی الدنیا، اما فی القبر فلا وجود لھما، اثبت بھذین الوجھین انہ لا یمکن حمل ھذہ الایۃ علی عذاب القبر (والجواب) عن السؤال الاول ان فی الدنیا عرض علیھم کلمات تذکرھم امر النار، لا انہ یعرض علیھم نفس النار، فعلی قولھم یصیر معنی الآیۃ الکلمات المذکرۃ لامر النار کانت تعرض علیھم، و ذلک یفضی الی ترک ظاھر اللفظ والعدول الی المجاز، اما قولہ الآیۃ تدل علی حصول ھذا العذاب فی ھذین الوقتین و ذلک لا یجوز، قلنا لم لا یجوز أن یکتفی فی القبر بایصال العذاب الیہ فی ھذین الوقتین، ثم عند قیام القیامۃ یلقی فی النار فیدوم عذابہ بعد ذلک، وایضا لا یمتنع ان یکون ذکر الغدوۃ والعشیۃ کنایۃ عن الدوام کقولہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایک بات، اماں عائشہ کی حیرانگی

یہ آیات جن میں عذاب وثواب قبر کا ذکر ہے یہ مکی ہیں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بخاری شریف (ص ۱۸۳ ج۱) میں ہے: ''عن عائشة ان یھودیة دخلت علیھا فذکرت عذاب القبر فقالت لھا اعاذک اللہ من عذاب القبر فسألت عائشة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن عذاب القبر فقال نعم عذاب القبر حق قالت عائشة فما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد صلی صلوٰة الا تعوذ من عذاب القبر''۔

ترجمہ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک یہودیہ نے آکر عذاب قبر کا ذکر کیا چنانچہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عذاب قبر سے پناہ دیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں عذاب قبر حق ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نماز نہیں پڑھتے دیکھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) "ولھم رزقھم، فیھا بکرة وعشیا" أما قوله انه لیس فی القبر والقیامة غدوة وعشیة قلنا لم لا یجوز أن یقال ان عند حصول ھذین الوقتین لاھل الدنیا یعرض علیھم العذاب؟ واللہ أعلم۔ (التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی) وقال فی مصیرھم فی البرزخ "النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا" وقال فی عذابھم فی الآخرة۔ "ویوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" (اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن محمد الامین بن محمد المختار الجکنی الشنقیطی) "النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا" جملة مستأنفة او النار خبر محذوف ویعرضون استئناف للبیان، او بدل ویعرضون حال منھا، او من الآل وقرئت منصوبة علی الاختصاص او باضمار فعل یفسره یعرضون مثل یصلون، فان عرضھم علی النار احراقھم بھا من قولھم۔ عرض الاساری علی السیف اذا قتلوا به، وذلک لارواحھم کما روی ابن مسعود ان ارواحھم فی اجواف طیور سود تعرض علی النار بکرة وعشیا الی یوم القیامة، وذکر الوقتین تحتمل التخصیص والتائید، وفیه دلیل علی بقاء النفس وعذاب القبر۔ (تفسیر البیضاوی لامام ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی) واخرج ابن ابی الدنیا فی کتاب من عاش بعد الموت وابن جریر عن الاوزاعی رحمہ اللہ انه سأله رجل فقال۔ یا ابا عمرو انا نری طیرا أسود تخرج من البحر فوجا فوجا لا یعلم عددھا الا اللہ تعالیٰ فاذا کان العشاء عاد مثلھا بیضا؟ قال۔ وفطنتم لذالک؟ قالوا۔ نعم۔ قال۔ ذلک فی حواصلھا ارواح آل فرعون "یعرضون علی النار غدوا وعشیا" فترجع وکورھا وقد احرقت ریاشھا وصارت سوداء، فینبت علیھا ریش ابیض وتتناثر السود، ثم تعرض علی النار، ثم ترجع الی وکورھا، فذالک دأبھم فی الدنیا، فاذا کان یوم القیامة قال اللہ "ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" واخرج ابن ابی شیبة والبخاری ومسلم وابن مردویه عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان احدکم اذا مات عرض علیه مقعده من الغداة والعشی۔ ان کان من اھل الجنة فمن اھل الجنة، وان کان من اھل النار فمن اھل النار۔ یقال ھذا مقعدک حتی یبعثک اللہ یوم القیامة۔ زاد ابن مردویه "النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا" واخرج البزار وابن ابی حاتم وصححه وابن مردویه والبیھقی فی شعب الایمان عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال۔ ما احسن محسن مسلم او کافر الا اثابه اللہ۔ قلنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اثابة الکافر؟ قال۔ المال، والولد، والصحة، واشباه ذالک۔ قلنا۔ وما اثابته فی الآخرة؟ قال۔ عذابا دون العذاب۔ وقرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "أدخلوا آل فرعون اشد العذاب" قراءة مقطوعة الألف۔ (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للامام الحافظ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (ت ۹۱۱ھ) "النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا" فارتفاع النار علی انھا یدل من سوء العذاب، وقیل علی انھا خبر مبتدا محذوف، او مبتدا وخبره یعرضون، والاول اولی ورجحه الزجاج وعلی الوجھین الاخیرین تکون الجملة مستأنفة جواب سوال مقدر۔ وقری بالنصب علی تقدیر فعل یفسره یعرضون من حیث المعنی، ای یصلون النار یعرضون علیھا، او علی الاختصاص۔ وأجاز القراء الحفض علی البدل من العذاب۔ وذھب الجمھور ان ھذا العرض ھو فی البرزخ، وقیل ھو فی الآخرة، قال القراء۔ ویکون فی الآیة تقدیم وتاخیر۔ ای ادخلوا آل فرعون اشد العذاب النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا، ولا ملجی الی ھذا التکلف فان قوله "ویقوم الساعة ادخلوا ال فرعون اشد العذاب" یدل دلالة واضحة علی ان ذلک العرض ھو فی البرزخ۔ (فتح القدیر تالیف محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ھج) "وحاق بال فرعون سوء العذاب" ای ونزل بفرعون وجماعته اسوأ العذاب، وھو الغرق فی الدنیا، والحرق فی الآخرة، ثم فسره بقوله، "النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا" ای النار یحرقون بھا صباحا ومساء قال المفسرون۔ المراد بالنار ھنا نار القبر وعذابھم فی القبور بدلیل قوله بعده، "ویوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک یہودیہ میرے پاس آئی، اس نے میرے پاس عذاب قبر کا ذکر کیا تو میں حیران ہوگئی، اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے، پھر میں نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہمیں بھی قبر میں عذاب ہوگا؟ آپ اقدس ﷺ نے فرمایا۔ ہاں! گناہگاروں کو ہوگا۔ اس کے بعد حضرت اقدس ﷺ عذاب قبر کے بارے میں دعا بھی اونچی مانگا کرتے تھے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) ای و یوم القیامة یقال للملائكة۔ ادخلوا فرعون و قومه نار جهنم التی هی اشد من عذاب الدنیا۔ (صفوة التفاسير للعلامة محمد على الصابونی) قوله تعالى۔ "النار يعرضون عليها غدوا و عشيا" اكثر المفسرين أن هذا فی القبر۔ و من المعروف عن ابن مسعود انه قال۔ ارواح آل فرعون فی حواصل طير سود يردون النار غدوا و عشيا۔ و قد ثبت برواية مالك عن نافع، عن ابن عمر أن النبی ﷺ قال۔ "ان احدكم اذا مات يعرض عليه معقده بالغداة و العشی، ان كان من اهل الجنة فالجنة، و ان كان من اهل النار النار، ويقال۔ هذا مقعدك يوم القيامة" قال رضی اللہ عنہ۔ اخبرنا بذلك المكی بن عبدالرزاق الكشميهنی، اخبرنا ابو الهيثم حدی، اخبرنا الفربری، اخبرنا البخاری، اخبرنا اسماعيل بن ابی اويس، عن مالك ۰۰۰ الحديث و فی الآية قول آخر۔ وهو انه العرض على النار يوم القيامة۔ قال الفراء۔ و فی الآية تقديم و تأخير، و كانه قال۔ ويوم تقوم الساعة أدخلوا آل فرعون اشد العذاب، النار يعرضون عليها غدوا و عشيا، و هذا قول فاسد، و الصحيح هو الاول۔ وقوله۔ "ويوم تقوم الساعة أدخلوا آل فرعون اشد العذاب" قرئ۔ "ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" على الأمر لآل فرعون بالدخول۔ وقرئ۔ "ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" على الأمر لحرقة النار۔ و الدليل على ان الصحيح هو القول الاول قال۔ "يعرضون عليها غدوا و عشيا" اذا كان يوم القيامة، فهو الادخال حقيقة لا العرض، و انما العرض فی القبر على ما ورد فی الحديث۔ (تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة و الجماعة ابی المظفر السمعانی منصور بن محمد بن عبدالجبار التميمی المروزی الشافعی السلفی) قوله تعالى۔ "النار يعرضون عليها" (النار) رفع على البدل من (سوء) وقالت فرقة۔ (النار) رفع بالابتداء، و خبره (يعرضون) و قالت فرقة۔ هذا الغدو و العشی هو فی الدنيا، ای فی كل غدو و عشی من ايام الدنيا يعرض آل فرعون على النار، و روی فی ذلك عن الهذيل بن شرحبيل، و السدی أن ارواحهم فی اجواف طير سود تروح بهم و تغدو الى النار، و قاله الاوزاعی حين قال له رجل۔ الى رأيت طيورا ابيضا تغدو من البحر ثم ترجع بالعشی سودا مثلها، قال الاوزاعی۔ تلك هی التی فی حواصلها ارواح آل فرعون، يحترق ريشها و يسود بالعرض على النار، و قال كعب بن محمد القرظی و غيره۔ اراد تعالى انهم يعرضون فی الآخرة على النار على تقدير ما بين الغدو و العشی، اذ لا غدو و لا عشی فی الآخرة، و انما ذلك على التقدير بايام الدنيا۔ (المحرر الوجيز فی تفسير الكتاب العزيز لابی محمد عبدالحق بن عطيه الاندلسی) "النار يعرضون عليها غدوا و عشيا" جملة مستأنفة مبينة لكيفية نزول العذاب بهم۔ على ان (النار) مبتداء و جملة (يعرضون) خبره۔ و على الثانی، فالنار خبر لمحذوف و هو خبر العذاب السیء۔ أو هی بدل من (سوء العذاب) و المراد عرض أرواحهم عليها دائما۔ و اكتفى بالطرفين المحيطين۔ الغدو و العشی۔ عن الجميع۔ و به يستدل على عذاب القبر و البرزخ۔ (تفسير القاسمی المسمى محاسن التاويل تاليف علامة الشام محمد جمال الدين القاسمی) قوله "فوقاه الله سيئات ما مكروا" ای شدائد مكرهم و ما هموا به من الحاق انواع العذاب بمن خالفهم و نجا ذلك الرجل مع موسى علیہ السلام من الغرق اه أبو السعود (قوله قومه معه) و عدم التصريح به للاستغناء بذكرهم عن ذكره ضرورة أنه اولى منهم بذلك اه أبو السعود (قوله النار) مبتدا و جملة يعرضون عليها خبره و الجملة مستأنفة هذا هو المناسب لصنيعه حيث فسر سوء العذاب بالغرق و قدر ثم فی الدخول على ما بعدها ليشير الى أنه مستانف و قوله يعرضون عليها ای تعرض ارواحهم من حين موتهم الى قيام الساعة هذا ما رواه ابن مسعود ليغاير قوله و يوم تقوم الساعة الخ اه شيخنا و فی القرطبی و الجمهور على أن هذا العرض فی البرزخ و احتج بعض أهل العلم على اثبات عذاب القبر بقوله النار يعرضون عليها غدوا و عشيا ما دامت الدنيا كذلك قال مجاهد و عكرمة و مقاتل و محمد بن كعب كلهم قال هذه الآية تدل على عذاب القبر فی الدنيا ألا تراه يقول عن عذاب الآخرة و يوم تقوم الساعة أدخلوا آل فرعون اشد العذاب و فی الحديث عن ابن مسعود أن أرواح آل فرعون و من كان مثلهم من الكفار تعرض على النار بالغداة و العشی فيقال هذه داركم و عنه ايضا أن أرواحهم فی جوف طير سود تغدو على جهنم و تروح كل يوم مرتين۔ (الفتوحات الالهية سليمان بن عمر العجلی الشافعی الشهير بالجمل المتوفى سنة ۱۲۰۴) "فوقاه الله سيئات ما مكروا" ما ارادوا به من الشر، (وحاق) احاط و نزل بهم (سوء العذاب) قال الكلبی۔ غرقوا فی البحر و دخلوا النار۔ و ذلك قوله "النار يعرضون عليها غدوا و عشيا" قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان ارواح آل فرعون فی اجواف طير سود يعرضون على النار كل يوم مرتين، فقال۔ يا آل فرعون هذه داركم و قال مقاتل۔ تعرض روح كل كافر على النار غدوا و عشيا ما دامت الدنيا، و هو قول قتادة و السدی و الكلبی۔ اور محشی لکھتے ہیں: قال ابن كثير فی تفسيره۔ و هذه الآية اصل كبير فی استدلال اهل السنة على عذاب البرزخ فی القبور، و هو قوله تعالى، "النار يعرضون عليها غدوا و عشيا" (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سوال: کیا یہ آیات اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہیں آتی تھیں کہ وہ عذاب قبر کا ذکر سن کر حیران ہو رہی ہیں؟

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ)　قال۔ ولكن هنا سؤال، وهو انه لا شك ان هذه الآية مكية، وقد استدلوا بها على عذاب القبر فى البرزخ، وقد قال الامام احمد۔ ثنا هاشم۔ هو ابن القاسم ابو النضر۔ ثنا اسحاق بن سعيد۔ هو ابن عمرو بن سعيد بن العاص۔ ثنا سعيد يعني اباه۔ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ ان يهودية كانت تخدمها، فلا تصنع عائشة رضی اللہ عنہا اليها شيئا من المعروف الا قالت لها اليهودية۔ وقاك الله عذاب القبر، قالت عائشة رضی اللہ عنہا۔ فدخل رسول الله ﷺ علی فقلت يا رسول الله ﷺ هل للقبر عذاب قبل يوم القيامة؟ قال ﷺ لا، من زعم ذلك؟ قالت هذه اليهودية لا اصنع معها شيئا من المعروف الا قالت۔ وقاك الله عذاب القبر، قال ﷺ وكذبت اليهودية وهى على الله اكذب، لا عذاب دون يوم القيامة ثم مكث بعد ذلك ما شاء الله ان يمكث، فخرج ذات يوم نصف النهار مشتملا بثوبه، محمرة عيناه وهو ينادى باعلى صوته، "القبر كقطع الليل المظلم، ايها الناس۔ لو تعلمون ما اعلم بكيتم كثيرا وضحكتم قليلا۔ ايها الناس۔ استعيذوا بالله من عذاب القبر، فان عذاب القبر حق، وهذا اسناد صحيح۔ انظر مسند الامام احمد ۶/۸۱۔ على شرط البخارى ومسلم، ولم يخرجاه، قال۔ وروى احمد ومسلم۔ ثنا يزيد، ثنا سفيان، عن الزهرى، عن عروة، عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت۔ سألتها امرأة يهودية فاعطتها، فقالت لها۔ وقاك الله من عذاب القبر، فانكرت عائشة رضی اللہ عنہا ذلك، فلما رأت النبى ﷺ۔ قالت له، فقال ﷺ "لا" قالت عائشة رضی اللہ عنہا۔ ثم قال لنا رسول الله ﷺ بعد ذلك۔ "انه اوحى الى انكم تفتنون فى قبوركم"۔ انظر مسند الامام احمد ۶/۲۳۸۔ وهذا ايضا على شرطهما قال۔ فيقال۔ فما الجمع بين هذا وبين كون الآية مكية وفيها الدلالة على عذاب البرزخ؟ قال۔ الجواب أن الاية دلت على عرض الارواح على النار غدا وعشيا في البرزخ وليس فيها دلالة على اتصال تالمها باجسادها في القبور۔ اذ يكون ذالك مختصا بالروح، فاما حصول ذلك للجسد فى البرزخ وتالمه بسببه، فلم يدل عليه الا السنة فى الاحاديث المرضية الاتى ذكرها قال۔ وقد يقال۔ ان هذه الآية انما نزلت للدلالة على عذاب الكفار فى البرزخ، ولا يلزم من ذلك ان يعذب المؤمن فى قبره بذنب، قال۔ ومما يدل على ذلك ما رواه الامام احمد۔ ثنا عثمان بن عمر، ثنا يونس عن الزهرى عن عروة عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول الله ﷺ دخل عليها وعندها امرأة من اليهود وهى تقول۔ اشعرت انكم تفتنون فى قبوركم؟ فارتاع رسول الله ﷺ وقال۔ "انما يفتن اليهود"۔ قالت عائشة رضی اللہ عنہا۔ فلبثنا ليالى، ثم قال رسول الله ﷺ "اشعرت انه اوحى الى انكم تفتنون فى القبور" وقالت عائشة رضی اللہ عنہا فكان رسول الله ﷺ بعد يستعيذ من عذاب القبر۔ انظر مسند الامام احمد ۶/۲۴۸۔ وهكذا رواه مسلم عن هارون بن سعيد، و حرملة كلاهما عن ابن وهب عن يونس بن يزيد الايلى عن الزهرى به۔ انظر صحيح مسلم كتاب المساجد ومواضع الصلاة باب استحباب التعوذ من عذاب القبر۔ قال۔ وقد يقال۔ ان هذه الآية دلت على عذاب الارواح فى البرزخ، قال۔ ولا يلزم من ذلك ان يتصل بالاجساد فى قبورها، فلما اوحى الى النبى ﷺ فى ذلك بخصوصه استعاذ منه، والله سبحانه وتعالى اعلم۔ قال۔ وقد روى البخارى من حديث شعبة، عن اشعث، عن ابن الشعثاء عن ابيه، عن مسروق، عن عائشة رضی اللہ عنہا ان يهودية دخلت عليها فقالت۔ نعوذ بالله من عذاب القبر، فسألت عائشة رضی اللہ عنہا رسول الله ﷺ عن عذاب القبر، فقال ﷺ "نعم عذاب القبر حق"۔ قالت عائشة رضی اللہ عنہا۔ فما رأيت رسول الله ﷺ بعد صلى صلاة الا تعوذ من عذاب القبر۔ قال ابن كثير۔ فهذا يدل على انه بادر ﷺ الى تصديق اليهودية فى هذا الخبر، وقرر عليه، قال۔ وفى الاخبار المتقدمة انه انكر ذلك حتى جاءه الوحى، وقال۔ فلعلهما قضيتان، والله سبحانه اعلم قال۔ وأحاديث عذاب القبر كثيرة جدا۔ انظر تفسير القرآن العظيم لابن كثير ۴/۸۱، ۸۲۔ (الوسيط فى تفسير القرآن المجيد تاليف ابى الحسن على بن احمد الواحدى (المتوفى ۴۶۸ھ) "النار يعرضون عليها غدوا وعشيا" آتش عرضه مى كند بر جان اين ال فرعون بمدت بامداد و شبانگا و اين دليلست كه عذاب گور حقست بدان دليل كه گفت... "ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" اندر آريد شان بسخت ترين عذاب سخت تر بقيامت اضافت كرد دانستيم كه آن عذاب اول عذاب گورست۔ (تفسير زاهدى ص ۳۵۱) واستدل مجاهد ومحمد بن كعب وعكرمة ومقاتل بقوله النار يعرضون عليها غدوا وعشيا أى عند موتهم على عذاب القبر فى الدنيا۔ (تفسير البحر المحيط ص ۴۶۸) (فوقاه الله سيئات ما مكروا) اى فى الدنيا والآخرة واما فى الدنيا فنجاه الله تعالى مع موسى علیہ السلام واما فى الآخرة فبالجنة (وحاق بآل فرعون سوء العذاب) وهو الغرق فى اليم ثم النقلة منه الى الجحيم فان ارواحهم تعرض على النار صباحاً ومساءاً الى يوم قيام الساعة فاذا كان يوم القيامة اجتمعت اروحهم واجسادهم فى النار ولهذا قال (ويوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب) اى اشده الماً واعظمه نكالاً وهذه الآية اصل كبير فى استدلال اهل السنة على عذاب البرزخ فى القبور وهى قوله تعالى (النار يعرضون عليها غدواً وعشياً) ولكن هنا سوال وهو انه لا شك ان هذه الآية مكية وقد استدل بها على عذاب القبر فى البرزخ وقال الامام احمد حدثنا هاشم وهو ابن القاسم ابو النضر حدثنا اسحق بن سعيد هو ابن عمرو بن سعيد بن العاص حدثنا سعيد يعنى اباه عن عائشة رضی اللہ عنہا ان يهودية كانت تخدمها فلا تصنع عائشة رضی اللہ عنہا اليها شيئاً من المعروف الا قالت لها اليهودية وقاك الله عذاب القبر قالت رضی اللہ عنہا فدخل رسول الله ﷺ على فقلت يا رسول الله هل للقبر عذاب قبل يوم القيامة؟ قال ﷺ لا! من زعم ذلك؟ قالت هذه اليهودية لا أصنع اليها شيئا من المعروف الا قالت وقاك الله عذاب القبر قال وكذبت يهود وهم على اكذب لا عذاب دون يوم القيامة ثم مكث بعد ذلك ماشاء الله ان يمكث فخرج ذات يوم نصف النهار مشتملاً بثوبه محمرة عيناه وهو ينادى باعلى صوته　(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جواب: یقیناً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ آیات آتی تھیں لیکن قرآن کی آیات میں کافروں کے عذاب کا ذکر ہے، اس لئے اماں جی نے یہی سمجھا کہ عذاب قبر صرف کافروں کے لئے ہے، مثال کے طور پر حیات عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں رفع کا لفظ قرآن میں آ گیا، نزول کا حدیثوں میں آ گیا۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) "القبر كقطع الليل المظلم، ايها الناس لو تعلمون ما اعلم بكيتم كثيرا و ضحكتم قليلاً ايها الناس استعيذوا باالله من عذاب القبر فان عذاب القبر حق" وهذا اسناد صحيح على شرط البخارى و مسلم و لم يخرجاه و روى احمد حدثنا يزيد حدثنا سفيان عن الزهرى عن عروة عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت رضی اللہ عنہا سألتها امرأة يهودية فأعطتها فقالت لها وقاك الله من عذاب القبر فانكرت عائشة رضی اللہ عنہا ذلك فلما رأت النبى قالت له فقال "لا! قالت عائشة رضی اللہ عنہا ثم قال لنا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بعد ذلك "وانه اوحى الى انكم تفتنون فى قبوركم" وهذا ايضاً على شرطهما۔ فيقال فما الجمع بين هذا و بين كون الآية مكية و فيها دلالة على عذاب البرزخ؟ والجواب أن الآية دلت على عرض الارواح على النار غدوا و عشياً فى البرزخ و ليس فيها دلالة على اتصال تألمها بأجسادها فى القبور اذ قد يكون ذلك مختصاً بالروح فأما حصول ذلك للجسد فى البرزخ و تألمه بسببه فلم يدل عليه الا السنة فى الاحاديث المرضية الآتى ذكرها۔ و قد يقال ان هذه الآية انما دلت على عذاب الكفار فى البرزخ ولا يلزم من ذلك ان يعذب المؤمن فى قبره بذنب، و مما يدل على ذلك ما رواه الامام احمد حدثنا عثمان بن عمر حدثنا يونس عن الزهرى عن عروة عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم دخل عليها و عندها امرأة من اليهود و هى تقول اشعرت انكم تفتنون فى قبوركم فارتاع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم و قال "انما يفتن يهود" قالت عائشة رضی اللہ عنہا فلبثنا ليالى ثم قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم "الا انكم تفتنون فى القبور و قالت عائشة رضی اللہ عنہا فكان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بعد يستعيذ من عذاب القبر و هكذا رواه مسلم عن هارون بن سعيد بن حرملة كلاهما عن ابن وهب عن يونس بن يزيد الايلى عن الزهرى به و قد يقال ان هذه الآية دلت على عذاب الارواح فى البرزخ ولا يلزم من ذلك ان يتصل فى الاجساد فى القبور ها فلما اوحى الى النبى صلی اللہ علیہ وسلم فى ذلك بخصوصه استعاذ منه والله سبحانه و تعالىٰ اعلم، و قد روى البخارى من حديث شعبة عن اشعث بن ابى الشعثاء عن ابيه عن مسروق عن عائشة رضی اللہ عنہا ان يهودية دخلت عليها فقالت نعوذ بالله من عذاب القبر فسألت عائشة رضی اللہ عنہا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عن عذاب القبر فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم "نعم عذاب القبر حق" قالت عائشة رضی اللہ عنہا فما رأيت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بعد صلى صلوٰة الا تعوذ من عذاب القبر۔ فهذا يدل على انه بادر الى تصديق اليهودية فى هذا الخبر و قرر عليه و فى الاخبار المتقدمة انه انكر ذلك حتى جاءه الوحى فلعلهما قضيتان والله سبحانه اعلم، و احاديث عذاب القبر كثيرة جداً و قال قتادة فى قوله تعالىٰ "غدوا و عشيا" صباحا و مساء أما بقية الدنيا يقال لهم يا آل فرعون هذه منازلكم توبيخاً و نقمة و صغاراً لهم و قال ابن زيد هم فيها اليوم يغدى بهم و يراح الى ان تقوم الساعة و قال ابن ابى حاتم حدثنا ابو سعيد حدثنا المحاربى حدثنا ليث عن عبدالرحمن بن سروان عن هزيل عن عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال ان ارواح الشهداء فى اجواف طيور خضر تسرح بهم فى الجنة حيث شاؤوا و ان ارواح ولدان المؤمنين فى اجواف عصافير تسرح فى الجنة حيث شاءت فتاوى الى قناديل معلقة فى العرش و ان ارواح آل فرعون فى اجواف طيور سود تغدوا على جهنم و تروح عليها فذلك عرضها، و قد رواه الثورى عن ابى قيس عن الهذيل بن شرحبيل من كلامه فى ارواح آل فرعون و كذلك قال السدى و فى حديث الاسراء من رواية ابى هارون العبدى عن ابى سعيد الخدرى رضی اللہ عنہ عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال فيه "ثم انطلق به الى خلق كثير من خلق الله رجال كل رجل منهم بطنه مثل البيت الضخم مصفدون على سابلة آل فرعون و آل فرعون يعرضون على النار غدوا و عشيا" ويوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" و آل فرعون كالابل المسومة يخبطون الحجارة و الشجر ولا يأكلون و قال ابن ابى حاتم حدثنا على بن الحسين حدثنا زيد بن اخرم حدثنا عامر بن مدرك الحارثى حدثنا عتبة يعنى ابن يقظان عن قيس بن مسلم عن طارق عن شهاب عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبى صلی اللہ علیہ وسلم قال "ما أحسن محسن من مسلم او كافر الا اثابه الله تعالىٰ قال قلنا يا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ما اثابة الله الكافر؟ فقال "ان كان قد وصل رحماً او تصدق بصدقة او عمل حسنة اثابه الله تبارك و تعالىٰ المال و الولد و الصحة و اشباه ذلك۔ قلنا فما اثابته فى الآخرة؟ قال صلی اللہ علیہ وسلم "عذاباً دون العذاب و قرأ "ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" و رواه البزار فى مسنده عن زيد بن اخرم ثم قال لا نعلم له اسنادا غير هذا و قال ابن جرير حدثنا عبدالكريم بن ابى عمير حدثنا حماد بن محمد بن الفزارى البلخى

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اب قرآن وحدیث دونوں کے ماننے کے بعد پتہ چلا کہ کافروں کو بھی عذاب ہے اور گنہگار مومنوں کو بھی ہے۔ لیکن گناہگار مومنین کا عذاب تطہیر کے لئے ہے کہ اتنے سے پاک ہو جائے اور پھر دوزخ سے بچ جائے۔ ان کا عذاب بند بھی ہو جائے گا، جب ان کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے۔

عذاب قبر پر چوتھی آیت مبارکہ: ''یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا'' نبی ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ یہ عذاب وثواب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، یہاں ایک بات اچھی طرح ذہن میں رکھ لیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ ہو یا حیات مسیح کا مسئلہ ہو اسی طرح جو مسائل چودھویں صدی میں چھیڑے گئے ہیں، ان کے بارے میں پہلی کتابوں میں ضمنی طور پر جہاں ذکر ہوا اجمال ہوتا ہے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) قال سمعت الاوزاعی و سأله رجلاً فقال رحمک اللہ رأینا طیورا تخرج من بحر تأخذ ناحیة الغرب بیضاً فوجاً فوجاً لا یعلم عددها الا اللہ عز و جل فاذا کان العشی رجع مثلها سوداً قال وفطنتم الی ذلک؟ قال نعم، قال ان ذلک الطیر فی حواصلها ارواح آل فرعون یعرضون علی النار غدوا و عشیاً فترجع الی وکورها وقد اختراقت اریاشها و صارت سوداً فینبت علیها من اللیل ریش ابیض و یتناثر الاسود، ثم تغدو علی النار غدوا و عشیا ثم ترجع الی وکورها فذالک دأبهم فی الدنیا فاذا کان یوم القیامة قال اللہ تعالیٰ ''ادخلوا آل فرعون اشد العذاب قال و کانوا یقولون انهم ستمائة ألف مقاتل، وقال الامام احمد حدثنا اسحق حدثنا مالک النافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللہ ﷺ ''ان احدکم اذا مات عرض علیه مقعده بالغداة والعشی ان کان من اهل الجنة فمن اهل الجنة وان کان من اهل النار فمن اهل النار فیقال هذا مقعدک حتی یبعثک اللہ عز و جل الیه یوم القیامة اخرجاه فی الصحیحین من حدیث مالک به۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۱۰۶-۱۰۵ ج۴) ''النار یعرضون علیها'' قال ابن عباس یعنی تعرض ارواحهم علی النار ''غدوا و عشیا'' هکذا قال قتادة و مجاهد، وقال مقاتل، تعرض روح کل کافر علی منازلهم من النار کل یوم مرتین، وقال ابن مسعود ''ارواحهم فی جوف طیر سود یرون منازلهم غدوة وعشیة'' وقال هذیل بن شرحبیل ''أرواح الشهداء فی جوف طیر خضر تأوی الی قنادیل معلقة بالعرش وان ارواح آل فرعون فی جوف طیر سود تغدو و تروح علی النار فذلک عرضها، والآیة تدل علی اثبات عذاب القبر لانه ذکر دخولهم النار یوم القیامة و ذکر انه تعرض علیهم النار قبل ذلک غدوا و عشیا۔ (تفسیر سمرقندی ص ۱۶۹ ج۳) ''النار یعرضون علیها ...'' واستدل بهذه الآیة علی ثبوت عذاب القبر اذ لیس المراد بها انهم یعرضون علیها فی الدنیا بان المذکور فیها ما کان حاصلاً فی الدنیا فثبت ان هذا العرض انما حصل بعد الموت وقبل یوم القیامة۔ ((حاشیه محی الدین شیخ زاده علی تفسیر البیضاوی مصنف محمد بن مصلح الدین مصطفی القوجوی الحنفی المعروف شیخ زاده المتوفی ۹۵۱ھ)(ص ۳۳۱ ج۷) (۷)'' النار یعرضون علیها غدوا و عشیا'' آتش عرضه می کند بر جان این ال فرعون بمدت بامداد و شبانگا''و این دلیلست که عذاب گور حقست بدان دلیل که گفت...''ادخلوا آل فرعون اشد العذاب'' اندر آرید شان بسخت ترین عذاب سخت تر بقیامت اضافت کرد دالبستیم که آن عذاب اول عذاب گورست۔ (تفسیر زاهدی ص ۳۵۱) (۷) قال۔ وقد یقال۔ ان هذه الآیة دلت علی عذاب الارواح فی البرزخ، قال ولا یلزم من ذلک أن یتصل فی الاجساد فی قبورها، فلما أوحی الی النبی ﷺ فی ذلک بخصوصة، استعاذ منه، واللہ سبحانه و تعالیٰ اعلم، قال۔ وقد روی البخاری من حدیث شعبة عن اشعث عن ابی الشعثاء عن ابیه عن مسروق عن عائشة رضی اللہ عنہا ان یهودیة دخلت علیها فقالت، نعوذ باللہ من عذاب القبر، فسألت عائشة رضی اللہ عنہا أن یهودیة دخلت فقالت، نعوذ باللہ من عذاب القبر، فسألت عائشة رضی اللہ عنها۔ فما رأیت رسول اللہ ﷺ بعد صلی صلاة الا تعوذ من عذاب القبر۔ (حاشیه زاد المسیر ص ۲۲۸ ج۷)

اسی طرح بعض تفاسیر میں بعض جگہ اجمال ہوتا ہے تو ایک قاعدہ یہ یاد رکھ لیں۔

قاعدہ: جب بھی وہ (مماتی) عذاب وثواب کے بارے میں کسی تفسیر کا حوالہ پیش کریں، آپ فوراً وہی تفسیر لے کر آیت: ''یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت'' دکھا دیں کیونکہ یہ اصل بنیاد ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا عذاب وثواب قبر میں اب اس تفسیر میں پوری وضاحت ہوگی[1]۔

---

[1] اس آیت سے درج ذیل حضرات نے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے۔(۱) نبی اقدس ﷺ۔(صحیح بخاری) (۲) سیدنا فاروق اعظم۔ (قرطبی) (۳) عبداللہ بن مسعود۔ (طبرانی، تفسیر ابن جریر وغیرہما) (۴) سیدہ عائشہ صدیقہ۔ (تفسیر درمنثور) (۵) حضرت ابوہریرہ۔(تفسیر درمنثور، تفسیر ابن جریر وغیرہما) (۶) عبداللہ بن عباس۔ (تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہما) (۷) حضرت براء بن عازب۔ (صحیح بخاری) (۸) ابوسعید خدری۔(رضی اللہ عنہ) (مسند البزار، مسند الامام احمد وغیرہما) (۹) مجاہد۔(تفسیر ابن جریر) (۱۰) مسیب بن رافع۔ (تفسیر درمنثور، تفسیر ابن جریر) (۱۱) ابن زید۔ (تفسیر ابن جریر، تفسیر درمنثور) (۱۲) طاؤس۔ (تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن ابی حاتم) (۱۳) ابوقتادہ۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، المعجم الاوسط للطبرانی) (۱۴) امام رازی۔ (تفسیر کبیر) (۱۵) امام طبرانی۔ (تفسیر درمنثور) (۱۶) ابن مردویہ۔ (تفسیر درمنثور) (۱۷) زمخشری۔ (کشاف) (۱۸) علی بن احمد۔ (تفسیر القرآن) (۱۹) عبدالرحمن بن ناصر السعدی۔ (تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان) (۲۰) محمد علی الصابونی۔ (صفوۃ التفاسیر) (۲۱) خالد بن عبدالقادر۔ (جامع التفاسیر) (۲۲) ابن المنذر۔ (تفسیر درمنثور) (۲۳) جمال الدین قاسمی۔ (تفسیر القاسمی) (۲۴) صدیق حسن خان۔(فتح البیان) (۲۵) سلیمان بن عمر العجیلی۔(الفتوحات الالہیۃ) (۲۶) ابوالحسن علی بن احمد الواحدی۔(الوسیط فی تفسیر القرآن) (۲۷) فقیہ ابواللیث ثمرقندی۔(تفسیر ثمرقندی) (۲۸) نورالدین ہیثمی۔(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۹) (۲۹) ابن قیم الجوزیہ۔(الروح ص ۷۱، اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۳۶) (۳۰) محقق ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) (فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۷۳)

اس آیت سے سب نے قبر مراد لی ہے، البتہ فرق اتنا ہے کہ بعض نے ''الدنیا'' سے قبر مراد لی ہے اور بعض نے ''الآخرۃ'' سے قبر مراد لی ہے۔

جن حضرات نے ''الدنیا'' سے قبر مراد لی ہے، ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔

(۱) قفال۔ (قرطبی) (۲) جماعہ۔ (قرطبی) (۳) براء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (قرطبی) (۴) ماوردی۔ (قرطبی) (۵) ابوالحسن بن علی واحدی۔(الوجیز) (۶) امام سیوطی رحمہ اللہ۔(درمنثور)

جن حضرات نے ''الآخرۃ'' سے قبر مراد لی ہے، ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔

(۱) طاؤس رحمہ اللہ۔(النکت والعیون) (۲) قتادہ رحمہ اللہ۔(النکت والعیون) (۳) امام رازی رحمہ اللہ۔(تفسیر کبیر) (۴) علی بن احمد مہائمی رحمہ اللہ۔(تفسیر القرآن) (۵) اکثر مفسرین۔(اللباب فی علوم الکتاب) (۶) ابوحفص عمر بن علی رحمہ اللہ۔(ایضاً) (۷) قاضی بیضاوی رحمہ اللہ۔ (تفسیر بیضاوی) (۸) امام سیوطی رحمہ اللہ۔ (درمنثور) (۹) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔ (درمنثور) (۱۰) ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ (درمنثور) (۱۱) محمد علی الصابونی رحمہ اللہ۔(صفوۃ التفاسیر) (۱۲) شیخ الاسلام ابوالمظفر سمعانی رحمہ اللہ۔(تفسیر القرآن) (۱۳) ابومحمد عبدالحق اندلسی رحمہ اللہ۔ (المحرر الوجیز للاندلسی) (۱۴) جمال الدین قاسمی رحمہ اللہ۔ (تفسیر القاسمی) (۱۵) نواب صدیق حسن خان۔ (فتح البیان) (۱۶) ابوالحسن علی بن احمد الواحدی رحمہ اللہ۔ (الوسیط فی تفسیر القرآن) (۱۷) ابن کثیر رحمہ اللہ۔ (تفسیر ابن کثیر) (۱۸) فقیہ ابواللیث ثمرقندی رحمہ اللہ۔(تفسیر ثمرقندی) نیز درج ذیل مفسرین نے اعادہ روح کا بھی ذکر کیا ہے۔(۱) تفسیر بیضاوی۔(۲) درمنثور۔(۳) مسند ابی داود الطیالسی۔(۴) مصنف ابن ابی شیبہ۔(۵) مسند احمد بن حنبل۔(۶) الزہد لہناد بن السری۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) (۷) مسند عبد بن حمید۔ (۸) سنن ابی داود۔ (۹) تفسیر ابن جریر۔ (۱۰) تفسیر ابن ابی حاتم۔ (۱۱) ابن مردویہ۔ (۱۲) مستدرک للحاکم۔ (۱۳) عذاب قبر للبیہقی۔ (۱۴) ابو محمد عبد الحق اندلسی۔

احادیث عذاب قبر: شیخ عبد الرحمن بن ناصر السعدی لکھتے ہیں: کما تواترت بذالک النصوص من النبی ﷺ۔ (تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان)

عذاب قبر کی احادیث نبی اقدس ﷺ سے متواتر ہیں۔ ابو المظفر سمعانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: واعلم ان سوال القبر ثابت فی السنة والایمان بہ واجب وقد وردت فیہ الاخبار الکثیرۃ۔ (تفسیر القرآن للسمعانی) اور جان لے قبر کا سوال وجواب احادیث میں ثابت ہے۔ اس پر ایمان رکھنا واجب ہے، اس بارے میں کثیر احادیث مروی ہیں۔

ابو محمد عبد الحق اندلسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وذکر الطبری فی صفة مسئلة العبد فی قبرہ احادیث منها ما وقع فی الصحیح وھی من عقائد الدین وانکرت ذلک المعتزلة ولم تقل ان العبد یسئل فی قبرہ وجماعة السنة تقول ان اللہ یخلق لہ فی قبر ادراکات وتحمیلا واما بحیاۃ کالمتعارفة واما بحضور الفنس وان لم تتلبس بالجسد کالعرف کل ھذا جائز فی قدرۃ اللہ تعالٰی غیر ان فی الاحادیث انہ یسمع خفق النعال، ومنها أنہ یری الضوء کالشمس دنت للغروب وفیها انہ یراجع وفیها فتعاد روحہ الی جسدہ وھذا کلہ یتضمن الحیاۃ۔ (المحرر الوجیز)

بندے کے قبر میں سوال کی کیفیت کے بارے میں طبری نے جو احادیث نقل کی ہیں ان میں سے بعض صحیح میں ہیں اور یہ مسئلہ دین کے عقائد میں سے ہے اور معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے اور معتزلہ اس کے قائل نہیں ہیں کہ بندے سے قبر میں سوال ہوتا ہے اہل السنة والجماعت کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی قبر میں ادراکات اور حس کو پیدا کر دیتے ہیں۔ باقی رہا حیات متعارفہ اور حضور نفس سے حیات اگرچہ عرفی طور پر وہ تلبس جسد کے ساتھ نہ ہو یہ سب کا سب اللہ تعالٰی کی قدرت میں ممکن ہے۔ البتہ احادیث میں یہ آیا ہے کہ میت جوتوں کی آواز بھی سنتی ہے اور یہ بھی آیا ہے کہ میت کے وقت سورج کی روشنی کی مثل روشنی بھی دیکھتی ہے اور یہ بھی ہے کہ سوالوں کے جواب دیتی ہے اور اس کی روح اس کے جسم کی کی طرف لوٹا دی جاتی ہے اور یہ تمام امور حیات کو متضمن ہیں۔ امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عذاب قبر برحق ہے۔ ضال اور مضل کے علاوہ اس کا کوئی منکر نہیں ہے۔ ابن حنبل کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل سے عذاب قبر کے بارے میں سوال کیا یہ احادیث صحیح ہیں۔ ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں۔ نبی اقدس ﷺ سے اس قسم کی تمام احادیث جید ہیں، ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں۔ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو رد کر دیں تو ہم نے اللہ کے حکم کو رد کر دیا۔ کیونکہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ: "جو تم کو رسول دے وہ لے لو۔" میں نے کہا: عذاب قبر برحق ہے؟ فرمایا: حق ہے۔ لوگوں کو قبروں میں عذاب ہوتا ہے۔ میں نے احمد بن حنبل کو کہتے سنا: ہم عذاب قبر، منکر نکیر، اس پر کہ میت سے قبر میں سوال ہوتا ہے اور یہ آیت: "یثبت اللہ۔۔۔الخ۔" قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان باتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ (الروح لابن قیم ص۱۷)

محقق ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا میت قبر میں کلام کرتی ہے؟ فرمایا: کلام بھی کرتی ہے اور جو اس سے کلام کرے اس کو سنتی بھی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا: میت قبر میں جوتوں کی کھنکھناہٹ سنتی ہے۔

(فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۷۳)

ماقبل میں پیش کئے گئے تفسیری حوالہ جات کی اصل عبارات ملاحظہ فرمائیں۔ انبا عبد الرحمن، نا ابراھیم، نا آدم، ثنا حماد بن سلمة عن محمد بن عمرو، عن ابی سلمة، عن ابی ھریرۃ، قال۔ تلا رسول اللہ ﷺ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ" (الآیة ۲۷) فقال۔ ذاک اذا قیل لہ فی القبر۔ من ربک؟ وما دینک؟ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ)　　ومن نبیک؟ فیقول۔ اللہ ربی، والاسلام دینی، ونبیی محمد جائنا بالبینات من عنداللہ، فآمنت به وصدقت۔ فیقال۔ صدقت علی هذا عشت، وعلیه مت، وعلیه تبعث۔ (تفسیر مجاهد للامام المحدث المقرئ المفسر اللغوی ابو الحجاج مجاهد بن جبر التابعی المکی المخزومی ۲۰۱هیا ۱۰۱ھ)"قوله تعالیٰ۔ یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوة الدنیا وفی الآخرة ویضل اللہ الظلمین ویفعل اللہ ما یشاء" قوله تعالیٰ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت" قال ابن عباس۔ هو لا اله الا اللہ۔ وروی النسائی عن البراء قال قال۔ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة نزلت فی عذاب القبر، یقال۔ من ربک؟ فیقول۔ ربی اللہ و دینی دین محمد، فذلک قوله۔ "یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة" قلت۔ وقد جاء هکذا موقوفا فی بعض طرق مسلم عن البراء (انه) قوله، والصحیح فیه الرفع کما فی صحیح مسلم وکتاب النسائی وأبی داؤد وابن ماجه وغیرهم عن البراء عن النبیا ﷺ و ذکر البخاری، حدثنا جعفر بن عمر، قال حدثنا شعبة عن علقمة بن مرثد عن سعد بن عبیدة عن البراء بن عازب عن النبی قال۔ "اذا اقعد المؤمن فی قبره اتاه آت ثم یشهد ان لا اله الا اللہ وان محمدا رسول اللہ ﷺ فذلک قوله "یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة"۔ وقد بیناهذا الباب فی کتاب "التذکرة" وبینا هناک من یفتن فی قبره ویسال، فمن اراد الوقوف علیه تأمله هناک، وقال سهل بن عمار۔ رأیت یزید بن هرون فی المنام بعد موته، فقلت له۔ ما فعل اللہ بک؟ فقال۔ اتانی فی قبری ملکان فظان غلیظان، فقالا۔ ما دینک ومن ربک ومن نبیک؟ فاخذت بلحیتی البیضاء وقلت۔ المثلی یقال هذا وقد علمت الناس جوابکما الماین سنة؟ فذهبا وقالا۔ اکتبت عن حریز بن عثمان؟ قلت نعم۔ فقالا۔ انه کان یبغض (علیاً) فابغضه اللہ۔ وقیل۔ معنی۔ "یثبت اللہ یدیمهم اللہ علی القول الثابت، ومنه قول عبداللہ بن رواحة۔ "یثبت اللہ ما اتاک من حسن۔ تثبیت موسی ونصرًا کالذی نُصرا" وقیل۔ یثبتهم فی الدارین جزاء لهم علی القول الثابت۔ وقال القفال و جماعة۔ "فی الحیاة الدنیا" ای فی القبر، لان الموتی فی الدنیا الی ان یبعثوا "وفی الآخرة" ای عند الحساب، وحکاه الماوردی عن البراء قال۔ المراد بالحیاة الدنیا المسائلة فی القبر، وبالآخرة المسائلة فی القیامة۔ "ویضل اللہ الظالمین" ای عن حجتهم فی قبورهم کما ضلوا فی الدنیا بکفرهم فلا یلقنهم کلمة الحق، فاذا سئلوا فی قبورهم قالوا۔ لا ندری، فیقول۔ لا دریت ولا تلیت، وعند ذلک یضرب بالمقامع علی ما ثبت فی الاخبار، وقد ذکرنا ذلک فی کتاب "التذکرة" وقیل۔ یمهلهم حتی یزدادوا ضلالا فی الدنیا۔ "ویفعل اللہ ما یشاء" من عذاب قوم واضلال قوم۔ وقیل۔ ان سبب نزول هذه الآیة ما روی عن النبی لما وصف مساءلة منکر ونکیر وما یکون من جواب المیت قال عمر۔ یا رسول اللہ ﷺ ایکون معی عقلی؟ قال۔ "نعم" قال۔ کفیت اذا، فانزل اللہ عزوجل هذه الآیة۔ (الجامع لاحکام القرآن لابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی) وفی قوله تعالیٰ " فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة" وجهان۔ احدهما۔ أن المراد بالحیاة الدنیا زمان حیاته فیها، وبالآخرة المسألة فی القبر، قاله طاؤس و قتادة۔ الثانی۔ ان المراد بالحیاة الدنیا المسألة فی القبر أن یأتیه منکر و نکیر فیقولان له۔ من ربک و ما دینک؟ ومن نبیک؟ فیقول۔ ان اهتدی۔ ربی اللہ و دینی الاسلام و نبی محمد۔ "ویضل اللہ الظالمین" فیه وجهان۔ احدهما۔ عن حجتهم فی قبورهم، کما ضلوا فی الحیاة الدنیا بکفرهم۔ الثانی۔ یمهلهم حتی یزدادوا ضلالاً فی الدنیا۔ "ویفعل اللہ ما یشاء" فیه وجهان۔ احدهما۔ من امهال وانتقام۔ الثانی۔ من ضغطة القبر ومسألة منکر ونکیر۔ وروی ابن اسحاق أن النبی قال۔ "لو نجا احد من ضمة القبر لنجا منه سعد بن معاذ، ولقد ضم ضمة۔ وقال قتادة۔ ذکر لنا ان عذاب القبر من ثلاثة۔ ثلث من البول۔ وثلث من الغیبة، وثلث من النمیمة۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) وسبب نزول هذه الآية ماروى عن النبى لما وصف مسألة منكر و نكير وما يكون من جواب الميت قال عمر۔ يا رسول الله أيكون معى عقلى؟ قال۔ "نعم"۔ قال كفيت اذن، فانزل الله تعالى هذه الآية۔ (النكت و العيون تفسير الماوردى تصنيف ابى الحسن على بن محمد بن حبيب الماوردى البصرى) "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت" وهو قول لا اله الا الله "فى الحياة الدنيا" على الحق "وفى الآخرة" يعنى۔ فى القبر يلقنهم كلمة الحق عند سؤال الملكين۔ (الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز لابى الحسن بن على الواحدى المتوفى ۴۶۸ھ) "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحيوة الدنيا وفى الآخرة ويضل الله الظلمين ويفعل الله ما يشاء" "بالقول الثابت الذى ثبت بالحجة و البرهان فى قلب صاحبه و تمكن فيه، فاعتقده و اطمأنت اليه نفسه، و تثبيتهم به فى الدنيا۔ انهم اذا فتنوا فى دينهم لم يزلوا، كما ثبت الذين فتنهم اصحاب الاخدود، و الذين نشروا بالمناشير و مشطت لحومهم بأمشاط الحديد، وكما ثبت جرجيس و شمسون و غيرهما، و تثبيتهم فى الآخرة۔ انهم اذا سئلوا عند تواقف الاشهاد عن معتقدهم و دينهم، لم يتلعثموا و لم يبهتوا، و لم تحيرهم اهوال الحشر، وقيل معناه الثبات عند سؤال القبر۔ وعن البراء بن عازب ﷺ ان رسول الله ﷺ ذكر قبض روح المؤمن فقال "ثم يعاد روحه فى جسده فيأتيه ملكان فيجلسانه فى قبره و يقولان له۔ من ربك؟ وما دينك؟ ومن نبيك؟ فيقول۔ ربى الله و دينى الاسلام، ونبيى محمد۔ فينادى مناد من السماء ان صدق عبدى فذلك قوله۔ "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت"۔ (الكشاف لابى القاسم محمود بن عمر الزمخشرى الخوارزمى (۴۶۷-۵۳۸ھ) وفى الآية قول آخر وهو القول المشهور أن هذه الآية وردت فى سؤال الملكين فى القبر، وتلقين الله المؤمن كلمة الحق فى القبر عند السؤال و تثبيته اياه على الحق۔ وعن النبى أنه قال فى قوله "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا وفى الآخرة" قال "حين يقال له فى القبر من ربك وما دينك ومن نبيك فيقول ربى الله و دينى الاسلام و نبيى محمد و المراد من الباء فى قوله "بالقول الثابت" هو ان الله تعالى انما ثبتهم فى القبر بسبب مواظبتهم فى الحياة الدنيا على هذا القول، ولهذا الكلام تقرير عقلى وهو أنه كلما كانت المواظبة على الفعل اكثر كان رسوخ تلك الحالة فى العقل و القلب أقوى، فكلما كانت مواظبة العبد على ذكر لا اله الا الله وعلى التأمل فى حقائقها و دقائقها أكمل و أتم كان رسوخ هذه المعرفة فى عقله وقلبه بعد الموت أقوى و أكمل۔ قال ابن عباس۔ من داوم على الشهادة فى الحياة الدنيا يثبته الله عليها فى قبره و يلقنه اياها و انما فسر الآخرة ههنا بالقبر، لان الميت انقطع بالموت عن احكام الدنيا و دخل فى أحكام الآخرة وقوله "ويضل الله الظالمين" يعنى ان الكفار اذا سئلوا فى قبورهم قالوا۔ لاندرى و انما قال ذلك لان الله اضله وقوله "ويفعل ما يشاء" يعنى ان شاء هدى وان شاء اضل ولا اعتراض عليه فى فعله البتة۔ (التفسير الكبير للامام الفخر الرازى) "يثبت الله الذين آمنوا بالقول" اى بقول الاسلام (الثابت) بالحجج (فى الحيوة الدنيا) فلا يغلبون بحجة و يحفظون انفسهم و اولادهم و ازواجهم و اموالهم (وفى الآخرة) فلا يتلعثمون اذا سئلوا عن معتقدهم فى القبر ولا فى الموقف ولا تدهشهم اهوال القيامة۔ (تفسير القرآن المسمى تبصير الرحمن و تيسير المنان العلامة على بن احمد بن ابراهيم المهايمى المتوفى ۸۳۵ھ) قوله تعالى۔ "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت" كلمة التوحيد، وهى قوله۔ لا اله الا الله "فى الحيوة الدنيا" يعنى قبل الموت، "وفى الآخرة" يعنى فى القبر هذا قول اكثر المفسرين۔ وقيل۔ "فى الحيوة الدنيا" فى القبر عند السؤال "وفى الآخرة" عند البعث، والاول اصح، لما روى البراء بن عازب ان رسول الله ﷺ قال۔ "المسلم اذا سئل فى القبر يشهد ان لا اله الا الله، وان محمدا رسول الله ﷺ، فذلك قوله سبحانه "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحيوة الدنيا وفى الاخرة" (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) قال حین یقال لہ۔ من ربک ؟ وما دینک؟ ومن نبیک؟ فیقول۔ اللہ ربی، ودینی الاسلام، ونبیی محمد۔ والمشهور ان هذه الآیة وردت فی سؤال الملکین فی القبر، فیلقن اللہ المؤمن کلمة الحق فی القبر عند السؤال، و یثبته علی الحق۔ ومعنی "الثابت" هو ان اللہ تعالی انما یثبتهم فی القبر لمواظبتهم فی الحیاة الدنیا علی هذا القول۔ (اللباب فی علوم الکتاب تالیف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد ۸۸۰ هجریه) "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الذی ثبت بالحجة عندهم وتمکن فی قلوبهم "فی الحیوة الدنیا" فلا یزالون اذا فتنوا فی دینهم کزکریا و یحی علیہما السلام و جرجیس و شمعون والذین فتنهم اصحاب الاخدود۔ "وفی الآخرة فلا یتلعثمون اذا سئلوا عن معتقدهم فی الموقف، ولا تدهشهم اهوال یوم القیامة۔ وروی انه ذکر قبض روح المؤمن فقال۔ ثم تعاد روحه فی جسد فیاتیه ملکان فیجلسانه فی قبره یقولان له۔ من ربک؟ وما دینک؟ ومن نبیک؟ فیقول۔ ربی اللہ، ودینی الاسلام، ونبیی محمد، فینادی مناد من السماء ان صدق عبدی فذلک قوله۔ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت "ویضل اللہ الظالمین" الذین ظلموا انفسهم بالاقتصار علی التقلید فلا یهتدوا الی الحق ولا یثبتون فی مواقف الفتن۔ "ویفعل اللہ مایشاء" من تثبیت بعض و اضلال آخرین من غیر اعتراض علیه۔ (تفسیر البیضاوی لامام ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی) "یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا وفی الآخرة ویضل اللہ الظلمین ویفعل اللہ ما یشاء أخرج الطیالسی والبخاری ومسلم وأبو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجة وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویه، عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال۔ المسلم اذا سئل فی القبر، یشهد أن لا اله الا اللہ وأن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فذالک قوله سبحانه۔ "یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا وفی الآخرة" وأخرج ابن مردویه عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ فی قول اللہ۔ "یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا وفی الآخرة" قال۔ ذالک فی القبر، ان کان صالحا وفق، وان کان لا خیر فیه وجد أثلة۔ وأخرج الطیالسی وابن ابی شیبة فی المصنف وأحمد بن حنبل وهناد بن السری فی الزهد، وعبد بن حمید وأبو داؤد وابن جریر وأبن ابی حاتم وابن مردویه والحاکم صححه والبیهقی فی کتاب عذاب القبر، عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال۔ خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازة رجل من الانصار فانتهینا الی القبر ولما یلحد فجلس رسول وجلسنا حوله۔ وکأن علی رؤسنا الطیر۔ وفی یده عود اینکت به الأرض، فرفع رأسه فقال۔ استعیذوا باللہ من عذاب القبر۔ مرتین او ثلاثا۔ ثم قال۔ ان العبد المؤمن اذا کان فی انقطاع من الدنیا واقبال من الآخرة، نزل ألیه ملائکة من السماء بیض الوجوه، کأن وجوههم الشمس، معهم کفن من اکفان الجنة وحنوط من حنوط الجنة۔ حتی یجلسوا منه مد البصر۔ ثم یجیئ ملک الموت، ثم یجلس عند رأسه فیقول۔ ایتها النفس المطمئنة، اخرجی الی مغفرة من اللہ ورضوان۔ قال۔ فتخرج۔۔۔۔۔تسیل کما تسیل القطرة من فی السقاء، وان کنتم ترون غیر ذالک، فیأخذها، فاذا أخذها لم یدعوها فی یده طرفة عین، حتی یأخذوها فیجعلوها فی ذلک الکفن وفی ذلک الحنوط، ویخرج منها أطیب نفحة مسک وجدت علی وجه الأرض، فیصدون بها فلا یمرون علی ملأ من الملائکة الا قالوا۔ ما هذا الروح الطیب؟ فیقولون۔ فلان بن فلان۔ بأحسن اسمائه التی کانوا یسمونها فی الدنیا وحتی ینتهوا بها الی السماء الدنیا، فیستفتحون له فیفتح لهم، فیشیعه من کل سماء مقربوها الی السماء التی تلیها، حتی تنتهی به الی السماء السابعة، فیقول اللہ، اکتبوا کتاب عبدی فی علیین وأعیدوه الی الأرض، فانی منها خلقتهم وفیها أعیدهم ومنها أخرجهم تارة أخری۔ فتعاد روحه فی جسده، فیأتیه ملکان فیجلسانه، فیقولان له۔ من ربک؟ فیقول۔ ربی اللہ۔ فیقولان له۔ ما دینک؟ فیقول۔ دینی الاسلام۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) فیقولان له۔ ما هذا الرجل الذی بعث فیکم؟ فیقول۔ هو رسول الله ﷺ فیقولان له، وما علمک؟ فیقول۔ قرأت کتاب الله فآمنت به و صدقت۔ فینادی مناد من السماء ان صدق عبدی، فافرشوه من الجنة و ألبسوه من الجنة و افتحوا له بابا الی الجنة، فیأتیه من روحها و طیبها و یفسح له فی قبره مد بصره، و یأتیه رجل حسن الوجه حسن الثیاب طیب الریح، فیقول۔ ابشر بالذی یسرک ـــــ هذا یومک الذی کنت توعد۔ فیقول له۔ من أنت فوجهک الوجه یجیئ بالخیر۔ فیقول له۔ أنا عملک الصالح۔ فیقول۔ رب اقم الساعة ــــ رب أقم الساعة حتی أرجع الی اهلی و مالی۔ قال۔ و ان العبد الکافر اذا کان فی انقطاع من الدنیا و اقبال من الآخرة، نزل الیه من السماء ملائکة سوء الوجوه، معهم المسوح۔ فیجلسون منه مد البصر، ثم یجیئ ملک الموت حتی یجلس عند رأسه فیقول۔ ایتها النفس الخبیثة، اخرجی الی سخط من الله و غضب۔ فتفرق فی جسده، فینتزعها کما ینتزع السفود من الصوف المبلول، فیأخذها۔ فأذا اخذها لم یدعوها فی یده طرفة عین حتی یجعلوها فی تلک المسوح۔ ویخرج منها کأنتن ریح جیفة وجدت علی وجه الأرض۔ فیصعدون بها ـــــ فلا یمرون بها علی ملأ من الملائکة۔ الا قالوا۔ ما هذا الروح الخبیث؟ ـــــ فیقولون فلان بن فلان بأقبح اسمائه التی کان یسمی بها فی الدنیا۔ حتی ینتهی بها الی السماء الدنیا، فیستفتح فلا یفتح له۔ ثم قرأ رسول الله ﷺ "لا تفتح لهم ابواب السماء" (الحج آیة ۳۱) فیقول الله عز وجل اکتبوا کتابه فی سجین فی الارض السفلی۔ فتطرح روحه طرحا۔ ثم قرأ رسول الله ﷺ "ومن یشرک بالله فکانما خر من السماء فتخطفه الطیر أو تهوی به الریح فی مکان سحیق" (الحج آیة ۳۱) فتعاد روحه فی جسده ویأتیه ملکان، فیجلسانه فیقولان له۔ من ربک؟ فیقول۔ من ربک؟ هاه ـــــ هاه؟ اـــــ لا أدری۔ فیقولان له۔ ما دینک؟ فیقول۔ هاه ـــــ هاه؟ لا أدری۔ فیقولان له۔ ما هذا الرجل الذی بعث فیکم؟ فیقول۔ هاه ـــ هاه ـــ؟ لا ادری فینادی مناد من السماء، أن کذب عبدی، فافرشوه من النار و افتحوا له بابا الی النار فیأتیه من حرها و سمومها۔ ویضیق علیه قبره حتی تختلف فیه اضلاعه، و یأتیه رجل قبیح الوجه، قبیح الثیاب، منتن الریح، فیقول ابشر بالذی یسوئک ـــــ هذا یومک الذی کنت توعد فیقول، من انت؟ اـــــ فوجهک الوجه یجیئ بالشر، فیقول۔ أنا عملک الخبیث۔ فیقول رب لا تقم الساعة۔ وأخرج ابن ابی شیبة عن البراء بن عازب رضی الله عنه "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا" قال۔ التثبیت فی الحیاة الدنیا، اذا جاء الملکان الی الرجل و القبر فقالا له۔ من ربک؟ قال۔ ربی الله۔ قال۔ وما دینک؟ قال۔ دینی الاسلام۔ قالا۔ ومن نبیک؟ قال۔ نبی محمد فذلک التثبیت فی الحیاة الدنیا۔ وأخرج الطبرانی فی الأوسط و ابن مردویه، عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه۔ سمعت رسول الله ﷺ یقول فی هذه الآیة "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا" قال۔ "فی الآخرة" القبر۔ وأخرج ابن المنذر و الطبرانی و ابن مردویه، عن ابن عباس رضی الله عنه "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة قال۔ المخاطبة فی القبر۔ من ربک؟ وما دینک؟ و من نبیک؟ وأخرج ابن مردویه عن عائشة قالت۔ قال النبی فی قول الله "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة" قال۔ هذا فی القبر۔ وأخرج البیهقی فی عذاب القبر عن عائشة رضی الله عنها قالت۔ قال رسول الله بی یفتن اهل القبور و فیه نزلت "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت وأخرج البزار عن عائشة قالت۔ قلت یا رسول الله ﷺ تبتلی هذه الأمة فی قبورها، فکیف بی وأنا امرأة ضعیفة؟ قال۔ "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة" وأخرج ابن جریر و ابن مردویه، عن البراء بن عازب عن النبی قال، و ذکر قبض روح المؤمن۔ فیأتیه آت فیقول۔ من ربک؟ فیقول۔ الله۔ فیقول۔ وما دینک؟ فیقول۔ الاسلام۔ فیقول۔ ومن نبیک؟ فیقول محمد۔ ثم یسأل الثانیة فیقول مثل ذلک، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) ثم یسأل الثالثة و یؤخر أخذا شدیدا فیقول مثل ذلک۔ فذلک قول اللہ تعالیٰ۔ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت وأخرج ابن جریر و ابن أبی حاتم و البیهقی فی عذاب القبر، عن ابن عباس قال۔ ان المؤمن اذا حضر الموت، شهدته الملائکة فسلموا علیه و بشروه بالجنة، فاذا مات، مشی معه فی جنازته ثم صلوا علیه مع الناس، فاذا دفن، أجلس فی قبره فیقال له۔ من ربک؟ فیقول۔ ربی اللہ۔ فیقال له۔ من رسولک؟ فیقول۔ محمد۔ فیقال له۔ ما شهادتک؟ فیقول۔ أشهد أن لا اله الا اللہ و أشهد أن محمد رسول اللہ ﷺ۔ فذلک قوله۔ "یثبت اللہ الذین آمنوا ..... " الآیة۔ فیوسع له فی قبره مد بصره۔ و أما الکافر، فتنزل الملائکة فیبسطون ایدیهم۔ البسط هو الضرب۔ یضربون وجوههم و أدبارهم عند الموت، فاذا دخل قبره أقعد فقیل له من ربک فلم یرجع الیهم شیئا فذلک قوله۔ "و یضل اللہ الظالمین" وأخرج ابن جریر و الطبرانی و البیهقی فی عذاب القبر، عن ابن مسعود قال۔ ان المؤمن اذا مات أجلس فی قبره، فیقال له۔ من ربک، ما دینک و من نبیک؟ فیقول۔ ربی اللہ و دینی الاسلام، و نبیی محمد۔ فیوسع له فی قبره و یفرج له فیه۔ ثم قرأ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت ـــــ" الآیة۔ و ان الکافر اذا دخل قبره، أجلس فقیل له۔ من ربک، ما دینک، و من نبیک؟ فیقول لا أدری۔ فیضیق علیه قبره و یعذب فیه۔ ثم قرأ ابن مسعود "و من اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا" (طه، آیة ۱۲۴) و أخرج ابن ابی حاتم و ابن منده و الطبرانی فی الاوسط، عن ابی قتادة الأنصاری قال۔ ان المؤمن اذا مات أجلس فی قبره، فیقال له۔ من ربک؟ فیقول۔ اللہ۔ فیقال له من نبیک؟ فیقول۔ محمد بن عبد اللہ۔ فیقال له ذلک ثلاث مرات، ثم یفتح له باب الی النار فیقال له۔ انظر الی منزلتک لو زغت۔ ثم یفتح له باب الی الجنة فیقال له انظر الی منزلک فی الجنة ان ثبت۔ و اذا مات الکافر، اجلس فی قبره فیقال۔ من ربک؟ من نبیک؟ ـــ فیقول۔ لا ادری ـــ کنت اسمع الناس یقولون۔ فیقال له۔ لا دریت۔ ثم یفتح له باب الی الجنة فیقال له انظر الی منزلک لو ثبت، ثم یفتح له باب الی النار فیقال له۔ انظر الی منزلک اذ زغت۔ فذلک قوله۔ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا" قال۔ لا اله الا اللہ۔ "و فی الآخرة قال۔ المسألة فی القبر۔ و أخرج أحمد و ابن أبی الدنیا فی ذکر الموت، و ابن أبی عاصم فی السنة، و البزار و ابن جریر و ابن مردویه و البیهقی فی عذاب القبر بسند صحیح، عن ابی سعید الخدری قال۔ شهدت مع رسول اللہ ﷺ جنازة فقال۔ یا ایها الناس، أن هذه الأمة تبتلی فی قبورها فاذا الانسان دفن فتفرق عنه اصحابه، جاءه ملک فی یده مطراق فأقعده قال ما تقول فی هذا الرجل؟ فان کان مؤمنا قال۔ اشهد أن لا اله الا اللہ و أن محمد عبده و رسوله فیقول له۔ صدقت۔ ثم یفتح له باب الی النار فیقول له۔ هذا کان منزلک لو کفرت بربک، فأما اذا امنت فهذا منزلک۔ فیفتح له باب الی الجنة، فیرید أن ینهض الیه فیقول له۔ اسکن۔ و یفتح له فی قبره۔ و ان کان کافرا او منافقا، قیل له۔ ما تقول فی هذا الرجل؟ فیقول۔ لا ادری ـــ سمعت الناس یقولون شیئا۔ فیقول لا دریت و لا تلیت و لا اهتدیت۔ ثم یفتح له باب الی الجنة فیقول۔ هذا منزلک لو آمنت بربک۔ فأما اذ کفرت به، فان اللہ أبدلک منه هذا، و یفتح له باب الی النار، ثم یقمعه مقمعة بالمطراق یسمعها خلق اللہ کلها غیر الثقلین۔ فقال بعض القوم۔ یا رسول اللہ ﷺ ما أحد یقوم علیه ملک فی یده مطراق الا هبل عند ذلک۔ فقال رسول اللہ ﷺ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت و أخرج الطبرانی فی الأوسط و ابن مردویه، عن ابی هریرة قال۔ شهدنا جنازة مع رسول اللہ ﷺ فلما فرغ من دفنها و انصرف الناس قال۔ انه الآن یسمع خفق نعالکم، أتاه منکر و نکیر ـــ عیناهما مثل قدور النحاس، أنیابهما مثل صیاصی البقر، و أصواتهما مثل الرعد، فیجلسانه فیسألانه ما کان یعبد، و من نبیه، فان کان ممن یعبد اللہ، قال۔ کنت أعبد اللہ، و نبیی محمد ـــ جاءنا بالبینات و الهدی فآمنا به و اتبعناه فذلک، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) قولہ۔ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا و فی الآخرۃ" فیقال لہ۔ علی الیقین حییت و علیہ مت و علیہ تبعث۔ ثم یفتح لہ باب الی الجنۃ و یوسع لہ فی حفرتہ۔ و ان کان من اھل الشک، قال لا أدری۔۔۔ سمعت الناس یقولون شیئا فقلتہ۔ فیقال لہ۔ علی الشک حییت و علیہ مت و علیہ تبعث۔ ثم یفتح لہ باب الی النار و یسلط علیہ عقارب و تنانین، لو نفخ أحدھم فی الدنیا ما أنبت شیئا تنھشہ، و تؤمر الأرض فتضم علیہ حتی تختلف أضلاعہ۔ و أخرج ابن ابی شیبۃ و ھناد فی الزھد، و ابن جریر و ابن المنذر و ابن حبان و الطبرانی فی الاوسط، و الحاکم و ابن مردویہ و البیھقی، عن ابی ھریرۃ قال۔ قال رسول اللہ ﷺ۔ و الذی نفسی بیدہ، ان المیت اذا وضع فی قبرہ، انہ لیسمع خفق نعالھم حین یولون عنہ فاذا کان مؤمنا، کانت الصلاۃ عند رأسہ و الزکاۃ عن یمینہ و الصوم عن شمالہ۔ و فعل الخیرات و المعروف و الاحسان الی الناس من قبل رجلیہ۔ فیؤتی من قبل رأسہ، فیقول الصلاۃ۔ لیس قبلی مدخل۔ فیؤتی عن یمینہ، فتقول الزکاۃ۔ لیس قبلی مدخل۔ و یؤتی من قبل شمالہ، فیقول الصوم۔ لیس قبلی مدخل۔ ثم یؤتی من قبل رجلیہ، فیقول فعل الخیرات و المعروف و الاحسان الی الناس۔ لیس قبلی مدخل۔ فیقال لہ۔ اجلس۔ فیجلس و قد مثلت لہ الشمس قد قربت للغروب، فیقال۔ أخبرنا عما نسألک، فیقول دعنی حتی أصلی۔ فیقال۔ انک ستفعل، فأخبرنا عما نسألک، فیقول۔ عم تسألونی؟ فیقال فی ھذا الرجل الذی کان فیکم؟ یعنی النبی۔ فیقول اشھد أنہ رسول اللہ ﷺ جاء نا بالبینات من عند ربنا فصدقنا و اتبعنا۔ فیقال لہ۔ صدقت۔ علی ھذا حییت و علی ھذا مت و علیہ تبعث ان شاء اللہ و یفسح لہ فی قبرہ مد بصرہ۔ فذلک قول اللہ۔ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا و فی الآخرۃ" و یقال۔ افتحوا لہ بابا الی النار، فیقال۔ ھذا کان منزلک لو عصیت اللہ۔ فیزداد غبطۃ و سرورا، فیعاد الجسد الی ما بدا منہ من التراب و یجعل روحہ فی النسیم الطیب، و ھی طیر خضر تعلق فی شجر فی الجنۃ۔ و أما الکافر، فیؤتی فی قبرہ من قبل رأسہ، فلا یوجد شیء۔ فیؤتی من قبل رجلیہ، فلا یوجد شیء۔ فیجلس خائفا مرعوبا۔ فیقال لہ۔ ما تقول فی ھذا الرجل الذی کان فیکم و ما تشھد بہ؟ فلا یھتدی لاسمہ۔ فیقال۔ محمد۔ فیقول سمعت الناس یقولون شیئا فقلت کما قالوا۔ فیقال لہ۔ صدقت۔ علی ھذا حییت و علیہ مت و علیہ تبعث ان شاء اللہ و یضیق علیہ قبرہ حتی تختلف أضلاعہ۔ فذلک قولہ تعالی۔ "و من اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا" (طہ۔ ۱۲۴) فیقال۔ افتحوا لہ بابا الی الجنۃ۔ فیفتح لہ باب الی الجنۃ۔ فیقال ھذا منزلک و ما اعد اللہ لک لو کنت أطعتہ، فیزداد حسرۃ و ثبورا۔ ثم یقال۔ افتحوا لہ بابا الی النار فیفتح لہ باب الیھا فیقال لہ۔ ھذا منزلک و ما أعد اللہ لک۔ فیزداد حسرۃ و ثبورا۔ و أخرج ابن جریر و ابن مردویہ، عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال۔ تلا رسول اللہ ﷺ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا و فی الآخرۃ" قال۔ ذاک اذا قیل فی القبر۔ من ربک، و ما دینک؟ فیقول ربی اللہ، و دینی الاسلام، و نبیی محمد جاء نا بالبینات و الھدی من اللہ فآمنت بہ و صدقت۔ فیقال لہ۔ صدقت، علی ھذا عشت و علیہ مت و علیہ تبعث۔ و أخرج ابن جریر عن طاؤس فی قولہ۔ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا و فی الآخرۃ" الآیۃ۔ ھی فتنۃ القبر۔ و أخرج ابن أبی شیبۃ و ابن جریر عن المسیب بن رافع رضی اللہ عنہ فی قولہ۔ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا" الآیۃ۔ قال۔ نزلت فی صاحب القبر۔ و أخرج ابن جریر عن ابن زید رضی اللہ عنہ فی الآیۃ قال۔ نزلت فی المیت الذی یسأل فی قبرہ عن النبی۔ و أخرج ابن جریر عن مجاھد "یثبت اللہ الذین آمنوا۔۔۔۔۔۔" الآیۃ۔ قال ھذا فی القبر و مخاطبتہ۔ و أخرج ابن جریر و عبد الرزاق و ابن المنذر و ابن ابی حاتم، عن طاوس رضی اللہ عنہ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا" قال۔ لا الہ الا اللہ "و فی الآخرۃ" قال المسألۃ فی القبر۔ و أخرج عبد بن حمید و ابن المنذر و ابن أبی حاتم، عن قتادۃ رضی اللہ عنہ فی قولہ۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ" قال۔ أما الحیاۃ الدنیا، فیثبتھم بالخیر والعمل الصالح۔ وأما قولہ۔"وفی الآخرۃ" ففی القبر و أخرج ابن مردویہ عن أنس ﷺ، عن النبی فی قولہ تعالی۔"یثبت اللہ الذین آمنوا" قال۔ ھو المؤمن فی قبرہ، عند محنتہ یأتیہ ممتحناہ فیقولان۔ من ربک و ما دینک و من نبیک؟۔ فیقول۔ اللہ ربی و دینی الاسلام۔ فیقولان۔ ثبتک اللہ لما یحب و یرضی۔ و یفسحان لہ فی قبرہ مد البصر، و یفتحان لہ بابا الی الجنۃ و یقولان۔ نم قریر العین نومۃ الشاب النائم الآمن فی خیر مقیل۔ وفیہ نزلت"اصحاب الجنۃ یومئذ خیر مستقرا و أحسن مقیلا" (الفرقان۔ ۲۴) و أما الکافر، فانھما یقولان۔ من ربک، وما دینک، ومن نبیک، فیقول۔ لا ادری۔۔ فیقولان۔ لا دریت و لا اھتدیت، فیضربانہ بسوط من النار یذعر لھا کل دابۃ ما خلا الجن و الانس۔ ثم یفتحان لہ بابا الی النار و یضیق علیہ قبرہ حتی یخرج دماغہ من بین اظفارہ و لحمہ۔ و أخرج ابن مردویہ عن أنس ﷺ قال۔ رسول اللہ ﷺ۔ اذا وضع المیت فی قبرہ، جاءہ ملکان فسألہ فقالا۔ کیف تقول فی ھذا الرجل الذی کان بین أظھرکم الذی یقال لہ محمد؟ فلقنہ اللہ الثبات، و ثبات القبر خمس۔ أن یقول العبد۔ ربی اللہ و دینی الاسلام۔ و نبیی محمد، أشھد أن لا الہ الا اللہ، و أشھد ان محمد عبدہ و رسولہ ثم قال لہ۔ اسکت، فانک عشت مؤمنا و مت مؤمنا و تبعث مؤمنا، ثم أریاہ منزلہ من الجنۃ یتلألأ بنور عرش الرحمن، و أخرج البخاری و مسلم و أبو داؤد و النسائی و ابن مردویہ من طریق قتادۃ ﷺ عن انس ﷺ قال۔ قال رسول اللہ ﷺ ۔ ان العبد اذا وضع فی قبرہ و تولی عنہ أصحابہ۔ انہ لیسمع قرع نعالھم، یأتیہ ملکان فیقعدانہ فیقولان لہ۔ ما کنت تقول فی ھذا الرجل؟ زاد ابن مردویہ۔ الذی کان بین اظھرکم الذی یقال لہ محمد؟ قال فأما المؤمن فیقول۔ أشھد أنہ عبد اللہ و رسولہ۔ فیقال لہ۔ انظر الی مقعدک من النار، قد أبدلک اللہ بہ مقعدا من الجنۃ، فان النبی۔ فیراھما جمیعا قال قتادۃ ﷺ۔ و ذکر لنا أنہ یفسح لہ فی قبرہ سبعون ذراعا و یملأ علیہ خضرا۔ و أما المنافق و الکافر، فیقال لہ ما کنت تقول فی ھذا الرجل؟ فیقول۔ لا ادری کنت أقول کما یقول الناس، فیقال لہ لا دریت و لا تلیت۔ و یضرب بمطراق من حدید ضربۃ، فیصیح صیحۃ یسمعھا من یلیہ الا الثقلین و أخرج أحمد و أبو داؤد و أبن مردویہ و البیھقی فی عذاب القبر، عن أنس ﷺ قال۔ قال رسول اللہ ﷺ۔ ان ھذہ الامۃ تبتلی فی قبورھا، و ان المؤمن اذا وضع فی قبرہ أتاہ الملک فسألہ۔ ما کنت تعبد؟ فان اللہ ھداہ قال۔ کنت أعبد اللہ۔ فیقال لہ۔ ما کنت تقول فی ھذا الرجل؟ فیقول ھو عبد اللہ و رسولہ۔ فما یسأل عن شیء بعدھا، فینطلق الی بیت کان لہ فی النار فیقال لہ۔ ھذا بیتک کان لک فی النار، و لکن اللہ عصمک و رحمک فأبدلک بیتا فی الجنۃ، فیقول۔ دعونی حتی أذھب فأبشر أھلی۔۔۔ فیقال لہ۔ اسکن۔ و أن الکافر اذا وضع فی قبرہ، أتاہ ملک فینتھرہ فیقول لہ۔ ما کنت تعبد؟ فیقول۔ لا ادری۔ فیقول لہ۔ ما کنت تقول فی ھذا الرجل؟ فیقول۔ کنت اقول ما یقول الناس۔ فیضربونہ بمطراق من حدید بین أذنیہ، فیصیح صیحۃ یسمعھا الخلق الا الثقلین۔ و أخرج أحمد و ابن ابی الدنیا و الطبرانی فی الاوسط، و البیھقی من طریق ابن الزبیر ﷺ أنہ سال جابر بن عبد اللہ ﷺ عن فتانی القبر، فقال۔ سمعت رسول اللہ ﷺ یقول۔ أن ھذہ الامۃ تبتلی فی قبورھا، فاذا أدخل المؤمن قبرہ و تولی عنہ اصحابہ، جائہ ملک شدید الانتھار فیقول لہ۔ ما کنت تقول فی ھذا الرجل؟ فیقول المؤمن۔ أقول انہ رسول اللہ ﷺ و عبدہ، فیقول لہ الملک۔ انظر الی مقعدک الذی کان من النار، قد أنجاک اللہ منہ و أبدلک بمقعدک الذی تری من النار مقعدک الذی تری من الجنۃ فیراھما کلیھما، فیقول المؤمن۔ دعونی ابشر أھلی۔ فیقال لہ۔ اسکن۔ و أما المنافق۔ فیقعد اذا تولی عنہ أھلہ، فیقال لہ۔ ما کنت تقول فی ھذا الرجل؟ فیقول لا ادری۔۔۔۔ اقول ما یقول الناس۔ فیقال لہ۔ لا دریت۔۔۔۔ ھذا مقعدک الذی کان لک من الجنۃ، قد أبدلک اللہ مکانہ مقعدک من النار۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) قال جابر ﷺ۔ سمعت رسول اللہ ﷺ یقول۔ یبعث کل عبد فی القبر علی ما مات، المؤمن علی ایمانہ، والمنافق علی نفاقہ۔ وأخرج ابن ابی عاصم فی السنة وأبن مردویہ والبیہقی من طریق أبی سفیان، عن جابر ﷺ قال۔ قال رسول اللہ ﷺ اذا وضع المؤمن فی قبرہ، أتاہ ملکان فانتھراہ فقام یھب کما یھب النائم، فیقال لہ۔ من ربک؟ فیقول۔ اللہ ربی والاسلام دینی و محمد نبیی فینادی مناد، ان صدق عبدی فأفرشوہ من الجنة والبسوہ من الجنة فیقول۔ دعونی اخبر اھلی۔ فیقال لہ۔ اسکن۔ و أخرج البیہقی فی کتاب عذاب القبر، عن ابن عباس قال۔ قال رسول اللہ ﷺ کیف أنت یا عمر اذا انتھی بک الی الأرض، فحفر لک ثلاثة اذرع و شبر فی ذراع و شبر، ثم اتاک منکر و نکیر أسودان یجران شعرھما، کان اصواتھما الرعد القاصف، و کأن أعینھما البرق الخاطف، یحفران الأرض یأتیا بھما فاجلساک فزعا فتلتلاک و توھلاک؟؟؟۔۔۔۔۔ فقال۔ یا رسول اللہ ﷺ و أنا یومئذ علی ما أنا علیہ؟ قال۔ نعم۔ قال۔ اکفیکھما باذن اللہ یا رسول اللہ ﷺ۔ و أخرج البیہقی عن ابن عباس رضی اللہ عنھما، عن النبی قال۔ ان المیت لیسمع خفق نعالھم حین یولون، ثم یجلس فیقال لہ۔ من ربک؟ فیقول اللہ ربی۔ ثم یقال لہ۔ ما دینک؟ فیقول۔ الاسلام۔ ثم یقال لہ من نبیک؟ فیقول۔ محمد۔ فیقال وما علمک؟ فیقول۔ عرفتہ و آمنت بہ و صدقت بما جاء بہ من الکتاب۔ ثم یفسح لہ فی قبرہ مد البصر، و یجعل روحہ مع أرواح المؤمنین۔ و أخرج الطبرانی فی الأوسط عن ابن عباس ﷺ قال۔ اسم الملکین اللذین یأتیان فی القبر، منکر و نکیر۔ و أخرج أحمد و ابن أبی الدنیا والطبرانی والآجری فی الشریعة و ابن عدی، عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنھما۔ أن رسول اللہ ﷺ ذکر فتانی القبر، فقال عمر ﷺ۔ أترد الینا عقولنا یا رسول اللہ ﷺ فقال رسول اللہ ﷺ۔ نعم، کھیئتکم الیوم فقال عمر بفیہ الحجر۔ و أخرج ابن أبی داؤد فی البعث والحاکم فی التاریخ والبیہقی فی عذاب القبر، عن عمر بن الخطاب ﷺ قال۔ قال لی رسول اللہ ﷺ۔ کیف أنت اذا کنت فی اربعة أذرع فی ذراعین، و رأیت منکر و نکیر؟ قلت۔ یا رسول اللہ ﷺ وما منکر ونکیر؟۔۔۔۔۔ قال۔ فتانا القبر، یبحثان الأرض یأتیا بھما، و یطآن فی أشعارھما أصواتھما کالرعد القاصف، و أبصارھما کالبرق الخاطف۔۔۔۔۔ معھما مرزبة لو أجتمع علیھما أھل منی لم یطیقوا رفعھا، ھی أیسر علیھما من عصای ھذہ، فامتحناک، فان تعاییت أو تلویت، ضرباک ضربة تصیر بھا رمادا۔ قلت یا رسول، و أنا علی حالی ھذہ؟ قال۔ نعم۔ قلت۔ اذا أکفیکھما۔ و أخرج الترمذی و حسنہ و ابن أبی الدنیا و ابن أبی عاصم والآجری والبیہقی؟ عن أبی ھریرة ﷺ قال۔ قال رسول اللہ ﷺ۔ أذا قبر المیت، أتاہ ملکان أسودان أزرقان، یقال لأحدھما منکر، والأخر نکیر۔ فیقولان۔ ما کنت تقول فی ھذا الرجل؟ فیقول ما کان یقول۔ ھو عبداللہ و رسولہ۔ أشھد أن لا الہ الا اللہ و أن محمدا عبدہ و رسولہ۔ فیقولان۔ قد کنا نعلم أنک تقول ھذا۔ ثم یفسح لہ فی قبرہ سبعون ذراعا فی سبعین، ثم ینور لہ فیہ، فیقال لہ۔ نم۔ فیقول۔ أرجع الی أھلی فأخبرھم۔ فیقولون۔ نم کنومة العروس الذی لا یوقظہ الا أحب أھلہ الیہ، حتی یبعثہ اللہ من مضجعہ ذالک فان کان منافقا قال۔ سمعت الناس یقولون فقلت مثلہ، لا أدری۔ فیقولون۔ قد کنا نعلم، أنک کنت تقول ذلک۔ فیقال للأرض۔ التئمی علیہ، فتختلف أضلاعہ فلا یزال فیھا معذبا حتی یبعثہ اللہ من مضجعہ ذلک۔ و أخرج ابن أبی الدنیا عن أبی ھریرة ﷺ قال۔ قال رسول اللہ ﷺ لعمر ﷺ۔ کیف أنت اذا رأیت منکرا و نکیرا؟ قال۔ وما منکر ونکیر؟ قال۔ فتانا القبر، اصواتھما کالرعد القاصف، و ابصارھما کالبرق الخاطف، یطآن فی اشعارھما و یحفران بأنیابھما۔۔۔ معھما عصا من حدید، لو اجتمع علیھا أھل منی لم یقلوھا۔ وأخرج البخاری عن أسماء بنت ابی بکر ﷺ، أنھا سمعت رسول اللہ ﷺ یقول۔ أنہ قد اوحی الی انکم تفتنون فی القبور۔ فیقال ما علمکم بھذا الرجل؟ فأما المؤمن أو الموقن، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) فیقول۔ هو محمد رسول الله ﷺ جائنا بالبینات و الهدى فأجبنا و اتبعنا۔ فیقال له۔ قد علمنا ان کنت لمؤمنا، ثم صالحا۔ و أما المنافق أو المرتاب، فیقول لا أدری۔ سمعت الناس یقولون شیئا فقلت۔ و أخرج أحمد عن أسماء رضی الله عنها، عن النبی قال۔ أذا أدخل الانسان قبره، فان کان مؤمنا أحف به عمله، الصلاة و الصیام۔ فیأتیه الملک من نحو الصلاة فترده، و من نحو الصیام فیرده فینادیه۔ اجلس۔ فیجلس، فیقول له۔ ما تقول فی هذا الرجل؟۔ یعنی النبی۔ قال من؟ قال محمد، قال أشهد أنه رسول الله۔ فیقول۔ و ما یدریک أدرکته؟ قال۔ أشهد أنه رسول الله۔ فیقول۔ علی ذلک عشت و علیه مت و علیه تبعث۔ و ان کان فاجرا أو کافرا، جاءه الملک و لیس بینه و بینه شئ یرده۔ فأجلسه و قال۔ ما تقول فی هذا الرجل؟ قال۔ أی رجل؟ قال۔ محمد فیقول۔ فیقول۔ و الله ما أدری۔۔ سمعت الناس یقولون شیئا فقلته۔ فیقول له الملک۔ علی ذالک عشت و علیه مت و علیه تبعث۔ و یسلط علیه دابة فی قبره معها سوط ثمرته جمرة مثل عرف البعیر، یضربه ما شاء الله۔ لا تسمع صوته فترحمه۔ و أخرج أحمد و البیهقی عن عائشة رضی الله عنها قال۔ جاءت یهودیة فاستطعمت علی بابی۔ فقالت۔ أطعمونی، أعاذکم الله من فتنة الدجال و من فتنة عذاب القبر، فلم أزل أحبسها حتی أتی رسول الله۔ فقلت۔ یا رسول الله، ما تقول هذه الیهودیة؟ قال۔ و ما تقول؟ قلت۔ تقول أعاذکم الله من فتنة الدجال، و من فتنة عذاب القبر۔ فقام رسول الله ﷺ فرفع یدیه مدا یستعیذ بالله من فتنة الدجال و من فتنة عذاب القبر، ثم قال۔ أما فتنة الدجال، فانه لم یکن نبی الا قد حذر أمته، و سأحذرکموه بحدیث لم یحدثه نبی أمته، انه أعور و الله لیس بأعور، مکتوب بین عینیه کافر، یقرؤه کل مؤمن۔ و أما فتنة القبر، فبی تفتنون و عنی تسألون۔ فاذا کان الرجل الصالح أجلس فی قبره غیر فزع و لا مشغوف، ثم یقال له۔ فیم کنت؟ فیقول۔ فی الاسلام، فیقال۔ ما هذا الرجل الذی کان فیکم؟ فیقول۔ محمد رسول الله۔ جاءنا بالبینات من عند الله فصدقناه، فیفرج له فرجة قبل النار فینظر الیها یحطم بعضها بعضا، فیقال له۔ انظر الی ما وقاک الله۔ ثم یفرج له فرجة الی الجنة فینظر الی زهرتها و ما فیها، فیقال۔ هذا مقعدک منها۔ و یقال۔ علی الیقین کنت و علیه مت و علیه تبعث ان شاء الله۔ و اذا کان الرجل السوء، جلس فی قبره فزعا مشعوفا، فیقال له۔ فیم کنت؟ فیقول۔ لا أدری۔ فیقال۔ ما هذا الرجل الذی کان فیکم؟ فیقول۔ سمعت الناس یقولون قولا فقلت کما قالوا، فیفرج له فرجة قبل الجنة، فینظر الی زهرتها و ما فیها، فیقال۔ انظر الی ما صرف الله عنک، ثم یفرج له فرجة قبل النار فینظر الیها یحطم بعضها بعضا، و یقال۔ هذا مقعدک منها علی الشک کنت و علیه مت و علیه تبعث ان شاء الله۔ و أخرج أحمد فی الزهد و أبو نعیم فی الحلیة، عن طاوس رحمه الله قال۔ ان الموتی یفتنون فی قبورهم سبعا، فکانوا یستحبون أن یطعم عنهم تلک الأیام۔ و أخرج ابن جریر فی مصنفه، عن الحارث بن أبی الحرث، عن عبید بن عمیر قال یفتن رجلان۔ مؤمن و منافق، فأما المؤمن، فیفتن سبعا۔ و أما المنافق، فیفتن أربعین صباحا۔ و أخرج ابن شاهین فی السنة، عن راشد بن سعد رحمه الله قال۔ کان النبی یقول۔ تعلموا حجتکم فانکم مسؤلون، حتی انه کان أهل البیت من الأنصار یحضر الرجل منهم الموت فیصونه، و الغلام اذا عقل فیقولون له۔ اذا سألوک۔ من ربک؟ فقل۔ الله ربی۔ و ما دینک؟ فقل الاسلام دینی۔ و من نبیک؟ فقل محمد رسول الله۔ و أخرج أبو نعیم عن أنس رضی الله عنه۔ أن رسول الله ﷺ وقف علی قبر رجل من أصحابه حین فرغ منه فقال له۔ انا لله و انا الیه راجعون اللهم نزل بک و أنت خیر منزول به، جاف الأرض عن جنبیه، و افتح أبواب السماء لروحه، و اقبله منک بقبول حسن، و ثبت عند المسائل منطقه۔ و أخرج أبو داؤد و الحاکم و البیهقی، عن عثمان بن عفان رضی الله عنه قال۔ مر رسول الله ﷺ بجنازة عند قبره، و صاحبه یدفن فقال۔ استغفروا لأخیکم و اسألوا له التثبیت، فانه الآن یسأل۔ و أخرج سعید بن منصور، عن ابن مسعود رضی الله عنه قال کان رسول الله ﷺ یقوم علی القبر بعد ما یسوی علیه، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) فیقول اللهم نزل بک صاحبنا و خلف الدنیا خلف ظهره، اللهم ثبت عند المسألة منطقه و لا تبتله فی قبره بما لا طاقة به۔ و أخرج الطبرانی و ابن منده، عن أبی أمامة رضی الله عنه، عن رسول الله ﷺ قال۔ اذا مات أحد من اخوانکم فسویتم التراب علیه، فلیقم أحدکم علی رأس قبره ثم لیقل۔ یا فلان بن فلانة، فانه یسمعه و لا یجیب، ثم یقول، یا فلان بن فلانة فانه یستوی قاعدا، ثم یقول۔ یا فلان بن فلانة، فانه یقول، ارشدنا رحمک الله، و لکن لا یشعرون، فلیقل۔ اذکر ما خرجت علیه من الدنیا شهادة أن لا اله الا الله و أن محمدا عبده و رسوله، رضیت بالله ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا، و بالقرآن اماما۔ فان منکرا و نکیرا یأخذ کل واحد منهما بید صاحبه و یقول۔ انطلق بنا ما یقعدنا عند من لقن حجته، فیکون حجیجه دونهما۔ قال رجل۔ یا رسول الله، فان لم یعرف أمه قال۔ ینسبه الی حواء، یا فلان ابن حواء۔ و أخرج ابن منده عن ابی أمامة ﷺ قال۔ اذا مت فدفنتمونی، فلیقم انسان عند رأسی فلیقل۔ یا صدی بن عجلان، اذکر ما کنت علیه فی الدنیا، شهادة أن لا اله الا الله و أن محمدا رسول الله۔ و أخرج سعید بن منصور عن راشد بن سعد و ضمرة بن حبیب و حکیم بن عمیر، قالوا۔ اذا سوی علی المیت قبره و انصرف الناس عنه۔ کان یستحب أن یقال للمیت عند قبره۔ یا فلان، قل لا اله الا الله ثلاث مرات یا فلان، قل ربی الله و دینی الاسلام و نبیی محمد، ثم ینصرف۔ و أخرج الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول، عن عمرو بن مرة ﷺ قال۔ کانوا یستحبون اذا وضع المیت فی اللحد أن یقال۔ اللهم أعذه من الشیطان الرجیم۔ و أخرج الحکیم الترمذی، عن سفیان الثوری رضی الله عنه قال۔ اذا سئل المیت من ربک، ترایا له الشیطان فی صورة، فیشیر الی نفسه أنی أنا ربک۔ و أخرج النسائی عن راشد بن سعد ﷺ أن رجلا قال۔ یا رسول الله، ما بال المؤمنین یفتنون فی قبورهم الا الشهید؟ فقال۔ کفی ببارقة السیوف علی رأسه فتنة۔ و أخرج ابن مردویه، عن أنس ﷺ قال۔ خدم رسول الله ﷺ رجل من الاشعریین سبع حجج، فقال۔ ان لهذا علینا حقا، ادعوه فلیرفع الینا حاجته، فدعوه فقال له رسول الله ﷺ۔ ارفع الینا حاجتک، فقال۔ یا رسول الله، دعنی حتی أصبح فأستخیر الله۔ فلما اصبح، دعاه فقال۔ یا رسول الله، أسألک الشفاعة یوم القیامة۔ فقال رسول الله ﷺ "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة" قال۔ فاعنی علی نفسک بکثرة السجود۔ و أخرج ابن ابی شیبة و ابن منذر، عن میمون بن أبی شبیب ﷺ قال۔ أردت الجمعة فی زمان الحجاج، فتهیات للذهاب و قلت۔ أین أذهب أصلی؟ خلف هذا؟ فقلت مرة أذهب و مرة لا أذهب، فنادانی مناد من جهة البیت "یا أیها الذین آمنوا اذا نودی للصلاة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله (الجمعة، آیة ۹) قال۔ و جلست مرة أکتب کتابا، فعرض لی شیء ان أنا کتبته زین کتابی و کنت قد کذبت، و ان أنا ترکته کان فی کتابی بعض القبح و کنت قد صدقت۔ فقلت۔ مرة اکتبه، و قلت۔ مرة لا أکتبه۔ فأجمع رأیی علی ترکه فترکته، فنادانی مناد من جانب البیت "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة" الآیة۔ (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للامام الحافظ جلال الدین السیوطی رحمه الله (ت ۹۱۱ ھ) "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة و یضل الله الظالمین و یفعل الله ما یشاء" یخبر تعالی انه یثبت عباده المؤمنین، ای۔ الذین قاموا بما علیهم من ایمان القلب التام، الذی یستلزم اعمال الجوارح و یثمرها، فیثبتهم الله فی الحیاة الدنیا، عند ورود الشبهات بالهدایة الی الیقین، و عند عروض الشهوات بالارادة الجازمة، علی تقدیم ما یحبه الله علی هوی النفس و مراداتها و فی الآخرة عند الموت بالثبات علی الدین الاسلامی، و الخاتمة الحسنة، و فی القبر عند سؤال الملکین، للجواب الصحیح، اذا قیل للمیت "من ربک؟ و ما دینک؟ و من نبیک؟ هداهم للجواب الصحیح، بان یقول المؤمن۔ "الله ربی، و الاسلام دینی، و محمد نبیی"۔ "و یضل الله الظالمین" عن الصواب فی الدنیا و الآخرة، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) وما ظلمهم الله ولكنهم ظلموا انفسهم، وفي هذه الآية دلالة على فتنة القبر وعذابه، ونعيمه، كما تواترت بذلك النصوص عن النبي في الفتنة وصفتها، ونعيم القبر وعذابه۔ (تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان للعلامة الشيخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی ۱۳۰۷۔ ۱۳۷۶ھ رحمہ اللہ) واذا سمعت حديث البخاري ومسلم" ان العبد اذا وضع في قبره وتولى عنه اصحابه وانه يسمع قرع نعالهم اذا انصرفوا اتاه ملكان فيقعدانه فيقولان له ما كنت تقول في هذا الرجل (يعني محمداً فاما المؤمن فيقول۔ أشهد انه عبدالله ورسوله، فيقال له انظر الى مقعدك من النار ابدلك الله به مقعدا من الجنة قال النبي فيراهما جميعا۔ واما المنافق او الكافر فيقول لا ادرى كنت اقول ما يقول الناس فيقال له لا دريت الحديث۔ ثم يضرب بمطرقة من حديد ضربة بين اذنيه فيصيح صيحة يسمعها من يليه الا الثقلين" لفظ البخاری۔ وهناك روايات اخرى تزيد على هذا المسلم وابی داؤد والترمذی فاذا سمعتها فاعلم ان ذلك العذاب على الجهل المطلق لانه اذا لم يصدق اصل الدين فكيف يدرس عوالم الارض والسماء التي امر بها الدين، وتأمل في الحديث كيف عبر بان الضربة بين اذنيه كانه يقول له هلا سمعت سماع تفهم وهلا عقلت اما السماع فبالاذنين، واما الفهم فبالعقل الذي هو بين الاذنين، واعلم ان هذه الضربة التي تصيب الجاهل في قبره يحس ببعضها في حياته فان الامم الجاهلة المتفرقة الكلمة يصيبها العذاب في الدنيا باغتصاب بلادهم و ذهاب مجدهم و ضياع شرفهم۔ (الجواهر في تفسير القرآن الكريم للشيخ طنطاوی جوهری) "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا" اي يثبتهم على كلمة التوحيد "لا اله الا الله وعلى الايمان في هذه الحياة فلا يزيغون ولا يفتنون" "وفي الآخرة" اي عند سؤال الملكين في القبر كما في الحديث الشريف۔ "المسلم اذا سئل في القبر شهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله فذلك قوله تعالى۔ "يثبت الله الذين آمنوا۔۔۔" الآية۔ "ويضل الله الظلمين" اي لا يهديهم في الحياة ولا عند سؤال الملكين وقت الممات۔ (صفوة التفاسير للعلامة محمد على الصابونی) وقوله۔ (في الحياة الدنيا) يعني۔ قبل الموت۔ وقوله (وفي الآخرة) اي۔ في القبر، وعليه اكثر اهل التفسير، وقد ثبت ذلك عن النبي برواية البراء بن عازب، وهو قول عبدالله بن مسعود، وعبدالله بن عباس، وجماعة من الصحابة۔ واعلم ان سوال القبر ثابت في السنة، والايمان به واجب، وقد وردت فيه الاخبار الكثيرة، روى ابو سعيد الخدری۔ "ان النبي كان في جنازة، فذكر لاصحابه أنه يدخل على الرجل في قبره ملكان ويسألانه، فيقولان۔ من ربك؟ وما دينك؟ ومن نبيك؟ قال۔ فأما المؤمن فيقول۔ ربي الله، وديني الاسلام، ونبي محمد۔ فيفتح له باب الى النار، فيقال له۔ هذا كان مكانك لو قلت غير هذا، ثم يفتح له باب الى الجنة، ويفسح له في قبره مد البصر۔ وأما الكافر فيقول الملكان له۔ من ربك؟ وما دينك؟ ومن نبيك؟ فيقول۔ لا ادرى، فيقولان۔ لا دريت ولا تليت، ثم يفتح له باب الى الجنة، فيقولان۔ هذا مكانك لو اجبت، ثم يفتح له باب الى النار، ويضيق عليه القبر حتى تختلف اضلاعه، ويضربانه بمطرقة من نار فيصيح صيحة يسمعها كل الخلائق الا الثقلين"۔ وفي بعض الاخبار۔ "أن النبي قال۔ لو نجا احد من عذاب القبر لنجا سعد بن معاذ، ولقد ضمه القبر ضمة أو ضمتين"۔ وروى أن النبي قال لعمر۔ "كيف بك اذا اتاك ملكان ۔۔۔۔" الخبر۔ فقال۔ يا رسول الله، ومعي عقلي؟ قال۔ نعم۔ قال۔ اكفيهما اذا"۔ وقيل۔ ان عذاب القبر لثلاثة اثلاث۔ ثلث من ترك الاستنزاه من البول، وثلث من الغيبة، وثلث من المشي بالنميمة۔ والله اعلم۔ وفي الآية قول آخر۔ أن الحياة الدنيا هي القبر، وفي الآخرة هي القيامة، والقول الاول اصح۔ (تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابي المظفر السمعاني منصور بن محمد بن عبدالجبار التميمي المروزي الشافعي السلفي) القول الثابت في الحياة الدنيا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) وفی الاخرة کلمة الاخلاص والنجاة من النار "لا اله الا الله" والاقرار بالنبوة، وهذه الآية تعم العالم من لدن آدم علیہ السلام الی یوم القيامة۔ وقال طاؤس، وقتادة، وجمهور من العلماء۔ (فی الحياة الدنيا) هی مدة حياة الانسان، (وفی الآخرة) هی وقت سؤاله فی القبر، وقال البراء بن عازب وجماعة۔ (فی الحياة الدنيا) هی وقت سؤاله فی قبره، ورواه البراء عن النبی فی لفظ متأول، لان ذلک فی مدة وجود الدنيا، وقوله۔ (وفی الآخرة) هو يوم القيامة عند العرض۔ والاول احسن، ورجحه الطبری۔ و"الظالمون" فی هذه الآية۔ الكافرون، بدليل أنه عادل بهم المؤمنين، وعادل التثبيت بالاضلال، وقوله۔ (ويفعل الله ما يشاء) تقرير لهذا التقسيم المتقدم، وكأن امرءًا رأى التقسيم فطلب فی نفسه علته فقيل له۔ (ويفعل الله ما يشاء) بحق الملک، وفی هذه الآية رد علی القدرية۔ وذكر الطبری فی صفة مساءلة العبد فی قبره احاديث منها ما وقع فی الصحيح، وهی من عقائد الدين، وانكرت ذلک المعتزلة، ولم تقل بأن العبد يسأل فی قبره، وجماعة السنة تقول۔ ان الله يخلق له فی قبره ادراكات وتحصيلا، اما بحياة كالمتعارفة واما بحضور النفس وان لم تتلبس بالجسد كالعرف، كل هذا جائز فی قدرة الله تعالی، غير ان فی الاحاديث أنه يسمع خفق النعال، ومنها أنه يری الضوء كالشمس دنت للغروب، وفيها۔ أنه يراجع، وفيها۔ فتعاد روحه الی جسده، وهذا كله يتضمن الحياة۔ (المحرر الوجيز فی تفسير الكتاب العزيز لابی محمد عبدالحق بن عطيه الاندلسی) اخرج البخاری۔ عن البراء، أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال۔ "المسلم اذا سئل فی القبر يشهد أن لا اله الا الله وان محمداً رسول الله۔ فذلک قوله۔ (يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فی الحياة الدنيا وفی الآخرة) المناسبة المتعلقة بالآية۔ اخرج احمد۔ عن أبی سعيد الخدری قال۔ شهدت مع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم جنازة، فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم۔ "ان هذه الامة تبتلی فی قبورها، فاذا الانسان دفن فتفرق عنه اصحابه جاءه ملک فی يده مطراق، فأقعده۔ قال۔ ما تقول فی هذا الرجل؟ فان كان مؤمنا قال۔ اشهد أن لا اله الا الله وأن محمداً عبده ورسوله، فيقول۔ صدقت ۰۰۰، وان كان كافراً أو منافقا يقول له۔ ما تقول فی هذا الرجل؟ فيقول۔ لا ادری۔ سمعت الناس يقولون شيئا، فيقول۔ لا دريت ولا تليت۔ ولا اهتديت ۰۰۰، ثم يقمعه قمعة بالمطراق يسمعها خلق الله كلهم غير الثقلين"۔ فقال بعض القوم۔ يا رسول الله، ما أحد يقول عليه ملک فی يده مطراق الا هبل عند ذلک فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم "(يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت)۔ (جامع التفسير من كتب الاحاديث لخالد بن عبدالقادر آل عقدة) وقيل۔ معناه الثبات عند سؤال القبر۔ فمن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال۔ (المسلم اذا سئل فی القبر شهد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله) قال۔ فذلک قوله تعالی۔ (يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت ۰۰۰) الآية، رواه الشيخان واهل السنن۔ وعليه، فتفسير الآخرة بالقبر، لكون الميت انقطع بالموت عن احكام الدنيا۔ (تفسير القاسمی المسمی محاسن التاويل تاليف علامة الشام محمد جمال الدين القاسمی) (يثبت الله) راجع للمثل الاول (الذين آمنوا بالقول الثابت) ای بالحجة الواضحة عندهم وهی الكلمة الطيبة المتقدم ذكرها، وقد ثبت فی الصحيح انها كلمة الشهادة يقولها المؤمن اذا قعد فی قبره قال النبی۔ "فذلک قوله تعالی يثبت الله الآية وقيل معنی تثبيت الله لهم هو ان يدوموا عليه (فی الحياة الدنيا) ويستمروا حتی اذا فتنوا فی دينهم لم يزالوا كما ثبت الذين فتنهم اصحاب الاخدود وغير ذلک (وفی الآخرة) ای فی القبر بتلقين الجواب وتمكين الصواب، قاله الجمهور وقيل يوم القيامة عند البعث والحساب، وقيل المراد بالحياة الدنيا وقت المسألة فی القبر وفی الآخرة وقت المسالة يوم القيامة والمراد انهم اذا سئلوا عن معتقدهم ودينهم اوضحوا ذلک بالقول الثابت من دون تلعثم ولا تردد ولا جهل، كما يقول من لم يوفق لا ادری فيقال له لا دريت ولا تليت۔ واخرج البخاری ومسلم واهل السنن وغيرهم عن البراء بن عازب ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) "المسلم اذا سئل فی القبر یشهد أن لا اله الا الله وان محمد رسول الله" فذلک قوله (یثبت الله الذین آمنوا) الآیة۔ وعن البراء قال "اذا جاء الملکان الی الرجل فی القبر فقالا من ربک فقال ربی الله، وقالا وما دینک قال دینی الاسلام، وقالا من نبیک قال نبیی محمد۔ (فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسین القنوجی البخاری) (او کالذی مر علی قریة) ای الم تر الیه کیف هداه الله واخرجه من ظلمة الاشتباه الی نور العیان والشهود۔ واختلف فی ذلک المار فروی عن مجاهد أنه کان کافرا شک فی البعث، وهذا ضعیف جدا لقوله (کم لبثت) والله لا یخاطب الکافر، ولقوله (ولنجعلک آیة للناس) وهذا لا یستعمل فی حق الکافر۔ وقال ابن عباس، وعبدالله بن سلام وسلیمان و بریدة والضحاک وقتادة وعکرمة والسدی۔ هو عزیر بن شرخیاء، وقال ابن عبید ووهب بن منبه۔ هو ارمیاء بن خلقیاء من سبط هرون وهو الخضر بعینه، وعن رجل من اهل الشام أنه حزقیل۔ ومقصود القصة تعریف منکری البعث قدرة الله علی احیاء خلقه بعد اماتتهم لا تعریف اسم ذلک المار۔ (فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسین القنوجی البخاری) (قوله بالقول الثابت) أی الذی ثبت بالحجة عندهم و تمکن فی قلوبهم فی الحیاة الدنیا فلا یزلون اذا افتتنوا فی دینهم کزکریا و یحی و جرجیس و شمعون و کالذین فتنهم اصحاب الاخدود وفی الآخرة فلا یتلعثمون اذا سئلوا عن معتقدهم فی الموقف ولا تدهشهم اهوال القیامة اه بیضاوی (قوله فی الحیاة الدنیا) أی فلا یزلون عن دینهم اذا افتتنوا ویأمنون فیها من الأسر والقتل وغیر ذلک بما یعصمه الاسلام اه (قوله لما یسألهم الملکان الخ) فیقولان فی السؤال من ربک وما دینک وما کنت تقول فی هذا الرجل المبعوث فیقول فی الجواب ربی الله و دینی الاسلام و أشهد أن هذا الرجل عبدالله و رسوله اه شیخنا۔ (الفتوحات الالهیة سلیمان بن عمر العجلی الشافعی الشهیر بالجمل المتوفی سنة ۱۲۰۴) "یثبت الله الذین آمنوا" "الذین صدقوا محمدا" "بالقول الثابت" وهو لا اله الا الله "فی الحیاة الدنیا" یثبتهم بها علی الحق "وفی الآخرة" یعنی فی القبر، قال المفسرون۔ هذه الآیة وردت فی فتنة القبر، وسؤال الملکین، وتلقین الله المؤمن کلمة الحق فی القبر عند السؤال، وتثبیته ایاه بها علی الحق، اخبرنا ابو الحسن علی بن محمد بن محمد البغدادی نا محمد بن یعقوب نا یحی بن ابی طالب نا وهب بن جریر نا شعبة عن ابی اسحاق عن البراء بن عازب قال۔ ذکر رسول الله ﷺ المؤمن والکافر، فقال۔ ان المؤمن اذا سئل فی قبره، قال۔ ربی الله، فذلک قوله "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة" اخبرنا محمد بن موسی بن شاذان انا محمد بن عبدالله الصفار نا عبدالله بن احمد بن حنبل حدثنی ابی، انا ابو عامر، نا عباد بن راشد، عن داؤد بن ابی هند، عن ابی نضرة، عن ابی سعید الخدری قال۔ شهدنا مع رسول الله ﷺ جنازة، فقال۔ ایها الناس ان هذه الامة تبتلی فی قبورها، فاذا الانسان دفن، فتفرق عنه اصحابه، جائه ملک فی یده مطراق، فاقعده، فقال۔ ما تقول فی هذا الرجل فان کان مؤمنا قال۔ اشهد أن لا اله الا الله، وان محمد عبده ورسوله، فیقول له۔ صدقت ثم یفتح له باب الی النار فیقول۔ هذا کان منزلک لو کفرت بربک، فأما اذا آمنت، فهذا منزلک ویفتح له باب الی الجنة، فیرید ان ینهض الیه فیقال له اسکن ویفسح له فی قبره وان کان کافرا او منافقا یقول له ما تقول فی هذا الرجل لا ادری سمعت الناس یقولون شیئا فقلت فیقال لا دُریت ولا تلیت ولا اهتدیت ثم یفتح له باب الی الجنة فیقال هذا لک لو آمنت، فاما اذا کفرت، فان الله عز و جل ابدلک به هذا، ویفتح له باب الی النار ثم یقمعه بالمطراق قمعة، یسمعها خلق الله کلهم غیر الثقلین، فقال بعض القوم۔ یا رسول الله، ما احد یقوم علیه ملک فی یده مطرقة، الا هیل عند ذلک، فقال رسول الله ﷺ یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة وقوله۔ "ویضل الله الظالمین" (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) یعنی۔ لا یلقن اللہ المشرکین والکافرین، حتی اذا سئلوا فی قبورھم قالوا۔ لا ندری قال الفراء۔ یضلھم عن ھذہ الکلمة "ویفعل اللہ مایشاء" من تثبیت المؤمن وتلقینہ الصواب، واضلال الکافر، قال الفراء۔ ای لاتکون لہ قدرة، ولا یسأل عما یفعل۔ (الوسیط فی تفسیر القرآن المجید تالیف ابی الحسن علی بن احمد الواحدی النیسابوری (المتوفی ۴۶۸ھ)) "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوة الدنیا وفی الآخرة"... وقیل فی الحیٰوة الدنیا یعنی عند الموت وفی الآخرة یعنی فی القبر حتی یجیب سوال الملکین۔ (تفسیر زاھدی ص ۲۶۶) وقال طاؤس وعبادة وجمھور من العلماء أن تثبیتھم فی الدنیا فھو مدة حیاة الانسان وفی الآخرة ھو وقت سؤالہ فی قبرہ ورجح ھذا القول الطبری۔ وقال البراء بن العازب وجماعة فی الحیاة الدنیا ھی وقت سؤالہ فی قبرہ ورواہ البراء عن النبی وفی الآخرة ھو یوم القیامة عند العرض وقیل ھی تثبیتہ فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة ھو حیاتہ علی الایمان وحشرہ علیہ وقیل التثبیت فی الدنیا الفتح والنصر وفی الآخرة الجنة والثواب وما صح عن الرسول فی حدیث البراء من تلاوتہ عند اعاد المؤمن فی قبرہ۔ وسئل وشھد شھادة الاخلاص قولہ تعالیٰ یثبت اللہ الذین آمنوا الآیة لا یظھر منہ یعنی ان الحیاة الدنیا ھی حیاة الانسان وان الآخرة فی القبر ولان الحیاة الدنیا ھی فی القبر وأن الاخرة ھی یوم القیامة... وقیل یتعلق بآمنوا وسؤال العبد فی قبرہ عند اھل السنة۔ ((تفسیر البحر المحیط ص ۴۲۳) وقال عبدالرزاق عن معمر عن ابن طاؤس عن ابیہ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوة الدنیا" قال لا الہ الا اللہ "وفی الآخرة" المسئلة فی القبر وقال قتادة اما الحیاة الدنیا فیثبتھم بالخیر والعمل الصالح "وفی الآخرة فی القبر وکذا رویٰ عن غیر واحد من السلف۔ وقال ابو عبداللہ الحکیم الترمذی فی کتابہ نوادر الاصول حدثنا ابی حدثنا عبداللہ بن نافع عن ابی فدیک عن عبدالرحمن بن عبداللہ عن سعید بن المسیب عن عبدالرحمن بن سمرة قال خرج علینا رسول اللہ ﷺ ذات یوم ونحن فی مسجد المدینة فقال " انی رأیت البارحة عجیب رأیت رجلا من امتی جائہ ملک الموت لیقبض روحہ فجائہ برہ بوالدیہ فردعنہ ورأیت رجلا من امتی قد بسط علیہ عذاب القبر فجائہ وضوئہ فستنفذہ من ذلک ورأیت رجلا من امتی قد احتبشتہ الشیطان فجاءہ ذکر اللہ فخلصہ مم بینھم ورجلا من امتی قد اھتوشتہ ملائکة العذاب فجاءتہ صلاتہ فاستنقذتہ من ایدیھم ورأیت رجلا من امتی یلھث عطشاً کماورد حوضاً مع منعہ فجاءہ صیامہ فسقاہ وارواہ ورأیت رجلا من امتی والنبیون قعود حلقا حلقاً کلما دنا لحلقة طردوہ فجاءہ اغتسالہ من الجنابة فاخذ بیدہ فعقدہ الی جنبہ۔ ورأیت رجلا من امتی بین یدیہ ظلمة وخلفہ ظلمة وعن یمینہ ظلمة وعن شمالہ ظلمة ومن فوقہ ظلمة ومن تحتہ ظلمة وھو متحیر فیھا فجائتہ حجتہ وعمرتہ فاستخرجاہ من الظلمة وادخلاہ النور، ورأیت رجلا من امتی یکم المؤمنین فلایکلمونہ فجائتہ صلة الرحم فقالت یامعشر المؤمنین کلموہ فکلموہ ورأیت رجلا من امتی یتقی وھج النار والشررھا بیدہ عن وجھہ فجائتہ صدقتہ فصارت لہ ستراً علی وجھہ وظلاً علی رأسہ ورأیت رجلا من امتی قد اخذتہ الزبانیة من کل مکان فجاءہ امرہ بالمعروف والنھی عن المنکر فاستنقذاہ من ایدیھم وادخلاہ مع ملائکة الرحمة ورایت رجلاً من امتی جاثیاً علی رقبتیہ بینہ وبین اللہ حجاب فجاءہ حسن خلقہ فاخذ بیدہ فادخلہ علی اللہ عز وجل ورایت رجلا من امتی قد ھوت صحیفتہ من قبل شمالہ فجاءہ خوفہ من اللہ فاخذ صحیفتہ فجعلھا فی یمینہ ورأیت رجلا من امتی قد خف میزانہ فجائتہ افراطہ فثقلوا میزانہ ورأیت رجلا من امتی قائم علی شفیر جھنم فجاءہ وجلہ من اللہ فستنقذہ من ذلک ومضیٰ ورأیت رجلاً من امتی ھوای فی النار فجالتہ دموعہ التی بقی من خشیة اللہ فی الدنیا فاستخرجتہ من النار ورأیت رجلا من امتی قائما علی الصراط یزحف احیاناً ویحبوا احیاناً فجاءتہ صلوٰتہ علی فاخذت بیدہ فاقامتہ ومضی علی الصراط　(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) و رایت رجلا من امتی انتھی الی باب الجنة فغلقت الابواب دونه فجاء ته شھادته ان لا الٰه الا الله فتحت له الابواب و ادخلته الجنة۔ قال القرطبی بعض ایراده ھذا الحدیث من ھذا الوجه ھذا حدیث عظیم ذکر فیه اعمالا خاصة تنجی من اھوال خاصة و اورده ھکذا فی کتابه التذکرة۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۰۷ ج ۲) ثم قال تعالیٰ "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت بلا الٰه الا الله "فی الحیوة الدنیا" یعنی یثبتھم علی ذلک القول عند النزع "وفی الآخرة یعنی فی القبر وقال البراء بن عازب نزلت الآیة فی عذاب القبر یسأل من ربک ومن نبیک و ما دینک؟ یعنی اذا اجاب فقد ثبته الله تعالیٰ وقال الضحاک اذا وضع المؤمن فی قبره انصرف عنه الناس دخل علیه ملکان فیجلسانه و یسألانه من ربک و من نبیک و ما دینک و ما کتابک و ما قبلتک؟ فیثبته الله فی القبر کما یثبته فی الحیٰوة الدنیا بالاقرار بالله تعالیٰ و کتبه و رسله و رواه ابن طاؤس عن ابیه أنه قال فی الحیاة الدنیا یعنی قوله لا الٰه الا الله یثبتھم علیھا فی الدنیا وفی لآخرة عند المسئلة فی القبر و ھکذا قال قتادة وقال الربیع بن انس فی الحیاة الدنیا یعنی فی القبر وفی الآخرة یعنی یوم الحساب و یقال فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة یعنی یموت علی الایمان ویبعث یوم القیامة مع الایمان۔ (تفسیر سمرقندی ص ۲۰۶ ج ۲) "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوة الدنیا وفی الآخرة"... وقیل فی الحیٰوة الدنیا یعنی عند الموت وفی الآخرة یعنی فی القبر حتی یجیب سوال الملکین۔ (تفسیر زاھدی ص ۲۶۶) "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوة الدنیا وفی الآخرة ویضل الله الظالمین ویفعل الله ما یشاء" قوله تعالیٰ "یثبت الله الذین آمنوا" ای یثبتھم علی الحق بالقول الثابت، وھو شھادة أن لا الٰه الا الله۔ قوله تعالیٰ "فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة" فیه قولان۔ احدھما۔ أن الحیاة الدنیا، زمان الحیاة علی وجه الارض، والآخرة، زمان المسألة فی القبر، و الی ھذا المعنی ذھب البراء بن عازب، وفیه احادیث تعضده، والثانی، ان الحیاة الدنیا، زمن السؤال فی القبر، والآخرة، السؤال فی القیامة، و الی ھذا المعنی ذھب طاووس، و قتادة، قال المفسرون۔ ھذه الآیة وردت فی فتنة القبر، و سؤال الملکین و تلقین الله تعالیٰ للمؤمنین کلمة الحق عند السؤال، و تثبیته ایاه علی الحق۔ (زاد المسیر فی علم التفسیر ص ۳۶۱ ج ۴) عن ابی سعید الخدری ﷛ قال شھدت مع رسول الله ﷺ جنازة فقال رسول الله ﷺ یا ایھا الناس ان ھذه الامة تبتلی فی قبورھا فاذا الناس دفن فتفرق عنه اصحابه، جاءه ملک فی یده مطراق فاقعده قال ما تقول فی ھذا الرجل، فان کان مؤمنا قال اشھد ان لا الٰه الا الله و ان محمداً عبده و رسوله، فیقول صدقت ثم یفتح له بابا الی النار فیقول ھذا کان منزلک لو کفرت بربک فاما اذ آمنت بربک فھذا منزلک فیفتح له باباً الی الجنة فیرید ان ینھض الیه فیقول له اسکن ویفسح له فی قبره و ان کان کافرا او منافقا یقول له ما تقول فی ھذا الرجل فیقول لا ادری، سمعت الناس یقولون شیئا فیقول لا دریت ولا تلیت ولا اھتدیت ثم یفتح له باباً الی الجنة فیقول ھذا منزلک لو آمنت بربک فاما اذا کفرت بربک فان الله عز و جل ابدلک به ھذا ویفتح له باباً الی النار ثم یقمعه قمعة بالمطراق یسمعھا خلق الله کلھا، غیر الثقلین، وقال بعض القوم یا رسول الله ما احد یقوم علیه ملک فی یده مطراق الا ھبل عن ذلک فقال رسول الله ﷺ "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت۔ رواه احمد و البزار، وزاد، "فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة و یضل الله الظالمین و یفعل الله ما یشاء" (ابراھیم ۲۷) ورجاله رجال الصحیح۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۹) عن ابی ھریرة ﷛ قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیده انه لیسمع خفق نعالھم حین یولون عنه، فاذا کان مؤمنا کانت الصلاة عند رأسه و الزکاة عن یمینه، والصوم عن شماله، وفعل الخیرات والمعروف والاحسان الی الناس من قبل رجلیه، فیؤتی من قبل رأسه، فتقول الصلاة لیس قبلی مدخل، فیؤتی عن یمینه فتقول الزکاة لیس قبلی مدخل، ویؤتی من قبل شماله، فیقول الصوم، لیس قبلی مدخل، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) ثم یؤتی من قبل رجلیه، فیقول فعل الخیرات الی الناس، لیس من قبلی مدخل فیقال له اجلس، فیجلس وقد مثلت له الشمس للغروب فیقال له ماتقول فی هذا الرجل الذی کان قبلکم یعنی النبی فقال۔ اشهد انه رسول اللهﷺ جاءنا بالبینات من عند ربنا فصدقناه واتبعناه، فیقال له صدقت، وعلی هذا حییت، وعلی هذا مت، وعلیه تبعث ان شاء الله، و یفسح له قبره مد بصره فذلک قول الله عز وجل "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة" (ابراهیم ۲۷) ویقال افتح له باباً الی النار فیقال هذا کان منزلک لو عصیت الله عز وجل فیزداد غبطة وسروراً ویقال افتحوا له باباً الی الجنة فیفتح له، فیقال هذا منزلک وما أعده الله لک، فیزداد غبطة وسروراً، فیعاد الجلد الی ما بدا منه، ویجعل روحه فی نسم طیر یعلق فی شجر الجنة، وأما الکافر فیؤتی من قبل رأسه، فلا یوجد شیئا، فیؤتی من قبل رجل فلا یوجد شئ، فیجلس خائفا مرعوباً، فیقال له ماتقول فی هذا الرجل کان فیکم، وماتشهد به؟ فلا یهتدی لاسمه، فیقال محمد۔ فیقول۔ سمعت الناس یقولون شیئا فقلت کما قالوا، فیقال له صدقت علی هذا حییت، وعلیه مت وعلیه تبعث ان شاء الله، ویضیق علیه قبره حتی تختلف اضلاعه، فذلک قول الله عز وجل "ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا" (طه ۱۲۴) فیقال افتحوا له باباً الی الجنة فیقال له هذا کان منزلک وما أعد الله لک لو اطعته، فیزداد حسرة وثبوراً، ثم یقال افتحوا له باباً الی النار فیفتح له الیها، فیقال هذا منزلک وما اعد الله لک فیزداد حسرة وثبوراً، قال ابو عمر، یعنی الضریر۔ قلت لحماد بن سلیمان کان هذا من اهل القبلة قال نعم۔ قال ابو عمر کأنه یشهد بهذه الشهادة علی غیر یقین یرجع الی قلبه، کان یسمع الناس یقولون شیئا فیقوله۔ (رواه الطبرانی فی الاوسط و اسناده حسن) (مجمع الزوائد: ج۳ ص ۱۳۴) وعن عائشةؓ، قالت، قلت، یا رسول الله، تبتلی هذه الأمة فی قبورها، فکیف بی وأنا امرأة ضعیفة؟ قال۔ "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة" (ابراهیم ۲۷) قلت۔ لها حدیث غیر هذا فی الصحیح۔ رواه البزار، و رجاله ثقات۔ (مجمع الزوائد ج۳ ص ۱۳۵) وعن ابی هریرةؓ، قال۔ شهدنا جنازة مع نبی الله، فلما فرغ من دفنها وانصرف الناس، قال نبی الله، انه الآن یسمع خفق نعالکم، أتاه نکیر و منکر أعینهما مثل قدور النحاس، و أنیابهما مثل صیاصی البقر، و أصواتهما مثل الرعد، فیجلسانه فیسألانه۔ ما کان یعبد؟ ومن کان نبیه؟ فان کان ممن یعبد الله، قال۔ کنت اعبد الله، و نبیی محمد، جاءنا بالبینات فآمنا به واتبعناه، فذلک قول الله۔ "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة" (ابراهیم ۲۷) فیقال له۔ علی الیقین حییت، وعلیه مت، وعلیه تبعث، ثم یفتح له باب الی الجنة، ویوسع له فی حفرته، وان کان من أهل الشک، قال۔ لاأدری، سمعت الناس یقولون شیئاً فقلته، فیقال له۔ علی الشک حییت، وعلیه مت، وعلیه تبعث، ثم یفتح له باب الی النار، و یسلط علیه عقارب و تنانین، لو نفخ أحدهم فی الدنیا ما نبتت شیئاً تنهشه، و تؤمر الأرض فتضمه حتی تختلف أضلاعه۔ رواه الطبرانی فی الأوسط، وفیه ابن لهیعة۔ قلت وفیه کلام۔ (مجمع الزوائد ج۳ ص ۱۳۶) وعن عبدالله، قال: ذا حدثتکم بحدیث أنبئکم بتصدیق ذلک، ان المؤمن اذا مات جلس فی قبره، فیقال۔ من ربک؟ وما دینک؟ ومن نبیک؟ فیقول۔ ربی الله، ودینی الاسلام، و نبیی محمد، فیوسع له فی قبره، و یفرج له فیه، ثم قرأ عبدالله۔ "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة ویضل الله الظالمین" (ابراهیم ۲۷) رواه الطبرانی فی الکبیر، و اسناده حسن۔ (مجمع الزوائد ج۳ ص ۱۳۷) حدثنا أبو معاویة عن الأعمش عن سعد بن عبیدة عن البراء بن عازب "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا" قال التثبیت فی الحیاة الدنیا اذا جاء الملکان الی الرجل فی القبر فقالا له من ربک؟ فقال ربی الله قالا وما دینک؟ قال دینی الاسلام قالا ومن نبیک؟ قال نبیی محمد فذلک التثبیت فی الحیاة الدنیا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) (مصنف ابن ابی شیبة ج۳ص ۲۵۴) حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب، ثنا محمد بن اسحاق الصغانی، ثنا سعید بن عامر، ثنا محمد بن عمرو بن علقمة، عن ابی سلمة، عن ابی ہریرۃؓ، عن النبی قال۔ ان المیت یسمع خفق نعالھم اذا ولو مدبرین فان کان مؤمنا کانت الصلاۃ عند رأسه وکان الصوم عن یمینه وکانت الزکاۃ عن یسارہ وکان فعل الخیرات من الصدقة والصلاۃ والصلة والمعروف والاحسان الی الناس عند رجلیه فیؤتی من قبل رأسه فتقول الصلاۃ ما قبلی مدخل ویؤتی من عن یمینه فیقول الصوم۔ ما قبلی مدخل ویؤتی من عن یسارہ فتقول الزکاۃ۔ ما قبلی مدخل ویؤتی من قبل رجلیه فیقول فعل الخیرات۔ ما قبلی مدخل فیقال له۔ أقعد فیقعد وتمثل له الشمس قد دنت للغروب فیقال له۔ ما تقول فی ھذا الرجل الذی/کان فیکم وما تشھد به فیقول۔ دعونی اصلی فیقولون۔ انک ستفعل ولکن أخبرنا عما نسالک عنه قال۔ وعم تسألونی عنه فیقولون۔ أخبرنا عما نسألک عنه فیقول۔ دعونی اصلی فیقولون۔ انک ستفعل ولکن أخبرنا عما نسألک عنه قال۔ وعم تسألونی فیقولون۔ أخبرنا ما تقول فی ھذا الرجل الذی کان فیکم وما تشھد به علیه فیقول۔ محمداً أشھد أنه عبداللہ و أنه جاء بالحق من عند اللہ فیقال له۔ علی ذلک حییت و علی ذلک مت و علی ذلک تبعث ان شاء اللہ ثم یفتح له باب من قبل النار فیقال له۔ أنظر الی منزلک والی ما أعد اللہ لک لو عصیت فیزداد غبطة وسرورا ثم یفتح له باب من قبل الجنة فیقال له۔ أنظر الی منزلک والی ما أعد اللہ لک فیزداد غبطة وسرورا و ذلک قول اللہ تبارک وتعالیٰ۔ "یثبت اللہ الذی آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ ویضل اللہ الظالمین ویفعل اللہ ما یشاء" (ابراھیم۲۷) قال و قال أبو الحکم عن أبی ھریرۃ۔ فیقال له۔ أرقد رقدۃ العروس الذی ما یوقظه الا اعز أھله الیه۔ ثم رجع الی حدیث أبی سلمة عن أبی ھریرۃ قال۔ وان کان کافرا أتی من قبل رأسه فلا یوجد شیٔ ویؤتی عن یمینه فلا یوجد شیٔ ثم یؤتی عن یسارہ فلا یوجد شیٔ ثم یؤتی من قبل رجلیه فلا یوجد شیٔ فیقال له۔ أقعد فیقعد خائفا مرعوباً فیقال له۔ ما تقول فی ھذا الرجل الذی کان فیکم و ما ذا تشھد به علیه فیقول۔ أی رجل؟ فیقولون۔ الرجل الذی کان فیکم قال۔ فلا یھتدی له قال فیقولون۔ محمد فیقول۔ أی رجل؟ فیقولون۔ الرجل الذی کان فیکم قال۔ فلا یھتدی له قال فیقولون۔ محمد فیقول۔ سمعت الناس قالوا فقلت کما قالوا فیقولون۔ علی ذلک حییت و علی ذلک مت و علی ذلک تبعث ان شاء اللہ ثم یفتح له باب من قبل الجنة فیقال له۔ أنظر ألی منزلک والی ما أعد اللہ لک لو کنت أطعته فیزداد حسرۃ وثبورا قال۔ ثم یضیق علیه قبرہ حتی تختلف اضلاعه قال۔ و ذلک قوله تبارک وتعالیٰ۔ "وان له معیشة ضنکاً ونحشرہ یوم القیامة أعمی" (طٰہٰ ۱۲۴) قال فی التلخیص تابعه حماد بن سلمة عن محمد بنحوہ۔ علی شرط مسلم۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم ج۳ص ۵۳۷) حدثنا عبداللہ حدثنی أبی ثنا أبو عامر ثنا عباد یعنی ابن راشد عن داؤد بن أبی ھند عن أبی نضرۃ عن أبی سعید الخدری قال۔ شھدت مع رسول اللہ ﷺ جنازۃ، فقال رسول اللہ ﷺ "یا ایھا الناس ان ھذہ الأمة تبتلی فی قبورھا، فاذا الانسان دفن فتفرق عنه اصحابه، جاءہ ملک فی یدہ مطراق فاقعدہ، قال، ما تقول فی ھذا الرجل؟ فان کان مؤمناً قال۔ أشھد أن لا اله الا اللہ و أن محمداً عبدہ و رسوله، فیقول۔ صدقت، ثم یفتح له باب الی النار، فیقول ھذا کان منزلک لو کفرت بربک، فأما اذ آمنت فھذا منزلک، فیفتح له باب الی الجنة فیرید أن ینھض ألیه، فیقول له اسکن، و یفسح له فی قبرہ۔ وان کان کافرا أو منافقاً یقول له ما تقول فی ھذا الرجل؟ فیقول لا ادری، سمعت الناس یقولون شیئا، فیقول۔ لا دریت ولا تلیت ولا اھتدیت، ثم یفتح له باب الی الجنة، فیقول۔ ھذا منزلک لو آمنت بربک، فأما اذ کفرت به، فان اللہ عز و جل أبدلک به ھذا، و یفتح له باب الی النار، ثم یقمعه قمعة بالمطراق یسمعھا خلق اللہ کلھم غیر الثقلین"، فقال بعض القوم۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حدیث: ''تعاد روحہ فی جسدہ'' بھی ہوگی وہ حدیثیں بھی آجائیں گی کہ قبر میں سوال و جواب ہو رہا ہے۔ سارا مسئلہ واضح ہو جائے گا۔

یہ وہ آیت ہے جہاں مفسرین وضاحت سے یہ مسئلہ لکھتے ہیں، اگر کسی دوسری جگہ مفسرین عذاب کا ذکر کریں گے تو وہاں بعض اوقات اجمال کہہ کر گزر جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ اس آیت مبارکہ کے تحت ذکر کر چکے ہوتے ہیں تو کوئی بھی حوالہ کسی تفسیر کا کوئی مماتی آپ کے سامنے پیش کرے تو آپ وہی تفسیر اٹھا کر اس آیت مبارکہ کو دیکھیں۔ کیونکہ اس آیت کے نیچے سارے مفسرین پوری وضاحت سے مسئلہ بیان کرتے ہیں۔

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) یا رسول اللہ ما أحد یقوم علیہ ملک فی یدہ مطراق الا ھبل عند ذلک، فقال رسول اللہ ﷺ۔ ''یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت'' (مسند احمد ج۳ ص ۵) و قد جاء ھذا مبیناً فی احادیث صحاح، فمنھا ما فی المسند من حدیث داؤد بن أبی ھند عن أبی نضرۃ عن أبی سعید قال۔ کنا مع النبی فی جنازۃ، فقال ''یا أیھا الناس ان ھذہ الامۃ تبتلی فی قبورھا، فاذا الانسان دفن و تفرق عنہ أصحابہ جاءہ ملک بیدہ مطراق فاقعدہ فقال۔ ما تقول فی ھذا الرجل؟ فان کان مؤمنا قال۔ أشھد أن لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و أشھد أن محمدا عبدہ و رسولہ، فیقول لہ۔ صدقت، فیفتح لہ باب الی النار فیقال لہ۔ ھذا منزلک لو کفرت بربک، فأما اذا آمنت فان اللہ أبدلک بہ ھذا، ثم یفتح لہ باب الی الجنۃ، فیرید أن ینھض لہ، فیقال لہ۔ اسکن، ثم یفسح لہ فی قبرہ، و أما الکافر و المنافق فیقال لہ۔ ما تقول فی ھذا الرجل؟ فیقول۔ لا أدری، فیقال لہ۔ لا دریت و لا اھتدیت، ثم یفتح لہ باب الی الجنۃ، فیقال لہ۔ ھذا منزلک لو آمنت بربک، فأما اذ کفرت فان اللہ أبدلک بہ ھذا، ثم یفتح لہ باب الی النار، ثم یقمعہ الملک بالمطراق قمعۃ یسمعہ خلق اللہ کلھم الا الثقلین''۔ قال بعض اصحابہ۔ یا رسول اللہ ﷺ، ما منا من احد یقول علی رأسہ ملک بیدہ مطراق الا ھیل عند ذلک، فقال رسول اللہ ﷺ ''یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ، و یضل اللہ الظالمین و یفعل اللہ ما یشاء'' (ابراھیم ۲۷) (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۳۶) وھذا کما أنہ مقتضی السنۃ الصحیحۃ، فھو متفق علیہ بین أھل السنۃ۔ قال المروزی۔ قال أبو عبد اللہ۔ عذاب القبر حق لا ینکرہ الا ضال مضل۔ قال حنبل۔ قلت لأبی عبد اللہ فی عذاب القبر، فقال۔ ھذہ أحادیث صحاح نؤمن بھا، و نقر بھا۔ کلما جاء عن النبی اسناد جید أقررنا بہ۔ اذ لم نقر بما جاء بہ رسول اللہ ﷺ و دفعناہ و رددناہ رددنا علی اللہ أمرہ، قال اللہ تعالی۔ ''وما آتاکم الرسول فخذوہ'' قلت لہ و عذاب القبر حق؟ قال۔ حق، یعذبون فی القبور۔ قال۔ و سمعت أبا عبد اللہ یقول۔ نؤمن بعذاب القبر، و بمنکر و نکیر، وأن العبد یسأل فی قبرہ۔ ''فیثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ'' فی القبر۔ (الروح لابن قیم الجوزیۃ ص ۷۱) فقال۔ وأما سؤال السائل ھل یتکلم المیت فی قبرہ فجوابہ أنہ یتکلم، وقد یسمع أیضا من کلمہ، کما ثبت فی الصحیح عن النبی أنہ قال۔ ''انھم یسمعون قرع نعالھم'' و ثبت عنہ فی الصحیح أن المیت یسأل فی قبرہ۔ فیقال لہ۔ من ربک؟ وما دینک؟ و من نبیک؟ فیثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت، فیقول۔ اللہ ربی، والاسلام دینی، و محمد نبیی۔ ویقال لہ۔ ما تقول فی ھذا الرجل الذی بعث فیکم؟ فیقول المؤمن۔ ھو عبد اللہ و رسولہ، جاءنا بالبینات والھدی فآمنا بہ واتبعناہ، وھذا تأویل قولہ تعالی۔ ''یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ'' (فتاویٰ ابن تیمیہ ج۴ ص ۲۷۳) آیت ''یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ... الخ'' معناہ الثبات عند سوال القبر و عن البراء بن عازب انہ ﷺ ذکر قبض روح المؤمن فقال ثم یعاد روحہ فی جسدہ فیأتیہ ملکان فیجلسانہ فی قبرہ ویقولان لہ من ربک؟ وما دینک؟ و من نبیک؟ فیقول ربی اللہ، و دینی الاسلام، و نبیی محمد ﷺ، فینادی مناد من السماء ان صدق عبدی فذالک قولہ ''یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت... الخ''... و ظنی ان عذاب القبر ھھنا بمعنی عام یتناول لجمیع الاحوال التی فی القبر کما ھو رای البعض و ان ھذہ الآیۃ جامعۃ لسوال القبر و عذابہ و تنعیمہ۔ (تفسیرات الاحمدیۃ فی بیان آیات الشرعیۃ)

تو اس لئے اگر وہاں اجمال ہوگا تو اس تفصیل کو سامنے رکھ کے اس مفسر کا عقیدہ بیان ہوگا اور ہم ان آیات (جن کے تحت متقدمین اجمالاً لکھ گئے ہیں) پر بھی تفصیل سے مسئلہ بیان کریں گے۔ کیونکہ ہمارے سامنے ایسے لوگ آگئے ہیں جو ان آیات کا غلط مطلب بیان کرتے ہیں۔

اور جب یہ فتنے نہیں تھے تو اس زمانے میں کچھ لوگ متعلقہ آیت کے سامنے تو پوری وضاحت کر جاتے تھے اور کہیں ضمناً آیا تو وہاں ضمنی بات لکھ کر گزر جاتے ہیں۔ اب حق پرستوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں وضاحت ہو اس کو لیا جائے اور باطل پرستوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں اجمال ہوگا اسے لیں گے۔ کیونکہ وہاں اپنی ٹانگ اڑانے کا موقع مل جاتا ہے، اس لئے وہ اجمال کو لیتے ہیں اور کہتے ہیں، اس اجمال کی تفسیر ہم یوں کرتے ہیں، ہم یوں کرتے ہیں، ہم یوں کرتے ہیں۔

اس لئے باطل والے ہمیشہ اجمالی حوالے نکالتے رہتے ہیں تو یہ قاعدہ یاد رکھیں کسی بھی تفسیر کا حوالہ ہو اور وہ آپ کو مجمل نظر آرہا ہو اور نظر آرہا ہو کہ اس میں کوئی مماتی اپنی ٹانگ اڑا رہا ہے، آپ وہی تفسیر اٹھا کر یہ آیت نکال دیں۔ اس کے سارے وسوسوں کا جواب اس میں آجائے گا، وہاں اعادہ روح کا ذکر بھی ہوگا، قبر میں سوال و جواب کا ذکر بھی ہوگا۔ اس جگہ مفسرین تفسیر میں تفصیل سے یہ مسئلہ ذکر کرتے ہیں، دوسری جگہوں پر بعض اوقات اجمال کر جاتے ہیں کیونکہ اس زمانے میں یہ فتنہ نہیں تھا۔

عذاب قبر پر آیت نمبر پانچ: سورۃ نوح میں آتا ہے: ''اغرقوا فادخلوا ناراً'' اب یہ فا تعقیب بلامہلت کے لئے آتی ہے، ادھر غرق ہوتے گئے ادھر عذاب میں مبتلاء کر دئے گئے۔ اب دیکھئے کہ جب غرق ہوئے تو غرق سے جو عذاب آیا وہ جسم اور روح دونوں کو آیا یا صرف روح کو؟ روح اور جسم دونوں کو آیا۔ جب یہ عذاب دونوں کو آیا تو فادخلوا ناراً یہ عذاب بھی جسم اور روح دونوں کو آیا اور یہی عذاب قبر ہے[1]۔

[1] درج ذیل مفسرین نے اس آیت سے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے۔ (۱) قشیری۔ (تفسیر قرطبی، اللباب فی علوم الکتاب) (۲) قرطبی۔ (تفسیر قرطبی) (۳) زمخشری۔ (کشاف) (۴) امام رازی۔ (تفسیر کبیر) (۵) ابن الخطیب۔ (اللباب فی علوم الکتاب) (۶) قاضی بیضاوی۔ (تفسیر بیضاوی) (۷) قاضی شوکانی۔ (فتح القدیر) (۸) محمد علی الصابونی۔ (صفوۃ التفاسیر) (۹) نواب صدیق حسن خان۔ (فتح البیان) (۱۰) سلیمان بن عمر العجلی۔ (الفتوحات الالٰہیۃ) (۱۱) محی الدین شیخ زادہ۔ (حاشیہ علی البیضاوی)

حوالہ جات کی اصل عبارات ملاحظہ فرمائیں: ''فادخلوا ناراً'' ای بعد اغراقھم۔ قال القشیری۔ وھذا یدل علی عذاب القبر۔ (الجامع لاحکام القرآن لابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی الجزء الاوّل) ''فادخلوا ناراً'' جعل دخولھم النار فی الآخرۃ کانہ متعقب لاغراقھم، لاقترابہ، ولانہ کائن لامحالۃ فکأنہ قد کان۔ او ارید عذاب القبر۔ ومن مات فی ماء اوفی نار او اکلتہ السباع والطیر۔ اصابہ مایصیب المقبور من العذاب۔ (الکشاف لابی القاسم محمود بن عمر الزمحشری الخوارزمی (۵۳۸-۴۶۷ھ) (المسألۃ الثالثۃ) تمسک اصحابنا فی اثبات عذاب القبر بقولہ (اغرقوا فادخلوا ناراً) وذلک من وجھین (الاول) ان الفاء فی قولہ'' فادخلوا ناراً تدل علی انہ حصلت تلک الحالۃ عقیب الاغراق فلا یمکن حملھا علی عذاب الآخرۃ، ولا بطلت دلالۃ ھذہ الفاء (الثانی) أنہ قال فادخلوا علی سبیل الاخبار عن الماضی۔ وھذا انما یصدق لو وقع ذلک۔ (التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی) فصل فی صحۃ ''عذاب القبر'' قال ابن الخطیب۔ دل قولہ۔ ''اغرقوا فادخلوا ناراً'' علی اثبات عذاب القبر لانہ یدل علی انہ حصلت تلک الحالۃ عقیب الاغراق، ولا یمکن حمل الآیۃ علی عذاب الآخرۃ والا بطلت دلالۃ ھذہ الفاء، وایضا فقولہ ''فادخلوا'' (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایک بات: یہاں ایک بات سمجھ لیں کہ یہاں دخول نار کا ذکر ہے اور دوسری میں عرض نار کا ذکر ہے۔ وہاں عرض نار کے بعد دخول نار ہے، اس سے پتہ چلا کہ کبھی عرض نار کو بھی مجازاً دخول نار کہہ دیتے ہیں۔ حقیقت مجاز کے طور پر ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو جاتے ہیں۔ جیسے نیک آدمی کی قبر میں چونکہ اس کو جنت کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے، اس لئے اس کو جنت کا باغ فرمادیا۔ بدکار آدمی کی قبر میں اس کو جہنم دکھائی جاتی ہے اس لئے رسول اقدس نے اسے حفرۃ من النیران فرمادیا۔ اسی طرح کبھی عرض نار کی جگہ دخول نار کا لفظ مجازاً ذکر کر دیا جاتا ہے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) یدل علی الاخبار عن الماضی، وھذا انما یصدق لو وقع ذلک، وقال مقاتل، والکلبی۔ معناہ انھم سیدخلون فی الآخرۃ نارا، ثم عبر عن المستقبل بلفظ الماضی، لصدق وقوع وعدہ کقولہ۔ "ونادی اصحب الجنۃ" (الاعراف۔ ۴۴) قال ابن الخطیب۔ وھذا ترک للظاھر من غیر دلیل، فان قیل۔ انما ترکنا الظاھر لدلیل، وھو ان من مات فی الماء، فانا نشاھدہ ھناک، فکیف یمکن ان یقال۔ الھم فی تلک الساعۃ ادخلوا النار؟ فالجواب۔ ان ھذا الاشکال، انما جاء لاعتقاد ان الانسان ھو مجموع ھذا الھیکل، وھذا خطأ لان الانسان ھو الذی کان موجودا من اول عمرہ، مع انہ کان صغیر الجثۃ فی اول عمرہ، ثم ان اجزاءہ دائما فی التحلل والذوبان، ومعلوم ان الباقی غیر المتبدل۔ فھذا الانسان عبارۃ عن ذلک الشیء الذی ھو باق، من اول عمرہ الی الآن، فلم لا یجوز ان یقال۔ نقل الاجزاء الباقیۃ الاصلیۃ التی فی الانسان عبارۃ عنھا الی النار والی العذاب۔ ونقل القرطبی عن القشیری انہ قال۔ ھذہ الآیۃ تدل علی عذاب القبر، ومنکرو یقولون۔ صاروا مستحقین دخول النار، او عرض علیھم اماکنھم من النار، کقولہ تعالیٰ "النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا" (اللباب فی علوم الکتاب تالیف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد ۸۸۰ ھجریہ) "مما خطیئاتھم" من اجل خطیئاتھم، وما مزیدۃ للتاکید والتفخیم، وقرأ ابو عمرو مما خطایاھم۔ "اغرقوا" بالطوفان۔ "فادخلوا نارا" المراد عذاب القبر او عذاب الآخرۃ، (تفسیر البیضاوی لامام ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی) مما خطیئاتھم اغرقوا) ما مزیدۃ للتاکید، والمعنی۔ من خطیئاتھم۔ ای من اجلھا و بسببھا أغرقوا بالطوفان (فادخلوا نارا) عقب ذلک، وھی نار الآخرۃ، وقیل عذاب القبر۔ (فتح القدیر تالیف محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ ھج) فائدۃ۔ استدل العلماء علی عذاب القبر بقولہ تعالیٰ "مما خطیئاتھم اغرقوا فادخلوا نارا" قالوا۔ المراد بھا نار القبر وعذابہ، لانہ تعالیٰ عطف بالفاء، والفاء تفید الترتیب مع التعقیب، ونار الآخرۃ لم یذوقوھا بعد، فدل علی ان المراد عذاب القبر، وھو استدلال لطیف۔ (صفوۃ التفاسیر للعلامۃ محمد علی الصابونی) (فادخلوا) عقب الاغراق (نارا) وھی نار الآخرۃ، وھذا من التعبیر عن المستقبل بالماضی لتحقق وقوعہ نحو (اتی امر اللہ) وقیل عذاب القبر، وعلی ھذا ھو علی بابہ کقولہ فی آل فرعون (النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا) (فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسین القنوجی البخاری) (قولہ فادخلوا نارا) ای فی الدنیا عقب الاغراق فکانوا یغرقون من جانب ویحترقون فی الماء من جانب بقدرۃ اللہ تعالیٰ اھ خطیب وفی السمین قولہ فادخلوا نارا ویجوز أن یکون من التعبیر عن المستقبل بالماضی لتحقق وقوعہ نحو اتی امر اللہ وأن یکون علی بابہ والمراد عرضھم علی النار فی قبورھم کقولہ فی آل فرعون النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا اھ۔ (الفتوحات الالھیۃ سلیمان بن عمر العجلی الشافعی الشھیر بالجمل المتوفی سنۃ ۱۲۰۴) قال الزمخشری أو أرید عذاب القبر انتھی۔ (تفسیر البحر المحیط ص ۳۴۳) "ادخلوا فاغرقوا نارا قولہ (المراد عذاب القبر) تمسک اصحابنا فی اثبات عذاب القبر بقولہ تعالیٰ "اغرقوا فادخلوا نارا" وذلک من وجھین الاوّل ان الفاء فی قولہ تعالیٰ "اغرقوا فادخلوا نارا"

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایک مماتی کا لطیفہ: حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ایک مماتی کہنے لگا کہ قیل ادخل الجنۃ کا مطلب ہے کہ وہ جنت میں جا چکا ہے، پہلے تو میں نے اسے کہا کہ ہاں جا چکے ہیں، کیونکہ و نفخ فی الصور، صور بھی پھونکا جا چکا ہے جب صور پھونکا جا چکا ہے تو جنت میں بھی جا چکا ہے۔ (حضرت نے و نفخ فی الصور کا ترجمہ اس طرح کیا تا کہ وہ تاویل کرے اور خود پھنس جائے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا) اب وہ یہاں تاویل کرنے بیٹھا کہ یہاں ماضی اس لئے لائی گئی ہے کہ بسا اوقات جو بات آئندہ زمانے میں ہونی ہو اور یقینی ہو اس کو ماضی کے صیغے سے تعبیر کر لیتے ہیں کہ گویا ہو چکی ہے۔ حضرت نے کہا پھر وہاں بھی یہ معنی لے لو۔

حضرت نے کہا: جلالین ہی کم از کم اٹھا کر دیکھ لو کوئی اور تفسیر تو تمہاری قسمت میں نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا اسے شہید کیا بھی گیا تھا یا نہیں؟ قرآن میں اس کے شہید کرنے کا کوئی ذکر ہی نہیں کہ اسے شہید کر دیا گیا۔ ایک قول تو یہ ہے کہ اسے زندہ اٹھا لیا گیا تھا، سرے سے شہید ہوا ہی نہیں وہ اور دوسرا یہ کہ اگر یہ شہید ہوا بھی تو قیل ادخل الجنۃ کے دونوں مطلب ہو سکتے ہیں کہ جنت سے مراد اس کی قبر بھی ہو سکتی ہے، کیونکہ وہ بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا یہ بات قیامت کے دن اس کو کہی جائے گی۔ مفسرین نے یہ قول بھی لکھا ہے، نیز شہید ہے تو حیات بھی تو ثابت ہو رہی ہے کہ کلام کر رہا ہے پچھلوں کو خبر دینا چاہتا ہے۔ یہ لوگ اس طرح کے اجمالات اٹھا اٹھا کر تفصیلی باتوں کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے قرآن پاک کی تین چار آیتیں لکھی ہیں۔ مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ صاحب معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ دس سے زائد آیات قرآن میں ایسی ہیں جس سے علماء نے عذاب وثواب قبر کے باب میں ثابت کیا ہے۔ ہمارے مخدوم محترم امام المحققین حضرت مولانا نور محمد قادری تونسوی نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ نے اپنی کتاب الحیات بعد الممات المعروف قبر کی زندگی لکھی ہے۔ اس میں تقریباً ساٹھ آیتیں نقل کی ہیں، جن کے نیچے کسی نہ کسی مفسر نے عذاب وثواب قبر کا ذکر کیا ہے۔ بہر حال قرآن پاک اور احادیث سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ عذاب وثواب قبر میں جسم اور روح دونوں شریک ہیں۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) تدل علی ان الادخال حصل عقیب الاغراق فلا یمکن حمل الادخال علی عذاب الآخرۃ لان لا یلزم اخلاء اللفظ عن مدلوله الوضعی من غیر دلیل والوجه الثانی ان قوله تعالیٰ "فادخلوا اخبار عن الماضی وهو انما یصدق بوقوع المخبر به قبل نزول الآیة وقال مقاتل والکلبی معنی الآیة انه سیدخلون فی الآخرۃ نارا و عبر عن المستقبل بلفظ الماضی لانه کائن لا محالة فکانه قد کان کقوله تعالیٰ "ونادیٰ اصحاب النار" (الاعراف ۵۰) و "ونادی اصحب الجنة" (الاعراف ۴۴) ولانه لما تحقق سبب الادخال ومن حق المسبب ان یتحقق عقیب السبب جعل کالمتحقق وعبر عنه بلفظ الماضی ولا یخفی ان ما ذکر انما یصح التعبیر عن المستقبل بلفظ الماضی ولا یکون دلیلا علی ترک الظاهر ومن المعلوم ان العدول عن الظاهر من غیر دلیل لا وجه له فالوجه ان یراد به عذاب القبر ومن مات فی ماء او نار او اکلته السباع والطیر اصابه ما یصیب المقبور من العذاب کقوله تعالیٰ فی آل فرعون "النار یعرضون علیها غدوا و عشیا و یوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" (غافر: ۴۶) وعن الضحاک انهم کانوا یغرقون من جانب و یحرقون من جانب و هو یؤید کون المراد به عذاب القبر ((حاشیه محی الدین شیخ زاده علی تفسیر البیضاوی مصنف محمد بن مصلح الدین مصطفی القوجوی الحنفی المعروف شیخ زاده المتوفی ۹۵۱ھ) ص ۳۵۲-۳۵۱ ج ۸)

اعتراض: قبر کی حیات تسلیم کرنا" ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین کے خلاف ہے، اس لئے کہ دو زندگیوں کا ذکر ہے۔(۱) دنیا والی۔(۲) حشر والی۔ اگر قبر میں زندگی مانیں تو تین زندگیاں ثابت ہو جائیں گی اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

جواب: علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لم یفہم الصحابة الذین نزل القرآن بلسانھم و لغتھم من نبیھم علیہ السلام غیر ذالک و کذالک التابعون بعدھم" (شفاء السقام ص ۲۰۲)

کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ بات نہیں سمجھی نبی اقدس سے جن کی زبان اور لغت میں قرآن نازل ہوا۔ نہ تابعین نے یہ سمجھا۔

اصل بات یہ ہے کہ چونکہ قبر کی حیات آخرت کی حیات کا مقدمہ اور دیباچہ ہے، اس لئے اس کے ضمن میں آ گئی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتاً فاحیاکم" تم کیسے اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہو، حالانکہ تم مردہ تھے، پھر اللہ نے تمہیں حیات دی۔ اب بچہ اس دنیا میں آنے سے قبل چند ماہ ماں کے پیٹ میں بھی تو زندہ رہتا ہے، اگر اس آیت میں ماں کے پیٹ والی حیات کا ذکر ہے تو دنیا والی کا ذکر کہاں ہے اور اگر دنیا والی کا ذکر ہے تو ماں کے پیٹ والی کا کہاں ہے؟

اس کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ ماں کے پیٹ والی حیات چونکہ اس زندگی کا دیباچہ اور مقدمہ ہے اس لئے فاحیاکم کے تحت ہی آ گئی۔ اسی طرح قبر کی حیات آخرت کی حیات کا مقدمہ اور دیباچہ ہے وہ آخرت کی حیات کے تحت ہی داخل ہے۔

عذاب قبر پر آیت نمبر چھ: "ولنذیقنھم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر لعلھم یرجعون" اور ہم چکھائیں گے عذاب اکبر سے قبل عذاب ادنیٰ تاکہ وہ لوٹ آئیں۔

حضرات مفسرین نے عذاب ادنیٰ سے عذاب قبر مراد لیا ہے۔

ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وقد احتج بھذہ الآیة جماعة منھم عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ علی عذاب القبر" اور اس آیت سے ایک جماعت نے جن میں سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی ہیں عذاب قبر کے اثبات پر دلیل پکڑی ہے۔ (کتاب الروح لابن قیم)

اشکال: اس پر اشکال ہوتا ہے کہ اگر اس آیت میں عذاب ادنیٰ سے مراد عذاب قبر ہے تو یہاں تو ہے کہ عذاب ادنیٰ اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ وہ کفر سے لوٹ آئیں۔ حالانکہ قبر میں جا کر کفر سے تو نہیں لوٹا جا سکتا، اگر عذاب ادنیٰ سے عذاب قبر مراد لیں تو جو غرض ہے یعنی ان کا کفر سے لوٹنا وہ فوت ہو جائے گی۔

جواب: ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اسی اشکال کو نقل کر کے اس کا جواب دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں: "یہ بات حبر الامة ترجمان قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کیسے مخفی رہ سکتی ہے، انہوں نے یہ قول کہ عذاب ادنیٰ سے مراد عذاب قبر ہے یہ اپنی دقت نظر کی وجہ سے اختیار کیا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کے لئے دو عذاب ہیں۔ ادنیٰ اور اکبر اور پھر یہ فرمایا کہ ادنیٰ کا بعض حصہ چکھایا جائے گا تاکہ وہ کفر سے رجوع کر لیں۔ اس لئے کہ من تبعیضیہ ہے

بعض ادنیٰ تو یہاں چکھا دیا باقی ادنیٰ جو ہے وہ اس عذاب دنیا کہ بعد چکھایا جائے گا اور وہ قبر میں چکھایا جائے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے من الادنیٰ فرمایا: العذاب الادنیٰ نہیں فرمایا[1]۔

حضرت انس ﷜ فرماتے ہیں: ''قال قال رسول اللہ ﷺ ان العبد اذا وضع فی قبرہ و تولیٰ عنہ اصحابہ انہ یسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان فیقعدانہ فیقولان . . . و اما المنافق و الکافر . . . فیقال لہ لا دریت و لا تلیت و یضرب بمطارق من حدید ضربۃ فیصیح صیحۃ یسمعھا من یلیہ غیر الثقلین'' آنحضرت نے فرمایا آدمی کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اسے چھوڑ آتے ہیں اور وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال و جواب کرتے ہیں جو منافق اور کافر ہوتا ہے اسے کہتے ہیں نہ تو نے بات خود سمجھی نہ کسی دوسرے سمجھنے والے کے پیچھے چلا، پھر اسے لوہے کے ہتھوڑوں سے مارتے ہیں اور وہ چیختا ہے ایسی چیخ کہ اسے سب پاس والے سنتے ہیں انسانوں اور جنات کے علاوہ۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ ص ۲۵، ابوداؤد ج ۲ ص ۶۵۴، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۸۸)

---

[1] عذاب ادنیٰ سے مراد عذاب قبر ہے۔ (۱) سیدنا براء بن عازب۔ (قرطبی) (۲) مجاہد۔ (قرطبی) (۳) قشیری۔ (قرطبی) (۴) فریابی۔ (النکت والعیون) (۵) ابن جریر۔ (تفسیر ابن جریر) (۶) ابن ابی حاتم۔ (تفسیر ابن ابی حاتم) (۷) ابوعبیدہ۔ (تفسیر درمنثور) (۸) جلال الدین سیوطی۔ (تفسیر درمنثور) (۹) ابومحمد عبدالحق اندلسی۔ (المحرر الوجیز) (۱۰) نواب صدیق حسن خان۔ (فتح البیان) (۱۱) ابن کثیر۔ (تفسیر ابن کثیر) (۱۲) ابواللیث ثمرقندی۔ (﷫) (تفسیر ثمرقندی)

حوالہ جات کی اصل عبارات ملاحظہ فرمائیں: قولہ تعالی ''ولنذیقنھم من العذاب الادنی'' قال الحسن و ابو العالیۃ والضحاک و ابی بن کعب و ابراھیم النخعی۔ العذاب الادنی مصائب الدنیا و اسقامھا مما یبتلی بہ العبید حتی یتوبوا، وقالہ ابن عباس۔ وعنہ ایضا انہ الحدود۔ وقال ابن مسعود و الحسین بن علی و عبداللہ بن الحارث۔ ھو القتل بالسیف یوم بدر۔ وقال مقاتل۔ الجوع سبع سنین بمکۃ حتی اکلوا الجیف، وقالہ مجاھد، وعنہ ایضا۔ العذاب الادنی عذاب القبر، وقالہ البراء ابن عازب۔ قالوا۔ والاکبر عذاب یوم القیامۃ۔ قال القشیری۔ وقیل عذاب القبر۔ (الجامع لاحکام القرآن لابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی) قولہ تعالی (ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر) اما العذاب الادنی ففی الدنیا و فیہ سبعۃ اقاویل۔ احدھا۔ أنھا مصائب الدنیا فی الانفس و الاموال قالہ ابی۔ الثانی۔ القتل بالسیف، قالہ ابن مسعود۔ الثالث۔ أنہ الحدود، قالہ ابن عباس۔ الرابع۔ القحط و الجدب، قالہ ابراھیم۔ الخامس۔ عذاب القبر، قالہ البراء بن عازب ومجاھد۔ السادس۔ أنہ عذاب الدنیا کلھا، قالہ ابن زید۔ السابع۔ أنہ غلاء السعر و الاکبر خروج المھدی، قالہ جعفر الصادق۔ و یحتمل ثامناً۔ أن العذاب الادنی فی المال، و الاکبر فی الانفس۔ و العذاب الاکبر عذاب جھنم فی الآخرۃ۔ (النکت و العیون تفسیر الماوردی تصنیف ابی الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری) و اخرج الفریابی و ابن جریر و ابن ابی حاتم عن مجاھد ''ولنذیقنھم من العذاب الادنی'' قال۔ عذاب الدنیا و عذاب القبر۔ و أخرج الفریابی و ابن جریر عن مجاھد فی قولہ ''ولنذیقنھم من العذاب الادنی'' قال۔ القتل و الجوع لقریش فی الدنیا، و العذاب الأکبر یوم القیامۃ فی الآخرۃ۔ و أخرج ھناد عن ابی عبیدۃ فی قولہ ''ولنذیقنھم من العذاب الادنی'' قال۔ عذاب القبر۔ (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للامام الحافظ جلال الدین السیوطی ﷫ (ت ۹۱۱ھ) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس حدیث میں ان امور پر نظر رہے:

۱...... یہ واقعہ کس قبر میں پیش آتا ہے جس میں میت کو اتارا جاتا ہے اور جس سے اس کے ساتھی رخصت ہوتے ہیں اور ان کے جانے کی آواز سنتا ہے۔

۲...... فرشتے اس کے پاس کس قبر میں آتے ہیں؟ جس میں اسے پکارا گیا اور جہاں اسے چھوڑ کر اس کے ساتھی چل دیئے۔ اگر یہ فرشتے علیین میں اس کے پاس آئے ہوں تو اسے اس طرح بیان کیا جاتا۔

۳...... وہ فرشتے اسے بٹھاتے ہیں، یہ اس کا بیٹھنا عالم دنیا کا نہیں، نہ یہاں کے حواس سے اسے دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ عالم برزخ کا معاملہ ہے، جو اسی قبر میں اسی بدن سے پیش آرہا ہے۔ گو یہاں سے جھانکنے والے کو وہاں کچھ بھی ہوتا دکھائی نہ دے۔

۴...... کافر اور منافق کی سزا کو وہی سن سکتے ہیں جو اس قبر کے زیادہ قریب ہوں۔ یسمعها من یلیه ...... سو عذاب اسی قبر میں ہو رہا ہے۔ گو یہ اتنی تنگ ہو رہی ہو کہ اس کی پسلیاں اس میں گھس جائیں اور دیکھنے والے کو وہ ویسی ہی دکھائی دے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مر النبی بقبرین فقال انهما لیعذبان و ما یعذبان فی کبیر اما احدهما فکان لا یستتر من البول و اما الاخر فکان یمشی بالنمیمة ثم اخذ جریدة رطبة فشقها نصفین فغرز فی کل قبر واحد قالوا یا رسول اللہ ﷺ لم فعلت هذا قال لعله یخفف عنهما مالم ییبسا" آنحضرت دو قبروں کے پاس سے گزرے، آپ نے بتایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور وہ کسی بڑے گناہ پر نہیں، ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے بچاؤ نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلی کھانے کا رسیا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ایک ٹہنی لی اور اس کو دو حصوں میں کاٹا اور دونوں ٹکڑے ایک ایک قبر میں گاڑ دیئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا شاید جب تک یہ ٹہنیاں سبز ہیں ان سے عذاب ہلکا رہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۴، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱)

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) وقال مجاهد عنی بذلک عذاب القبر۔ (المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابی محمد عبدالحق بن عطیه الاندلسی) (ولنذیقنهم من العذاب الادنی) وهو عذاب الدنیا، قال الحسن، وابو العالیة، والضحاک، والنخعی۔ هو مصائب الدنیا وأسقامها، وقیل۔ الحدود، وقیل۔ القتل بالسیف یوم بدر، وقیل سنی الجوع بمکة سبع سنین، حتی اکلوا فیها الجیف والعظام، والکلاب۔ وقیل عذاب القبر۔ ولا مانع من الحمل علی الجمیع۔ (فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسینی القنوجی البخاری) وقوله تعالی "ولنذیقنهم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر قال ابن عباس یعنی بالعذاب الادنی و مصائب الدنیا و اسقامها و آفاتها و ما یحل باهلها مما یبتلی الله به عباده لیتوبوا الیه وروی مثله عن ابی بن کعب و ابی العالیة والحسن و ابراهیم النخعی والضحاک و علقمة و عطیة ومجاهد وقتادة وعبدالکریم الجزری وخصیف وقال ابن عباس فی روایة عنه یعنی به اقامة الحدود علیهم وقال البراء بن عازب و مجاهد وابو عبیدة یعنی به عذاب القبر۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۶۱۰ ج ۳) "ولنذیقنهم من العذاب الادنی" وهو المصیبات والقتل والجوع "دون العذاب الاکبر" وهو عذاب النار یعنی۔ ان لم یتوبوا و یقال العذاب الادنی هو السحر للفاسقین والعذاب الاکبر النار ان لم یتوبوا ویقال۔ العذاب الادنی عذاب القبر۔ (تفسیر سمرقندی ج ۳ ص ۳۲)

اس حدیث میں یہ امور پیش نظر رہیں:

۱...... یہ حدیث کسی نادر کتاب کی نہیں، حدیث کی اوّل درجے کی کتابوں میں ہے۔

۲...... آنحضرت ﷺ نے ان دو شخصوں کو انہی گڑھوں میں عذاب ہوتے پایا جنہیں ظاہری قبریں کہا جاتا تھا، کسی اور عالم غیب کی خبر نہیں دی، جو ان قبروں سے بالکل لاتعلق ہو اور وہاں ان کو عذاب ہو رہا ہو۔

۳...... پھر آپ نے کھجور کی شاخیں بھی انہی قبروں پر رکھیں جنہیں عرف عام میں قبر کہا جاتا ہے۔ کیا آپ یہ شاخیں مقام سجین پر رکھ رہے تھے؟...... یہ اسی نشان قبر کی بات ہے۔

۴...... یہ عذاب جو انہیں ہو رہا تھا حشر کے بعد نہیں، جسے عذاب آخرت کہتے ہیں، یہ عالم برزخ کی واردات ہے اور اسے ہی عذاب قبر کہتے ہیں۔ یہ عذاب اکبر سے پہلے ایک چھوٹا عذاب ہے۔

اس سے ہم دو استدلال کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت نے کشف میں انہی قبروں میں عذاب وثواب دیکھا اور انہی قبروں پر ٹہنیاں رکھیں نہ کہ سجین جا کر معلوم ہوا کہ اس قبر میں عذاب ہے۔

دوسرا استدلال ہم یہ کرتے ہیں، حضرت نے سبز ٹہنی رکھی کہ اس کے ذکر سے میت کو فائدہ پہنچے گا۔ جب ٹہنی کے ذکر سے فائدہ پہنچتا ہے تو دوسروں سے ایصال ثواب سے کیوں فائدہ نہیں پہنچتا۔

اس حدیث مبارکہ سے ایصال ثواب کا مسئلہ بھی واضح ہو رہا ہے۔ اب جتنی احادیث بخاری شریف میں عذاب وثواب قبر کے بارے میں آ رہی ہیں ان سب میں اسی قبر میں عذاب وثواب کا ذکر ہے۔

اعتراض: یہ تو حضور ﷺ کا معجزہ تھا۔

جواب: قرآن پاک میں آتا ہے: ''وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ'' کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ لیکن بعض اوقات بطور خرق عادت ہم اس کو سن بھی لیتے ہیں۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے: ''عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ولقد کنا نسمع تسبیح الطعام وھو یؤکل'' (بخاری ص ۵۰۵ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے، جیسے یہاں کرامت کھانے کا تسبیح پڑھنا نہیں بلکہ اس کو سننا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی عذاب وثواب قبر کا سننا معجزہ ہے۔ اس کا ہونا معجزہ نہیں کہ یہ تو امر واقع ہے۔

ہم نے جن پانچ امور کو ثابت کرنا تھا وہ بحمد للہ ثابت ہو گئے۔

(۱) یہ بھی ثابت ہو گیا کہ عذاب قبر ہے۔ (۲) یہ بھی ثابت ہو گیا کہ قبر یہی قبر ہے۔ (۳) یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جسم سے روح کا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ (۴) جسم کو ایک قسم کی قبر میں حیات حاصل ہو جاتی ہے۔ (۵) یہ بھی ثابت ہوا کہ عذاب قبر اسی جسم کو ہوتا ہے جس پر موت طاری ہوئی۔

ان امور کو ثابت کرنے کے بعد مسئلہ عذاب قبر مکمل ہو چکا ہے۔ آگے مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام کو بیان کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام

اما بعد! جیسا کہ پہلے یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ: ''زبدۃ المحدثین، سلطان المحققین، رئیس المناظرین، فاتح مذاھب باطلہ، حامل علوم وھبیہ، مناظر اسلام، وکیل احناف، حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمہ اللہ فی کل آن و اطال اللہ فیوضہ فی کل مکان و ابقی اللہ ذکرہ بالخیر فی کل زمان و اعاذ اللہ تلامیذہ و احباءہ من کل شیطان'' کی رائے گرامی تھی کہ مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام پر اس طرز پر تصنیف ہو۔ چنانچہ مسئلہ عذاب قبر بتوفیق اللہ تعالیٰ تمام ہو گیا ہے، اب مسئلہ حیات شروع کیا جا رہا ہے۔

ذات علیم وخبیر کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہوئے ملتجی ہوں کہ اس کو خیر وعافیت سے تمام کرنے کی توفیق شامل حال فرمائے اور اپنے علوم کے لامحدود خزانوں سے عاجز کو بھی تھوڑا سا حصہ نصیب فرما دے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز!

دعویٰ: سب سے پہلے ہم اپنا دعویٰ کا ذکر کرتے ہیں کہ تا کہ پتا چلے کہ آنے والے دلائل دعوے کے مطابق ہیں یا نہیں، ہمارا دعویٰ ہے کہ: ''نبی اقدس پر قرآنی وعدہ کے مطابق موت طاری ہوئی اس کے بعد آپ کو حیات عطاء کی گئی اور اب آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔''

ہمارے دعوے کا پہلا جزء یعنی موت کا وقوع فریق مخالف کے ہاں بھی مسلّم ہے، دوسرا جزء یعنی موت کے بعد حالت کیا ہے؟ یہ اختلافی ہے، اسی سے بحث ہوگی۔ اس موضوع کو ہم ایک واقعہ سے شروع کرتے ہیں تا کہ آنے والی بات اچھی طرح ذہن نشین ہوتی چلی جائے۔

واقعہ: رئیس المناظرین حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں ایک مرتبہ مظفر گڑھ بس سٹاپ پر بیٹھا تھا مجھے دیکھ کر دو تین آدمی آئے اور آ کر کہنے لگے امین آپ ہی کا نام ہے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں۔ انہوں نے کہا کہ ہم چھٹیوں میں تبلیغی جماعت کے ساتھ چلہ لگانے گئے تھے، تو ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب نے بتایا کہ تبلیغی نصاب کی کتاب ساری شرک سے بھری پڑی ہے، اس میں نبی پاک کو قبر میں زندہ لکھا ہے، اور قرآن کہتا ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں، انک میت و انھم میتون، اس نے یہ آیت ہمیں دکھائی تو ہم بڑے حیران ہوئے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کو قرآن کیوں نہیں آتا تھا؟ تو اس پر مولوی صاحب کہنے لگے کہ شیخ الحدیث صاحب ضد میں یہ بات لکھ گئے ہیں، چنانچہ ہم اس وقت سے پریشان تھے کہ اب آپ اچانک نظر آ گئے ہم نے سوچا کہ آپ سے یہ مسئلہ سمجھ لیں۔

اس پر میں نے کہا: انک میت و انھم میتون کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ ہم موت کا انکار نہیں کرتے بلکہ موت کے بعد حیات کے قائل ہیں۔ میں نے کہا کیا آپ اس وقت زندہ بیٹھے ہیں؟ وہ کہنے لگے جی ہاں۔ میں نے کہا اس سے پہلی حالت کو اللہ تعالیٰ نے موت کہا ہے: کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حیات عطاء فرمائی۔

اب اگر اس سے بعد والی حیات پر میں کنتم امواتا پڑھتا رہوں اور کہوں کہ قرآن کہتا ہے کہ تم سارے مردہ ہو، تو کیا تم میری بات مان لو گے؟ وہ کہنے لگے نہیں۔ میں نے کہا میں کہوں گا کہ تم قرآن کے منکر ہو، قرآن کہتا ہے کنتم امواتا اور تم کہتے ہو ہم زندہ ہیں۔ وہ کہنے لگے وہ اور زمانہ ہے یہ اور زمانہ ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ وہاں بھی یہی مسئلہ ہے۔ ہم موت کے قائل ہیں کہ آپ کو موت آئی، پھر موت کے بعد حیات کے قائل ہیں تو موت کا اور زمانہ ہے اور بعد میں حیات کا اور زمانہ ہے۔ جھگڑا موت کے بارے میں نہیں ہے، بلکہ موت کے بعد قیامت تک کی حالت کے بارے میں ہے جب کہ انک میت و انھم میتون کا تعلق موت کے ساتھ ہے۔ اس کو ہم بھی مانتے ہیں۔ نہ کہ موت کے بعد قیامت تک کی حالت کے ساتھ، جب کہ جھگڑا اس حالت میں ہے اور میں نے یہ بھی کہا ہے: انک میت و انھم میتون یہ وعدہ موت ہے، وقوع موت نہیں۔

جس طرح حضور پاک کا وعدہ موت قرآن پاک میں موجود ہے، ہمارا بھی وعدہ موت موجود ہے کل نفس ذائقة الموت لیکن اس وعدہ موت سے کیا ہمارا وقوع موت بھی ہو چکا ہے یا نہیں؟ یقیناً ابھی تک وقوع موت نہیں ہوا۔ وعدہ موت کے ذکر سے وقوع موت ثابت نہیں ہوتا۔ جس طرح ہمارے وعدہ موت سے وقوع موت ثابت نہیں ہوتا تو قرآن پاک میں کوئی بھی آیت مبارکہ ایسی نہیں ہے کہ جس میں نبی اکرم کے وقوع موت کا ذکر ہو کہ اللہ پاک نے فرمایا ہو کہ ہمارے نبی پاک فوت ہو چکے ہیں۔

عیسائیوں اور یہودیوں کی تردید میں ہم یہی پیش کرتے ہیں کہ موجودہ تورات میں موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ذکر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جعلی تورات ہے، چنانچہ آج کل جو ہمیں تورات ملتی ہے اس کے پانچ حصے ہیں پیدائش، خروج، احبار، گنتی، استثناء۔ تو اس کا آخری باب یہاں سے شروع ہوتا ہے: ''پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے خداوند کے کہے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی اور اس کو موآب کی ایک وادی میں بیت فغفور کے مقابل دفن کیا گیا۔ پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں اور موسیٰ اپنی وفات کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا اور نہ تو اس کی آنکھ دھندلانے پائی اور نہ اس کی طبعی قوت کم ہوئی اور بنی اسرائیل موسیٰ کے لئے موآب کے میدانوں میں تیس دن تک روتے رہے...... اور اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس نے خداوند کے روبرو باتیں کی ہوں کہیں نہیں اٹھا۔ (استثناء باب ۳۴)

میں نے کہا دیکھئے یہ فقرے صاف بتا رہے ہیں کہ اس تورات کو موسیٰ علی نبینا علیہ السلام نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا، یہ اس وقت لکھی گئی ہے جب موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا نشان بھی لوگوں کو یاد نہیں رہا تھا تو قرآن کی کتنی واضح صداقت ہے کہ قرآن پاک فرماتا ہے: '' یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ ''

کہ یہ لوگ کتابیں خود لکھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے آئی ہیں تو اب ان کی تورات کے جملے صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ تورات وہ تورات نہیں جو موسیٰ علیہ السلام پر اتری ہے اور دوسری حیرانی کی بات یہ ہے کہ اس لکھنے والے کا پتہ ہی نہیں کہ وہ ہندو ہے، عیسائی ہے یا سکھ، کس مذہب کا ہے؟ کہاں رہتا تھا؟ البتہ اتنا پتا چلتا ہے کہ وہ شام کا رہنے والا کوئی شخص ہے۔

۶ ربیع الاوّل ۱۴۲۴ھ قاسم بیلہ ملتان میں بندہ کا جو مناظرہ مسئلہ حیات النبی پر ہوا، اس میں مماتی مناظر نے انہیں آیات کو پڑھ کر غلط ترجمہ کیا جب میں نے اس کے غلط ترجمہ کو پکڑا اور میں نے بائبل کا یہ حوالہ پیش کیا تو وہ گھبرا گیا اور پھر اس نے اگلی تقریر میں اس کا ترجمہ تبدیل کر لیا۔

واقعہ: حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک جگہ جب میں گیا تو مجھے انہوں نے بتایا کہ کالج کے تین لڑکے عیسائی ہو گئے ہیں، ان کو کسی نے مشورہ دیا کہ ایک لڑکی انگلش پڑھاتی ہے تم بھی اس سے پڑھ لیا کرو انگلش اچھی ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ گرجا میں جانا شروع ہو گئے۔ جب جاتے وہاں ان کی کتابیں وغیرہ بھی پڑھتے۔ اب انہوں نے ان کے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ انجیل پر آپ لوگ ایمان رکھتے ہیں، ہم بھی ایمان رکھتے ہیں، عیسیٰ کو تم بھی نبی مانتے ہو، ہم بھی نبی مانتے ہیں۔ قرآن نے عیسیٰ کو نبی کہا ہے اور انجیل کی تصدیق ہے۔ اس کے بعد ان کے ذہن میں یہ ڈالا کہ انجیل میں لکھا ہے کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے، تو تمہیں بھی مان لینا چاہئے کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے۔

اب ان طلباء نے مولوی صاحب سے آکر پوچھا تو انہوں نے فرمایا موجودہ انجیل اصلی انجیل نہیں ہے بلکہ جعلی ہے۔ انہوں نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ انجیل پر ایمان رکھتے ہیں؟ فرمایا جی ہاں۔ تو انہوں نے کہا اصلی انجیل دو کہاں ہے۔ اب مولوی صاحب اصلی انجیل کہاں سے دیتے۔ کیونکہ وہ کسی کے پاس تھی ہی نہیں۔ چنانچہ اسی دھوکے میں وہ تینوں لڑکے عیسائی ہو گئے کہ نہ یہ مولوی اصلی انجیل دیتے ہیں اور نہ اس کو مانتے ہیں۔

اب جب میں وہاں گیا تو کالج کے پرنسپل صاحب نے مجھے کہا کہ آپ عیسائیت کے بارے میں بول لیتے ہیں، ہمارے کالج میں یہ فتنہ بہت پھیل رہا ہے، آپ لڑکوں کو سمجھانے کے لئے میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ لڑکوں کو ملنے چلا گیا۔ ان میں وہ لڑکے بھی آئے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو پادری کی طرف بھیج دیا اور ان کے ساتھ دو تین بوڑھوں کے کان پر دم کر کے بھیج دیا۔

وہ چلے گئے، اب وہ پادری پھر اپنے گر آزمانے شروع ہوا کہ آپ کا انجیل پر ایمان ہے؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں۔ پادری نے کہا یہ انجیل ہے، بابا جی نے کہا یہ تو غلط اور جعلی انجیل ہے۔ پادری نے کہا اصل انجیل لا دو کہاں ہے؟ اس پر شور مچ گیا۔ چنانچہ ایک بابا جی آگے بڑھے جن کے کان پر میں نے دم کیا ہوا تھا اس نے کہا پادری صاحب کیا آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں بابا جی نے کہا ابراہیم علیہ السلام میں ہی ہوں۔ اس نے کہا تو کہاں سے آگیا ہے ابراہیم۔ بابا جی نے کہا جہاں سے تمہاری انجیل آئی ہے۔ پادری نے کہا تو جعلی ابراہیم ہے۔ بابا نے کہا پھر اصلی ابراہیم لا دو۔ کیونکہ امین صاحب کہتے ہیں کہ میں نے اصلی ابراہیم کو کہ جن پر عیسائیوں کا ایمان ہے دیکھنا ہے۔

اس کے بعد دوسرے بابا جی آگے بڑھے اور پادری سے پوچھا آپ کا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان ہے؟ پادری نے کہا جی ہاں۔ بابا نے کہا میں ہی موسیٰ ہوں۔ اس نے کہا تو کہاں سے آگیا ہے موسیٰ؟ بابا نے کہا جہاں سے تمہاری تورات آئی ہے۔

اگر میں جعلی ہوں تو اصلی موسیٰ تم لا دو۔ کیونکہ سارے لوگ کالج میں اصلی موسیٰ کے منتظر بیٹھے ہیں۔ اگر ایمان کے لئے چیز کا ہاتھ میں ہونا ضروری ہے، پھر تم نبیوں پر ایمان کیوں رکھتے ہو جو تمہارے ہاتھ میں نہیں؟ تو جس

طرح تم ان نبیوں پر ایمان رکھ سکتے ہو جو تمہارے ہاتھ میں نہیں ہیں۔ اسی طرح ہم بھی اصلی تورات پر ایمان رکھتے ہیں اگرچہ وہ اس وقت اپنی اصلی حالت پر دنیا میں موجود نہیں ہے۔

دوسرا واقعہ: حضرت ﷫ نے دوسرا واقعہ بھی سنایا کہ سیدنا امام اعظم ﷫ کے زمانے میں ایک یہودی کوفہ میں آ گیا۔ اب قادیانیوں اور ان دوسرے باطل مذاہب والوں کا طریقہ ہوتا ہے کہ غریب دکانداروں کو کچھ پیسہ دیتے ہیں تاکہ وہ اپنا کاروبار بڑھالیں اور پھر وہاں اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی اس کی دکان پر رسالہ رکھ لیا، کبھی بیٹھے بیٹھے اس کے دل میں کوئی وسوسہ ڈال دیا، چنانچہ اس یہودی نے بھی اسی طریقے کو اختیار کیا۔ چنانچہ اس سے پوچھتا ہے کہ اتفاق اچھی چیز ہے یا اختلاف؟ اس نے کہا اتفاق اچھی چیز ہے۔

اس نے کہا موسیٰ کو جانتے ہو؟ مسلمان نے کہا جی ہاں۔ یہودی نے کہا موسیٰ علیہ السلام پر سب کا اتفاق ہے کہ یہودی عیسائی اور مسلمان یہ سب موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں اور محمد کے بارے میں اختلاف ہے۔ نہ یہودی مانتے ہیں نہ عیسائی مانتے ہیں اور اس وقت اتحاد کی بڑی ضرورت ہے اور اتفاق واتحاد تبھی قائم ہو سکتا ہے کہ سب لوگ یہودی ہو جائیں۔

اب اس پر کہنے لگا کہ میں تم کو اتحاد کی دعوت دیتا ہوں اور تم بھاگ رہے ہو۔ ایسے موقع پر لوگوں کو علماء اور مدارس یاد آتے ہیں۔ امام صاحب حج پر تشریف لے گئے تھے ایک چھوٹا سا طالب علم کھڑا ہو گیا۔ اس نے مناظرہ کا چیلنج قبول کر لیا۔ لوگوں نے سمجھایا کہ بڑا گھاگ مناظرہ ہے، تم اس سے کس طرح مناظرہ کرو گے؟ کیا تیرے پاس اس کے سوال کا جواب بھی ہے؟ اس نے کہا ہے لیکن دوں گا وہیں جا کر۔ چنانچہ وہ پہنچ گیا۔

یہودی بیٹھے دیکھ رہے تھے اور ہنس رہے تھے کہ مسلمانوں کے پاس اس سے چھوٹا کوئی مناظر نہ تھا۔ بچے نے کہا میں اگرچہ چھوٹا ہوں لیکن میرا استاد بہت بڑا ہے۔ اور وہ وقت کا امام اعظم ﷫ ہے، اب یہودی نے کہا کیا تم میرے سوالوں کا جواب دے سکو گے؟ بچے نے کہا اگر جواب آ گیا تو ٹھیک وگرنہ کسی اور کو لے آئیں گے۔ آپ بات تو شروع کریں۔ چنانچہ یہودی نے اپنا داؤ آزمانا شروع کیا کہ اتفاق اچھی چیز ہے، بچے نے کہا جی ہاں۔ یہودی نے کہا اس پر پکے رہو گے۔ بچے نے کہا بالکل پکا رہوں گا، یہودی نے کہا تم بھاگ جاؤ گے۔ بچے نے کہا بالکل نہیں بھاگوں گا۔

یہودی نے کہا موسیٰ علیہ السلام کو جانتے ہو؟ بچے نے کہا کن کو؟ یہودی نے کہا موسیٰ کو، بچے نے کہا، کہاں رہتے تھے وہ؟ یہودی نے کہا تو موسیٰ کو نہیں جانتا؟ بچے نے کہا وہ کون تھے؟ کہاں رہتے تھے؟ پتہ تو چلے پھر میں بتاؤں گا۔ یہودی نے اس پر حیران ہو کر کہا کیا تو مسلمان نہیں؟ بچے نے کہا میں مسلمان ہوں۔ یہودی نے کہا قرآن پاک میں موسیٰ علیہ السلام کا نام ہے اور تو کہتا ہے میں جانتا نہیں۔ اس پر بچے نے کہا اچھا وہ موسیٰ جن کا ذکر قرآن میں ہے؟

جنہوں نے فرمایا میرے بعد نبی امی آئیں تو ان پر ایمان لے آنا۔ تو اس موسیٰ علیہ السلام کو تو میں بھی مانتا ہوں اور ان کے فرمان پر حضرت محمد رسول اللہ کا کلمہ بھی پڑھ لیا ہوا ہے تو بھی اگر ان کو مانتا ہے تو جلدی کر محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھ لے۔ اگر نہیں پڑھتا تو پھر تو موسیٰ علیہ السلام کا نافرمان ہے۔ ہاں! اگر اس کے علاوہ کسی اور موسیٰ کے بارے میں پوچھ رہے ہو جس نے ہمارے نبی کے بارے میں پیشین گوئی نہیں کی، تو اس کو میں نہیں جانتا۔ میں تو اسی موسیٰ پر ایمان رکھتا ہوں جنہوں نے ہمارے نبی کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی تھی۔

تو بسا اوقات سمجھانے کے لئے ایسا انداز اختیار کرنا پڑتا ہے کہ عام لوگ بھی سمجھ جائیں۔ چنانچہ اسی طرح حضرت ﷺ نے ان کو سمجھایا کہ ہمارا اور ان کا جھگڑا جو ہے موت کا نہیں، کیونکہ موت تو ایک قطعی چیز ہے کل نفس ذائقة الموت۔ ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے اور اس ضابطہ سے کوئی مستثنیٰ نہیں، نہ پیغمبر، نہ شہید اور نہ کوئی اور، اور جلد ہو یا بدیر ہر ایک پر موت وارد ہو کر رہے گی۔

اور تمام انبیاء علیہم السلام پر یہ گھڑی آ کر رہی، بجز سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے کہ ابھی تک آسمان میں زندہ ہیں اور قیامت کے قریب دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی سفید مینار پر صبح کے وقت نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ پھر چالیس سال تک حکومت کریں گے۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ میں ان کی وفات ہوگی اور آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک میں دفن کئے جائیں گے اور اسی طرح دوسرے مقام پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افأن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم'' (آل عمران: ۱۵)

لیکن ان آیات میں آنحضرت ﷺ کا وعدہ موت ہے وقوع موت کا تذکرہ ان میں موجود نہیں۔ اسی طرح کسی حدیث مبارکہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے وقوع موت کا تذکرہ نہیں ہے کہ آپ نے فرمایا ہو کہ میں فوت ہو کر قبر میں دفن ہو چکا ہوں اور اسی طرح قرآن پاک میں یہ بھی نہیں ہے کہ محمد ﷺ فوت ہو کر قبر میں دفن ہو چکے ہیں۔ خلاصہ یہ نکلا کہ قرآن پاک میں آنحضرت ﷺ کا وعدہ موت ہے وقوع موت کا ذکر بالکل نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کے وقوع موت کا ذکر خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں ہے۔

خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ: ''حدثنا اسمعیل بن عبد الله ثنی سلیمن بن بلال عن هشام بن عروة قال اخبرنی عروة بن الزبیر عن عائشة زوج النبی ان رسول الله ﷺ مات و ابوبکر بالسنح قال اسمعیل یعنی بالعالیة فقام عمر یقول والله مامات رسول الله ﷺ قالت وقال عمر والله ماکان یقع فی نفسی الا ذاک لیبعثنه الله فلیقطعن ایدی رجال وارجلهم فجآء ابو بکر فکشف عن رسول الله ﷺ فقبله فقال بأبی انت وامی طبت حیا ومیتا والذی نفسی بیده لایذیقک الله الموتتین ابدا ثم خرج فقال ایها الحالف علی رسلک فلما تکلم ابو بکر جلس عمر فحمد الله ابو بکر واثنی علیه وقال الا من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبد الله فان الله حی لایموت وقال انک میت وانهم میتون وقال وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر الله شیئا و سیجزی الله الشاکرین'' (بخاری ج۱ ص۵۱۷)

ترجمہ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فوت ہوئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سخ مقام میں تھے، اسماعیل کہتے ہیں یعنی عالیہ میں تھے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے، اللہ کی قسم نہیں فوت ہوئے رسول اللہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اور کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ میرے دل میں یہی بات تھی کہ اللہ دوبارہ نبی کریم کو لوٹائیں گے اور وہ لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیں گے۔ (یعنی جو حضور کی موت کا کہہ رہے ہیں) پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا اور آپ کو بوسہ دیا اور فرمایا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کی زندگی بھی پاکیزہ ہے اور موت بھی پاکیزہ، قسم اس ذات کی

جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی دو موتیں نہیں چکھائے گا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نکلے اور فرمایا کہ اے قسم کھانے والے بیٹھ جا، پس جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے، پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا جان لو کہ جو شخص محمد کی عبادت کرتا ہے تو بے شک محمد فوت ہوگئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے پس بے شک اللہ زندہ ہیں اور نہیں مریں گے، اور یہ آیت پڑھی: "انک میت و انھم میتون" اور یہ آیت پڑھی: "وما محمد الا رسول... الخ" یعنی آپ بھی فوت ہوجائیں گے اور وہ بھی فوت ہوجائیں گے...... اور نہیں ہیں محمد مگر رسول تحقیق ان سے پہلے بھی بہت سارے رسول گزرے ہیں۔ پس اگر وہ فوت ہوجائیں یا قتل کردیئے جائیں تو تم کیا پیچھے لوٹ جاؤ گے؟ اور جو پیچھے لوٹ جائے گا پس وہ اللہ کو کسی قسم کا نقصان نہیں دے سکتا، عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزاء دیں گے۔

اب اس خطبہ صدیق رضی اللہ عنہ میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ان محمدا قدمات" اب زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر اتفاق کرلیا۔ لہٰذا اس پر اجماع ہوگیا۔ اب اگر اس اجماع کے مقابلے میں اجماع ہی پیش کردیں کہ موت کے بعد آنحضرت کی حیات پر بھی اجماع ہے تو دلیل برابر ہوجائے گی۔

اب یہاں پہلے ایک یہ بات بھی سمجھ لیں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں فرمایا واللہ مامات رسول اللہ کہ اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ حالانکہ اس سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کبھی اس شخص کے بارے میں یہ نہیں فرمایا تھا جو فوت ہوچکا ہو کہ یہ فوت نہیں ہوا۔ لیکن حضور کے بارے میں فرمارہے تھے کہ فوت نہیں ہوئے کیونکہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نظر آپ کے قلب مبارک کی طرف تھی ان کو قلب میں حیات کے آثار محسوس ہورہے تھے، تو وہ کیسے آپ کی حیات کا انکار کرتے۔

چنانچہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سمجھا دیا کہ انبیاء علیہم السلام کی موت اسی طرح ہوتی ہے کہ ان کا دل زندہ ہوتا ہے۔ انک میت و انھم میتون کا وعدہ یہی ہے۔ عام لوگوں کی موت اور نبی کی موت میں فرق ہے، جیسے عام لوگوں کی نیند اور نبی کی نیند میں فرق ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ: جیسے زمین ہے اس پر اندھیرا اس کا ذاتی ہے اور روشنی عرضی ہے۔ روشنی لانی پڑتی ہے لیکن اندھیرا گٹھڑیاں باندھ کر نہیں لانا پڑتا بلکہ خود بخود آجاتا ہے۔ اسی طرح پانی کی ذاتی صفت برودت ہے اس کا گرم ہونا یہ عرضی ہے۔ جب گرم کرو گے تو گرم ہوگا۔ لیکن جب گرم کرکے رکھ دیا تو اس کو ٹھنڈا کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ خود بخود ٹھنڈا ہوجائے گا۔ اسی طرح حضور پاک کی حیات ذاتی ہے، جب موت طاری ہوئی تو حیات کہیں گئی نہیں۔ آپ کی موت ساتر حیات تھی اب موت کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کل نفس ذائقة الموت" اور ذائقہ تھوڑی چیز کے چکھنے کو کہتے ہیں جیسے آنا، جانا، داخل ہونا، نکلنا یہ افعال کرنے کے بعد ختم ہوجاتے ہیں جیسے آپ کمرے میں داخل ہوئے اب جب آپ بیٹھ گئے تو داخل ہونے کا فعل ختم ہوگیا۔ جب کمرے سے باہر نکلے تو آپ کے جانے کا فعل ختم ہوگیا۔ اسی طرح موت ایک آنی چیز ہے جب وہ اٹھ گئی تو حیات خود بخود ظاہر ہوگئی۔ تو بات چل رہی تھی کہ آپ کا وقوع موت خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں مذکور ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس پر اجماع ہے، تو اس کے مقابلے میں موت کے بعد حیات پر اجماع ہے۔

اسی خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں مذکور ہے:" فقال بابی انت و امی طبت حیا و میتا و الذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خود صدیق ہیں وہ بغیر قسم اٹھائے بھی بات کریں تو سچی بات کرتے ہیں، لیکن یہاں قسم اٹھا کر فرمار ہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی دو موتیں نہیں چکھائیں گے اب ان دو موتوں سے کون سی دو موتیں مراد ہیں؟ اگر پہلی سے مراد آیت: کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتاً والی موت ہے وہ تو دونوں آچکی ہیں کہ آپ پہلے بھی دنیا میں نہیں تھے، ایک موت تو وہ ہوگئی۔ اب بھی یہ ایک موت آگئی۔ تو یہ دونوں موتیں واقع ہوگئیں۔

حالانکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قسم اٹھا کر فرمار ہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا۔ پس معلوم ہوا امواتا والی موت مراد نہیں ہے۔ پھر کون سی دو موتیں مراد ہیں۔ احادیث میں مذکور ہے کہ اس موت کے بعد سوال و جواب کے لئے قبر میں روح ڈال دی جاتی ہے۔ اس کے بعد نیک آدمی کو کہا جاتا ہے۔ ایسے سو جا جیسے دلھن سو جاتی ہے۔ تو نیند میں بھی روح نکل جاتی ہے۔

تعلق روح کا نینداور بیداری میں فرق

نیند میں روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے تلبس نہیں ہوتا۔ جب کہ بیداری میں روح کا تلبس ہوتا ہے یعنی ایک ایک ذرے میں روح موجود ہوتی ہے تو نیند میں تعلق روح ہے، تلبس روح نہیں۔ پھر چونکہ نیند میں بھی روح نکل جاتی ہے اسی لئے اس کو موت کی بہن کہا جاتا ہے۔ کیونکہ موت نام ہے روح کے نکلنے کا۔

اب جب انبیاء علیہم السلام کی روح موت کے وقت نکلی پھر جب سوال و جواب کے وقت لوٹائی گئی تو اب اس کو دوبارہ نہیں نکالا جاتا۔ پس اگر وہ نکلتی تو یہ دوسری موت ہوتی۔ چونکہ آنحضرت کی روح دوبارہ نہیں نکلی، اس لئے دوسری موت واقع نہیں ہوئی بلکہ حیات ہی باقی ہے۔

پس یہی مراد ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا کافروں کے بارے میں اللہ جل شانہ کا ارشاد مبارک ہے کہ وہ جب قیامت کے دن اٹھیں گے تو کہیں گے من بعثنا من مرقدنا کہ کس نے ہمیں ہماری خواب گاہ سے اٹھایا؟ تو یہ کافر خواب گاہ کا ذکر کر رہے ہیں گویا کہ ان پر بھی نیند کی حالت ہے اور نیند ہوتی ہے تعلق روح سے، نہ کہ تلبس روح سے۔

اس لئے باقی لوگوں کو عذاب وثواب تعلق روح سے ہوتا ہے، تو اب یہ جو دوسری مرتبہ روح نکالی جاتی ہے یہ انبیاء علیہم السلام کی نہیں نکالی جاتی۔ اسی لئے اس حدیث کے تحت بخاری شریف کے حاشیہ میں لکھا ہے:" تمسک بھذا من انکر الحیات فی القبر و اجیب عن اھل السنة المثبتین لذالک ان المراد نفی الموت اللازم الذی یثبت البتہ عمر بقولہ ولیبعثنہ اللہ ... الخ۔ والاحسن ان یقال ان حیاتہ لا یتعقبھا موت بل یستمر حیا والانبیاء احیاء فی قبورھم" دلیل پکڑی اس کے ساتھ ان لوگوں نے جنہوں نے حیات فی القبر کا انکار کیا اور اہل سنت والجماعت جو حیات فی القبر کو ثابت کرتے ہیں کی طرف سے جواب دیا گیا کہ مراد موت لازم کی نفی ہے۔

اور بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے گا کہ آپ کی حیات کے بعد موت نہیں بلکہ حیات ہی کو استمرار حاصل ہے۔ والانبیاء احیاء فی قبورھم۔ اب دیکھیں اس حاشیہ سے معلوم ہوا کہ جو حیات فی القبر کا انکار کرتے ہیں وہ اہل

سنت والجماعت سے خارج ہیں، کیونکہ عدم حیات فی القبر پر استدلال غیر اہل سنت والجماعت نے کیا۔ پس اہل سنت والجماعت کی طرف سے جواب دیا گیا ہے اب اہل سنت والجماعت جو حیات کے قائل ہیں انہوں نے دو جواب دیئے ہیں۔

جواب نمبر ۱: ان المراد نفی الموت اللازم الذی اثبتہ عمر کہ ایسی موت جس کے بعد کسی قسم کی حیات نہیں ہوگی اس کا انکار کیا گیا ہے۔

جواب نمبر ۲: والاحسن ان یقال ان حیاتہ لا یتعقبھا موت بل یستمر حیا کہ جب دوبارہ قبر میں روح لوٹائی جائے گی تو پھر موت نہیں آئے گی بلکہ اسی حیات کو استمرار ہوگا۔

الانبیاء احیاء فی قبورھم آگے ف جو ہے یہ فتح الباری کی ہے، یہ صرف فتح الباری ہی میں نہیں عینی میں بھی یہی لکھا ہے اور اسی طرح تیسیر القاری مصنفہ شیخ نور الحق بن عبدالحق دہلوی اور مدارج النبوۃ مصنفہ شیخ عبدالحق دہلوی میں بھی مذکور ہے۔ چنانچہ شیخ نور الحق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: قول مختار ومقرر جمہور ایں است کہ انبیاء بعد از ذاقت موت زندہ اند بحیات دنیوی۔ (تیسیر القاری ص ۲۶۲ ج ۳)

(ترجمہ) قول مختار اور جمہور کا مذہب یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد زندہ ہیں حیات دنیوی کے ساتھ۔

نیز لکھتے ہیں: وسوگند کسی کہ نفس من در دست قدرت اوست نمی چشاند ترا خدا دو موت دائما یعنی بعد ازیں موت بحیات ابدی زندہ خواہی بود از آں کہ وی ﷺ دانستہ بود کہ انبیاء در عالم برزخ زندہ اند بخلاف سایر مسلمانان کہ در وقت سوال منکر نکیر زندہ میکند آنہا را و بازمی میرانند۔ (تیسیر القاری ج ۳ ص ۴۲۵)

(ترجمہ) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں دائمی نہیں چکھائے گا۔ یعنی اس موت کے بعد ابدی حیات کے ساتھ آپ زندہ ہوں گے اسی وجہ سے آپ ﷺ جانتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام برزخ کے اندر زندہ ہیں بخلاف باقی مسلمانوں کے کہ وہ منکر نکیر کے سوال وجواب کے وقت زندہ کئے جائیں گے اور پھر وفات دے دی جائے گی۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ عام لوگوں پر موت کی جو کیفیت طاری ہوگی سوال وجواب کے بعد یہ من کل الوجوہ حیات کے منافی نہیں ہوگی۔ بلکہ نوعاً من الحیاۃ بھی اس شخص میں ہوگی جس سے عذاب وثواب قبر کا احساس ہوگا جیسا کہ عذاب قبر کے باب میں دلائل گزر چکے ہیں، باقی رہی یہ بات کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک چیز پر موت بھی طاری ہو اور حیات بھی تو جواب یہ ہے کہ موت کی بھی کئی انواع ہیں اور حیات کی بھی۔ موت کی بعض انواع حیات کی بعض انواع کے ساتھ جمع ہوسکتی ہیں۔ نیند کی حالت کو موت کہا گیا ہے، حالانکہ نیند کی حالت میں حیات بھی ہوتی ہے۔

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی بات لکھی ہے۔ حتیٰ کہ ۱۹۶۴ء کے تعلیم القرآن میں بھی یہ بات لکھی ہے کہ خطبہ صدیق رضی اللہ عنہ سے حیات فی القبر ثابت ہورہی ہے۔ تعلیم القرآن اگر نہ ملے تو قہر حق نامی کتاب میں اس کا فوٹو سٹیٹ دے دیا گیا ہے، شارحین نے خطبہ صدیق رضی اللہ عنہ میں یہ بات لکھی ہے کہ خطبہ صدیق رضی اللہ عنہ میں حیات فی القبر کا ذکر موجود ہے۔

حوالہ جات درج ذیل ہیں:

ایک حوالہ تو اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ خطبہ صدیق اکبر ؓ بخاری شریف ص ۵۱۷ ج ۱ میں یہ بات موجود ہے کہ: لایذیقک اللہ الموتتین ابدا۔ اسی طرح (بخاری شریف ج ۲ ص ۶۴۰) میں جو خطبہ صدیق اکبر مذکور ہے۔ اس میں ہے: اما الموتة التی کتبت علیک فقد متھا۔ بہرحال وہ موت جس کا آپ پر فیصلہ کیا گیا وہ تو آپ پر آ گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ عوام پر جو دو موتیں آتی ہیں نبی پاک پر دوسری موت نہیں آئے گی۔

ایک موت جو سب پر آنی ہے۔ کل نفس ذائقة الموت اور انک میت و انھم میتون افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ان آیات میں وقوع موت کا ذکر نہیں بلکہ امکان موت اور موت کے آئندہ آنے کا ذکر ہے۔ موت کے وقوع کا ذکر نہیں ہے۔ موت کا وقوع فان محمداً قد مات سے معلوم ہوا اور ان آیات قرآنیہ کو اسی موت کا مصداق قرار دیا وفات فی القبر سے اس کا تعلق نہیں۔

چنانچہ جب ایک مرتبہ وفات ہو گئی تو یہ تمام وعدے پورے ہو گئے جو مذکورہ آیات میں مذکور ہیں اب قبر میں عام لوگوں پر جو موت طاری ہونی ہے ان آیات کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کہ کہا جا سکے کہ آیات تو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قبروں میں سب پر موت طاری ہوگی۔ پھر انبیاء علیہم السلام کے لئے حیات کس طرح ثابت ہے؟ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے حدیث: ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء میں پہلے موت کا ذکر ہے۔ پھر حیات بعد الموت کا۔

علامہ عینی رحمہ اللہ کا مؤقف: علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اراد بالموتین الموت فی الدنیا والموت فی القبر وھما الموتتان المعروفتان المشھورتان فلذالک ذکرھما بالتعریف وھما الموتتان الواقعتان لکل احد غیر الانبیاء علیہم السلام فانھم لا یموتون فی قبورھم بل ھم أحیاء واما سائر الخلق فانھم یموتون فی القبور ثم یحیون یوم القیامة ومذھب اھل السنة والجماعة ان فی القبر حیاتاً و موتاً فلابد لذوق الموتین لکل احد غیر الانبیاء۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۶۰۰)

(ترجمہ) ارادہ کیا دونوں موتوں کے ساتھ دنیا میں موت کا اور قبر میں موت کا اور یہ دونوں موتیں مشہور ومعروف ہیں۔ اس لئے ان کو معرفہ ذکر کیا اور یہ دونوں موتیں انبیاء کے علاوہ ہر ایک کے لئے واقع ہوں گی۔ (نہ کہ انبیاء کے لئے) اس لئے کہ انبیاء اپنی قبروں میں وفات نہیں پاتے بلکہ وہ زندہ ہیں اور بہرحال باقی مخلوق بے شک وہ قبروں میں مریں گے پھر قیامت کے دن زندہ کئے جائیں گے اور اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ قبر میں حیات بھی ہے اور موت بھی پس انبیاء کے علاوہ ہر ایک کے لئے دونوں موتوں کا چکھنا ضروری ہے۔

اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ صدیق اکبر میں جس موت کی نفی کی گئی وہ موت فی القبر ہے کہ انبیاء کے علاوہ دوسرے لوگوں کو قبر میں جب سوال و جواب کے لئے روح لوٹائی جائے گی۔ اس کے بعد موت طاری ہو جائے گی۔ لیکن انبیاء پر یہ موت طاری نہیں ہوتی بلکہ یہی حیات باقی رہتی ہے۔

اسی طرح علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: "واحسن من ھذا الجواب ان یقال ان حیاته فی القبر لا یعقب لھا موت بل یستمر حیا والانبیاء احیاء فی قبورھم ولعل ھذا ھو الحکمة فی تعریف الموتین حیث قال لا یذیقک اللہ الموتین ای المعروفین المشھورین الواقعین لکل احد غیر الانبیاء" (فتح الباری ج ۷ ص ۳۳)

(ترجمہ) اور بہترین جواب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ آپ کی حیات ہے اس کے بعد موت نہیں آئے گی بلکہ حیات ہی مستمر رہے گی اور انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور شاید موتین کو معرفہ لانے میں یہی حکمت ہے۔ جب کہا لا یذیقک اللہ الموتین یعنی معروف اور مشہور موتیں جو واقع ہونے والی ہیں انبیاء کے علاوہ ہر ایک کے لئے۔

اسی طرح علامہ کرمانی اپنی شرح بخاری میں فرماتے ہیں: ''فان قلت مذهب اهل السنة ان فی القبر حياة و موتا فلا بد من ذوق الموتتين قلت المراد به نفی الموت اللازم من الذی اثبته عمر ليبعثه الله فی الدنيا لقطع ايدی القائلين بموته فليس فيه نفی موت عالم البرزخ و مر فی اول كتاب الجنائز و يحتمل ان يراد ان حياتک فی القبر لا يعقبها موت فلا تذوق مشقة الموت مرتين بخلاف سائر الخلق فانهم يموتون فی القبر ثم يحيون يوم القيامة۔ والله اعلم'' اگر تو کہے کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ قبر میں حیات بھی ہے اور موت بھی پس دو موتوں کا ذائقہ چکھنا ضروری ہوا۔ میں کہوں گا کہ مراد اس سے اس موت لازم کی نفی ہے جسے حضرت عمر اپنے قول: ''ليبعثه الله فی الدنيا لقطع ايدی القائلين بموته'' سے ثابت کر رہے ہیں۔ پس اس میں عالم برزخ کی موت کی نفی نہیں ہے۔ اور کتاب الجنائز کے شروع میں گزر چکا ہے کہ احتمال ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ آپ کی قبر میں جو حیات ہے اس کے بعد موت نہیں آئے گی پس آپ موت کی مشقت دو مرتبہ نہیں چکھیں گے بخلاف باقی مخلوق کے کہ وہ قبروں میں مرجائیں گے پھر قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔ (شرح کرمانی ج ۱۴ ص ۲۱۰)

امام شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد الشافعی القسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ اسی کے تحت فرماتے ہیں: ''فاشار الی انه اكرم علی الله من ان يجمع عليه موتتين كما جمعهما علی غيره كالذی مر علی قرية او انه يحيی فی قبره ثم لا يموت'' پس اشارہ کیا اس بات کی طرف کہ آپ اللہ کے ہاں معزز ہیں اس بات سے کہ آپ پر دو موتیں جمع کی جائیں جیسا کہ ان کو جمع کیا ان کے غیر پر مثل اس شخص کے جو بستی پر سے گزرا یا یہ ہے کہ آپ قبر میں زندہ کئے جائیں گے پھر موت نہیں آئے گی۔ (ارشاد الساری ج ۸ ص ۱۵۹)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی بھی اس حدیث کی شرح اسی طرح کرتے ہیں: مراد آنست کہ نمی میرد بموت دیگر در قبر ہچو دیگراں کہ زندہ گردانیدہ میشود برائے سوال باز میرانیدہ می شود وظاہر آنست کہ موت دیگر نیست بروئے وبعد از جریان سنت الہی براذاقت موت و زندہ گردانیدہ بعد ازاں حیات باقی و مستمر خواہد بود و ممات برآن طاری نخواہد شد پس ایں سخن اشارہ است بحیات آنحضرت۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۹۰)

(ترجمہ) حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کی مراد اس کلمہ سے یہ تھی کہ دوسرے لوگوں کی طرح آپ قبر منور میں دوسری موت کا ذائقہ بالکل نہ چکھیں گے دوسرے عام لوگوں کو قبر میں سوال و جواب کے لئے زندہ کیا جاتا ہے اور پھر ان پر دوبارہ ورود موت ہوتا ہے آنحضرت ﷺ پر یہ دوسری موت کبھی نہ آئے گی۔ ایک دفعہ لذت وفات چکھنے اور پھر زندہ ہونے کے بعد آپ حیات دائمی سے زندہ ہیں آپ پر پھر کبھی طریان موت نہ ہوگا اس ارشاد عالی میں حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کا اشارہ مسئلہ حیات النبی کی طرف ہی تھا۔

اب ان عبارات سے معلوم ہوا کہ سیدنا صدیق اکبر ﷺ نے آیت: انک میت وانهم میتون پڑھی۔ لیکن اس کے بعد آپ کے خطبے میں حیات کا اقرار بھی موجود ہے۔ پتہ چلا کہ انک میت وانهم میتون اسی طرح

مانی چاہئے، جس طرح سیدنا صدیق اکبر ؓ نے مانی وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افأن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم یہ آیت مبارکہ بھی سیدنا صدیق اکبر ؓ نے تلاوت فرمائی، لیکن ساتھ ہی بعد والی آیات کا بھی اقرار فرمایا ہے۔ ہم اس آیت کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح سیدنا صدیق اکبر ؓ نے پڑھا اور اسی پر صحابہ کرام ؓ کا اجماع ہوا۔

تو خطبہ صدیق اکبر ؓ سے دو اجماع معلوم ہوئے۔ ایک اس بات کا کہ وقوع موت ہوگیا اور یہ دونوں وعدے افأن مات او قتل انقلبتم اور انک میت و انهم میتون پورے ہوگئے اور پھر ساتھ ہی یہ بھی ذکر فرمادیا قبر میں آپ کی روح لوٹانے کے بعد نکالی نہیں جائے گی۔ لا یذیقک الله الموتین ابدا۔ اب اس پر کسی صحابی نے انکار نہیں فرمایا تو جس طرح آپ کی موت پر اجماع ہوا، اسی طرح آپ کی موت کے بعد حیات پر بھی اجماع ہوا۔

اجماع صحابہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا اجماع اس پر ہوا کہ آیت قرآنیہ: انک میت و انهم میتون اور کل نفس ذائقة الموت اور أفان مات أو قتل انقلبتم علی أعقابكم۔ جس موت کے بارے میں ہے جو آچکی اور دوسری موت آپ کو نہیں آئے گی۔ وقد روی عن أبی بکر الصدیق قال لا ینبغی رفع الصوت علی نبی حیا ولا میتا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا نبی پر آواز کو بلند کرنا مناسب نہیں خواہ آپ زندہ ہوں یا وفات کی حالت میں۔

اجماع پر دوسری دلیل: دو سو کے قریب کتب کے مصنف محدث، مؤرخ، اصولی علامہ سخاوی ؒ لکھتے ہیں: "ونحن نؤمن و نصدق بأنه حی یرزق فی قبره و ان جسده الشریف لا تأکله الارض والاجماع علی هذا" (القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ص ۱۷۲)

(ترجمہ) ہم ایمان رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ نبی اقدس زندہ ہیں اپنی قبر میں رزق دئے جاتے ہیں اور آپ کے جسد شریف کو زمین نے نہیں کھایا اور اس پر اجماع ہے۔

اجماع پر تیسری دلیل: شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ لکھتے ہیں: "با یدحیات انبیاء متفق علیہ است و ہیچ کس را در وے خلاف نیست" جاننا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات متفق علیہ ہے، کسی کو اس میں اختلاف نہیں۔ (اشعۃ اللمعات)

اجماع پر چوتھی دلیل: مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ لکھتے ہیں: "تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اور نماز اور عبادت میں مشغول ہیں۔" (سیرت المصطفیٰ ج ۳ ص ۲۹۲)

اجماع پر پانچویں دلیل: مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ لکھتے ہیں: "اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔" (براہین قاطعہ ص ۱۹۹)

اجماع پر چھٹی دلیل: قطب الارشاد حضرت گنگوہی ؒ لکھتے ہیں: "مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔" (فتاویٰ رشیدیہ)

سماع حیات کے بغیر نہیں ہوتا، معلوم ہوا کہ حیات میں بھی کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

اجماع پر ساتویں دلیل: حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ العزیز نے ایک بہت ضخیم کتاب تحریر فرمائی ہے، جو کہ مشہور بین العالم ہے، اس میں کس زور وشور سے حیات نبوی کا اثبات کیا ہے اور مذہب اہل سنت والجماعت اور فضائل نبوت میں کس درجہ اور قوت کے دلائل درج فرمائے ہیں۔''

(رجوم المذنبین ص ۴۸)

اس سے بھی معلوم ہوا تمام اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔

اجماع پر آٹھویں دلیل: فقیہ الامت مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ مفتی دار العلوم دیو بند لکھتے ہیں: ''اہل سنت والجماعت متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں حیات ہیں۔''

مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تفصیلی فتویٰ اکثر فتاویٰ کی کتب میں مل جاتا ہے۔

اجماع پر نویں دلیل: شمس الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''انبیاء کرام کا ابدان دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل سنت والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔'' (مقام حیات ص ۶۹۷)

اجماع پر دسویں دلیل: استاذ الاساتذہ مولانا نصیر الدین غورغشتی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اعظم حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں والی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''میں اس مسئلہ کو حق اور صحیح سمجھتا ہوں، احادیث شریف، فقہاء عظام، سلف صالحین سے بھی اس مسئلہ کی حقانیت اور صحت ثابت ہے، میں نے مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ میں کبھی اختلاف نہیں سنا، اور نہ ہی کبھی میں نے ان سے یہ پوچھا تھا، یہ تو ایک اہل سنت والجماعت کا متفقہ حق مسئلہ ہے۔ (مقام حیات ص ۶۹۷)

اجماع پر گیارھویں دلیل: شیخ الحدیث والفقہ علامہ عبد الغنی صاحب فرماتے ہیں: ''الحاصل حیات انبیاء فی القبور کا عقیدہ ایک اجماعی عقیدہ ہے، اس کا انکار اجماع کا انکار ہے اور سخت بدعت اعتقادی کا ارتکاب ہے۔'' (مقام حیات ص ۶۹۹)

اجماع پر بارھویں دلیل: دار العلوم دیو بند کا متفقہ فتویٰ اس میں بھی اس کی تصریح ہے: ''تمام اہلسنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں اور یہ حیات برزخی حیات دنیوی سے کم نہیں۔'' (مقام حیات ص ۷۱۱)

اعتراض: ادھر آپ کہتے ہیں کہ تمام لوگوں کو قبروں میں حیات حاصل ہوتی ہے جس سے عذاب وثواب قبر کا ادراک ہوتا ہے۔ یہاں آپ کہہ رہے ہیں کہ قبر میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کے بعد موت نہیں آئے گی، عامۃ الناس کو آجائے گی۔

جواب: عامۃ الناس کو بھی قبور میں اس قدر نوعاً من الحیاۃ حاصل ہوگی جس سے عذاب وثواب قبر کا ادراک ہو سکے، لیکن یہ حیات موت کے منافی نہیں ہے۔ موت اور حیات دونوں جمع ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ ابن عبد الہادی حنبلی الصارم المنکی میں فرماتے ہیں: ''والحیات جنس تحتہ انواع و کذالک الموت فاثبات بعض انواع الموت لاینافی الحیوٰۃ'' اور حیات ایک جنس ہے جس کے تحت مختلف انواع ہیں اسی طرح موت بھی پس موت کی بعض انواع حیات کے منافی نہیں۔ (الصارم المنکی ص ۲۹۴)

فرماتے ہیں: ''ان هذه الاعادة ليست مستلزمة لاثبات حياة مزيلة لاسم الموت بل هي نوع حياة برزخية'' بے شک یہ اعادہ نہیں ہے مستلزم ایسی حیات کے اثبات کو جو اسم موت کو زائل کرنے والی ہو بلکہ یہ حیات برزخیہ کی ایک نوع ہے۔

اور پھر اس اجماع کو تلقی بالقبول بھی حاصل ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام کی وفات کے تین دن بعد واقعہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''روی عن علی انه بعد دفنه جاء اعرابی وقال یا رسول الله جئتک لتستغفر لی الی ربی فنودی من القبر الشریف قد غفر لک وآتت صفیة عمة النبی بعد وفاته (فقالت) الا یا رسول الله ﷺ انت رجائیا وکنت بنابرا ولم تک جافیا و سمع الصحابة'' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دفن کئے جانے کے بعد ایک اعرابی آیا پس کہا اس نے یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کے پاس آیا ہوں آپ میرے رب سے میرے لئے مغفرت مانگیں۔ پس قبر مبارک سے آواز آئی کہ تیری بخشش ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کی وفات کے بعد آئیں اور اس نے یہ شعر پڑھا۔ خبردار اے رسول اللہ ﷺ آپ میری امید ہیں اور ہم پر مہربان تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنا کسی ایک نے بھی انکار نہ کیا۔

(تحریرات حدیث ص ۲۵۶، معارف القرآن ج ۲ ص ۴۵۸، ۴۵۹، تسکین الصدور ص ۳۷۶)

نیز اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں موطا امام محمد میں مذکور ہے: ''عن نافع عن ابن عمر انه کان یاتی القبر فیسلم علی النبی و علی ابی بکر و عمر

حضرت عبداللہ قبر مبارک پر آتے پس آپ علیہ السلام پر درود پڑھتے اور ابوبکر عمر رضی اللہ عنہما پر اور یہ بھی فرماتے:

''السلام علیک یا رسول الله السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابتاه''

مصنف عبدالرزاق میں یہ حدیث اس سند سے مروی ہے: ''عبدالرزاق عن معمر عن ایوب عن نافع قال کان ابن عمر اذا قدم من سفر اتی قبر النبی فقال السلام علیک یا رسول الله السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابتاه''

اسی طرح (التعلیق الممجد ص ۳۹۶ حاشیہ نمبر ۲) پر مذکور ہے: ''وعن نافع کان ابن عمر یسلم علی القبر ورأیته مائة مرة او اکثر یأتی ویقول السلام علی النبی السلام علی ابی بکر السلام علی ابی''

حضرت نافع سے منقول ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما روضہ اقدس پر سلام عرض کرتے اور میں نے ان کو سو یا سو سے زائد مرتبہ دیکھا کہ آتے تھے اور پڑھتے تھے: ''السلام علیک یا رسول الله السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابی۔''

علامہ سبکی رحمہ اللہ نے شفاء السقام میں بھی اس واقعے کو اس سند سے نقل فرمایا ہے: ''وروی عن ابن عون قال سأل رجل نافعاً هل کان ابن عمر یسلم علی القبر قال نعم لقد رأیته مائة مرة او اکثر من مائة مرة کان یأتی القبر فیقوم عنده فیقول السلام علی النبی السلام علی ابی بکر السلام علی ابی'' ابی عون سے روایت کیا گیا ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک آدمی نے حضرت نافع سے سوال کیا کہ کیا ابن عمر رضی اللہ عنہما قبر پر سلام پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سو یا سو سے زائد مرتبہ دیکھا کہ وہ روضہ پاک پر آتے اور اس کے قریب

کھڑے ہو جاتے اور کہتے: ''السلام علی النبی السلام علی ابی بکر السلام علی ابی'' اور ایک روایت میں ہے: ''رأیتہ فی الیوم مائۃ مرۃ او اکثر (قالہ نافع)'' ان کو نافع نے فرمایا میں نے عبداللہ بن عمر کو ایک دن میں سو یا سو سے زائد مرتبہ (نبی علیہ السلام کے روضہ اقدس پر درود پڑھتے) دیکھا ہے۔

(منتہی المقال ص ۷۳ للمفتی صدر الدین راجع جذب القلوب ص ۲۰۰ ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۳۸، زبدۃ المناسک للگنگوہی ص ۹۰)

اسی طرح ۱۸ھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ حضرت مالک الدار رضی اللہ عنہ (جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ جن کو صحبت نبوی کا شرف بھی حاصل ہے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے میں معروف ہیں) فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلاء ہوئے۔ پس ایک آدمی (حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ صحابی) روضہ اقدس پر حاضر ہوئے اور عرض کیا حضرت اپنی امت کے لئے بارش طلب فرماویں کیونکہ وہ ہلاک ہو چلی ہے۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خواب میں مشرف فرمایا اور فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور اس کو میرا اسلام دو اور عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دے دو کہ ان پر بارش نازل کی جائے گی اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ دے کہ وہ دانائی پر قائم رہے۔ پس وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ پھر فرمایا اے میرے رب میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ مگر جس امر سے میں عاجز ہو گیا۔

(شفاء السقام ص ۱۷۴، البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۷۱) پر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور لوگوں کو نماز استسقاء کے لئے جمع ہونے کا حکم فرمایا۔ نیز (تاریخ طبری ج ۴ ص ۹۹) پر ہے کہ جب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''فان بلال بن الحارث یزعم ذیۃ و ذیۃ'' (ہذا سند صحیح البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۹۲)

نیز اس حدیث کی ابن ابی شیبہ کی سند یہ ہے: ''ابن ابی شیبہ، ابو معاویہ، اعمش، ابو صالح، مالک الدار۔''

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ''اسنادہ صحیح'' (فتح الباری ص ۱۴۸ ج ۳)

امام ابو بکر بن ابی شیبہ یہ امام بخاری کے استاد ہیں امام بخاری نے صحیح بخاری میں:

۱...... باب لا یرد السلام فی الصلوٰۃ

۲...... باب اذا افطر فی رمضان ثم طلعت الشمس

۳...... باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان

۴...... باب الدعاء علی المشرکین بالھزیمۃ و الزلزلۃ

۵...... باب موت النجاشی

۶...... باب عدۃ اصحاب بدر

۷...... باب مرجع النبی من الاحزاب و مخرجہ الی بنی قریظۃ و محاصرتہ ایاہ

۸...... باب ذھاب جریر الی الیمن

۹...... باب مرض النبی و وفاتہ

۱۰...... باب قول اللہ و رأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً

۱۱...... الباذق و من نھیٰ عن کل مسکر

۱۲...... باب نھی تمنی المریض الموت

۱۳...... باب الحبۃ النمبر ۱۱ ـ باب سوداء

۱۴...... باب مسح الراقی فی الوجع بیدہ الیمنٰی

۱۵...... باب فضل الفقر

۱۶...... باب اذا ھمت الطائفتان

میں ان سے روایات لی ہیں۔ ابو معاویہ، اعمش اور ابو صالح تینوں ایک ہی سند میں سورۃ نباء کی تفسیر میں بخاری شریف میں مذکور ہیں اور مالک الدار تو خود صحابی ہیں۔

امام رازی رحمہ اللہ تفسیر سورۃ کہف کے شروع میں فرماتے ہیں: ''اما ابو بکر فمن کرامته لما حمل جنازته الی باب قبر النبی و نودی السلام علیک یا رسول اللہ ھذا ابو بکر بالباب فاذا الباب قد انفتح فاذا بھاتف یھتف من القبر ادخلوا الحبیب الی الحبیب''

بہر حال ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کرامت سے ہے کہ جب ان کا جنازہ نبی اکرم کی قبر مبارک کے دروازہ پر لایا گیا اور ندا دی گئی کہ اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ دروازہ پر ہے پس اچانک دروازہ کھل گیا اور آواز دینے والا قبر سے آواز دے رہا تھا حبیب رضی اللہ عنہ کو حبیب کی طرف داخل کر دو۔

یہ افضل الناس بعد الانبیاء کا جنازہ ہے، خیال کرو کوئی صحابی رہ گیا ہوگا۔ ہزاروں کی تعداد میں صحابہ رضی اللہ عنہم ہوں گے ان سب کا عقیدہ تھا کہ نبی پاک زندہ ہیں اور سنتے ہیں۔ اب کیا مماتی یہ بھی کہیں گے کہ ان کو قرآن نہیں آتا تھا؟ فاعتبروا یا اولی الابصار!

''اخرج الزبیر بن بکار فی اخبار المدینة عن سعید بن المسیب قال۔ لم ازل اسمع الاذان والاقامة فی قبر رسول اللہ ﷺ ایام الحرۃ حتی عاد الناس'' لکھا ہے زبیر بن بکار نے اخبار مدینہ میں سعید بن مسیب سے انہوں نے فرمایا ہمیشہ سنتا رہا میں اذان اور اقامت کو نبی کی قبر میں یہاں تک کہ لوگ واپس لوٹ آئے۔

''واخرج ابن سعد فی الطبقات عن سعید بن المسیب انه کان یلازم المسجد ایام الحرۃ والناس یقتلون قال فکنت اذا حانت الصلوۃ اسمع اذانا یخرج من قبل القبر الشریف واخرج دارمی فی مسندہ قال اخبرنا مروان بن محمد عن سعید بن عبدالعزیز قال لما کان ایام الحرۃ لم یؤذن فی مسجد النبی ثلاثا ولم یقم ولم یبرح سعید بن المسیب من المسجد و کان لا یعرف وقت الصلاۃ الا بھمھمة یسمعھا من قبر النبی'' (سنن دارمی الجزء الاول ص ۴۳ حدیث نمبر ۹۴ باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ بعد موتہ)

(ترجمہ) اور ابن سعد نے طبقات میں حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کے بارے میں نقل فرمایا ہے ایام حرہ میں جو لوگ لڑائی میں مصروف تھے وہ مسجد نبوی میں ہی رہے فرماتے ہیں جب نماز کا وقت قریب آتا تو میں قبر شریف سے اذان کی آواز سنتا۔ دارمی نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے انہوں نے فرمایا خبر دی ہمیں مروان بن محمد نے سعید بن عبدالعزیز سے انہوں نے فرمایا جب ایام حرہ تھے تو تین دن تک نہ مسجد نبوی میں اذان دی گئی نہ اقامت کہی

گئی اور حضرت سعید بن المسیب مسجد سے باہر نہ آسکے آپ کو نماز کا وقت معلوم نہ ہوتا تھا مگر ایک آواز سے جو نبی اقدس ﷺ کی قبر مبارک سے آتی تھی۔

اس واقعہ کو صاحب مشکوٰۃ باب الکرامات میں لائے ہیں، یعنی یہ اذان کی آواز سننا حضرت سعید بن المسیب کی کرامت تھی۔ علامہ سخاوی القول البدیع میں شیخ عبدالحق جذب القلوب ص۱۸۱ اور مدارج النبوۃ ص۹۰۵ ج۲ میں بھی لائے ہیں۔

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں: ابن جوزی بسند متصل تا سعید بن المسیب روایت کردہ۔ (حجج الکرامۃ ص۲۸۵)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے (الخصائص الکبریٰ ص۴۹۰) پر اس کو نقل کیا ہے۔

ان حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حیات النبی پر جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا ہے اس کو امت میں تلقی بالقبول کا شرف بھی حاصل ہے۔

تو اب جس طرح خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ وفات کے بعد آپ قبر میں باحیات ہیں کیونکہ وقوع موت کے بعد روح پھر لوٹا دی گئی تو موت تھوڑے عرصے کے لئے تھی تو اس کے بعد حیات ہے۔ تو لہٰذا اب تذکرہ بھی آپ علیہ السلام کی حیات کا ہونا چاہئے جو تقریباً چودہ سو سال سے چلی آرہی ہے۔

نہ کہ اس موت کا جو چودہ سو سال پرانی ہے، اس لئے کہ جس طرح آپ کی اور میری یہ جو موجودہ حیات ہے یہ چند سال کی ہے۔ کسی کی بیس سال کی ہے، کسی کی پچیس سال کی۔ اس سے پہلے موت تھی۔ جیسے قرآن پاک نے فرمایا ہے کنتم امواتا تو اب اگر آپ کو کوئی مردہ کہے اور ساتھ یہ آیت بھی پڑھے کنتم امواتا تو آپ اس کو پسند نہیں کرتے اور آپ کہتے ہیں کہ تو قرآن کی آیت کو غلط استعمال کر رہا ہے۔

تو آپ اپنی اس بیس پچیس سالہ حیات کی نفی پسند نہیں کرتے تو اللہ کے نبی کی جو حیات چودہ سو سال سے چلی آرہی ہے تو اس کی نفی کرنا کس طرح صحیح ہے اور یہ مماتی حضرات چودہ سو سال پرانی موت ہی کو پیٹ رہے ہیں۔ اس کے بعد جو حیات ہے وہ ان کو نظر نہیں آتی۔ حالانکہ تذکرہ اس حالت کا ہونا چاہئے جو اس وقت موجود ہے اور وہ حالت حیات ہے۔

لطیفہ: حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے سنایا کہ: ایک کُرد آدمی ایران میں آیا تو اتفاقاً عاشورہ محرم تھا اور یہ لوگ پیٹ رہے تھے اس نے اپنے علاقے میں کسی کو پیٹتے نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی سنا تھا۔ وہ بڑا حیران ہوا پوچھنے لگا کہ ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے یہ کیوں پیٹ رہے ہیں؟ کسی نے جواب دیا تمہیں پتا ہی نہیں کہ نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ وہ کہنے لگا اچھا یہاں آج اطلاع پہنچی ہے؟

اسی طرح ان مماتیوں کو شاید آج ہی اطلاع پہنچی ہے کہ حضرت کا وصال ہوگیا ہے۔ حالانکہ وفات کے بعد آپ علیہ السلام کی حیات کو چودہ سو سال گزر چکے ہیں تو اب جس طرح ہم زندہ ہیں تو ہماری حیات کا ہی ذکر ہونا چاہئے نہ کہ پچھلی موت کا تو اسی طرح جب آنحضرت ﷺ کا وصال ہوگیا تو وقوع موت ہوگیا اور اس کو سب نے مان لیا، کسی نے بھی انکار نہیں کیا۔ لیکن اس کے بعد پھر چودہ سو سال سے آپ کی حیات کا دور چل رہا ہے تو اب آپ کی حیات ہی کا ذکر ہونا چاہئے نہ کہ اس موت کا جو چودہ سو سال پہلے گزر چکی ہے۔

مماتی اور حیاتی میں فرق: اب جو خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں ان محمدا قد مات کو ہی مانتا ہے اس کو مماتی کہا جاتا ہے اور جو اس موت کے بعد اس حیات کا قائل ہے جو چودہ سو سال سے چل رہی ہے اس کو حیاتی کہا جاتا ہے۔ حیاتی نے خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں مذکور دونوں باتیں مان لیں اور مماتی نے چودہ سو سال پرانی بات تو مان لی لیکن چودہ سو سال سے جو حیات چلی آرہی ہے اس کا انکار کر دیا۔ اتنا بڑا منکر اللہ کے نبی کی حیات کا شاید دنیا میں پہلے کبھی پیدا نہیں ہوا۔ پس معلوم ہوا کہ جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پورے خطبے کو مانتا ہے وہ حیاتی ہے اور جو ایک بات مانتا ہے اور ایک بات کا انکار کرتا ہے وہ مماتی ہے۔

اجماع کو مقدم کرنے کی وجہ: ہم نے اجماع کو مقدم اس لئے کیا ہے کہ پوری امت جو عقیدہ قرآن یا حدیث سے سمجھتی ہے وہ فرد واحد نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے کہ امت کا اجماع معصوم ہے۔ نبی کے بعد کوئی معصوم نہیں البتہ امت کا اجماع معصوم ہے، نبی اقدس نے فرمایا ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ اللہ تعالیٰ میری امت یا فرمایا محمد کی امت کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائیں گے۔ (ترمذی ص ۳۹ ج ۲)

جب کہ فرد واحد کے سمجھنے میں خطاء کا بھی احتمال ہوتا ہے تو جب اس عقیدے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا تو معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ قرآن وسنت کے مطابق ہے۔ کیونکہ اگر قرآن وسنت سے اس عقیدے کا اثبات نہ ہوتا یا یہ عقیدہ قرآن وسنت کے مخالف ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر کبھی اجماع نہ ہوتا۔ کیونکہ اس امت کا غلطی پر اجماع نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ یہ امت من حیث الامت معصوم ہے۔

چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مقدمۃ الاولی فی بیان تقدیم الادلۃ فنقول یجب علی المجتھد فی کل مسئلۃ ان یرد نظرہ الی النفی الاصلی قبل ورود الشرع ثم یبحث عن الادلۃ السمعیۃ فی المخیرۃ فینظر اول شئ فی الاجماع فان وجد فی المسئلۃ اجماعا ترک النظر فی الکتاب والسنۃ فانھما یقبلان النسخ والاجماع لا یقبل۔ فالاجماع علی خلاف ما فی الکتاب والسنۃ دلیل قاطع علی النسخ اذ لا تجتمع الامۃ علی الخطاء ثم ینظر فی الکتاب والسنۃ المتواترۃ'' مقدمہ اولی ادلہ کی تقدیم کے بیان میں، پس ہم کہتے ہیں کہ مجتہد پر واجب ہے کہ ہر مسئلہ میں اپنی نظر کو شریعت کے وارد ہونے سے قبل نفی اصلی کی طرف لے جائے پھر دلائل مسموعہ سے بحث کرے اور سب سے پہلے اجماع میں نظر کرے، اگر کسی مسئلہ میں اجماع کو پالے تو کتاب وسنت میں نظر کو ترک کر دے۔ یعنی اب کتاب وسنت میں اس مسئلہ کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ کتاب وسنت تو نسخ کو قبول کرتی ہیں، یعنی ان میں تو احتمال ہے کہ یہ منسوخ ہو۔ لیکن اجماع نسخ کو قبول نہیں کرتا۔ پس کتاب وسنت کے مخالف اجماع یہ نسخ پر دلیل قاطع ہے۔ اس لئے کہ پوری امت خطاء پر جمع نہیں ہوسکتی پھر اس کے بعد کتاب وسنت متواترہ میں نظر کی جائے گی۔ (المستصفی ج ۲ ص ۳۹۲)

تو اب جب ہم نے یہ بات ثابت کر دی کہ یہ عقیدہ اجماعی عقیدہ ہے۔ اس کے بعد ہم قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ سے اس عقیدے کی وضاحت کرتے ہیں۔

دلیل: جیسا کہ پیچھے مسئلہ عذاب قبر کی وضاحت میں مختصر طور پر عرض کر دیا گیا کہ موت سے لے کر قیامت تک کا جو زمانہ ہے اس میں انسان راحت وآرام میں ہوگا یا تکلیف میں ہوگا یا دکھ میں ہوگا یا سکھ میں ہوگا۔ اب یہ

عذاب ہوگا، اسی عذاب کا نام عذاب قبر ہوگا۔ اسی کا نام عذاب میت ہے اور اسی کا نام عذاب برزخ ہے۔ کیونکہ وہ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہوتا ہے اس لئے اس کو عذاب برزخ بھی کہہ دیتے ہیں۔ اب عذاب وثواب قبر ماننے کے بعد جسم کے ساتھ روح کا تعلق ماننا لازم ہوجاتا ہے اور جسم کے ساتھ روح کے تعلق کا ایسا ہی یقین ہوجاتا ہے جیسے دھوپ کو دیکھ کر سورج کا یقین یا دھوئیں کو دیکھ کر آگ کا یقین ہوجاتا ہے۔

عذاب وثواب قبر کو ماننے کے بعد جسم کے ساتھ روح کے تعلق کا انکار نہیں ہوسکتا۔ لیکن چونکہ شہداء کا درجہ عام لوگوں سے بہت بلند ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بعبارت النص شہداء کی حیات کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون'' اور نہ کہو تم ان لوگوں کو مردہ جو اللہ کے راستے میں قتل ہوگئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں تمہیں ان کی حیات کا شعور نہیں۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ مماتی عام طور پر دھوکہ دیا کرتے ہیں کہ یہ حضور کی موت کے قائل نہیں۔ لیکن قرآن پاک میں یقتل کے لفظ سے معلوم ہوا کہ موت آئی اور موت کے سارے وعدے کل نفس ذائقة الموت وغیرہ پورے ہوگئے۔ اب بحث یہی ہے کہ یہ جو موت آئی ہے یہی موت قیامت تک چلے گی یا حالت تبدیل ہوجائے گی؟ یقتل جملہ فعلیہ ہے جو ایک زمانے کے ساتھ خاص ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قتل کا فعل ایک زمانہ کے ساتھ خاص ہے۔ آگے جو منع کیا گیا ہے اموات کہنے سے اس اموات کا مبتداء جو کہ ھم ضمیر ہے وہ محذوف ہے۔ تو یہ جملہ اسمیہ بنا۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ نہ سمجھنا کہ قتل سے جو موت آئی قیامت تک چلے گی۔ اس لئے ان کے لئے جملہ اسمیہ استعمال نہ کرنا کہ وہ ہمیشہ کے لئے مردہ ہیں، اب اس پر سوال ہوا کہ جب موت ہمیشہ نہیں رہے گی تو کیا ہوگا؟ تو فرمایا احیاء بلکہ وہ زندہ ہیں۔

اب دیکھیں کہ قتل کا فعل اسی جسم پر وارد ہوتا ہے جسم مثالی پر وارد نہیں ہوتا۔ لوگ مردہ اسی جسم کو کہتے ہیں خواب وخیال والے جسم کو کوئی مردہ نہیں کہتا تو حیات بھی اسی جسم کے لئے ثابت ہوئی جس پر قتل کا فعل وارد ہوا ہے، جس کو لوگ مردہ کہتے تھے۔ نیز جو جسم قتل ہوا اس کی روح نکل گئی تو تعلق جسم سے نہ رہا، تو اس پر موت واقع ہوگئی۔ اب جب موت کا معنی روح کا نکلنا ہے تو حیات کا معنی روح کا جسم کے اندر آنا یا جسم سے باہر ہونے کے باوجود اس کے ساتھ تعلق کا ہونا ہے۔

موت کا معنی: رئیس المناظرین حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا: یونس نعمانی سے ایک مناظرے میں جب میں نے پوچھا کہ موت کا معنی کیا ہے تو اس نے کہا کہ روح جسم سے باہر ہو اور جسم سے تعلق نہ ہو۔ کیونکہ اگر روح جسم سے باہر ہو اور جسم کے ساتھ تعلق ہو اس کو نیند کہتے ہیں۔ اس پر میں نے پوچھا اب یہ جو شہداء کے بارے میں قرآن میں احیاء ہے یہاں حیات کا کیا معنی ہے؟ اب اسے معلوم ہوا کہ وہ بری طرح پھنس چکا ہے چنانچہ بہت پریشان ہوا۔ کبھی ادھر کو دیکھتا کبھی ادھر کو دیکھتا۔ کیونکہ اس نے تو احیاء کا معنی کرنا تھا کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں میں ہیں: ''حدثنا یحی بن یحی و ابو بکر بن ابی شیبہ کلاھما عن ابی معاویة قال و حدثنا اسحق بن ابراھیم قال اخبرنا جریر و عیسیٰ بن یونس جمیعاً عن الاعمش ح قال و حدثنا محمد بن عبداللہ بن نمیر و اللفظ له قال نا اسباط و ابو معاویة قالا نا الاعمش عن عبداللہ بن مرة عن مسروق قال سألنا عبداللہ عن ھذہ الآیة و لا

تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون قال اما انا قد سألنا عن ذالک وقال ارواحھم فی جوف طیر خضر لھا قنادیل معلقۃ بالعرش تسرح من الجنۃ حیث شاءت ثم تاوی الی تلک القنادیل فاطلع علیھم ربھم اطلاعۃ فقال ھل تشتھون شیئا قالوا ای شیئٍ نشتھی و نحن نسرح من الجنۃ حیث شئنا ففعل ذالک بھم ثلث مرات فلما رأو الھم لن یترکوا من ان یسئل قالوا یارب نرید ان ترد ارواحنا فی اجسادنا حتی نقتل فی سبیلک مرۃ اخریٰ فلما رایٰ ان لیس لھم حاجۃ ترکوا۔

(ترجمہ) بیان کیا ہمیں یحییٰ بن یحییٰ اور ابوبکر بن ابی شیبہ دونوں نے ابی معاویہ سے اسی طرح فرمایا انہوں نے کہ بیان کیا ہمیں اسحٰق بن ابراہیم نے کہ خبر دی ہمیں جریر اور عیسیٰ بن یونس دونوں نے اعمش سے۔ اسی طرح فرمایا اور بیان کیا ہمیں محمد بن عبداللہ بن نمیر نے اور یہ لفظ انہی کے ہیں فرمایا انہوں نے خبر دی ہمیں ابساط اور ابو معاویہ نے دونوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی اعمش نے عبداللہ بن مرہ سے انہوں نے مسروق سے انہوں نے فرمایا سوال کیا ہم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت: ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون'' کے بارے میں انہوں نے کہا ہم نے بھی اس کے بارے میں سوال کیا تھا تو نبی اکرم نے فرمایا ان کی روحیں سبز پرندوں میں ہیں ان کے لئے عرش کے ساتھ قنادیل لٹک رہی ہیں جنت میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں پھر وہ روحیں ان قنادیل کی طرف آجاتی ہیں پس جھانکا ان کی طرف ان کے رب نے اور کہا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کس چیز کی ہم خواہش کریں حالانکہ ہم جنت کی سیر کرتے ہیں جب چاہتے ہیں، پس اسی طرح تین مرتبہ سوال کیا جب انہوں نے دیکھا کہ سوال سے جان نہیں چھوٹتی تو انہوں نے کہا اے ہمارے رب ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دے تاکہ ہم تیرے راستے میں دوبارہ قتل کیئے جائیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ ان کو کوئی حاجت نہیں ہے تو وہ چھوڑ دیئے گئے۔

اب مماتی لوگ اس حدیث مبارکہ کو پیش کر کے عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہیں کہ شہداء کی حیات صرف جنت میں ہے اور شہداء اپنی قبروں میں حیات نہیں ہیں اور وہ لوگ اس حدیث مبارکہ کو سورۃ بقرہ والی آیت: ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات'' کی تفسیر کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر نہیں ہے بلکہ سورۃ آل عمران کی آیت: ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون'' کے جملے عند ربھم یرزقون کی تفسیر ہے۔

آگے ہم وہ تمام تفسیری حوالہ جات نقل کرنے والے ہیں۔ مماتیوں کو تو یہ حدیث پیش کرنے کا حق ہی نہیں کیونکہ احمد سعید چتروڑگڑھی نے لکھا ہے اس کا راوی اعمش مدلس ہے، اور ابو معاویہ شیعہ ہے۔ نیز یہ حدیث خبر واحد بھی ہے اور یہ لوگ یہی کہا کرتے ہیں۔ لا اعتماد علی الاحاد فی باب الاعتقاد تو اس لئے ان دو وجوں سے مماتیوں کو یہ حدیث پیش کرنے کا حق ہی نہیں ہے۔ رہے ہم تو ہم قرآن و حدیث دونوں کو مانتے ہیں قرآن سے حیات جسمانی ثابت ہوئی اور اس حدیث سے سیر روحانی۔

اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے روح کا اس جسم کے ساتھ تعلق ہونے کا کسی نے انکار نہیں کیا۔ چنانچہ آگے کئی تفاسیر کے حوالے نقل کیئے گئے ہیں۔ کسی ایک نے بھی اس آیت کے تحت حیات جسمانی کا انکار نہیں کیا۔ چنانچہ علامہ عبدالحق حقانی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

بالخصوص شہداء کو ان کو نسمہ سابق سے ایک عجیب تعلق باقی رہتا ہے۔ (تفسیر حقانی) روح سیر روحانی بھی کرے اور اس کا جسم کے ساتھ تعلق بھی ہو اس کی مثال یہ ہے جیسے کوئی شخص یہ بیان کرے کہ رات کو میں نے خواب میں بیت اللہ کی زیارت کی اور اس کا طواف کیا تو اس سے کوئی بیوقوف اس کا یہ مطلب نہیں سمجھے گا کہ سوئے ہوئے آدمی کی روح جب کعبہ کا طواف کر رہی تھی تو ملتان میں سوئے ہوئے جسم کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

پس معلوم ہوا کہ روح کا سیر کے وقت اس جسم کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے جیسا کہ سوئے ہوئے آدمی کی روح خواہ مکہ میں ہو یا مدینہ میں پاکستان کی سیر کر رہی ہو یا سعودیہ کی لیکن اس کی روح کا تعلق اس جسم کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ جسم یہاں کروٹیں بھی بدلتا ہے غذا بھی ہضم ہو رہی ہوتی ہے، دل کی دھڑکن بھی جاری رہتی ہے[1]

اور اس جسم کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں اور یہ معنی موت کا ہے نہ کہ حیات کا۔ چنانچہ جو شخص جسم کے ساتھ روح کا انکار کرتا ہے۔ اگرچہ اس نے موت کا لفظ استعمال نہیں کیا، لیکن جو معنی استعمال کیا ہے وہ موت ہی کا ہے تو رب ذوالجلال نے جس بات سے منع فرمایا تھا انہوں نے وہی بات کہہ دی۔

---

[1] مزید تفاسیر کے حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں ان کو پڑھ کر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کسی نے بھی اس حدیث سے حیات جسمانی کی نفی نہیں کی، نیز یہ حدیث آیت: ولا تحسبن ... الخ کی تفسیر ہے نہ کہ آیت: ولا تقولوا کی۔ بعض تفاسیر میں فی قبورھم احیاء کہا گیا ہے معلوم ہوا کہ انہی قبروں میں حیات ہے۔ نیز اس کے ساتھ اسے حیات برزخیہ بھی کہا گیا۔ اس اعتبار سے کہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے، تفسیر زاہدی میں تو اس آیت کے تحت یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ میت پر قبر میں اس کے رشتہ داروں کے اعمال بھی پیش ہوتے ہیں۔ وفی مصنف ابی داؤد باسناد صحیح عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ۔ "لما اصیب اخوانکم باحد جعل اللہ ارواحھم فی جوف طیر خضر ترد انھار الجنۃ تأکل من ثمارھا و تأوی الی قنادیل من ذھب معلقۃ فی ظل العرش فلما وجدوا طیب مأکلھم و مشربھم و مقیلھم قالوا من یبلغ اخواننا عنا انا احیاء فی الجنۃ نرزق لئلا یزھدوا فی الجھاد و لا ینکلوا عند الحرب فقال اللہ سبحانہ انا ابلغھم عنکم۔ قال۔ فانزل اللہ "و لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا" الی آخر الآیات۔ (الجامع لاحکام القرآن لابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی) قولہ تعالی۔ (أمواتا بل احیاء عند ربھم) حدثنا محمد بن عبد اللہ بن یزید المقری، ثنا سفیان، عن الاعمش، عن عبد اللہ بن مرۃ، عن مسروق، عن عبد اللہ قال۔ قرأ۔ (و لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون) فقال۔ أما قد سألنا عن ذلک، فاخبرنا ان الارواح جعلت فی طیر خضر، تأوی الی قنادیل معلقۃ بالعرش، فتسرح فی ای الجنۃ شاءت۔ قال۔ فاطلع الیھم ربک اطلاعۃ فقال۔ ھل تستزیدونی فأزیدکم؟ قالوا۔ السنا نسرح فی الجنۃ حیث شئنا؟ قال۔ ثم اطلع الیھم ربک اطلاعۃ۔ فقال۔ ھل تستزیدونی فأزیدکم؟ فلما رأوا انھم لا یترکون قالوا۔ ترد ارواحنا فی اجسادنا، حتی نقتل فی سبیل اللہ مرۃ اخری۔ قال سفیان۔ و زاد عطاء بن السائب عن ابی عبیدۃ، عن عبد اللہ قال۔ تقریء نبینا منا السلام، و تخبرہ ان قد رضینا و رضی عنا، و ترد ارواحنا حتی نقتل فی سبیلک مرۃ اخری۔ (تفسیر القرآن العظیم تالیف الامام الحافظ عبد الرحمن بن محمد ابن ادریس الرازی ابن ابی حاتم المتوفی سنۃ ۳۲۷ھ) (و لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ) یعنی۔ شھداء احد (امواتا بل احیاء) بل ھم احیاء (عند ربھم) فی دار کرامتہ، لان ارواحھم فی اجواف طیر خضر۔ (یرزقون) یأکلون۔ (الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابی الحسن بن علی الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ) "لما اصیب اخوانکم بأحد جعل اللہ ارواحھم فی اجواف طیر خضر تدور فی انھار الجنۃ و تأکل من ثمارھا و تأوی الی قنادیل من ذھب معلقۃ فی ظل العرش"۔ (الکشاف لابی القاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی (۴۶۷-۵۳۸ھ) ظاھر ھذہ الآیۃ یدل علی کون ھؤلاء المقتولین احیاء، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ قتل ہو گئے ہیں، موت آ گئی ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک نہیں لیکن اب تم ان کو مردہ نہ کہو کیونکہ یہ موت آگے نہیں جا رہی بل احیاء اب یہاں بھی احیاء خبر ہے اور اس کا مبتداء محذوف ہے جو کہ ھم ہے اور یہ بھی جملہ اسمیہ ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حیات ان کو عطاء کی ہے وہ آگے جا رہی ہے۔ اب یہاں یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ قتل تو شہید کا جسم ہی ہوا لیکن جو بل کے بعد احیاء کا لفظ ہے یہ روح کے لئے ہے۔ حالانکہ صرف روح کی حیات کوئی حیات نہیں ہے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) فاما أن يكون حقيقة، أو مجازا، فان كان حقيقة، فاما أن يكون بمعنى أنهم سيصيرون في الآخرة احياء، او في الحال۔ و بتقدير أن يكونوا أحياءً في الحال، فاما ان يكون المراد الحياة الروحانية، او الجسمانية، فأما الاحتمال الأول۔ وهو أنهم سيصيرون أحياء في الآخرة۔ فقد ذهب اليه جماعة من المعتزلة، منهم الكعبي، قال: لأن الله۔ تعالى اورد هذه الآية تكذيبا للمنافقين في جحدهم البعث والمعاد، وقولهم۔ ان اصحاب محمد يعرضون انفسهم للقتل، فيقتلون۔ ويخسرون الحياة، ولا يصلون الى خير۔ وهذه الآية ترد هذا القول۔ لأن ظاهرها يدل على كونهم احياء حال نزول هذه الاية، وأيضا فانه تعالى قال "اغرقوا فادخلوا نارا" (نوح۔ ۲۵) والفاء للتعقيب، والتعذيب مشروط بالحياة۔ وقال۔ "النار يعرضون عليها غدوا وعشيا" (غافر۔ ۴۶) واذا جعل الله اهل العذاب احياء قبل القيامة لاجل التعذيب، فان يجعل اهل الثواب احياء قبل القيامة۔ لاجل الثواب اولى، لأن جانب الاحسان والرحمة أرجح من جانب العذاب، وأيضا لو كان المراد أنه سيجعلهم احياء في القيامة لما قال للنبي "ولا تحسبن" مع علمه بأن جميع المؤمنين كذلك۔ فان قيل۔ انه كان عالما بأنهم سيصيرون أحياء عند البعث، لكنه غير عالم أنهم من أهل الجنة، فجاز أن يبشره الله۔ تعالى۔ بانهم سيصيرون احياء، ويصلون الى الثواب؟ فالجواب۔ ان قوله۔ "ولا تحسبن" انما يتناول الموت، لانه قال۔ "ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا" فالذي يزيل هذا الحسبان هو كونهم احياءً في الحال، لانه لا حسبان۔ هناك۔ في صيرورتهم احياء يوم القيامة۔ و قوله۔ "يرزقون" خبر مبتدا، ولا تعلق له بذلك الحسبان، فزال السؤال، وايضا فقوله تعالى۔ "ويستبشرون بالذين لم يلحقوا بهم من خلفهم" فالقوم الذين لم يلحقوا بهم لا بد وأن يكونوا في الدنيا، واستبشارهم بمن يكون في الدنيا لا بد وان يكون قبل القيامة، والاستبشار لا يكون الا مع الحياة، فدل على كونهم احياء قبل يوم القيامة۔ وأيضا روى ابن عباس ان النبي قال۔ في صفة الشهداء۔ "ارواحهم في اجواف طير خضر، ترد انهار الجنة، وتأكل من ثمارها، وتسرح حيث شاءت، وتأوي الى قناديل تحت العرش، فلما رأوا طيب مسكنهم ومطعمهم ومشربهم قالوا۔ يا ليت قومنا يعلمون بما نحن فيه من النعيم، كي يرغبوا في الجهاد، فقال الله تعالى۔ انا مخبر عنكم، ومبلغ اخوانكم، ففرحوا بذلك واستبشروا، فانزل الله تعالى هذه الآية۔ وسئل ابن مسعود عن هذه الآية، فقال۔ سألنا عنها، فقيل لنا۔ ان الشهداء على نهر بباب الجنة في قبة خضراء۔ وفي رواية۔ في روضة خضراء۔ وعن جابر بن عبدالله، قال۔ قال رسول الله ﷺ "الا ابشرك ان اباك، حيث أصيب باحد۔ احياه الله، ثم قال۔ ماتريد يا عبدالله بن عمرو ان افعل لك؟ قال۔ يا رب احب ان تردني الى الدنيا فاقتل فيك مرة اخرى"۔ الاحتمال الثاني۔ وهو انهم احياء في الحال۔ والقائلون بهذا القول، منهم من أثبت الحياة للروح، ومنهم من اثبتها للبدن، فمن اثبتها للروح قال۔ لقوله تعالى۔ "يايتها النفس المطمئنة ارجعي الى ربك راضية مرضية فادخلي في عبدي وادخلي جنتي" (الفجر۔ ۲۷۔ ۳۰) والمراد۔ الروح۔ وروى عنه يوم بدر كان ينادي المقتولين، ويقول "فهل وجدتم ما وعد ربكم حقا" (الاعراف۔ ۴۴) فقيل۔ يا رسول الله، انهم اموات، فكيف تناديهم؟ فقال۔ "انهم اسمع منكم"۔ وقال "انبياء الله لا يموتون ولكن ينتقلون من دار الى دار" الاحتمال الثالث۔ من اثبت الحياة للأجساد، وهؤلاء اختلفوا، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کیونکہ کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا کا جو زمانہ ہے اس وقت عالم ارواح میں روح یقیناً موجود تھی اور ہزار ہا برس موجود رہی۔ لیکن اس کو موت کہا جا رہا ہے، حیات نہیں کہا جا رہا اور حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلے میں قادیانیوں کا بھی بالکل یہی طریقہ ہے جو ان مماتیوں کا طریقہ ہے۔ کیونکہ قرآن پاک کی آیت مبارکہ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ میں بھی پہلے قتل کا لفظ ہے۔ پھر اس کے بعد بل کا لفظ ہے اب سارے مسلمان اس بات کے قائل ہیں کہ جس جسم کو یہودی قتل کرنے آئے تھے اسی جسم کو اللہ تعالیٰ نے اوپر اٹھالیا۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) فقال بعضهم انه۔ تعالی۔ يصعد اجساد الشهداء الى السموات، والى قناديل تحت العرش، ويوصل اليها الكرامات۔ وقد طعنوا في هذا، وقالوا۔ انا نرى الشهداء تأكلهم السباع، ونرى المقتول يبقى اياما الى ان تتفسخ و تنفصل اعضاؤه، فعود الحياة اليها مستبعدا، وان جوزنا كونها حية عاقلة، متنعمة عارفة، لزم القول بالسفسطة۔ الاحتمال الرابع۔ ان كونهم احياء من طريق المجاز۔ قال الاصم البلخي۔ اذا كان الميت عظيم المنزلة في الدين، وكانت عاقبة يوم القيامة الى السعادة والكرامة، صح ان يقال۔ انه حي، وليس بميت، كما يقال۔ في الجاهل الذي لا ينفع نفسه ولا غيره۔ انه ميت، وكما يقال۔ للبليد۔ انه حمار، و للمؤذى انه سبع، كما قال عبدالملك بن مروان۔ لما رأى الزهري، وعلم فقهه و تحقيقه۔ ما مات من خلفه مثلك۔ واذا مات الانسان، وخلف ثناء جميلا، وذكرا حسنا، يقال۔ على سبيل المجاز۔ انه مامات۔ وقال آخرون۔ مجاز هذه الآية ان اجسادهم لا تبلى تحت الأرض، كما روى أن معاوية لما اراد أن يجرى العين الى قبور الشهداء، أمر بان ينادى۔ من كان له قتيل فليخرجه من هذا الموضع، قال جابر۔ فخرجنا اليهم، فأخرجناهم رطاب الأبدان فاصاب المسحاة اصبع رجل منهم، فانفطرت دما۔ (اللباب في علوم الكتاب تاليف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقى الحنبلى المتوفى بعد ۸۸۰ هجريه) وما روى ابن عباس رضی اللہ عنہما انه صلی اللہ علیہ وسلم قال۔ ارواح الشهداء في اجواف طير خضر ترد انهار الجنة وتأكل من ثمارها وتأوى الى قناديل معلقة في ظل العرش۔ (تفسير البيضاوى لامام ناصر الدين ابی سعيد عبدالله بن عمر بن محمد الشيرازى البيضاوى) وعن النبى "لما اصيب اخوانكم باحد جعل الله ارواحهم في اجواف طير خضر تدور في انهار الجنة، وتأكل من ثمارها، وتأوى الى قناديل من ذهب، معلقة في ظل العرش۔" (تفسير القرآن الكريم للشيخ الاكبر العارف بالله العلامة محى الدين بن عربى المتوفى ۶۳۸ هجريه) أخرج احمد و هناد و عبد بن حميد و أبو داؤد و ابن جرير و ابن المنذر و الحاكم و صححه و البيهقى في الدلائل عن ابن عباس قال۔ قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لما اصيب اخوانكم باحد جعل الله ارواحهم في أجواف طير خضر ترد انهار الجنة، وتأكل من ثمارها، وتأوى الى قناديل من ذهب معلقة في ظل العرش۔ فلما وجدوا طيب ماكلهم و مشربهم، وحسن مقيلهم۔ قالوا۔ ياليت اخواننا يعلمون ما صنع الله لنا۔ وفي لفظ۔ قالوا انا أحياء في الجنة نرزق لئلا يزهدوا في الجهاد ولا يتكلوا عن الحرب فقال الله۔ انا ابلغهم عنكم۔ فانزل الله هؤلاء الآيات "ولا تحسبن الذين قتلوا۔۔۔" الآية۔۔ ومابعدها۔ (الدر المنثور في التفسير بالمأثور للامام الحافظ جلال الدين السيوطی رحمہ اللہ (ت ۹۱۱ھ) "ولا تحسبن الذين قتلوا" و قرى مشددا "في سبيل الله" و طلب اعلاء كلمته "امواتا بل" "هم في قبورهم" "احياء حياة برزخية" "عند ربهم يرزقون" "من ثمار جنانه وفي الخبر قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ارواح الشهداء في اجواف طير خضر ترد انهار الجنة وتأكل من ثمارها وتأوى الى قناديل معلقة في ظل العرش۔ (تاج التفاسير للعلامة السيد محمد عثمان بن ابی بكر بن عبدالله الميرغنی) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لیکن مرزا قادیانی کہتا ہے کہ قتل تو اسی جسم کو کرنے آئے تھے لیکن اوپر اللہ تعالیٰ نے روح کو اٹھایا۔ اب اسی طرح ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جو جسم قتل ہوا احیاء اسی کے لئے ہے، لیکن مماتی مرزا قادیانی کے طریقے پر چلتے ہوئے اس بات کے قائل ہیں کہ قتل تو جسم ہی ہوا تھا۔ لیکن احیاء کا لفظ روح کے لئے ہے۔ روح زندہ ہے نہ کہ جسم۔ جب کہ آیت مبارکہ صاف یہ بتلا رہی ہے وہی جسم زندہ ہے جو شہید کیا گیا تھا اور جس کو لوگ مردہ کہتے تھے۔ رب ذوالجلال نے اسی جسم کو حیات عطاء فرما دی۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) وقد وردت السنة المطهرة بأن ارواحهم فی اجواف طیور خضر، وانهم فی الجنة یرزقون ویأکلون ویتمتعون۔ (فتح القدیر تالیف محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ھج) سبب النزول۔ عن ابن عباس قال۔ قال رسول اللہ ﷺ "لما اصیب اخوانکم باحد جعل اللہ ارواحهم فی جوف طیر خضر، ترد انهار الجنة تأکل من ثمارها وتأوی الی قنادیل من ذهب معلقة فی ظل العرش، فلما وجدوا طیب مأکلهم ومشربهم ومقیلهم قالوا۔ من یبلغ اخواننا عنا انا احیاء فی الجنة نرزق لئلا یزهدوا فی الجهاد ولا ینکلوا عند الحرب فقال اللہ سبحانه۔ انا ابلغهم عنکم فانزل اللہ "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا" (صفوة التفاسیر للعلامة محمد علی الصابونی) واخرج عبد بن حمید و ابو داؤد وابن جریر والحاکم وصححه والبیهقی فی الدلائل عن ابن عباس قال۔ قال رسول اللہ ﷺ لما اصیب اخوانکم باحد جعل اللہ ارواحهم فی اجواف طیر خضر ترد انهار الجنة وتأکل من ثمارها وتأوی الی قنادیل من ذهب معلقة فی ظل العرش، فلما وجدوا طیب مأکلهم ومشربهم وحسن مقیلهم قالوا یالیت اخواننا یعلمون ما صنع اللہ لنا، وفی لفظ قالوا من یبلغ اخواننا انا احیاء فی الجنة لئلا یزهدوا فی الجهاد، ولا ینکلوا عن الحرب، فقال اللہ أنا ابلغهم عنکم فانزل هذه الآیات (ولا تحسبن الذین قتلوا) الآیة وما بعدها۔ (فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسینی القنوجی البخاری) اخبرنا محمد بن ابراهیم بن محمد بن یحیٰ اخبرنا اسماعیل بن احمد الخلالی اخبرنا عبداللہ بن زیدان البجلی، حدثنا ابو کریب، حدثنا عبداللہ بن ادریس، عن محمد بن اسحاق، عن اسماعیل بن امیة، عن ابی الزبیر، عن سعید بن جبیر، عن ابن عباس قال۔ قال رسول اللہ ﷺ ولما اصیب اخوانکم بأحد جعل اللہ ارواحهم فی اجواف طیر خضر ترد انهار الجنة، تأکل من ثمارها وتأوی الی قنادیل من ذهب معلقة فی ظل العرش، فلما وجدوا طیب مأکلهم ومشربهم ومقیلهم، قالوا۔ من یبلغ اخواننا عنا أنا أحیاء فی الجنة نرزق؟ لئلا یزهدوا فی الجهاد ولا یتکلوا عند الحرب، فقال اللہ عز وجل۔ أنا ابلغهم عنکم، فأنزل اللہ تعالیٰ: "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربهم یرزقون" (الوسیط فی تفسیر القرآن المجید تالیف ابی الحسن علی بن احمد الواحدی النیسابوری (المتوفی ۴۶۸ھ) "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات" قد ذکرنا ان کیفیة ترزیقهم بعلم اللہ تعالیٰ قوله عز وجل یستبشرون بالذین لم یلحقوا بهم باخبار اللہ تعالیٰ ایاهم بحال من یستشهد من اقربائهم و فی الخبر عن النبی ان اعمالکم تعرض علی عشائرکم فی قبورهم فان کان خیرا استبشروا وان کان غیر ذلک قالوا اللهم الهمهم ان یعملوا بطاعتک۔ (تفسیر زاهدی ۲۶۷) وروی عن عطاء عن ابن عباس قال۔ قال رسول اللہ ﷺ لما اصیب اخوانکم یوم احد جعل اللہ ارواحهم فی اجواف طیر خضر ترد انهار الجنة وتأکل من ثمارها۔ وتأوی الی قنادیل من ذهب تحت العرش، فلما وجدوا طیب مأکلهم ومطعمهم ومشربهم، ورأوا ما (عند) اللہ لهم من الکرامة (وما هم فیه من النعیم) قالوا یالیت اخواننا علموا ما أعد اللہ لنا من الکرامة، وما نحن فیه من النعیم، فلم (ینکلوا) عند اللقاء، ولم یجبنوا عند القتال، فقال اللہ تعالیٰ انا ابلغهم عنکم، فأنزل۔ "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربهم یرزقون" (تفسیر سمرقندی ۳۱۴ ج ۲) فدل ذالک علی انهم احیاء قبل قیام القیامة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہاں! البتہ ایک فرق ہو گیا کہ شہید، شہید ہونے سے پہلے کھلی حیات کے ساتھ زندہ ہوتا ہے، وہ چلتا ہے، پھرتا ہے، کھاتا ہے، پیتا ہے، اٹھتا ہے، بیٹھتا ہے، جہاد کرتا ہوا لوگوں کو نظر آتا ہے لیکن شہید ہونے کے بعد جو حیات ہے یہ چھپی حیات ہے۔ ہمارے شعور میں نہیں آتی۔ اس لئے رب ذوالجلال نے فرمایا: و لکن لا تشعرون کہ وہ تمہارے شعور میں نہیں آئے گی۔ اس لئے تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ حیات ہمارے شعور میں نہیں آتی۔ لیکن اس حیات کا انکار نہیں کر سکتے۔

یہ بات یاد رکھیں کہ جو حیات شعور میں آتی ہے اس کا ایمان اور کفر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ مثلاً جیسے اب ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اگر کوئی ہندو ہمیں دیکھے تو مردہ سمجھے گا یا زندہ؟ یقیناً زندہ سمجھے گا۔ کیونکہ اگر چہ اس کے پاس ایمان نہیں ہے لیکن شعور تو ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ یہ لکھ رہا ہے، یہ بول رہا ہے، یہ چل رہا ہے، یہ اٹھ رہا ہے تو وہ اس شعور سے حیات کو محسوس کر لے گا اسی طرح کوئی سکھ دیکھے وہ بھی زندہ کہے گا۔ کیونکہ یہ حیات اس کے شعور میں آ رہی ہے۔ اگر چہ اس کے پاس ایمان نہیں ہے۔

لیکن یہ جو حیات ہے اس کا تعلق کفر ایمان کے ساتھ نہیں ہے اور اگر کوئی یہ کہہ ہی دے کہ تو مردہ ہے تو میں جواب میں یہ نہیں کہوں گا کہ تو کافر ہے، بلکہ میں یہ کہوں گا کہ تو اندھا ہے، تو بہرا ہے۔ یعنی اس کے شعور پر اعتراض کروں گا کہ میں بول رہا ہوں کیا تو میری بات نہیں سن رہا؟ میں حرکت کر رہا ہوں تو مجھے ادھر ادھر حرکت کرتے ہوئے دیکھ نہیں رہا؟ تو میں اس کے شعور پر اعتراض کروں گا کہ تو اندھا ہے، بہرا ہے۔ یہ نہیں کہوں گا کہ تو کافر ہے۔ کیونکہ حیات شعور میں آنے والی ہے۔ کفر ایمان کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہے لیکن شہداء کی جو حیات ہے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ حیات اسی جسم کو ملی ہے کہ جس پر فعل قتل وارد ہوا تھا۔ لیکن تمہیں ان کی حیات کا شعور نہیں۔ کیونکہ پہلی حیات کھلی تھی جو شعور سے معلوم ہوتی تھی اب جو حیات ہے یہ چھپی حیات ہے اس کا تعلق شعور سے نہیں ایمان سے ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتا وہ کبھی اس حیات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) لاجل التعذیب واذا کان اھل العذاب احیاء قبل قیام القیامة لاجل التعذیب فیکون اھل الثواب احیاء قبله لاجل الاحسان والاثابة بالاولی بان جانب الرحمة والفضل والاحسان ارجح من جانب العذاب والعقوبة (حاشیه محی الدین شیخ زاده علی تفسیر البیضاوی مصنف محمد بن مصلح الدین مصطفی القوجوی الحنفی المعروف شیخ زاده المتوفی ۹۵۱ھ، ص ۲۱۰ ج ۳) احدهما، انها نزلت فی شهداء احد، روی ابن عباس عن النبی انه قال، "لما أصیب اخوانکم بأحد، جعل الله أرواحهم فی أجواف طیر خضر، ترد أنهار الجنة، وتأکل من ثمارها، وتأوی الی قنادیل من ذهب معلقة فی ظل العرش، فلما وجدوا طیب مأکلهم و مشربهم، وحسن مقیلهم، قالوا الیت اخواننا یعلمون بما صنع الله لنا، لئلا یزهدوا فی الجهاد (ولا ینکلوا عن الحرب) قال الله تعالیٰ۔ أنا أبلغهم عنکم، فأنزل الله تعالی هذه الآیة۔ وهذا قول سعید بن جبیر، و ابی الضحی۔ (زاد المسیر فی علم التفسیر ص ۴۹۹ ج ۲)" ولا تحسبن الذین۔۔۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو بیان کی وہ مندرجہ ذیل کتب میں ہے۔ (۱) مصنف ابن ابی شیبۃ۔ (۲) تفسیر قرطبی۔ (۳) تفسیر ابن ابی حاتم۔ (۴) الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز۔ (۵) تفسیر کشاف للزمخشری۔ (۶) تفسیر ابن عربی۔ نیز شہداء کی حیات والی روایت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی درج ذیل کتب میں منقول ہے۔ (۱) تفسیر بیضاوی۔ (۲) مسند احمد۔ (۳) مسند عبد بن حمید۔ (۴) سنن ابی داود۔ (۵) مستدرک حاکم۔ (۶) دلائل النبوۃ للبیہقی۔ (۷) تفسیر ابن جریر۔ (۸) تفسیر در منثور۔ (۹) صفوۃ التفاسیر۔ (۱۰) فتح البیان۔ (۱۱) الوسیط۔ (۱۲) تفسیر سمرقندی۔ (۱۳) زاد المسیر۔

نکتہ: حق جل شانہ نے ولکن لا تشعرون فرمایا، ولکن لا یشعرون نہیں فرمایا تا کہ لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جائے ان کو تو شہداء کی حیات کا شعور نہیں ہے، لیکن شہداء کو اپنی حیات کا پورا شعور ہے۔

مماتیوں کا دھوکہ: یہاں ان لوگوں کا ایک دھوکہ یہ ہوتا ہے جس سے سادہ لوگ پھنس بھی جاتے ہیں کہ حضرت جب کھلی حیات کے ساتھ دنیا میں تھے سارے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے، آپ سے بات چیت ہوئی، آپ امام بنتے صحابہ رضی اللہ عنہم مقتدی بنتے۔ اس وقت اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھوڑا سا بھی اختلاف ہوتا تو حضور اکرم کی خدمت میں عرض کر دیتے اور حضرت رسول پاک اس میں فیصلہ بھی فرما دیتے۔ لیکن حضور ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم میں شدید اختلافات ہوئے اور جنگوں تک نوبت پہنچی۔ لیکن کسی ایک فریق نے بھی روضہ پاک پر حاضر ہو کر یہ نہیں فرمایا کہ حضرت یہ جھگڑا ہے آپ اس میں فیصلہ فرما دیں۔

حق پر سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت علی ہیں یا معاویہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس بارے میں کوئی بھی روضہ پاک پر نہیں گیا۔ پس معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سمجھتے تھے کہ حضرت پاک حیات نہیں ہیں ہم جا کر عرض کریں گے تو حضرت نہ سنیں گے نہ جواب ارشاد فرمائیں گے۔ کیونکہ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم حیات کے قائل ہوتے تو ضرور اتنے اہم کام کے لئے روضہ پاک پر حاضر ہو کر عرض کرتے۔

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا روضہ پاک پر حاضر ہو کر عرض نہ کرنا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ صحابہ حیات کے قائل نہیں تھے، بلکہ صحابہ کرام قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ پر ایمان رکھتے تھے کہ ہم جو عرض کریں گے رسول پاک ﷺ سنیں گے لیکن جو آپ علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے وہ ہمارے شعور میں نہیں آئے گا۔ اس لئے پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس کو عام فہم مثال سے سمجھیں۔

مثال: ایک لڑکے کی گھڑی گم ہو گئی۔ اب لوگوں سے لڑتا پھرتا ہے کبھی اِس سے پوچھتا ہے اور کبھی اُس سے کہ میری گھڑی نہیں دیکھی۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کیوں لڑتے پھرتے ہو؟ کہنے لگا کہ میری گھڑی گم ہو گئی ہے۔ میں نے کہا کسی سے پوچھا بھی ہے؟ اس نے کہا ایک سے تو نہیں بیس آدمیوں سے پوچھ چکا ہوں اور لڑ بھی چکا ہوں کہ تم بتاتے کیوں نہیں ہو۔

میں نے کہا آپ خود بھی پریشان ہوئے بیں اور آدمیوں کو بھی پریشان کیا، آپ نے کراماً کاتبین سے کیوں نہ پوچھ لیا کہ میری گھڑی کہاں ہے؟ کیا آپ کے کراماً کاتبین مر چکے ہیں یا سنتے نہیں یا جواب نہیں دیتے؟ تو وہ کہے گا وہ زندہ بھی ہیں، سنتے بھی ہیں، جواب بھی دیتے ہیں لیکن وہ جواب میرے شعور میں نہیں آتا اس لئے ان سے پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں تو اب دیکھیں کیا اس لڑکے کا فرشتوں سے سوال نہ کرنا اس سے کوئی یہ سمجھے گا کہ وہ ان کی حیات کا قائل نہیں یا ان کے سماع کا قائل نہیں یا ان کے جواب دینے کا قائل نہیں ہے۔

یقیناً وہ لڑکا فرشتوں کی حیات کا بھی قائل ہے ان کے سماع کا بھی قائل ہے ان کے جواب دینے کا بھی قائل ہے، لیکن سوال اس لئے نہیں کرتا کہ فرشتوں کا جواب اس کے شعور میں نہیں آئے گا۔

اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سوال نہ کرنا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور کی حیات کے قائل نہیں تھے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان تمام باتوں کے قائل تھے۔ لیکن روضہ اطہر پر عرض اس لئے نہیں کرتے تھے کہ آپ ﷺ جو ارشاد فرمائیں گے وہ ہمارے شعور میں نہیں آئے گا۔

نیز فرشتوں کی حیات کا ہمیں شعور نہیں، تو کیا فرشتوں کو بھی اپنی حیات کا شعور نہیں ہے؟ یقیناً فرشتوں کو اپنی حیات کا شعور ہے۔ اسی طرح جنات کی حیات کا ہمیں شعور نہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جنات کو بھی اپنی حیات کا شعور نہ ہو بلکہ جنات کو اپنی حیات کا شعور ہے۔ اسی طرح اگرچہ انبیاء علیہم السلام اور شہداء کی حیات کا ہمیں شعور نہیں، لیکن ان کو اپنی حیات کا پورا پورا شعور ہے۔ اسی لئے حق جل شانہٗ نے ولکن لا تشعرون فرمایا ہے۔ ولکن لا یشعرون نہیں فرمایا۔

انبیاء علیہم السلام اور شہداء کی حیات کے ہمارے شعور میں نہ آنے کی وجہ

انبیاء علیہم السلام اور شہداء کی حیات کے ہمارے شعور میں نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا شعور فانی ہے اور یہ فانی شعور اللہ تعالیٰ نے ہمیں فانی حیات کے لئے عطاء فرمایا ہے اور انبیاء علیہم السلام اور شہداء کو موت کے بعد جو حیات عطاء فرمائی گئی ہے وہ باقی حیات ہے اور یہ فانی شعور باقی رہنے والی حیات کا ادراک نہیں کرسکتا۔ اب اگر وہ کامل حیات ہمارے شعور میں نہیں آتی تو قصور ہمارے اس فانی شعور کا ہے نہ کہ اس کامل اور باقی رہنے والی حیات کا۔

مثال: ایک وہ سیب ہے جو ملتان دہلی گیٹ میں بک رہا ہے اور ہمارے شعور میں آرہا ہے اور ایک سیب جنت کا ہے جو ہمارے شعور میں نہیں آتا۔ اسی طرح ایک آگ وہ ہے جو مطبخ میں جل رہی ہے یہ ہمارے شعور میں آرہی ہے اور ایک جہنم کی آگ ہے جو ہمارے شعور میں نہیں آرہی تو کیا نتیجہ یہ ہوگا کہ جنت کا سیب گھٹیا ہے، کیونکہ وہ ہمارے شعور میں نہیں آتا یا یہ نتیجہ نکلے گا کہ وہ اتنا اعلیٰ سیب ہے کہ ہمارا یہ فانی شعور اس کا ادراک نہیں کرسکتا۔

تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے ولکن لا تشعرون کہہ کر بات واضح فرمادی کہ وہ حیات بہت اعلیٰ ہے ہمارا یہ فانی شعور اس کا ادراک نہیں کرسکتا۔ نیز ولکن لا تشعرون سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہورہا ہے کہ جس جسم کو قتل کیا گیا، جس کو لوگ مردہ کہتے ہیں، شہداء کا، وہی جسم فائز الحیات ہے۔ کیونکہ صرف روح کا شعور تو پہلے بھی ہوا ہی نہیں تو اس کی نفی کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ پس معلوم ہوا کہ یہ جسم ہی ہے کہ شہید ہونے سے پہلے اس کی حیات کا ہمیں شعور تھا۔ کیونکہ وہ کھلی حیات تھی، اب اسی جسم کو شھادت کے بعد ایسی حیات عطاء فرمادی گئی کہ چھپی حیات ہے اور ہمارے شعور میں نہیں آتی۔

مسئلہ بتانا اور بنانا: جس طرح مرزائیوں کے مقابلے میں ہم عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام اپنی معتبر اور مسلمہ کتب سے دکھاتے ہیں کہ یہ عقیدہ کسی مسلمان نے بنایا نہیں ہے بلکہ یہ عقیدہ مسلمان شروع سے لے کر آج تک بتاتے چلے آرہے ہیں اور کسی مسلمان نے اس کے خلاف کوئی کتاب نہیں لکھی۔ اسی طرح عذاب وثواب قبر اور حیات انبیاء فی القبور کا عقیدہ کتب اسلامیہ میں موجود ہے بلکہ اس پر مستقل رسالے لکھے گئے ہیں۔

لیکن ان مسائل کی تردید میں کسی اہل سنت عالم نے کوئی رسالہ نہیں لکھا، بلکہ اگر کسی کی جانب سے حیات انبیاء علیہم السلام کے انکار کا شبہ بھی محسوس ہوا تو اس کو سزا سنادی گئی۔ سیر اعلام النبلاء میں یہ واقعہ لکھا ہے۔

واقعہ: حضرت امام وکیع ابن الجراح رحمۃ اللہ علیہ جو جمیع اصحاب ستہ کے اجماعی شیوخ میں سے ہیں، جن کا وصال ۱۹۷ھ میں ہوا۔ وہ حج کے لئے مکہ مکرمہ میں تشریف لائے، چونکہ بہت بڑے محدث تھے لوگوں نے حدیث سنانے کی درخواست کی تو آپ کئی دن تک حدیث سناتے رہے ایک دن آپ نے یہ حدیث سنائی کہ ایک روایت

میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کا دفن سے قبل انگوٹھے کے ناخن مبارک کا رنگ سبز ہو گیا تھا۔ (اب چونکہ اس بات سے آپ کی عدم حیات کا شبہ ہوتا تھا) اس لئے لوگ اس بات پر مشتعل ہو گئے اور قاضی کے ہاں مقدمہ دائر کر دیا۔

اور قاضی نے پھانسی کی سزا سنا دی۔ اور حضرت وکیع بہت منت ساجت کرتے رہے کہ میرا یہ عقیدہ نہیں ہے میں نے تو بر سبیل تذکرہ ایک روایت بیان کر دی ہے۔ لیکن قاضی صاحب اور سب اہل مکہ اس بات پر مصر تھے کہ ایسی روایت کیوں بیان کی گئی کہ جس سے مسئلہ حیات النبی پر زد پڑے، آخر کار حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے منت ساجت کے بعد سزا معاف کرائی اور حضرت وکیع سے قاضی وقت نے عہد لیا کہ ایسی روایت آئندہ کہیں بیان نہیں کریں گے۔

اسی طرح امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایک بے دین آدمی نے کہا کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نبی وہ شخص ہوتا ہے جس پر منجانب اللہ وحی آئے اور ساتھ ہی یہ کہا معاذ اللہ وصال کے بعد آپ نبی نہیں رہے کیونکہ آپ کے جسم مبارک کو کوئی شعور نہیں ہے تو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کو مسئلہ حیات الانبیاء پر رسالہ لکھنے کی ضرورت پڑی۔ لیکن عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے رد میں کسی اہل سنت کے عالم نے رسالہ نہیں لکھا۔ کرامیہ نے یہ عقیدہ پھیلانے کے لئے امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ پر بھی جھوٹ بولا کہ وہ بھی اس عقیدے کے تھے۔ حافظ ابن عساکر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جھوٹ کا پردہ چاک کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب لکھی جس کا نام "تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الامام ابی الحسن الاشعری" ہے۔ اس کتاب کے متعلق فرمایا گیا ہے: "کل سنی لا یکون عندہ کتاب التبیین لابن عساکر فلیس من امر نفسہ علی بصیرۃ" جس سنی کے پاس یہ کتاب نہیں ہے وہ اپنے معاملہ میں بصیرت پر نہیں ہے۔
(الطبقات الکبریٰ)

یہ کتاب ۱۳۴۷ھ میں محدث کبیر شیخ زاہد بن حسن الکوثری رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

تو جس طرح مرزائی عقیدہ اجرائے نبوت اور عقیدہ وفات مسیح علیہ السلام اہل سنت کی کتابوں میں نہیں دکھا سکتے۔ اسی طرح منکرین حیات انبیاء علیہم السلام بھی اپنا عقیدہ اہل سنت و جماعت کی کتابوں سے ہرگز نہیں دکھا سکتے اور جس طرح ہم اہل سنت و جماعت مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام پر دلائل پیش کرتے ہیں تو جو آیت پیش کرتے ہیں اس کی تفسیر میں حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ دکھاتے ہیں، جو حدیث پیش کرتے ہیں اس کی شرح میں یہ عقیدہ دکھاتے ہیں اور اسلامی کتب سے دکھاتے ہیں کہ یہ عقیدہ متواتر ہے۔

مگر مرزائی قرآن پاک پر جھوٹ بولتے ہیں کسی ایک آیت کی تفسیر میں بھی وہ عقیدہ وفات مسیح علیہ السلام نہیں دکھا سکتے۔ اسی طرح وہ احادیث پر جھوٹ بولتے ہیں۔ کسی حدیث کی شرح میں کسی مسلمہ عالم نے یہ نہیں لکھا کہ اس حدیث سے وفات مسیح علیہ السلام ثابت ہے نہ ہی کسی اسلامی کتاب سے وفات مسیح علیہ السلام کا تواتر دکھا سکتے ہیں۔

بالکل ہمارے مد مقابل فریق کا یہی حال ہے ہم اہل سنت و جماعت اس معہودہ قبر کا قبر ہونا قرآن پاک تفاسیر احادیث شروح کتب عقائد اور تواتر سے ثابت کرتے ہیں۔ جب کہ یہ لوگ جسم مثالی کا قبر ہونا نہ قرآن سے نہ تفاسیر سے نہ احادیث و شروح سے نہ کتب عقائد سے ثابت کر سکتے ہیں۔ ہم عذاب و ثواب قبر جن آیات و احادیث سے ثابت کرتے ہیں، ان کی تفسیر اور شرح بھی علماء اہل سنت سے بیان کرتے ہیں اور کتب عقائد سے ان کا تواتر بھی ثابت کرتے ہیں۔

لیکن یہ لوگ بدن کے عذاب کی نفی قرآن وحدیث اوران کی تفاسیر وشروح سے نہیں دکھا سکتے اور نہ ہی ان کا تواتر ثابت کر سکتے ہیں۔ حیات انبیاء فی القبور جن آیات سے ثابت کرتے ہیں۔ ان پر مفسرین کی شہادتیں پیش کرتے ہیں جن احادیث سے ثابت کرتے ہیں۔ ان پر شارحین کی شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ اس عقیدے کا تواتر ثابت کرتے ہیں کہ اس عقیدہ پر مستقل رسالے لکھے گئے ہیں اور اہل سنت میں سے کسی نے ان کی تردید میں کوئی رسالہ نہیں لکھا۔ لیکن منکرین حیات کسی ایک آیت یا کسی ایک حدیث کے تحت بھی کسی تفسیر یا شرح میں یہ نہیں دکھا سکتے کہ حیات انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ کفر ہے۔ اسی طرح یہ بات کہ سماع موتی کا قائل کافر اور مشرک ہے۔ نہ کسی آیت کی تفسیر میں نہ حدیث کی شرح میں نہ کسی عقیدہ کی کتاب میں ہرگز نہیں دکھا سکتے۔

قرآن پاک کی ہر آیت قطعی الثبوت ہے، البتہ اس کی دلالت میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ اسی لئے فرمایا یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا اسی طرح احادیث متواترہ قطعی الثبوت ہیں۔ البتہ دلالت میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ لیکن امت کا اجماع ایسی چیز ہے جو کہ معصوم عن الخطاء ہے اس لئے قرآن کی کسی آیت یا کسی حدیث کا ایسا معنی بیان کرنا جو امت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف ہو۔ یقیناً ضال مضل لوگوں کا کام ہے۔

جیسے ختم نبوت حیات مسیح علیہ السلام کے اجماعی عقیدوں کے خلاف مرزائی قرآن وحدیث کے غلط مطلب بیان کر کے عوام کو گمراہ کرتے ہیں، خدا اور رسول پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ اسی طرح منکرین حیات انبیاء، حیات النبی جیسے اجماعی عقیدہ کے خلاف قرآن پاک کی آیات کا غلط مطلب بیان کر کے عوام کو گمراہ کرتے ہیں تو اب جب اس ساری تفصیل سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مسئلہ بتانا اور ہے اور بنانا اور ہے تو ہم لوگ مسئلہ بتاتے ہیں بناتے نہیں اور منکرین حیات انبیاء علیہم السلام مسئلہ خود گھڑ لیتے ہیں اور پھر اس کو قرآن پاک کی آیات کے تحت داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تو اسی بات کو بتلانے کے لئے میں نے آیت مبارکہ و لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون سے حیات انبیاء علیہم السلام پر جو استدلال کیا ہے یہ میں نے مسئلہ بنایا نہیں ہے بلکہ بتایا ہے۔

آگے ان مفسرین کے حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں جنہوں نے حیات انبیاء علیہم السلام کو ثابت کیا ہے۔

چنانچہ تفسیر ماجدی میں لکھا ہے کہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نبوی نقل کر کے اور استنباط کر کے لکھ دیا ہے کہ ایسی حیات عام مومنین کو بھی حاصل رہی ہے، البتہ شہداء کا ذکر خاص طور پر ان کی عظمت واکرام کے لئے قرآن مجید میں کر دیا گیا ہے۔ (تفسیر ماجدی ص ۵۹ ج ۱)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نور اللہ مرقدہ اپنی مایہ ناز تفسیر میں لکھتے ہیں: ''تو جب عام مومنین کو یہ حیات حاصل ہے تو انبیاء علیہم السلام تو ان سے بہت زیادہ اعلیٰ وارفع ہیں۔

اسی طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں: ''میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ یہ حیات شہداء ہی کو عطاء نہیں ہوئی بلکہ آثار اور احکام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں یہ حیات سب سے زیادہ ہے۔ حتیٰ کہ اس کا اثر خارج میں یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کی ازواج مطہرات سے آپ کی وفات کے بعد بھی نکاح جائز نہیں ہے بخلاف شہید کے کہ اس کی زوجہ سے نکاح جائز ہے اور صدیق اس حیات ہی میں شہداء سے اعلیٰ درجہ میں ہیں۔ (مظہری ص ۲۶۲ ج ۱)

حضرت حکیم الامت تھانوی اس آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں: ''اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک

اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے بھی کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث تقسیم نہیں ہوتا۔ پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں، پھر شہداء اور پھر معمولی مردے۔ (بیان القرآن ج ۱ ص ۸۸)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند اپنی شہرۂ آفاق کتاب آب حیات میں اسی میراث کے مسئلہ سے مسئلہ حیات پر استدلال فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ”اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء بدستور زندہ ہیں کیونکہ عدم اقتضاء وقوع فعل وراثت زوال حیات کی صورت میں متصور ہی نہیں متصور ہے تو حیات میں متصور ہے، لیکن انبیاء کی زندگی زیر پردہ عارض ظاہر بینوں کی نظروں سے مستور ہے، مثل امت ان کی موت میں زوال حیات نہیں۔ چنانچہ ان شاء اللہ واضح ہو جائے گا۔ علاوہ بریں ماترکناہ صدقۃ[1] جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ متروکہ انبیاء صدقہ ہے اس کو مقتضاء ہے کہ کوئی متصدق بھی ہو سو وہ ذوات انبیاء علیہم السلام اور کون ہوگا، پر ان کا متصدق ہونا جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ وقت تصدق بقید حیات ہوں اور وقت تصدق بشہادت ماترکناہ وہ زمانہ ترک ہے۔

[1] حدیث: لانورث ماترکناہ صدقۃ کی تخریج: فی کتاب فضائل الصحابۃ من صحیح البخاری (۶۲ ب ۱۲ = ج ۴ ص ۲۱۰-۲۰۹) حدیث الزهری عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ ان فاطمۃ ارسلت الی ابی بکر تسأله میراثها من النبی فیما افاء اللہ علی رسوله تطلب صدقۃ النبی التی بالمدینۃ وفدک وما بقی من خمس خیبر فقال ابو بکر ان رسول اللہ ﷺ قال: لا نورث ماترکنا فهو صدقۃ انما یأکل آل محمد من هذا المال یعنی مال اللہ لیس لهم ان یزیدوا علی المأکل" وانی واللہ لا اغیر شیئاً من صدقات النبی التی کانت علیها فی عهد النبی ولأعملن فیها بما عمل فیها رسول اللہ فتشهد علی ثم قال انا عرفنا یا ابا بکر فضیلتک (وذکر قرابتهم من رسول اللہ وحقهم) فتکلم ابو بکر فقال والذی نفسی بیده لقرابۃ رسول اللہ احب الی من ان اصل من قرابتی۔ واوسع منه فی کتاب المغازی بباب غزوۃ خیبر من صحیح البخاری (ک ۶۴ ب ۳۸- ج ۵ ص ۸۲) و کتاب فرض الخمس منه (ک ۵۷ ب ۳- ج ۴ ص ۴۵) حدیث ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرۃ ان رسول اللہ قال "لا یقسم ورثتی دینارا، ماترکت - بعد نفقۃ نسائی ومؤونۃ عاملی فهو صدقۃ"۔ قال شیخ الاسلام ابن تیمیۃ فی منهاج السنۃ (۲: ۱۵۸) قول النبی "لانورث، ماترکنا صدقۃ"۔ رواه عنه ابو بکر، وعمر، وعثمان، وعلی، وطلحۃ، والزبیر، وسعد، وعبدالرحمن بن عوف، والعباس بن عبدالمطلب، وازواج النبی، وابو هریرۃ وروایۃ عن هؤلاء ثابتۃ فی الصحاح والمسانید وقال قبل ذلک (ج ۲، ۱۵۷) ان اللہ تعالیٰ صان الانبیاء ان یورثوا دنیا، لئلا یکون ذلک شبهۃ لمن یقدح فی نبوۃ بانهم طلبوا الدنیا وورثوها لورثتهم۔ ثم ان من ورثۃ النبی ازواجه ومنهم عائشۃ بنت ابی بکر وقد حرمت نصیبها بهذا الحدیث النبوی، ولو جری ابو بکر مع میله الفطری لاحب ان ترث ابنته۔ وفی کتاب فرض الخمس من صحیح البخاری (ک ۵۷ ب ۱ - ج ۴ ص ۴۲) حدیث ابن شهاب عن عروۃ بن الزبیر ان عائشۃ ام المؤمنین اخبرت ان فاطمۃ ابنۃ رسول اللہ سألت ابا بکر الصدیق بعد وفاۃ رسول اللہ ﷺ ان یقسم لها میراثها ماترک رسول اللہ ﷺ مما افاء اللہ علیه، فقال لها ابو بکر ان رسول اللہ قال "لانورث ماترکناه صدقۃ فابا ابو بکر علیها ذلک وقال "لست تارکا شیئا کان رسول اللہ یامر به الا عملت به فانی اخشی ان ترکت شیئا من امره ان ازیغ"۔ وفی الباب نفسه من صحیح البخاری (ج ۴ ص ۴۴-۴۲) من حدیث الامام مالک بن انس عن ابن شهاب عن مالک بن اوس عن الحدثان النصری، انه قال بینما انا جالس فی اهلی حین متع النهار، اذا رسول عمر بن الخطاب فقال اجب امیر المؤمنین فانطلقت معه ۰۰ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور ترک اس جگہ بوجہ موت متحقق ہوا تو لا جرم وقت ترک جو وقت موت ہے انبیاء زندہ ہوں گے اور ان کی موت ان کی حیات کی ساتر ہوگی، یعنی یہ موت رافع ودافع نہ ہوگی چنانچہ یہ بات آئندہ خوب آشکارا ہو جائے گی۔ اس جگہ سے اہل فہم پر روشن ہو گیا کہ ما ترکناہ صدقۃ اور لانورث میں علاقہ علیت ومعلولیت واصلیت وفرعیت ہے، ظاہر میں تو ماترکناہ صدقۃ حکم سابق کے لئے موقع علت میں معلوم ہوتا ہے لیکن اگر برعکس کے لئے تو زیادہ انسب ہے بلکہ وہی صحیح ہے، کیونکہ مضمون جملہ لانورث جو بحکم تقریر گزشتہ نفی موت ہے اور چونکہ یہ اصل مانع ترتب وتعلق میراث ہے ادھر بوجہ عروض موت ظاہر چلہ کشی و پردہ نشینی قبر رسول اللہ ﷺ اموال میں تصرف سے معذور اس لئے اس کی ضرورت ہوئی کہ اپنے کارکن کو اپنے اموال کا جمع خرچ بتلا جائیں۔ غرض مضمون لانورث باعث بیان ماترکناہ صدقۃ اور ماترکناہ صدقۃ اپنے صحت میں مضمون لانورث کا محتاج اور یہ دونوں جملے ایک دوسرے کے مؤید و مصحح اور ہر ایک بالاستقلال حیات انبیاء پر شاہد کیونکہ عدم موروثیت اور تصدق دونوں حیات کے ساتھ مخصوص ہیں بجز حیات اور کسی صورت میں یہ دونوں باتیں متصور نہیں۔ (آب حیات ص ۴۲-۴۳)

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) فبینما انا جالس عندہ اتاہ حاجبہ یرفأ فقال ھل لک فی عثمان و عبدالرحمن بن عوف، والزبیر و سعد بن ابی وقاص، یستأذنون؟ قال نعم، فاذن لھم... ثم جلس یرفأ یسیرا ثم قال، ھل لک فی علی و عباس؟ قال نعم فاذن لھما فدخلا فسلما فجلسا فقال عباس یا امیر المؤمنین اقض بینی و بین ھذا و ھما یختصمان فیما افاء اللہ علی رسولہ من بنی النضیر، فقال الرھط، عثمان و اصحابہ، یا امیر المؤمنین اقض بینھما و أرح احدھما من الآخر قال عمر تیدکم، انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض، ھل تعلمون ان رسول اللہ ﷺ قال، لا نورث، ما ترکنا صدقۃ یرید رسول اللہ ﷺ نفسہ؟ اتعلمان ان رسول اللہ ﷺ قال ذلک؟ قالا، قد قال ذلک (وبعد ان ذکر انہ کان ینفق علی اھلہ سنتھم من ھذا المال ثم یجعل ما بقی مجعل مال اللہ، واستشھد علی ذلک فشھدوا، قال) ثم توفی اللہ نبیہ فقال ابو بکر انا ولی رسول اللہ فقبضھا، فعمل فیھا بما عمل رسول اللہ واللہ یعلم انہ فیھا لصادق بار راشد تابع للحق ثم توفی اللہ ابابکر فکنت انا ولی ابی بکر، فقبضتھا سنتین من امارتی، اعمل فیھا بما عمل رسول اللہ ﷺ وما عمل فیھا ابو بکر واللہ یعلم انی فیھا لصادق بار راشد تابع للحق ثم جئتمانی تکلمانی و کلمتکما واحدۃ و أمرکما واحد، جئتنی یا عباس تسألنی نصیبک من ابن اخیک و جائنی ھذا۔ یرید علیا۔ یرید نصیب امرأتہ من ابیھا، فقلت لکما ان رسول اللہ قال، "لا نورث ما ترکنا صدقۃ" فلما بدلی ان ادفعہ الیکما قلت، ان شئتما دفعتھا الیکما علی ان علیکما عھداللہ و میثاقہ لتعملان فیھا بما عمل فیھا رسول اللہ و بما عمل فیھا ابو بکر و بما عملت فیھا منذ ولیتھا، فقلتما ادفعھا الینا فبذالک دفعتھا الیکما فانشدکم باللہ ھل دفعتھا الیکما بذالک؟ قال الرھط، نعم، ثم اقبل علی علی و عباس فقال، انشدکما باللہ ھل دفعتھما الیکما بذالک؟ قالا، نعم قال افتلتمسان منی قضاء غیر ذلک؟ فو اللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض لا اقضی فیھا قضاء غیر ذلک فان عجزتما عنھا فادفعاھا الی فانی اکفیکماھا۔ واورد البخاری حدیث مالک بن اوس ھذا فی کتاب المغازی من صحیحہ (ک ۶۴ ب ۱۴ - ج ۵ ص ۲۴-۲۳) من حدیث شعیب عن الزھری عن مالک بن اوس وفی کتاب النفقات من صحیحہ (ک ۶۹ ب ۳ - ج ۶ ص ۱۹۲-۱۹۰) وفی کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ من صحیحہ (ک ۹۶ ب ۵ ج ۸ ص ۱۴۷-۱۴۶) وانظر کتاب الفرائض من صحیح البخاری (ک ۸۵ ب ۳) و مسند الامام احمد (۱: ۱۳ الطبعۃ الاولی و رقم ۷۸-۷۷ الطبعۃ الثانیۃ) (التعلیقات علی العواصم من القواصم: ص ۱۳۱ دار الکتب العلمیۃ)

حضرت نانوتوی ؒ کی عبارات کا حاصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی میراث کا نہ ہونا یہ بھی دلیل حیات ہے، اس لئے کہ جب انسان سے حیات کا انقطاع ہوتا ہے تب مال دوسروں کا ورثہ بنتا ہے، انسان مورث تب بنتا ہے جب انقطاع حیات ہو۔

یہاں مورث ہونے کی نفی ہے چہ جائے کہ وارث ہونے کی جب مورث ہونے ہی کی نفی ہے تو معلوم ہوا کہ انقطاع حیات ہوا ہی نہیں جب انقطاع حیات ہوا ہی نہیں تو حیات دائمی رہی اس پر سوال ہوگا کہ پھر وعدہ موت کا کیا بنا؟ جواب یہ دیا کہ آپ ﷺ کو موت اس صورت میں طاری ہوئی کہ روح مبارک سمٹ کر قلب مبارک میں مرکوز ہوگئی تو آپ کی موت ساتر حیات ہوئی نہ کہ مزیل حیات۔

ابن عدی کہتے ہیں کہ میں نے عبدان کو سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے ابن خراش کو کہا حدیث لانورث ما ترکناہ صدقۃ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس نے کہا باطل ہے میں نے کہا کیوں کہتے ہو کہنے لگا کہ اس میں مالک بن اوس ہے، میں نے کہا کہ وہ تو جلیل القدر تابعی ہے، بعضوں نے تو یہ بھی کہا ہے کہ اس کو صحبت (صحابیت) کا شرف حاصل ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے متفق علیہ ہے دس سے زائد صحابہ سے مروی ہے۔ (حاشیہ الرفع والتکمیل ۲۶۹)

اسی طرح صاحب روح المعانی فرماتے ہیں: ''ان النبی حی بجسدہ و روحہ وانہ یتصرف و یسیر حیث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت وھو بھنتہ التی کان علیھا قبل وفاتہ لم یتبدل منہ الشی وانہ مغیب عن الابصار کما غیبت الملائکۃ مع کونھم احیاء باجسادھم فاذا اراد اللہ تعالیٰ رفع الحجاب ان اراد اکرامہ برؤیتہ رأہ علی ھیتہ التی ھو ﷺ علیھا لا مانع من ذالک ولا داعی الی التخصیص برؤیتہ المثال و ذھب الی نحو ھذا فی سائر الانبیاء علیہم السلام فقال انھم احیاء ردت الیھم ارواحھم بعد ما قبضوا واذن لھم فی الخروج من قبورھم والتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی'' بے شک نبی اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور وہ تصرف کرتے ہیں اور سیر کرتے ہیں زمین میں جہاں چاہیں زمین اور ملکوت میں اور وہ اسی ہیئت پر ہیں جس طرح وفات سے پہلے تھے، کوئی چیز ان سے تبدیل نہیں ہوئی۔

اور بے شک وہ غیب ہیں نظروں سے جیسے فرشتے غائب ہیں باوجود زندہ ہونے کے اپنے جسموں کے ساتھ۔ پس اللہ تعالیٰ جب ارادہ کرتے ہیں تو پردے کو اٹھا دیتے ہیں یعنی ارادہ کرتے ہیں کسی کے اکرام کا ان کو دکھانے کے ساتھ تو اللہ دکھاتے ہیں ان کو اسی ہیئت پر جس پر آپ علیہ السلام ہیں اور نہیں ہے کوئی اس سے مانع اور نہ داعی الی التخصیص رؤیت مثالی کے ساتھ۔ (یعنی جسم مثالی کے ساتھ اس کو خاص کرنے کا کوئی داعی نہیں ہے) اور باقی انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بھی (علامہ سیوطی ؒ) اسی طرف گئے ہیں اور فرمایا ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ ان کی ارواح ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں بعد قبض ہونے کے اور ان کو اجازت دی جاتی ہے قبروں سے نکلنے کے بارے میں اور ملکوت اعلیٰ اور سافل میں تصرف کرنے کی۔ (تفسیر روح المعانی ص ۷ ۱۳ ج ۲۲)

اسی طرح فخر المفسرین علامہ عبدالحق حقانی ؒ دہلوی تفسیر حقانی میں اس آیت مبارکہ کے تحت ایک لمبی بحث نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

واضح ہو کہ انسان روح یا نفس ناطقہ ہے اور یہ جسم خاکی کہ جو ہم کو دکھائی دیتا ہے اس نفس ناطقہ یعنی روح ہوائی کا (کہ جس کو نسمہ کہتے ہیں) مرکب ہے اعنی نفس ناطقہ تعلق روح ہوائی سے ہے کہ جو لطیف خون کے ابخرات

سے پیدا ہوتی ہے اور روح ہوائی کا مرکب یہ جسم ہے۔ جب کسی سبب سے اس جسم خاکی سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے (اور اس ترک تعلق کا نام موت عرفی ہے) تو نفس ناطقہ کو جو جو ہر نورانی ہے باقی رہتا ہے اور نہایت عمدہ طرح سے حس وادراک اور شعور وتمیز بھی باقی رہتے ہیں اس میں کافر ومؤمن شہید غیر شہید سب برابر ہیں۔ پس اس معنی سے موت ہے تو جسم کو اور حیات ہے تو نفس ناطقہ کو لیکن کبھی پاک روحوں کا اثر جسم خاکی تک بھی پہنچتا ہے اور یہ جسم سڑتا گلتا نہیں جیسا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام اور شہداء عظام کے اجساد سے ظاہر ہوا ہے۔ اسی طرح اس موت عرفی میں بھی سب انسان شریک ہیں اس معنی سے شہید اور غیر شہید انبیاء علیہم السلام اور غیر انبیاء علیہم السلام سب کو موت ہے انک میت و انهم میتون۔ کل نفس ذائقة الموت اور اس لئے ان کے بعد ان پر احکامات موت جاری ہوتے ہیں مال میں حصے لگ جاتے ہیں۔ اب حیات شہداء وانبیاء کے یہ معنے ہیں اور آیت میں وہی مراد بھی ہیں کہ جسم سے روح جدا ہو جانے کے بعد روح کو اس عالم قدس میں ہر قسم کا آرام اور عزت نصیب ہو اور چونکہ روح بھی ایک جسم لطیف ہے اس جسمانی خول کے آثار بھی اس میں منطبع ہوتے ہیں اور اس کی نورانی صورت کو اس جسمانی صورت سے بھی ایک ایسی مناسبت ہوتی ہے کہ روح کو وہی شخص روحانی عالم میں کہہ سکتے ہیں اس لئے اس عالم میں کہ جس کو اس عالم سے وہی نسبت ہے جو عالم خواب کو عالم بیداری سے ہے ہر قسم کی لذات میوے اور عمدہ مکان انہار وحور وقصور میسر آتے ہیں اور ان سے لذت پاتے ہیں۔ بالخصوص شہداء کو ان نسمہ سابق سے ایک عجیب تعلق باقی رہتا ہے جس لئے عالم برزخ میں ان کے لئے ایک نہایت عمدہ پیکر عطا ہوتا ہے اور وہ اس پیکر نورانی سے بارگاہ قدس میں جہاں تک چاہتے ہیں طیران کر کے ترقی کرتے ہیں اور اقسام وانواع کے لذات سے مستفید ہوتے ہیں جس کی طرف آیت میں اشارہ ہے اور اس حدیث میں بھی کہ جس کو شیخین نے روایت کیا ہے کہ شہداء سبز طیور کے قوالب میں آ کر آشیانہ عرش میں رہتے ہیں اور جہاں سے جی چاہتا ہے کھاتے ہیں اسی طرف ایماء ہے۔ اسی طرح وہ جب چاہتے ہیں اس عالم کی طرف بھی نزول کرتے ہیں کبھی لوگوں کو عیاناً بھی دکھائی دے جاتے ہیں مگر ان کے اس حیات جاودانی کو یہ آنکھیں اور یہ حواس نہیں محسوس کر سکتے کہ جو اجسام کثیفہ کے احساس کے لئے مخصوص ہیں اور اسی سے ایک انچ آگے بھی ان کا ادراک نہیں یہ کامرانی دراصل وہ حیات ابدی ہے کہ جس کا آیت میں ذکر ہے اس کے برخلاف کفار وفجار کا اس عالم میں معذب ہونا موت ہے۔ ایک شخص طرح طرح کے عذاب میں مبتلاء ہے دوسرا قسم قسم کی نعمتوں میں ہے گو دونوں زندہ ہیں مگر اوّل الذکر کی زندگی کیا زندگی ہے وہ تو موت سے بھی بدتر ہے زندگی تو دوسرے شخص کی ہی ہے اس لئے شہیدوں کو زندہ کہا جاتا ہے اور اسی تعلق خاص کے سبب ان کے اعمال حسنہ کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے اور لوگوں کی طرح منقطع نہیں ہو جاتا۔ جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے:

کل ابن آدم یختم علی عمله اذا مات الا المجاهد فی سبیل الله فانه یبقی له عمله الی یوم القیمة۔

لیکن اس حیات میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء بھی شریک ہیں اور اس کے درجات بھی متفاوت ہیں مگر شہیدوں کو تلذذ حاصل کرنے میں خصوصیت خاصہ ہے اور اس لئے جناب نبی کریم نے شہادت کی آرزو کی ہے اور کیوں نہ ہو جو خدا تعالیٰ کو اپنی حیات مستعار سپرد کرتا ہے وہ اس کے بالعوض اس کو حیات ابدی عطا کرتا ہے گو وہ لوگ ہم کو نظر نہیں آتے اور اسی لئے خدا تعالیٰ نے لاتشعرون فرمایا لاتعلمون نہ فرمایا۔　　(تفسیر حقانی ص ۵۱۸ - جلد ۱)

پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ علامہ موصوف بھی اس حیات میں انبیاء علیہم السلام کو شریک مانتے ہیں۔ اسی

طرح مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ اس آیت مبارکہ کے تحت حیات انبیاء علیہم السلام کا اثبات کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز وقوت رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ سلامت جسم کے علاوہ اس حیات برزخی کے کچھ آثار ظاہری احکام پر بھی پڑتے ہیں۔ مثلاً ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی ان کی ازواج دوسروں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں پھر شہداء، پھر معمولی مردے۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۳۴۳)

حیات شہداء پر دوسری آیت مبارکہ: ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون'' ہرگز ہرگز نہ گمان کرو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے مردہ، بلکہ وہ زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں اپنے رب کے ہاں۔

اب اس آیت مبارکہ میں حق جل شانہ صاف طور پر یہ بات بیان فرمارہے ہیں کہ زبان سے یہ بات کہنی کہ شہداء مردہ ہیں یہ تو کجا کبھی دل میں وسوسہ بھی نہ ڈالو۔ یعنی عقیدے کے درجے میں تو کجا، خیال اور گمان کے درجے میں بھی دل میں یہ بات نہ لانا کہ جو اللہ کے راستے میں قتل ہو گئے ہیں وہ مردہ ہیں فرمایا احیاء وہ زندہ ہیں عند ربھم یرزقون ان کے رب کے پاس ان کو رزق بھی مل رہا ہے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ جو دو سو کے قریب کتب کے مصنف ہیں، اس آیت مبارکہ کو حیات انبیاء علیہم السلام کی دلیل شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''ومن ادلة ذالک ایضا قولہ تعالیٰ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ... الخ۔ فان الشهادة حاصلة له علی اتم الوجوہ لانہ سید الشہداء وقد صرح ابن عباس و ابن مسعود وغیرھما رضی اللہ عنہم بانه مات شهیدا واللہ الموفق'' فرماتے ہیں حیات انبیاء علیہم السلام کے دلائل میں سے ہے اللہ تعالیٰ کا قول ولا تحسبن... الخ اس لئے کہ نبی علیہ السلام کو شہادت حاصل ہے۔ اس لئے کہ آپ علیہ السلام سید الشہداء ہیں۔ تحقیق تصریح کی ہے ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہ آپ علیہ السلام شہید فوت ہوئے ہیں۔ (القول البدیع ص ۱۶۸)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''انهم کالشهداء بل افضل منهم والشهداء احیاء عند ربهم فلا یبعد ان یحجوا او یصلوا'' بے شک انبیاء شہداء کی مثل بلکہ ان سے بھی افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ پس نہیں بعید کہ انبیاء حج کریں یا نمازیں پڑھیں۔ (نووی ص ۹۴ ج ۱)

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ان الأنبیاء بعد ما قبضوا اردت الیهم ارواحهم فهم احیاء عند ربهم کالشهداء'' انبیاء کی ارواح وفات کے بعد لوٹا دی گئیں پس وہ شہداء کی طرح اللہ کے ہاں زندہ ہیں۔

(زرقانی شرح مواہب ج ۳ ص ۲۳۳)

اس طرح امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس آیت سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال فرمایا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں: ''قد قال اللہ تعالیٰ فی الشهداء ولا تحسبن الذین قتلوا... الخ والانبیاء اولی بذالک فهم اجل واعظم وقل نبی الا وقد جمع مع النبوة وصف الشهادة فیدخلون فی عموم لفظ الآیة''

(اللہ تعالیٰ نے شہداء کے بارے میں فرمایا ہے: ولا تحسبن الذین قتلوا... الخ) اور انبیاء علیہم السلام اس کے زیادہ لائق ہیں۔ اس لئے کہ وہ زیادہ عظمت اور شان والے ہیں اور نہیں ہے کوئی نبی مگر تحقیق جمع کی گئی ہے نبوت کی وصف کے ساتھ شہادت کی وصف، پس وہ داخل ہوں گے آیت کے لفظ کے عموم میں۔

آگے اسی بات کو مزید پختہ کرنے کے لئے کہ آپ علیہ السلام شہید ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "لئن احلف تسعاً ان رسول اللہ ﷺ قتل قتلاً احب الی من ان احلف واحداً انه لم یقتل و ذلک ان اللہ اتخذہ نبیاً و اتخذہ شہیداً" کہ اگر میں نو مرتبہ قسم اٹھاؤں کہ آپ علیہ السلام قتل کئے گئے ہیں یہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں ایک مرتبہ قسم اٹھاؤں یہ کہ آپ قتل نہیں کئے گئے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ نے آپ کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت مبارکہ سے مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "قال تعالیٰ "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربهم یرزقون" فاخبر سبحانه بأن الشهداء احیاء عند ربهم و الانبیاء اولیٰ بذلک لتقاصر رتبة الشهید عن درجة النبوة قال اللہ تعالیٰ "فاولئک مع الذین انعم اللہ علیهم من النبیین و الصدیقین و الشهداء و الصالحین فرتبة الشهداء ثالث درجة النبوة (طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۷۹)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نہ گمان کرو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے مردہ، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق دئے جاتے ہیں، پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبر دی کہ شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور انبیاء علیہم السلام تو اس کے زیادہ لائق ہیں بوجہ شہید کے رتبے کے نبی کے رتبے سے کم ہونے کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ پس وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء علیہم السلام صدیقین، شہداء اور صالحین۔ پس شہداء کا مرتبہ نبوت کے درجے کے تیسرے نمبر پر ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ: "ان الشهداء بعد قتلهم و موتهم احیاء عند ربهم یرزقون فرحین مستبشرین و هذه صفة الاحیاء فی الدنیا و اذا کان فی الشهداء فالانبیاء احق بذالک و اولیٰ" بے شک شہداء قتل کئے جانے کے بعد اور موت کے بعد اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں خوش ہیں اور خوشخبری دیئے ہوئے ہیں اور یہ دنیا میں زندوں کی صفت ہے اور جب یہ شہداء میں ہے تو انبیاء علیہم السلام اس کے زیادہ لائق اور حقدار ہیں اور فرماتے ہیں کہ: وقد صح ان الارض لا تاکل اجساد الانبیاء اور تحقیق صحیح طرح یہ بات ثابت ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو نہیں کھاتی۔

اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "کان النبی یقول فی مرضه الذی توفا فیه لم ازل اجد الم الطعام التی اکلت بخیبر فهذا اوان انقطاع الابهری من ذالک السم" نبی کریم فرماتے تھے اپنے مرض الموت میں کہ ہمیشہ میں محسوس کرتا رہا اس کھانے کی تکلیف کو جس کو میں نے خیبر میں کھایا اور یہ وقت میری پشت کی رگ کے کٹنے کا ہے اس زہر کی وجہ سے۔

آپ علیہ السلام کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام اسی زہر کی وجہ سے شہید ہوئے جو خیبر میں آپ کو دی گئی۔ پس آپ علیہ السلام کی حیات بھی اسی آیت شہداء سے ثابت ہوئی۔

علامہ سفاردینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "ان الشهداء بعد موتهم و قتلهم احیاء عند ربهم یرزقون فرحین و هذه صفة الاحیاء فی الدنیا و اذا کان هذا فی الشهداء کان الانبیاء بذالک احق و اولی" بے شک شہداء اپنی موت اور قتل ہونے کے بعد اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہیں اور یہ دنیا میں

زندوں کی صفت ہے۔ جب شہداء کا یہ حال ہے کہ وہ زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام تو اس شان کے زیادہ حقدار اور اہل ہیں۔ (سفارینی ج ۲ ص ۳۹)

اہل ظواہر کے امام قاضی شوکانی (۱۲۵۵ھ) لکھتے ہیں: ''ورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشھداء انھم احیاء یرزقون وان الحیاۃ فیھم متعلقۃ بالجسد فکیف بالانبیاء المرسلین'' قرآن مجید میں شہداء کے بارے میں نص موجود ہے کہ وہ زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور ان کی حیات جسم کے ساتھ ہے۔ یہ حیات انبیاء علیہم السلام اور مرسلین کو بدرجہ اولیٰ حاصل ہے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۱۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں: ''ان الذین یصعقون ھم الاحیاء و اما الموت فھم فی الاستثناء فی قولہ تعالیٰ الا من شاء اللہ... ولا یعارض ما ورد فی ھذا الحدیث ان موسیٰ علیہ السلام ممن استثنا اللہ لان الانبیاء احیاء عند اللہ وان کانوا فی صورۃ الاموات بالنسبۃ الی اھل الدنیا وقد ثبت ذالک للشھداء ولا شک ان الانبیاء اعلیٰ رتبۃ من الشھداء وورد التصریح بان الشھداء ممن استثنی اللہ'' جو لوگ زندہ ہیں پہلے صاعقہ میں مریں گے اور جو پہلے سے مرے ہیں وہ الا من شاء اللہ کے استثناء میں داخل ہیں...... اور یہ بات اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں موسیٰ علیہ السلام ان میں شمار ہیں جو مستثنیٰ کئے گئے کیونکہ انبیاء علیہم السلام سب اللہ کے ہاں زندہ ہیں۔ اگر چہ وہ اہل دنیا کی نسبت سے اموات کی صورت میں ہیں اور یہ مرتبہ شہداء کو حاصل ہے اور انبیاء علیہم السلام تو بلاشک شہداء سے کئی درجہ اعلیٰ ہیں اور ان کی مستثنیٰ ہونے کی تصریح موجود ہے۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۹۶)

عندربھم کا معنی: حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: سعید چتروڑ گڑھی سے میرا مناظرہ ہوا اس نے بڑا شور مچایا عند ربھم کا معنی آپ کو آتا ہے میں نے کہا کہ آپ بتادیں، کہنے لگا کہ عند ربھم کا معنی ہے کہ اللہ کے پاس ان کی زندگی ہے، اس زمین پر بالکل زندگی نہیں ہے۔ میں نے کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ عند ربھم کا تعلق احیاء کے ساتھ ہے ہی نہیں بلکہ یرزقون کے ساتھ ہے کہ اللہ کے ہاں رزق پارہے ہیں اور جو تو نے معنی کیا ہے اگر یہی معنی ہے کہ زمین مراد نہیں آسمان یا علیین ہی مراد ہے تو پھر ان الدین عند اللہ الاسلام کا معنی یہ کر کہ اسلام میرے اور میری جماعت کے قریب تو آیا ہی نہیں اللہ نے اوپر سنبھال کر رکھا ہوا ہے اس لئے میں بالکل مسلمان نہیں ہوں۔

تو یہاں بھی عند اللہ کا وہی معنی کر جو عند ربھم میں عند کا کیا ہے اور اگر بعض مفسرین کچھ احتمالات ذکر کر بھی دیتے ہیں کہ اس کا تعلق احیاء سے بھی ہوسکتا ہے تو وہ پھر یہ بات بھی بتادیتے ہیں کہ اس کا معنی وہی ہے جو ولکن لا تشعرون کا ہے کہ احیاء تو ہیں لیکن ان کی حیات تمہارے شعور میں نہیں ہے اصل میں صحیح بات یہی ہے کہ عند ربھم کا تعلق یرزقون سے ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ احتمال بیان کر بھی دے کہ اس کا تعلق احیاء کے ساتھ ہے تو بھی یہ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ پہلی آیت میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ حیات اسی جسم کو ہے جس پر قتل کا ورود ہو چکا ہے۔

اب جب ہم کوئی حدیث پڑھتے ہیں تو یہ لوگ شور مچاتے ہیں کہ قرآن پڑھو، اگر ہم قرآن پڑھتے ہیں پھر ان کو حدیث یاد آتی ہے۔ کہتے ہیں کہ مسلم شریف میں حدیث ہے کہ (چونکہ یہ حدیث مع سند پیچھے حاشیہ میں مذکور ہو چکی ہے، اس لئے یہاں پوری ذکر نہیں کر رہے) حضور علیہ السلام سے جب: ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ارواحھم فی جوف طیر خضر لھا قنادیل معلقۃ بالعرش تسرح من الجنۃ حیث شاءت''

تو دیکھو حضور پاک نے خود تصریح کر دی ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں، میں اس کے جواب میں کہا کرتا ہوں پہلی بات تو یہ یاد رکھیں کہ ہمارا استدلال لفظ بل اور احیاءٌ سے ہے۔ یہ آل عمران اور بقرہ دونوں میں موجود ہے اور وہاں سرے سے اجمال ہے ہی نہیں کہ جس کی تفصیل کی ضرورت پڑتی۔ کیونکہ وہاں صراحتاً موجود ہے کہ جو جسم قتل ہوا، جس کو لوگ مردہ کہتے تھے اس کو اللہ نے حیات عطاء فرما دی ہے۔

اور یہ جو روایت ہے یہ آل عمران کی آیت کی تفسیر میں آئی ہے۔ کیونکہ اس آیت مبارکہ میں یرزقون کا لفظ مجمل تھا کہ رزق کس طرح دیا جاتا ہے تو یہ روایت یرزقون کی تفسیر ہے کہ وہ صبح شام جنت کی سیر کرتے ہیں اور ان کی روحیں جنت کا رزق حاصل کرتی ہیں۔ ویسے یہ لوگ دن رات شور مچایا کرتے ہیں: ''لا اعتماد علی الاحاد فی باب الاعتقاد'' کہ عقیدے میں خبر واحد کا اعتبار نہیں اور یہاں یہ خبر واحد پر اعتماد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج احتیاج است احتیاج است احتیاج

عجیب بات: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: عجیب بات یہ ہے کہ پورے مناظرے میں احمد سعید نے میرے سامنے یہ روایت پیش نہیں کی کیونکہ میں نے پہلے ہی اسے ڈرا دیا تھا جب اس نے ایک روایت پڑھی جس کے راوی ابو معاویہ اور اعمش تھے تو میں نے کہا کہ آپ نے اپنی کتاب دمدمۃ الجنود میں لکھا ہے کہ ابو معاویہ تدلیس کا مریض ہے اور اعمش شیعہ ہے۔ اس لئے ان کی روایتیں قابل قبول نہیں۔

(کیا ابو معاویہ واقعی تدلیس کا مریض اور اعمش شیعہ تھے اس کا جواب آگے اپنے مقام پر آئے گا، اگرچہ یہ حقیقتاً یہ اس طرح نہ بھی ہوں لیکن احمد سعید کا قول اس کے لئے تو حجت تھا، اس لئے حضرت نے اسے یہ بات فرمائی)

جو روایت تو نے پڑھی ہے اس میں بھی یہ دونوں راوی ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: چھوٹی سی تیری کتاب ہے تجھے وہ بھی یاد نہیں کہ اس میں تو نے کیا لکھا ہے لوگ اتنی بڑی بڑی کتابیں لکھ جاتے ہیں اور پھر حضرت نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ دیکھنا ہوش میں رہنا کہ سبز پرندوں والی حدیث غلطی سے نہ پڑھ بیٹھنا کیونکہ اس کی سند میں بھی یہی ابو معاویہ ہے جس کو تو تدلیس کا مریض کہتا ہے، اعمش شیعہ ہے۔ اس لئے کہ تیرا مناظرہ سنیوں کے ساتھ ہے شیعوں کے ساتھ نہیں ہے، یہ روایت شیعوں کو سنا دینا لیکن ہمیں نہ سنانا۔

تو مولوی عبدالخالق وغیرہ جو اس کے ساتھ تھے انہوں نے فوراً مسلم شریف دیکھی جب دیکھا کہ اس کی سند میں تو واقعی ابو معاویہ بھی ہے اور اعمش بھی ہے، تو پھر احمد سعید پورے مناظرے میں میرے سامنے اس روایت کو پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔

باقی رہی یہ بات کہ ہم اس کو مانتے ہیں یا نہیں؟ تو ہم بھی اس کو مانتے ہیں کہ یہ خبر واحد کے درجے میں ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ لیکن مانتے کس طرح ہیں اس کو ایک مثال سے سمجھیں۔

مثال: قرآن پاک میں سورہ احزاب میں آیت مبارکہ ہے: ''انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا''

اب جب آپ قرآن پاک کا یہی رکوع پورا پڑھیں تو اس کے سیاق وسباق میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا تذکرہ ہے۔ ہر قرآن پڑھنے والے کو یقین آجاتا ہے کہ اس آیت میں جس تطہیر کا ذکر ہے اس کا مصداق ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔ اسی لئے ان کو ازواج مطہرات کہتے ہیں۔ لیکن مسلم شریف میں باب من فضائل الحسن والحسین رضی اللہ عنہما میں حدیث مبارکہ آتی ہے۔

''حدثنا ابو بکر بن ابی شیبه و محمد بن عبدالله ابن نمیر و اللفظ لابی بکر قالا ثنا محمد بن بشر عن زکریا عن مصعب بن شیبه عن صفیة بنت شیبة قالت قالت عائشة خرج النبی غداة و علیه مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخله ثم جاء الحسین فدخل معه ثم جائت فاطمة فادخلها ثم جاء علی فادخله ثم قال انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیرا'' بیان کیا ہمیں ابوبکر بن ابی شیبہ اور محمد بن عبداللہ ابن نمیر نے اور یہ لفظ ابوبکر کے ہیں فرمایا انہوں نے بیان کیا ہمیں محمد بن بشر نے زکریا سے انہوں نے مصعب بن شیبہ سے انہوں نے صفیہ بنت شیبہ سے انہوں نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے آپ نے سیاہ اونی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ پس آئے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ علیہ السلام نے ان کو داخل کر لیا پھر آئے حسین رضی اللہ عنہ۔ پس آپ نے ان کو بھی اپنے پاس داخل کر لیا، پھر تشریف لائیں فاطمہ رضی اللہ عنہا پس آپ نے ان کو داخل کر لیا پھر آئے حضرت علی رضی اللہ عنہ پس آپ نے ان کو داخل کر لیا، اور پھر فرمایا انما یرید اللہ... الخ! (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۸۳)

اب اس حدیث مبارک کے بارے میں تین فرقے بن گئے، ایک رافضی جو قرآن کا انکار کر گئے کہ قرآن پاک میں آیت تطہیر سے ازواج مطہرات نہیں مراد، کیونکہ حضور پاک نے یہ فرمایا ہے کہ اہل بیت سے یہ پانچ مراد ہیں۔ اس لئے امہات المؤمنین اس سے مراد نہیں ہیں۔ چنانچہ روافض نے یہ کہا اور اس آیت کے سیاق وسباق کا بالکل انکار کر دیا دوسری طرف خارجی کھڑے ہوئے انہوں نے کہا کہ قرآن میں آیت تطہیر سے مراد ازواج مطہرات ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے اور خبر واحد جب قرآن کے خلاف ہو تو اس کو نہیں مانا جائے گا۔ اس لئے ہم حضرت علی، سیدہ فاطمہ، حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو اس آیت میں شامل نہیں سمجھتے۔

تو روافض قرآن کا انکار کر گئے، خوارج حدیث کا انکار کر گئے، لیکن اہل سنت والجماعت نے کہا کہ ہم قرآن بھی مانتے ہیں قرآن کے درجے میں اور حدیث بھی مانتے ہیں حدیث کے درجے میں ہم کہتے ہیں کہ ازواج مطہرات اس آیت کا قرآنی مصداق ہیں اور یہ چاروں حضرات اس آیت کا حدیث کی وجہ سے مصداق ہیں۔

کیونکہ ازواج مطہرات اس آیت کا قرآنی مصداق ہیں اسی وجہ سے اس موقعہ پر جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میں بھی چادر میں آجاؤں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو پہلے ہی سے شامل ہے تو ازواج مطہرات کا تو بغیر دعا کرنے کے ہی آیت میں شامل ہیں اور ان چار حضرات کو دعا کر کے اللہ کے نبی شامل فرما رہے ہیں تو ہم اہل سنت قرآن کو بھی مانتے ہیں اور ازواج مطہرات کو اس آیت کا مصداق سمجھتے ہیں اور حدیث اگرچہ خبر واحد کے درجے میں ہے لیکن اس کو حدیث کے درجہ میں مانتے ہیں کہ اللہ کے نبی نے جب دعا مانگی تو اللہ نے قبول فرمالی۔ اسی لئے یہ چاروں حضرات بھی آیت تطہیر کا دوسرے نمبر پر مصداق ہیں تو ہم نے آیت بھی مانی اور حدیث بھی مانی۔

اسی طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ جس جسم کو قتل کیا گیا ہے اس کو موت آ گئی، کیونکہ شہداء مرنے سے پہلے کوئی کہتا ہی نہیں جب موت آئے گی تو اس کو شہید کہا جائے گا تو جب موت آئی تو موت کے سارے وعدے پورے ہو گئے، لیکن اس کے بعد اسی جسم کو مردہ کہا جا رہا تھا۔ جس کو شہید کہا جاتا ہے۔ کبھی کسی نے آج تک روح کو شہید نہیں کہا اور نہ ہی روح شہید ہوتی ہے تو جس جسم کو دنیا شہید کہتی ہے وہ یہی جسم ہے۔ جب شہید کو غسل دیا جا رہا ہوتا ہے تو اسی جسم کو غسل دیا جا رہا ہوتا ہے۔

روح کو کوئی غسل نہیں دیتا۔ شہید کو دفن کیا جا رہا ہے، شہید کو چار پائی پر لٹایا ہوا ہے، دفن بھی اسی جسم کو کیا جاتا ہے، چار پائی پر بھی یہی جسم لیٹا ہوا ہوتا ہے، پس معلوم ہوا کہ میت کا لفظ اور شہید کا لفظ اسی جسم کے لئے استعمال ہوتا ہے تو جب شہداء کو زندہ کہا قرآن پاک نے تو روح کا اس جسم کے ساتھ تعلق ثابت ہو گیا۔ کیونکہ حیات روح کے جسم کے ساتھ تعلق کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

پس قرآن پاک سے روح کا جسم سے تعلق ثابت ہو رہا ہے اور حدیث میں اس روحانی سیر کا تذکرہ ہے جو شہداء رزق حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ روح خواہ جنت میں ہو لیکن اس کا تعلق شہداء کے جسم کے ساتھ بھی ہوتا ہے، جیسے آپ کی روح خواب میں مکہ پہنچی ہوئی ہو، تب بھی جسم کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے تو اگر یہ مان لیا جائے کہ قرآن کے کہنے کے مطابق روح کا تعلق یہاں جسم کے ساتھ بھی ہے اور حدیث کے مطابق صبح و شام روحانی سیر بھی ہوتی ہے تو ہم نے قرآن کو بھی مانا اور احادیث کو بھی مان لیا۔ کیونکہ ہم خارجیوں اور رافضیوں کی طرح قرآن و حدیث میں ٹکراؤ پیدا نہیں کرتے۔

جیسے تورات میں لکھا ہے مکمل عبارت یہ ہے: ''اور یعقوب اکیلا رہ گیا اور پو پھٹنے کے وقت تک ایک شخص وہاں اس سے کشتی لڑتا رہا جب اس نے دیکھا کہ اس پر غالب نہیں ہوتا تو اس کی ران کے اندر کی طرف سے چھوا اور یعقوب کی ران کی نس اس کے ساتھ کشتی کرنے میں چڑھ گئی اور اس نے کہا کہ مجھے جانے دے کیونکہ پو پھٹ چلی ہے یعقوب نے کہا کہ جب تک تو مجھے برکت نہ دے میں تجھے جانے نہیں دوں گا تب اس نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا یعقوب۔ اس نے کہا تیرا نام آگے کو یعقوب نہیں اسرائیل ہو گا کیونکہ تو نے خدا اور دو آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا'' (پیدائش باب ۳۲ فقرہ ۲۴ تا ۲۹)

تحریف شدہ تورات میں ایسی باتیں لکھی ہوئی ہوتی ہیں ہم لوگ ایسی باتوں کے قائل نہیں ہیں، نہ اللہ اور رسول کے درمیان کشتی کے قائل ہیں اور نہ مجتہد اور نبی کے درمیان، نہ رسول خدا سے لڑتا ہے اور نہ مجتہد نبی سے لڑتا ہے۔ رسول بھی اللہ کی باتوں کا ترجمان ہوتا ہے اور مجتہد بھی نبی کی باتوں کا ترجمان ہوتا ہے۔ اب ہم نے قرآن بھی مانا اور حدیث بھی مانی اور یہ لوگ کہتے ہیں، وہ پرندے جسم مثالی ہیں، ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی مخلوق پیدا کی ہے سب سے پیاری شکل انسان کی بنائی ہے: ''لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم''

اور سب سے باعزت شکل بھی انسان کو دی ہے اور ولقد کرمنا بنی آدم اب ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا پرندوں کی جو شکل ہے یہ انسان کی شکل سے زیادہ بہتر ہے یا پرندوں کی شکل انسان کی شکل سے زیادہ باعزت ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ انسان کی شکل پیاری باعزت ہے، پرندوں کی جو شکل ہے وہ جسم مثالی نہیں بلکہ وہ شکل ہے ان سواریوں کی، جن پر وہ سوار ہو کر وہاں تک پہنچتی ہیں۔

جیسے آپ حج پر جاتے ہیں واپس آکر بتاتے ہیں کہ ہم جس جہاز پر حج کے لئے گئے وہ مچھلی کی شکل کا تھا۔ کوئی بے وقوف نہیں کہتا کہ وہ جو مچھلی کی شکل کا جہاز ہے وہ حاجی صاحب کا جسم مثالی تھا، وہ جسم مثالی نہیں بلکہ وہ تو ایک سواری ہے۔ اگر کوئی مماتی گدھے پر سوار ہو کر جا رہا ہو تو گدھا اس کی سواری ہے، یہ نہیں کہیں گے کہ وہ گدھا اس مماتی کا جسم مثالی ہے اور مماتی لوگ اپنے لئے ایسی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ عجیب بات ہے کہ شہداء جنھوں نے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیا ان کے لئے اس قسم کی حماقتیں ماننے کے لئے بڑی جلدی تیار ہو جاتے ہیں۔

ایک شبہ اور اس کا جواب: رزق تو ساری دنیا کا اللہ ہی کے پاس ہے پھر یہاں عند ربھم کہہ کر تخصیص کیوں کی؟

جواب: اس کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہاں رزق ملنے میں اسباب کا دخل ہے کہ پیالہ ہمیں مہیا کرنا پڑے گا رزق اس میں ڈالا جائے گا۔ اب وہ رزق سارا ایک اللہ ہی سے آئے گا۔ پھر ہمارا پیالہ حلال ہوگا تو رزق حلال رہے گا اور اگر گندہ برتن لے جائیں گے تو رزق گندہ ہو جائے گا تو جس قسم کا ہمارا پیالہ ہوگا، رزق اسی قسم کا ہو گا۔ چونکہ یہاں ہم اسباب کے محتاج ہیں اور وہاں یہ تعلق نہیں ہے، اس لئے اس کو عند ربھم کہہ دیا گیا ہے۔

سوال: احمد سعید نے ابو معاویہ کو مدلس اور اعمش کو شیعہ کہا ہے کیا وہ واقعی شیعہ ہیں؟

جواب: ابو معاویہ کے بارے میں تو بعض نے شیعہ لکھا ہے لیکن اعمش تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے استاد ہیں۔

تو پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ اسماء الرجال میں شیعہ کا لفظ اس معنی میں نہیں آتا جس میں ہم لوگ آج استعمال کر رہے ہیں۔ بلکہ اسماء الرجال فن کی اصطلاح میں شیعہ کہتے ہیں ان لوگوں کو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل مانتے ہیں۔ جیسا کہ (بخاری شریف ص ۴۳۳) پر علوی اور عثمانی کا لفظ بھی ہے۔ کہ جو شیعان عثمان رضی اللہ عنہ تھے وہ عثمانی کہلاتے تھے اور جو شیعان علی رضی اللہ عنہ تھے وہ علوی کہلاتے تھے۔

اسی معنی کے اعتبار سے دو چار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی حضرت ابو ذر، حضرت مقداد، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم بھی شیعہ کے لفظ میں آجاتے ہیں، اسی وجہ سے شیعہ حضرات ان حضرات کا اکثر نام لیتے رہتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل مانتے ہیں، حتی کہ سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے بھی افضل مانتے ہیں ان کے لئے اسماء الرجال میں رافضی کا لفظ یا غالی رافضی کا لفظ استعمال ہوتا ہے، پھر یہ لوگ دو قسموں میں تقسیم ہو جاتے ہیں ایک وہ ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل مانتے ہیں لیکن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو برحق مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حق تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی تھا لیکن جب حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے خود سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو اس میں لڑنے کا کیا حق ہے؟ اور یہ تفضیلی کہلاتے ہیں۔ جن کو اسماء الرجال والے غالی یا رافضی شیعہ کہتے ہیں اور یہ لوگ سب صحابہ کو گنہ گار قرار دیتے ہیں ان کے لئے رافضی خبیث، یا رافضی محترق کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ چونکہ اہل کوفہ اکثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں تھے، اس لئے عام طور پر ان کو شیعان علی رضی اللہ عنہ لکھ دیا جاتا ہے، اس سے وہ اصطلاحی شیعہ مراد نہیں ہیں جو آج کے رافضی کے معنی میں ہے۔ مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

واضح رہے ابو معاویہ نامی راوی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا استاد ہے اور امام اعمش جو ہیں، یہ امام صاحب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کے علم میں برکت دی گئی ہے، (مناقب ذہبی ص ۲۹) امام اعمش سے چند مسائل دریافت کئے گئے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں موجود تھے، تو امام اعمش نے فرمایا آپ اس کا جواب دیں، تو امام صاحب نے سب مسائل کا جواب دیا اس پر امام اعمش نے فرمایا یہ جواب آپ نے کس دلیل سے دیئے؟

امام صاحب نے عرض کیا ان احادیث سے جو آپ سے میں نے روایت کیں، اور پھر چند احادیث معہ سند کے سنا دیں، تو محدث اعمش نے فرمایا بس تجھے یہی کافی ہے کہ جو احادیث میں نے سو دن میں پڑھائیں تو نے ایک ساعت میں سنا دیں میرے خیال میں نہیں تھا کہ آپ ان احادیث پر بھی عمل کریں گے، اور پھر فرمایا کہ فقہاء کی جماعت تم طبیب ہو اور ہم محدثین پنساری ہیں۔ امام صاحب سے فرمایا آپ نے دونوں طرفوں کو جمع کر لیا۔ (یعنی احادیث کو بھی اور فقہ کو بھی) (سرتاج المحدثین ص ۲۴۸)

اس کے علاوہ یہ حوالہ (ماتمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ، مناقب سیمری ص ۱۳ ذیل الجواھر المضیہ ص ۴۸۵، مناقب ذھبی ص ۳۵) پر بھی موجود ہے۔

آیت نمبر ۳: ''قال یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین''

اب یہ خطاب اسی شخص کو ہو رہا ہے جس کے بارے میں فرمایا: ''وجاء رجل من اقصی المدینۃ یسعی[1]'' یعنی جو بھاگا آ رہا ہے اور جس کو شہید کیا گیا ہے اور شہید اسی جسم کو کہتے ہیں۔ چونکہ شہید کی قبر بھی جنت کا باغ ہے اس لئے کہا جا رہا ہے کہ اس میں داخل ہو جا اور وہ شہید اسی قبر میں باتیں کر رہا ہے۔ ''یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین'' کہ کاش میری قوم جانتی اس بات کو کہ بخش دیا مجھے میرے رب نے اور بنا دیا مجھے اکرام کئے ہوئے لوگوں میں سے۔

اب اس کی یہ باتیں کرنا دلیل حیات ہے یا دلیل موت ہے؟ یقیناً دلیل حیات ہے۔ اس لئے کہ جب کلام ثابت ہو گیا تو حیات بھی ثابت ہو گئی۔

اعتراض: قرآن پاک میں آتا ہے: ''قیل ادخل الجنۃ'' اسے اسی وقت کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

جواب: یہ قیامت کو کہا جائے گا۔

اعتراض: قیل ماضی کا صیغہ ہے معلوم ہوا کہ کہا جا چکا ہے۔

جواب: اسی سورۃ میں آگے و نفخ فی الصور آیا ہے۔ نفخ بھی ماضی کا صیغہ ہے کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ صور پھونکا جا چکا ہے؟ جو آئندہ یقینی ہونے والی بات ہے اس کو ماضی سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ نیز آگے تفاسیر کے حوالے بھی آ رہے ہیں ان میں غور کرنے سے بھی یہی معلوم ہوگا۔

---

[1] قال المفسرون۔ ارادوا القوم قتلہ، فاقبل ھو علی المرسلین۔ فقال۔ (انی آمنت بربکم ایھا الرسل فاسمعون) ای اسمعوا ایمانی واشھدوا لی بہ۔ وقیل انہ خاطب بھذا الکلام قومہ لما ارادوا القتلہ تصلبا فی الدین و تشددا فی الحق، فلما قال ھذا القول و صرح بالایمان و ثبوا علیہ فقتلوہ۔ وقیل وطئوہ بارجلھم، وقیل حرقوہ، وقیل حفروا لہ حفیرۃ و ألقوہ فیھا۔ وقیل الھم لم یقتلوہ بل رفعہ اللہ الی السماء فھو فی الجنۃ۔ وبہ قال الحسن، وقیل نشروہ بالمنشار (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قرآن پاک نے شہداء کی حیات بعبارت النص ذکر فرمائی ہے اور یہ حیات عوام کی حیات سے اقویٰ ہوتی ہے۔ ان کے اجسام مطہرہ بھی محفوظ رہتے ہیں۔ ہماری جو یہ حیات ہے یہ فانی حیات ہے اور شہید کو یہ حیات عطاء فرمائی گئی ہے، وہ ہمیشہ کی حیات ہے۔ اب یہ لوگ اس قبر کا انکار کر کے کوئی قبر بھی نئی تلاش کرتے پھرتے ہیں اور اس عذاب وثواب قبر کا انکار کر کے عذاب وثواب بھی نیا تلاش کرتے پھرتے ہیں اور جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ذکر کیا ہے اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

مماتی...... گستاخ رسول؟: اب یہ جو دنیا والی ہماری حیات ہے یہ فانی حیات ہے لیکن میں اگر آپ کو تین یا چار مرتبہ کہوں او مردو او مردو۔ تمہیں یقیناً غصہ لگے گا۔ حالانکہ اس حیات کے بعد موت یقیناً آنی ہے تو جب فانی حیات والے کو مردہ کہنا اس کی توہین ہے، تو جس کو اللہ نے ہمیشہ ہمیشہ کی حیات عطاء فرمائی ہے۔ کیا اس کو مردہ کہنا اس کی توہین نہیں ہے؟ اس لئے ہم ان (مماتیوں) کو کہتے ہیں کہ مردار وان کو مردہ نہ کہو۔ اس پر ایک لطیفہ یاد آیا:

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) (قیل ادخل الجنة) ای قیل له ذلک تکریما له بدخولها بعد قتله کما هی سنة الله فی شهداء عباده۔ وعلی قوله من قال انه رفع الی السماء ولم یقتل یکون المعنی۔ انهم لما ارادوا قتله نجاه الله من القتل، وقیل له ادخل الجنة فلما دخلها و شاهدها (قال یا لیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین) (فتح القدیر تالیف محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ هج) (قیل ادخل الجنة) فی التفسیر۔ انه لما قال هذا القول وثب القوم علیه وثبة واحدة فوطئوه بارجلهم حتی قتلوه، وحکی هذا عن ابن مسعود۔ ویقال۔ وطئوه حتی خرج قصبه من دبره، فادخله الله الجنة، فهو ثم حی یرزق، وهو معنی قوله۔ (قیل ادخل الجنة) وقوله۔ (یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی) ای۔ بمغفرة ربی لی، قال قتادة۔ نصحهم حیا ومیتا، وقوله۔ (وجعلنی من المکرمین) ای۔ ممن دخل الجنة، ومن ادخل الجنة فقد اکرم، ومن أدخل النار فقد اهین۔ المجلد السادس قوله تعالی۔ (مما خطیئاتهم) ای۔ من خطیئاتهم، (اغرقوا فادخلوا نارا) یعنی۔ اغرقوا فی الدنیا، وادخلوا نارا فی الآخرة، وقیل۔ هو فی القبر۔ وعن الحسن قال۔ البحر طبق جهنم۔ وقیل۔ البحر نار ثم نار۔ (تفسیر القرآن للامام العلامة شیخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابی المظفر السمعانی منصور بن محمد بن عبدالجبار التمیمی المروزی الشافعی السلفی) قال القاضی ابو محمد رحمه الله۔ وهنا محذوف تواترت به الاحادیث والروایات، وهو انهم قتلوه، واختلف۔ کیف؟ قال قتادة وغیره۔ رجموه بالحجارة، وقال ابن مسعود۔ مشوا علیه باقدامهم حتی خرج قصبه من دبره، فقیل له عند موته۔ (ادخل الجنة)، وذلک۔ والله اعلم۔ بان عرض علیه مقعده منها، وتحقق انه من سکانها برؤیته ما اقر عینه، فلما حصل له ذلک تمنی ان یعلم قومه بذلک، فقیل۔ اراد بذلک الاشفاق والنصح لهم، ای۔ لو علموا ذلک لآمنوا بالله۔ (المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابی محمد عبدالحق بن عطیه الاندلسی) "قیل ادخل الجنة" ای ثوابا علی صدق ایمانک و فوزک بسببه بالشهادة "قال یا لیت قومی یعلمون" بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین" ای لیقبلوا علی ما اقبلت علیه، ویضحوا الاجله النفس والنفیس۔ (تفسیر القاسمی المسمی محاسن التاویل تالیف علامة الشام محمد جمال الدین القاسمی) وقال الحسن۔ حرقوه حرقا وعلقوه فی سور المدینة، وقبره فی سور أنطاکیة حکاه الثعلبی۔ وقیل۔ حفروا له حفیرة وألقوه فیها، وقیل۔ انهم لم یقتلوه بل رفعه الله الی السماء وهو فی الجنة، وبه قال الحسن وقال السدی۔ رموه بالحجارة وهو یقول۔ اللهم اهد قومی، حتی قتلوه۔ وقیل نشروه بالمنشار حتی خرج من بین رجلیه، فوالله ما خرجت روحه الا فی الجنة فدخلها فذلک قوله تعالی۔ (قیل ادخل الجنة) ای قیل له ذلک عند موته تکریما له بدخولها بعد قتله کما هی سنة الله فی شهداء عباده ولم یذکر لفظ (له) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لطیفہ: حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کا فرمان سنایا: حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت غیر مقلد کیا چیز ہوتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا ان کا پہلا قدم سلف پر بدگمانی اور دوسرا قدم بدزبانی ہے۔ عرض کیا گیا کہ حضرت یہ تو بڑا علمی دعوی کرتے ہیں، حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا علم ان کا یہ ہے کہ سرقہ ابن حجر رحمہ اللہ سے، زبان ابن حزم رحمہ اللہ والی، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے سرقہ کر کے ابن حزم رحمہ اللہ والی زبان استعمال کرتے ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ سے عرض کیا گیا کہ ان کا درجہ کیا ہے؟

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) فی نظم الآیۃ لان الغرض بیان القول دون المقول لہ فانہ معلوم، وعلی قول من قال انہ رفع الی السماء ولم یقتل یکون المعنی۔ انھم ارادوا قتلہ فنجاہ اللّٰہ من القتل وقیل لہ۔ ادخل الجنۃ وفیہ دلیل علی أن الجنۃ مخلوقۃ الآن۔ (فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسین القنوجی البخاری) (قولہ فرجموہ فمات) قال ابن مسعود وطؤہ بارجلھم حتی خرجت أمعاؤہ من دبرہ والقی فی بئر وھی الرس وھم اصحاب الرس وفی روایۃ أنھم قتلوا الرسل الثلاثۃ قال السدی رموہ بالحجارۃ وھو یقول اللھم اھد قومی حتی قتلوہ وقال الکلبی حفروا حفرۃ وجعلوہ فیھا ورموا فوقہ التراب فمات ردما وقال الحسن حرقوہ حرقا وعلقوہ فی سور المدینۃ وقبرہ فی سور انطاکیۃ حکاہ الثعلبی وقال القشیری والحسن لما اراد القوم أن یقتلوہ رفعہ اللّٰہ الی السماء فھو فی الجنۃ لا یموت الا بفناء السماء وھلاک الجنۃ فاذا اعاد اللّٰہ الجنۃ أدخلھا وقیل نشروہ بالمنشار حتی خرج من بین رجلیہ فواللّٰہ ما خرجت روحہ الا فی الجنۃ فدخلھا فذلک قولہ تعالی قیل ادخل الجنۃ فلما شاھدھا قال یا لیت قومی یعلمون --- الخ۔ اہ قرطبی وفی الخازن لما قتلوہ غضب اللّٰہ لہ فعجل لھم العقوبۃ فأمر جبریل فصاح بھم صیحۃ واحدۃ فماتوا عن اخرھم فذالک قولہ تعالی وما انزلنا علی قومہ الخ (قولہ قیل لہ عند موتہ ادخل الجنۃ) عبارۃ أبی السعود قیل لہ ذلک لما قتلوہ اکراما لہ بدخولھا کسائر الشھداء وقیل لما ھموا بقتلہ رفعہ اللّٰہ الی الجنۃ قال الحسن وعن قتادۃ أدخلہ اللّٰہ الجنۃ وھو فیھا حی یرزق۔ (الفتوحات الالھیۃ سلیمان بن عمر العجلی الشافعی الشھیر بالجمل المتوفی سنۃ ۱۲۰۴) وقیل معناہ وجبت لک الجنۃ فھو خبر بانہ قد استحق ھؤلاء ولا یکون الا بعد البعث ولم یأت فی القرآن انہ قتل فقال الحسن لما أراد قومہ قتلہ رفعہ الی السماء فھو فی الجنۃ لا یموت الا بفناء السموٰت وھلاک الجنۃ فاذا أعاد اللّٰہ الجنۃ دخلھا وقیل لما قال ذلک رفعوہ الی الملک فطول معھم الکلام لیشغلھم عن قتل الرسل الی ان صرح لھم فوثبوا علیہ فقتلوہ بوطئہ الارجل حتی خرج قلبہ من دبرہ وألقی فی بئر وھی الرس وقال سدی رموہ بالحجارۃ وھو یقول اللھم اھد قومی حتی مات۔ وقال الکلبی رموہ فی حفرۃ والقوا التراب علیہ فمات وعن الحسن حرقوہ حرقا وعلقوہ فی باب المدینۃ وقبرہ فی سور النطاکیۃ شروہ بالمناشیر حتی خرج من بین رجلیہ وعن قتادۃ أدخلہ اللّٰہ الجنۃ وھو فیھا حی یرزق۔ قولہ تعالی بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین وفی النسخۃ التی طالعنا من تفسیر ابن عطیۃ وقرأ الجمھور فاسمعون بفتح النون۔ قال أبو حاتم ھذا خطأ لا یجوز لانہ أمر فاما حذف واما کسرھا علی جھۃ النباء انتھی یعنی یاء المتکلم والنون للوقایۃ وقولہ وقرأ الجمھور حش ولا یکون اللّٰہ اعلم الا من الناسخ بل القراء مجمعون فیما أعلم علی کسر النون سمعتم دھم الا ما روی عن عصمۃ عن عاصم من فتح النون ذکر فی الکامل مؤلف أبی القاسم ولعل ذلک وھم من عصمۃ۔ وقال ابن عطیۃ ھنا محذوف تواترت بہ الاحادیث والروایات وھو قتلوہ فقیل لہ عند موتہ ادخل الجنۃ ذلک واللّٰہ اعلم۔ بأن عرض علیہ مقعدہ منھا وتحقق انہ من فرأی ما اقرأ عینہ فاما حصل ذلک تمنی أن یعلم قومہ بذلک (تفسیر البحر المحیط ص ۳۲۹ ج۷) وقال ابن عباس۔ القی فی البئر، وھو الرس، کما قال "واصحاب الرس" (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فرمایا: ایک آدمی بانسری بجا رہا تھا بجاتے بجاتے نیچے سے ہوا خارج ہوگئی تو بانسری منہ سے ہٹا کر جلدی سے وہاں رکھ دی کہ پہلے تو ہی بجالے تو جو خواہ مخواہ درمیان میں ٹوں ٹاں کر رہی ہے اس لئے تو ہی بجالے۔ مجتہد کی مثال منہ کی ہے۔

اہل سنت کی خوبی: حضرت رئیس المناظرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اہل سنت والجماعت کی مذہب کے جہاں اور سینکڑوں خوبیاں ہیں، ان میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں گستاخیاں نہیں ہیں۔ باقی جتنے فرقے آپ کو نظر آئیں گے ہر فرقہ کی بنیاد کسی کینے پر ہے۔ کسی کو نبی پاک کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کینہ ہے، کسی کو نبی پاک کے اہل بیت رضی اللہ عنہم سے کینہ ہے۔ صرف ایک اہل سنت والجماعت ایسا مذہب ہے جس کو کسی سے کینہ نہیں۔ جنہوں نے بھی دین کی خدمت کی اہل سنت کے ہاں سب قابل احترام ہیں اور آخرت میں بھی یہی سرخرو ہوں گے۔

آج حضرت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی دامت برکاتہم رافضیوں کی گالیاں سن سن کر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان کرتے ہیں تو قیامت کے دن یقیناً حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت تونسوی کو آوازیں دیں گے تونسوی ادھر آؤ ہم آپ کی شفاعت کریں کیونکہ آج ہماری شفاعت سنی جا رہی ہے۔

امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خارجیوں کی گالیاں سن سن کر بھی اہل بیت رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان کر رہے ہیں تو قیامت کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما قاضی صاحب کو بھولیں گے نہیں، بلکہ کہیں گے حضرت قاضی صاحب ادھر آؤ تم نے گالیاں سن سن کر بھی ہماری حمایت کی ہے، آج ہماری سفارش سنی جا رہی ہے۔ آؤ ہم تمہاری سفارش کرتے ہیں تو یہ سب حضرات قیامت کے دن سفارش کریں گے۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا کشف: علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے کشف کے بارے میں میزان کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ: میں نے حالت کشف میں دیکھا کہ پل صراط پر چار ٹھہرنے کی جگہیں بنی ہوئی ہیں اور چار جگہوں پر چاروں امام کھڑے ہیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے اپنے مقلدین کو گزار رہے ہیں اور میدان قیامت میں دیکھا کہ حنفیوں کا حساب ہو رہا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پاس کھڑے ہیں۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے کشف سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کی سفارش سنی جائے گی۔

ان آیات سے حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات بدلالت النص ثابت ہے۔ اب شہید کی حیات قرآن پاک سے بعبارت النص ثابت ہوگئی اور شہید کا مرتبہ تیسرے نمبر پر ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

"اولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین"

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) وقال قتادۃ قتلوہ بالحجارۃ وھو یقول رب اھد قومی فانھم لا یعلمون، وقال مقاتل اخذوہ و وطؤوہ تحت اقدامھم حتی خرجت امعاؤہ ثم القی فی البئر، وقتلوا الرسل الثلاثۃ فلما ذھب بروح حبیب النجار الی الجنۃ ف"قیل لہ"ادخل الجنۃ قال یالیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی" و ذلک حین دخلھا و عین ما فیھا من النعیم، تمنی أن یسلم قومہ، فقال"یالیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی" بالذی غفر لی ربی، ویقال بمغفرتی، ویقال، بما اذا غفر لی ربی، فلو علموا لامنوا بالرسل، ثم قال"وجعلنی من المکرمین" ای الموحدین فی الجنۃ نصح لھم فی حیاتہ، وبعد وفاتہ۔

(تفسیر سمرقندی ص ۹۸ ج ۳)

پہلا مرتبہ انبیاء علیہم السلام کا ہے، دوسرا صدیقین کا، تیسرا شہداء کا، چوتھا صالحین کا تو جب شہید کی حیات قرآن پاک سے بعبارت النص ثابت ہے تو صدیق کی حیات بدلالت النص ثابت ہوگئی اور نبی کی حیات اس سے بھی بہت زیادہ اعلیٰ دلالت کے ساتھ ثابت ہوگئی۔

چنانچہ قاضی شمس الدین صاحب بھی یہی لکھتے ہیں: قرآن کریم میں اس مسئلہ کی صراحت کہیں بھی نہیں۔ ہاں شہداء کے حق میں ارشاد ہے: بل احیاء ولکن لا تشعرون اس سے بطور دلالت النص سمجھ میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کہ جن کا درجہ شہداء سے بھی بہت بڑا ہے وہ بعد الوفات زندہ ہیں اور اس طرح علماء کرام نے زادھم اللہ شرفاً نے یہ مسئلہ قرآن سے نکالا۔ دلالت النص اسے کہتے ہیں کہ ایک چیز مذکور ہو دوسری اس سے بطور اولیٰ سمجھ میں آئے اس دور میں اور پہلے دور میں، اس کے ساتھ اتنا ایمان ہونا کافی تھا کہ یہ حضرات زندہ ہیں جس زندگی کا ہمیں شعور نہیں اور بس۔ (مسالک العلماء ص ۲۹)

جس طرح عبارت النص قطعی ہے۔ اسی طرح دلالت النص بھی قطعی ہے کیونکہ دلالت النص کا مدار علت پر نہیں لغت پر ہوتا ہے۔

یونس نعمانی نے بھی اپنے اشتہار میں یہ بات مان لی ہے کہ اس آیت مبارکہ سے حیات شہداء بعبارۃ النص ثابت ہے اور حیات انبیاء بدلالۃ النص ثابت ہے اور نیلوی صاحب نے بھی ندائے حق میں یہ بات مان لی ہے کہ دلالت النص بھی عبارۃ النص کی طرح قطعی ہوتی ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''یہ حیات انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ (قرآن سے) دلالت النص کے ذریعے ثابت ہے اور جو حکم دلالت النص کے ذریعہ سے ثابت ہوتا ہے وہ قطعی ہوتا ہے۔ جیسے عبارت النص سے ثابت شدہ حکم قطعی ہوتا ہے۔'' (ندائے حق ۸۳ ج ۲)

اب یہ لوگ کہتے ہیں قرآن پاک میں شہید کا لفظ ہے، ہمیں نبی کا لفظ دکھا دو۔ جواب یہ ہے کہ نبی کا لفظ صراحتاً دکھانے کی ضرورت نہیں اور احادیث میں تو نبی کا لفظ آیا ہے۔ الانبیاء احیاء فی قبورھم!

لیکن قرآن پاک سے نبی کی حیات چونکہ بدلالت النص ثابت ہے اس لئے صراحتاً نبی کا لفظ مذکور نہیں۔

<u>ایک مماتی مولوی کا قصہ</u>: حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک مماتی مولوی مجھے کہنے لگا کہ آیت مبارکہ میں شہید کا لفظ ہے نبی کا لفظ نہیں ہے۔ میں نے کہا شہید کا لفظ تو میں نے دکھا دیا ہے اور شہید کو یہ مرتبہ صرف اور صرف نبی علیہ السلام کی تابعداری کی برکت سے ملا ہے اگر وہ نبی پر ایمان نہ رکھتا، اگر نبی کی تابعداری نہ کرتا تو لوگ اس کو کبھی بھی شہید نہ کہتے اور نہ ہی وہ شہید ہوتا۔ شہادت اس کو ملی ہی حضرت پاک کی تابعداری کی وجہ سے ہے۔ اس لئے سارے شہداء کی حیات کو اکٹھا کیا جائے تو نبی پاک کی حیات ان سب سے اعلیٰ اولیٰ اور ارفع ہے۔

مماتی مولوی کہتا ہے نہیں نبی کا لفظ لکھا ہوا دکھاؤ۔ حضرت نے کہا شہید کے لفظ سے ہم بدلالت النص انبیاء علیہم السلام کی حیات مراد لیتے ہیں۔ دلالۃ النص کی مثال سمجھانے کے لئے حضرت رحمہ اللہ نے اسے کہا اگر تیرا بیٹا تجھ سے لڑ پڑے تو تو اسے کہے کہ قرآن کہتا ہے: فلاتقل لھما اف کہ ماں باپ کے سامنے اف بھی نہ کرنا اور تو مجھے جوتے مار رہا ہے وہ کہے اف تو میں نہیں کہہ رہا جوتے ہی مار رہا ہوں تو کہے گا جب اف کہنا حرام ہے جس سے والدین کو تھوڑی ایذا پہنچتی ہے تو جو اس سے زائد ایذا پہنچانے والی ہے۔ یعنی جوتے مارنا یہ تو بطریق اولیٰ حرام ہوگی تو اگرچہ قرآن پاک میں جوتے کا لفظ نہیں لکھا ہوا کہ والدین کو جوتے نہ مارنا، تھوک کا ذکر نہیں کہ والدین کے منہ پر نہ تھوکنا، پیشاب کا

ذکر نہیں کہ والدین کے منہ پر پیشاب نہ کرنا، لیکن یہ ساری باتیں اسی آیت سے بدلالۃ النص منع ہو گئیں۔

کیونکہ جب تھوڑی ایذا دینا جائز نہیں تو زیادہ ایذا یعنی جوتے مارنا، پیشاب کرنا، والدین کے منہ پر تھوکنا یہ بالاتفاق حرام ہو گئیں تو اب جولڑکا فلاتقل لھما اف کو مان کر والدین کو جس طرح اف نہیں کہتا۔ اسی طرح جوتے بھی نہیں مارتا ان کے منہ پر بھی نہیں تھوکتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی قسم کی ایذاء انہیں نہیں پہنچاتا۔ اس کی مثال حیاتی کی ہے اور جو اف تو نہیں کہتا لیکن کبھی والدین کے منہ پر جوتے مارنا شروع ہو جاتا ہے۔ کبھی ان کے منہ پر تھوکنا شروع ہو جاتا ہے، کبھی ان کے منہ پر پیشاب کرنا شروع کر دیتا ہے اور جب اسے کہا جائے کہ والدین کو جوتے نہ مارو تو آگے سے یہ کہتا ہے کہ مجھے قرآن میں یہ دکھاؤ کہ کہاں جوتوں کا لفظ لکھا ہوا ہے، کہاں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے؟

اگر یہ لفظ نہیں دکھاؤ گے تو میں جوتے مارتا رہوں گا تو اس لڑکے کی مثال مماتیوں کی طرح ہے کہ جس طرح یہ لڑکا عبارت النص کو مانتا ہے کہ والدین کو اف نہیں کہتا۔ لیکن دلالۃ النص کو نہیں مانتا اور ان کو جوتے مارتا ہے اور ان کو ایذاء پہنچا رہا ہے۔ اسی طرح مماتی بھی شہید کی حیات کو تو مانتا ہے کہ وہ عبارت النص سے ثابت ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کی حیات جو بدلالۃ النص ثابت ہے اور شہداء کی حیات سے کہیں زیادہ اعلی، اولی اور ارفع ہے اس کو ماننے سے انکار کرتا ہے۔

چونکہ قرآن پاک میں بظاہر صرف اف کہنے سے منع کیا گیا ہے، اسی لئے ابن حزم ظاہری نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ والدین کو اف کہنا تو حرام ہے لیکن والدین کے منہ پر پیشاب کرنا حرام نہیں ہے۔ کیونکہ ابن حزم ظاہری تھا اس لئے اس نے محلی میں لکھا ہے کہ کوئی پانی میں کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرے کہ پھر اس میں غسل بھی کر لے۔ کہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ پانی میں پیشاب کرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ لیکن پاخانہ پڑنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، کیونکہ پاخانہ کا لفظ حدیث میں نہیں آیا اور پیشاب بھی براہ راست پانی میں کرنے سے پانی ناپاک ہوتا ہے۔ اگر برتن میں پیشاب کر کے پانی میں ڈال دیا تو پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ اگر کنارے پر کیا اور بہہ کر پانی میں چلا گیا تو پانی ناپاک نہیں ہوا۔ گویا اس کے نزدیک پیشاب ناپاک نہیں پیشاب کی دھار کم بخت ناپاک ہے اور پھر کہتا ہے وہ پانی اسی شخص کے لئے ناپاک ہے جس نے اس میں پیشاب کیا، دوسروں کے لئے ناپاک نہیں۔ دوسرے اس سے وضو کر سکتے ہیں۔

اسی طرح یہ حدیث کہ کتا اگر برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھوؤ، اس حدیث کے تحت لکھتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ برتن میں جو چیز ہوگی وہ ناپاک ہوگی۔ اگر آپ نے ہاتھ پر کوئی چیز رکھی اور کتا چاٹ رہا ہے ساتھ آپ بھی چاٹ رہے ہیں تو یہ ناپاک نہیں ہے کیونکہ ہاتھ برتن نہیں ہے۔ اسی طرح کان یباشر وھو صائم کے تحت لکھتا ہے کہ یہ ماضی استمراری کا صیغہ ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے روزہ رکھنے کے بعد بیوی سے اتنی مباشرت کرنا کہ فریقین کو انزال ہو جائے یہ سنت اور باعث ثواب ہے۔ اس کی ظاہر پرستی کا عجیب حال ہے۔

تو خلاصہ یہ نکلا کہ یہ مماتی بھی ابن حزم کی طرح ظاہر پر چلتے ہیں اور دلالۃ النص کو نہیں مانتے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب والدین کو اف کہنا حرام ہے تو جوتے مارنا بطریق اولی حرام ہے کیونکہ اف کہنے پر والدین کو تھوڑا صدمہ ہوتا ہے اور جوتے مارنے سے زیادہ تو جب تھوڑا صدمہ پہنچانا حرام ہے تو زیادہ صدمہ پہنچانا بطریق اولی حرام ہوگا۔ اسی طرح جب شہید کی حیات ثابت ہو گئی تو نبی کی حیات بطریق اولی ثابت ہو گئی۔

سعید چتروڑ گڑھی کا واقعہ: حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرا مناظرہ سعید چتروڑ گڑھی سے ہوا تو وہ آیت پڑھتا اور مرزا قادیانی کہ طرح غلط ترجمہ کرتا۔ میں نے اس کو کہا کہ تو ترجمہ مرزا قادیانی کی طرح کرتا ہے کسی ایک مفسر کا حوالہ پیش کر کہ اس نے اس آیت کا یہ مطلب لیا ہو جو تو نے لیا ہے۔ اب جب میں نے آیت شہداء تلاوت کی تو اس نے بدلہ اتارنے کے لئے مجھ سے کہا کہ اگر اس آیت سے کسی سنی مفسر نے انبیاء علیہم السلام کی حیات ثابت کی ہے تو حوالہ دے میں اپنی ناک کٹوا دوں گا۔

چنانچہ میں نے حوالے پڑھنے شروع کر دیئے میں ایک حوالہ پڑھتا۔ پھر اس سے پوچھتا کہ اب تیری ناک کتنی رہ گئی ہے تا کہ میں دوسرا حوالہ اس حساب سے پڑھوں۔ اب سعید کے ساتھی اس پر بڑے پریشان ہوئے ایک نے کھڑے ہو کر کہا کہ اس کو ہم جانے نہیں دیں گے بلکہ دریا میں غرق کریں گے، کیونکہ اس نے آج ہمیں بڑا ذلیل کیا ہے۔ چنانچہ میں نے وہاں بائیس حوالے پیش کئے کہ مفسرین نے اس آیت مبارکہ سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال کیا ہے۔

دلالۃ النص کی ایک اور مثال: رسول پاک کی خدمت میں ایک مرتبہ جنات حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت لوگوں کو منع فرما دیں کہ یہ ہڈی اور گوبر سے استنجا نہ کریں ان میں ہماری خوراک ہے۔ اب اس سے فقہاء نے بدلالۃ النص یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جانوروں کی خوراک سے بھی استنجا ناجائز ہے۔ کیونکہ ہمیں نظر آتا ہے کہ اسے جانوروں نے کھانا ہے۔ اب جب جانوروں کی خوراک سے ناجائز ہے تو انسانوں کی خوراک سے بطریق اولی ناجائز ہے۔

تو اب اگر کوئی مماتی یہ کہے کہ ہڈی اور گوبر کے بارے میں آیا ہے کہ اس سے استنجا نہ کرو، لیکن یہ کہاں آیا ہے کہ پراٹھے سے استنجا نہ کرو، حلوے سے استنجا نہ کرو۔ میں تو حلوے اور پراٹھے سے استنجا کروں گا یا مجھے حدیث میں پراٹھے اور حلوے کا لفظ دکھاؤ کہ حضور نے پراٹھے اور حلوے سے استنجا کرنے سے منع کیا ہو، تو اس قسم کی ضدوں کا نام ان لوگوں نے قرآن رکھا ہوا ہے۔ کرتے ہیں ضد اور کہتے ہیں کہ ہم قرآن مانتے ہیں، ان بے چاروں کے پاس اس قسم کی شرارتوں کے علاوہ دلیل نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

جب شہداء کی حیات بعبارۃ النص ثابت ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات بدلالت النص ثابت ہو گئی۔ اب جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات بدلالۃ النص قرآن پاک سے ثابت ہو گئی تو ان لوگوں کی یہ بات کہ وہ احادیث جن میں حیات انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے وہ قرآن کے خلاف ہیں یہ غلط ہو گئی۔

آیت رابعہ سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال

"واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الهة يعبدون" (الزخرف:۴۵)

اللہ تعالیٰ نے حضرت پاک سے فرمایا کہ پہلے نبیوں سے پوچھ لو کہ ہم نے کبھی کسی نبی کو توحید کے خلاف پیغام دے کر بھیجا ہے؟ سارے نبی ہی توحید کا پیغام لے کر آئے۔ چنانچہ شب معراج میں انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، یہ آیت حیات انبیاء علیہم السلام کی واضح دلیل ہے۔ یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ چنانچہ صاحب جلالین اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ: "قيل هو على ظاهره بان جمع له الرسل ليلة الاسراء" کہا گیا ہے کہ یہ اپنے ظاہر پر ہے بایں طور کہ آپ علیہ السلام کے لئے رسولوں کو جمع کیا گیا۔

اسی آیت کے تحت جلالین کے حاشیہ میں ہے: ''عن عطاء عن ابن عباس لما اسری بالنبی بعث اللّٰہ آدم وولدہ من المرسلین فصلی بھم فلما فرغ قال لہ جبرئیل سل یا محمد من ارسلنا من قبلک فقال النبی لااسئل فقد اکتفیت قال وھذا قول الزھری وسعید بن جبیر وابن زید وقالو جمع لہ الرسل لیلۃ الاسراء فلم یسئل'' حضرت عطاء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں جب نبی علیہ السلام کو معراج کروایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آدم اور ان کی اولاد سے جو رسول تھے رسولوں کو بھیجا۔ پس آپ نے ان کو نماز پڑھائی۔ پس جب فارغ ہو گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے عرض کیا۔ اے محمد آپ ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا سوال کیجئے، پس آپ نے فرمایا میں سوال نہیں کرتا۔ پس تحقیق میں نے اکتفاء کر لیا۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ یہی قول ہے امام زہری رحمہ اللہ، حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ اور ابن زید رحمہ اللہ کا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ آپ کے لئے معراج کی رات تمام رسول جمع کئے گئے۔

علامہ جلال الدین رحمہ اللہ سیوطی اسی آیت کے تحت اسی قول کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اخرج سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر عن سعید بن جبیر فی قولہ واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا قال لیلۃ اسری بہ لقی الرسل'' سعید بن منصور وعبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن منذر حضرت سعید بن جبیر سے اللہ تعالیٰ کے قول واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا معراج کی رات آپ علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام سے ملاقات فرمائی۔ (تفسیر درمنثور ج۶ ص۱۹)

علامہ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی المتوفی ۷۲۵ھ اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: ''فروی عن ابن عباس فی روایۃ عنہ لما اسری بالنبی بعث اللّٰہ عزوجل لہ آدم وولدہ من المرسلین فاذن جبریل ثم اقام وقال یا محمد تقدم فصل بھم فلما فرغ من الصلوۃ قال لہ جبریل سل یا محمد من ارسلنا من قبلک من رسلنا الآیۃ فقال النبی لا اسئل قد اکتفیت وھذا قول الزھری وسعید بن جبیر وابن زید قالو جمع لہ الرسل لیلۃ اسری بہ وامرہ ان یسئلہ فلم یشک ولم یسئل فعلی ھذا القول قال بعضھم ھذہ الآیت نزلت ببیت المقدس لیلۃ اسری بالنبی'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ جب نبی علیہ السلام معراج کے لئے تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے رسولوں کو بھیجا۔ پس جبرئیل علیہ السلام نے اذان دی پھر اقامت کہی اور عرض کیا: اے محمد آگے بڑھیں اور ان کو نماز پڑھائیں۔ پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو عرض کیا۔ آپ سے جبرئیل نے اے محمد سوال کیجئے ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا پس نبی علیہ السلام نے فرمایا میں سوال نہیں کرتا تحقیق میں نے اکتفاء کیا۔ یہی قول زہری سعید بن جبیر اور ابن زید کا ہے۔ انہوں نے کہا جمع کئے گئے آپ کے لئے رسول جس رات آپ معراج کے لئے گئے اور آپ حکم دیئے گئے کہ آپ ان سے سوال کریں پس آپ نے شک نہ کیا اور نہ سوال کیا۔ پس اسی قول کے مطابق ان میں سے بعض نے کہا کہ یہ آیت معراج کی رات بیت المقدس میں نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن ص۱۱۴ ج۶)

صاحب تفسیر قرطبی ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی رحمہ اللہ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں: ''قال لقی الرسل لیلۃ اسری بہ وقال الولید بن المسلم فی قولہ تعالیٰ واسئل من ارسلنا... الخ قال سئلت عن ذالک خلید بن دعلج فحدثنی عن قتادۃ قال سئلھم لیلۃ اسری بہ لقی الانبیاء ولقی آدم ومالک خازن النار'' فرمایا

سعید بن جبیر نے اللہ تعالیٰ کے قول: ''واسئل من ارسلنا'' کہ ملے آپ رسولوں سے معراج کی رات اور کہا ولید بن مسلم نے اللہ تعالیٰ کے قول واسئل من ارسلنا ......الخ انہوں نے فرمایا کہ میں نے سوال کیا اس بارے میں خلید بن دعلج سے۔ پس انہوں نے مجھے بیان فرمایا حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سوال کیا آپ علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام سے اس رات جس رات آپ معراج کرائے گئے۔ ملاقات کی آپ نے انبیاء علیہم السلام سے اور ملاقات کی آدم سے اور جہنم کے داروغہ مالک سے۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۹۵)

علامہ حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر القرشی الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ: ''وقال عبدالرحمن بن زید بن اسلم واسئلهم ليلة الاسراء فان الانبياء علیہم السلام جمعوا له'' اور فرمایا عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے (اس سوال کرنے کے حکم کا وقت بتاتے ہوئے واسئل هم ليلة الاسراء) سوال کر تو ان سے لیلۃ الاسراء پس انبیاء علیہم السلام آپ کے لئے جمع کیے گئے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۲۸)

اسی طرح صاحب فتح القدیر اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں: ''قال الزهری وسعيد بن جبير وابن زيد ان جبريل كان ذالک للنبی لما اسری به فالمراد سوال الانبياء فی ذالک الوقت عند ملاقاته لهم وبه قال جماعة من السلف'' (تفسیر فتح القدیر ج ۴ ص ۵۵۷)

کہ فرمایا زہری اور سعید ابن جبیر نے اور ابن زید نے کہ بے شک جبرئیل نے فرمایا نبی علیہ السلام کو جب آپ معراج کرائے گئے۔ پس مراد انبیاء علیہم السلام کے سوال سے اس وقت میں انبیاء علیہم السلام سے آپ کی ملاقات کا ہے اور اسی کے ساتھ قول کیا ہے سلف سے ایک جماعت نے۔

علامہ ابو محمد الحسین الفراء البغوی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ: ''قال عطاء عن ابن عباس لما اسرى بالنبی بعث الله له آدم و ولده من المرسلين فاذن جبرئيل ثم اقام وقال يا محمد تقدم فصل بهم فلما فرغ من الصلوة قال له جبرئيل سئل يا محمد من ارسلنا من قبلک من رسلنا الآية فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لا اسئل فقد اكتفيت وهذا قول الزهری وسعيد بن جبير وابن زيد. قالوا جمع الله له المرسلين ليلة اسرى به وامره ان يسئلهم فلم يشک ولم يسئل'' حضرت عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب نبی علیہ السلام معراج کے لئے تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے رسولوں کو بھیجا۔ پس جبرئیل علیہ السلام نے اذان دی پھر اقامت کہی اور عرض کیا اے محمد آگے بڑھیں اور ان کو نماز پڑھائیں۔ پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو عرض کیا آپ سے جبرئیل علیہ السلام نے اے محمد سوال کیجئے ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا۔ پس نبی علیہ السلام نے فرمایا میں سوال نہیں کرتا تحقیق میں نے اکتفاء کیا، یہی قول زہری سعید بن جبیر اور ابن زید کا ہے۔ انہوں نے کہا جمع کیا اللہ نے ان کے لئے رسولوں کو جس رات آپ معراج کے لئے گئے اور آپ حکم دیئے گئے کہ آپ ان سے سوال کریں پس آپ نے نہ شک کیا اور نہ سوال کیا۔ (تفسیر معالم التنزیل)

اور علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اسی آیت کے تحت[1] فرماتے ہیں کہ: شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب معراج میں میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا گندمی رنگ، دراز قامت، گھنگریالے بال ایسے معلوم ہوتا تھا کہ قبیلہ شنوأۃ کے ایک مرد ہیں۔ (تفسیر مظہری ج ۶ ص ۳۵۴)

[1] آیت واسئل من ارسلنا کے تفسیری حوالہ جات: قوله عز وجل۔ (واسأل من ارسلنا من قبلک من رسلنا) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تو ان تمام تفاسیر سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام کو تو فوت ہوئے ۲۲۰۰ سال گزر چکے ہیں۔ (تاریخ یہود) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق ۱۸۰۰ سال گزر چکے ہیں اور آپ ۲۲۰۰ سال یا ۱۸۰۰ سال کے بعد ملاقات فرما رہے ہیں اور ظاہری بات ہے کہ آپ کی یہ ملاقات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوئی ہے۔ اسی جسد عنصری کے ساتھ ہوئی جس موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی گئی تھی اور تورات کسی مثیل موسیٰ علیہ السلام کو نہیں دی گئی تو یہ ملاقات بھی مثیل موسیٰ علیہ السلام سے نہیں ہوسکتی اور نہ یہ خواب یا کشف میں جسم مثالی کے ساتھ ملاقات کا ذکر ہے۔ اس لئے کہ خواب یا کشف میں دیکھنے کو ملاقات نہیں کہتے بلکہ زیارت کہتے ہیں۔ جیسے مثال اگر میں آپ سے کہوں کہ آپ حضرت شیخ الحدیث صاحب سے فلاں بات پوچھ آئیں آپ کو شیخ

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) فیہ ثلاثة اقاویل۔ احدھا۔ یعنی الانبیاء الذین جمعوا لہ لیلة الاسراء، قالہ ابن عباس، و ابن زید، و کانوا سبعین نبیا منهم ابراهیم و موسی و عیسی، علیہم السلام۔ فلم یسألهم لانہ کان اعلم باللہ منهم، قالہ ابن عباس۔ (النکت و العیون تفسیر الماوردی تصنیف ابی الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری) والقول الثانی فی الآیة۔ ما رواہ عطاء عن ابن عباس۔ ان اللہ تعالیٰ جمع المرسلین لیلة الاسراء فی مسجد بیت المقدس ثم ان جبریل اذن، ثم اقام، ثم قال للنبی۔ تقدم و صل بهم، فلما فرغ من صلاتہ، قال لہ۔ "وسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا و زعم بعضهم انہ سالهم فاجابوا و قالوا۔ ما امرنا اللہ تعالیٰ الا بالتوحید والاخلاص۔ وفی بعض التفاسیر ان میکائیل قال لجبریل۔ هل سال محمد الرسل عما امر به؟ فقال۔ لا، کان اشد یقینا و اعلم باللہ من ان یسأل عن ذلک۔ (تفسیر القرآن للامام العلامة شیخ الاسلام حجة اهل السنة و الجماعة ابی المظفر السمعانی منصور بن محمد بن عبدالجبار التمیمی المروزی الشافعی السلفی) فی القرطبی قال ابن عباس و ابن زید لما اسری برسول اللہ ﷺ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی و هو مسجد بیت المقدس بعث اللہ لہ آدم و من دونہ من المرسلین و جبریل مع النبی فأذن جبریل علیہ السلام۔ و اقام الصلوة ثم قال یا محمد تقدم فصل بهم فلما فرغ رسول اللہ ﷺ قال لہ جبریل سل یا محمد من أرسلنا من قبلک من رسلنا أجعلنا من دون الرحمن آلهة یعبدون فقال رسول الا أسأل قد اکتفیت قال ابن عباس و کانوا سبعین نبیا منهم ابراهیم و موسی علیہم السلام فلم یسألهم لانہ کان اعلم باللہ منهم و فی غیر روایة ابن عباس فصلوا خلف رسول اللہ سبعة صفوف المرسلون ثلاثة صفوف و النبیون أربعة صفوف و کان یلی ظهر رسول اللہ ابراهیم خلیل اللہ و علی یمینہ اسماعیل و علی یسارہ اسحق ثم موسی ثم سائر المرسلون فصلی بهم رکعتین فما انفتل قائم قام فقال ان ربی اوحی الی ان اسالکم هل ارسل احد منکم بدعوة الی عبادة غیر اللہ تعالیٰ فقالوا یا محمد انا نشهد أنا ارسلنا اجمعین بدعوة واحدة أن لا الہ الا اللہ و أن ما یعبدون من دونہ باطل و أنک خاتم النبیین و سید المرسلین قد استبان ذلک بامامتک ایانا و انہ لا نبی بعدک الی یوم القیامة الا عیسی ابن مریم فانہ مأمور أن یتبع اثرک اھ و فی الکرخی قولہ قیل هو علی ظاهرہ الخ أی قال الزهری و سعید بن جبیر و ابن عباس فی روایة عطاء ان اللہ تعالیٰ لما جمع الرسل لیلة المعراج فی بیت المقدس (تفسیر سمرقندی ص ۲۰۹ ج۳) قولہ تعالیٰ "و اسأل من ارسلنا من قبلک من رسلنا" ان قیل۔ کیف یسأل الرسل و قد ماتوا قبلہ؟ فعنہ ثلاثة اجوبة۔ احدهما۔ انہ لما اسری بہ جمع لہ الانبیاء فصلی بهم، ثم قال (لہ) جبریل۔ سل من ارسلنا قبلک... الآیة۔ فقال لا أسأل، قد اکتفیت، رواہ عطاء عن ابن عباس، و هذا قول سعید بن جبیر، و الزهری، و ابن زید، قالوا۔ جمع لہ الرسل لیلة أسری بہ، فلقیهم، و أمر أن یسألهم، فما شک و لا سأل۔ (زاد المسیر: ج۵ ص ۳۱۹)

الحدیث صاحب کا شناختی کارڈ مل گیا۔ آپ وہی بات شیخ الحدیث کی تصویر سے پوچھنے لگے تو کیا واقعتاً آپ کا پوچھنا ہے؟ ہرگز اس کو پوچھنا نہیں کہیں گے۔ شیخ الحدیث صاحب سے پوچھنا تب ہی بنے گا جب خود ان سے پوچھا جائے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام سے سوال تب ہی بنے گا جب خود انبیاء علیہم السلام سے پوچھا جائے گا۔

مفسرین یہی لکھتے ہیں کہ معراج کی رات حضرت پاک ﷺ کی ملاقات سارے انبیاء علیہم السلام سے ہوئی اور وہاں آپ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے پوچھا اور انہوں نے بتایا کہ ہم سب توحید ہی لے کر آئے ہیں۔

اگرچہ مفسرین میں سے بعض نے کہا کہ سوال ہوا بعض نے کہا کہ نہیں ہوا۔ یہ اختلاف ہمارے مدعیٰ کو نقصان نہیں دیتا۔ اس لئے کہ سوال کا حکم دینا ہی دلیل حیات انبیاء علیہم السلام ہے۔ مردوں، لکڑیوں اور پتھروں یا تصویروں سے نہ سوال ہوتا ہے نہ اس کا حکم دیا جاتا ہے۔

اب رسول پاک کی ملاقات انبیاء علیہم السلام سے ہوئی ہے تو ملاقات اسی جسم سے ہوا کرتی ہے یا فوٹو کاپیوں سے ہوا کرتی ہے۔ آپ ایک مرتبہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب سے ہاتھ ملا لیں آپ بڑے فخر سے کہیں گے کہ میں نے شیخ الحدیث صاحب سے ملاقات کی ہے اور اگر ٹی وی پر دو گھنٹے ان کی تقریر سن لیں تو آپ اس کا فوٹو دیکھ رہے ہیں لیکن آپ کسی کو یہ نہیں کہیں گے کہ میں نے شیخ الحدیث صاحب سے دو گھنٹے ملاقات کی ہے۔

اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہاں انبیاء علیہم السلام کے جسم مثالی آئے تھے تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ جہاں ملاقات کا ذکر ہے وہاں یہی جسم وارد ہوا کرتا ہے نہ کہ جسم مثالی۔ یہ بات تو وہ لوگ بھی مانتے ہیں کہ حضرت پاک کا جسد اطہر اصلی تھا اور آپ نے وہاں انبیاء علیہم السلام کو جماعت کرائی ہے۔ کیا کوئی مسئلہ قرآن وحدیث میں ہے کہ مولوی صاحب تو اصل کھڑے ہیں اور پیچھے ساری فوٹو کاپیاں کھڑی ہیں اور جماعت ہو رہی ہے۔ کیا فوٹو کاپیوں سے جماعت ہو جاتی ہے؟

یقیناً نہیں ہوتی۔ جماعت تو اصل جسم سے ہوتی ہے۔ چنانچہ جب آپ علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام کو جماعت کرائی اور انبیاء علیہم السلام نے آپ کی اقتداء میں اپنے اصلی اجسام کے ساتھ نماز ادا فرمائی اب آپ کا انبیاء علیہم السلام کو جماعت کروانا یہ حیات انبیاء علیہم السلام کی واضح دلیل ہے۔

چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (مرقات شرح مشکوۃ ج ۱۱ ص ۱۵۷) پر فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا فرمائی: ''والاظهر ان صلاته لهم في بيت المقدس كان قبل العروج قلت قد سبق انهم احياء عند ربهم وان الله حرم على الارض ان تاكل لحومهم'' ظاہر ہے کہ آپ علیہ السلام کا انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھانا یہ آسمان پر چڑھنے سے پہلے تھا۔ میں کہتا ہوں کہ تحقیق یہ بات گزر گئی ہے انبیاء علیہم السلام اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور بے شک اللہ نے حرام کر دیا زمین پر کہ ان کے گوشت کو کھائے۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے (طبقات شافعیہ ص ۲۸۱ ج ۲) پر واقعہ معراج سے حیات انبیاء پر استدلال کیا ہے۔

علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ (جز حیات انبیاء علیہم السلام) میں اسی آیت کو بطور استدلال نقل فرماتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''وقد قيل في قوله تعالى'' واسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا ان النبي سألهم ليلة الاسراء قال القاضي عياض رحمۃ اللہ علیہ فان قيل يحجون ويلبون وهم اموات وهم في الدار الآخرة وليس دار عمل

فاعلم ان للمشائخ وفی ما ظهر لنا عن هذا اجوبة احدهم الهم کالشهداء بل افضل منهم والشهداء احياء عند ربهم فلا يبعد ان يحجوا ويصلوا كما ورد فی الحديث الآخر''

(ترجمہ) تحقیق کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول واسئل من ارسلنا کے بارے میں یہ کہ نبی اقدس نے انبیاء علیہم سے معراج کی رات سوال کیا (ملاقات حیات کو چاہتی ہے اس کے اثبات کے لئے آگے فرماتے ہیں) قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم حج کیسے کرتے ہیں؟ اور تلبیہ کیسے کہتے ہیں حالانکہ وہ اموات ہیں تو جان لے کہ مشائخ کے لئے اور جو ہمارے لئے اس کے جوابات ظاہر ہوئے ہیں، اس میں سے ایک یہ ہے کہ انبیاء علیہم شہداء کی طرح ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ پس نہیں مستبعد کہ وہ حج کریں یا نمازیں پڑھیں جیسا کہ دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے۔ (جزء حیات انبیاء ص ۳۳)

مماتیوں کا اعتراض اور اس کا جواب: اگر انبیاء علیہم اصلی اجسام کے ساتھ نماز ادا فرما رہے تھے تو پیچھے قبروں میں کیا تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب نبی کریم مدینہ منورہ سے وہاں پہنچ گئے تو انبیاء علیہم اگر اپنی قبروں سے وہاں اپنے اصلی اجسام مطہرہ کے ساتھ تشریف لے آئے تو اس میں کیا حرج ہے؟ اور کون سا استحالہ لازم آ گیا ہے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ''وصلوتهم فی اوقات مختلفة وفی اماكن مختلفة لا يرده العقل وقد ثبت به النقل فدل ذلک علی حياتهم'' (فتح الباری کتاب الانبیاء ج ۱۳ مصر)

(ترجمہ) اور انبیاء کرام علیہم کا مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر نمازیں پڑھنا یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ عقل سلیم اس سے متصادم نہیں اور نقل صحیح اسے ثابت کر رہی ہے۔ پس یہ ان کے زندہ ہونے پر کافی شہادت ہے۔

یعنی قبر میں نماز پڑھنا، پھر کبھی کا بیت المقدس میں نماز پڑھنا اور پھر ملاء اعلیٰ میں ملنا، ان سب کے اوقات مختلف ہیں پس تعارض لازم نہیں آتا۔ فتفکروا یا اولی الابصار!

محدث کبیر امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فی قصة المعراج انه لقيهم فی جماعة الانبياء فی السموٰة وكلمهم وكلموه وكل ذلک صحيح لا يخالف بعضه بعضا فقد يرى موسیٰ علیہ السلام قائما يصلی فی قبره ثم يسرى بموسیٰ وغيره الی بيت المقدس كما اسرىٰ بنبينا فيراهم فيه ثم يعرج بهم الی السموات كما عرج نبينا فيراهم فيه كما اخبره وصلوتهم فی اوقات بمواضع مختلفات جائز فی العقل كما ورد بها خبر الصادق وفی كل ذلک دلالة علی حياتهم'' (حیات الانبیاء للامام بیہقی ص ۸ مصر)

(ترجمہ) واقعہ معراج میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ انبیاء کرام علیہم کی ایک پوری جماعت کو آسمانوں میں ملے تھے، ان سے کلام فرمایا اور انہوں نے آپ سے باتیں کیں۔ یہ سب مضامین صحیح ہیں اور ایک دوسرے سے متعارض نہیں۔ ایک وقت ہے کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھ رہے ہیں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی بیت المقدس تک سفر اسراء کرایا گیا۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کو معراج ہوا، پس آپ ﷺ نے وہاں بھی انبیائے کرام علیہم کو دیکھا۔ پس انبیاء کرام علیہم کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر نماز پڑھنا، اس پر عقلاً کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور نقلاً اس پر قول صادق موجود ہے۔ ان تمام واقعات سے انبیائے کرام علیہم کی حیات پر دلالت ہو رہی ہے۔

پانچویں آیت سے حیات انبیاء پر استدلال

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''ولقد آتینا موسی الکتاب فلا تکن فی مریۃ من لقائہ و جعلناہ ھدی لبنی اسرائیل''

اس آیت کریمہ میں رسول اقدس ﷺ کو فرمایا گیا ہے کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں شک نہ کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات سے مشرف ہوئے۔ حضرات مفسرین نے آپ علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کا ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''قیل معناہ فلا تکن فی شک من لقاء موسی فانک تراہ وتلقاہ وقیل بانہ راہ لیلۃ المعراج'' کہا گیا ہے اس کا معنی ہے آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں شک میں نہ پڑیں اس لئے کہ بے شک آپ ﷺ نے ان کو دیکھا ہے اور ان سے ملاقات فرمائی ہے اور کہا گیا کہ آپ ﷺ نے معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ (تفسیر کبیر ص ۵۶۵)

علامہ علاؤالدین البغدادی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ: ''ای لقاء موسیٰ لیلۃ المعراج قالہ ابن عباس (ق) عن ابن عباس عن النبی قال رأیت لیلۃ اسری بی موسیٰ رجل آدم طوالا جعدا کانہ من رجال شنوءۃ و رایت عیسی رجلا مربوعا مربوع الخلق الی الحمرۃ الی البیاض سبط الشعر و رایت مالک خازن النار و الدجال فی آیت اراھن اللہ ایاہ فلا تکن فی مریۃ من لقائہ''

آگے اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں: ''ان الانبیاء کالشھداء بل ھم افضل عنھم و الشھداء احیاء عند ربھم یرزقون فلا یبعد ان یحجوا او یصلوا کما صح فی الحدیث۔ و ان یتقربوا الی اللہ بما استطاعوا و ان کانوا ماتوا لانھم بمنزلۃ الاحیاء فی ھذہ الدار التی ھی دار العمل الی ان تفنی ثم یرحلون الی دار الجزاء التی ھی الجنۃ'' (یعنی موسیٰ علیہ السلام سے معراج کی رات ملاقات کرنا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا دیکھا میں نے معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کو جو بلند قامت آدمی ہیں گھنگریالے بالوں والے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ کے ایک مرد ہیں اور دیکھا میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو درمیانے قدوالا آدمی اور آپ کی رنگت سفید سرخی مائل تھی اور دیکھا میں نے جہنم کے داروغہ مالک کو اور دجال کو اللہ کی ان نشانیوں میں جن کو اللہ نے آپ کو دکھایا۔ پس آپ شک نہ کریں موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں)

آگے اسی آیت کے تحت حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال فرماتے ہیں کہ: انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح ہیں بلکہ شہداء سے بھی افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔ پس نہیں بعید کہ وہ حج کریں اور نماز پڑھیں جیسے کہ صحیح ثابت ہوا ہے احادیث میں اور یہ کہ قرب حاصل کریں اللہ کی طرف اس چیز کے ساتھ جس کی وہ طاقت رکھتے ہیں اگرچہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے کہ وہ بمنزلہ احیاء کے ہیں اس دار میں جو دار العمل ہے۔ یہاں تک کہ یہ فنا ہو جائے پھر وہ تشریف لے جائیں گے دار الجزاء کی طرف جو کہ جنت ہے۔

(تفسیر خازن ج ۵ ص ۱۸۸)

علامہ محمود آلوسی البغدادی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ:"واخرج الطبرانی وابن مردویہ وضیاء فی المختارۃ بسند صحیح عن ابن عباس انہ قال فی الآیۃ ای من لقاء موسیٰ و اخرج ابن المنذر وغیرہ عن مجاھد نحوہ و اخرج ابن ابی حاتم عن ابی العالیہ انہ قال کذالک فقیل لہ او لقی ﷺ موسیٰ قال نعم الا تری الی قولہ تعالیٰ واسئل من ارسلنا... الخ واراد بذالک لقائہ ایاہ لیلۃ الاسراء کما ذکر فی الصحیحین وغیرھما وروی نحو ذلک عن قتادۃ وجماعۃ من السلف" (روح المعانی ج ۱۲ ص ۱۳۸)

(ترجمہ) اور نقل کیا طبرانی اور ابن مردویہ نے اور ضیاء نے مختارہ میں صحیح سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے فرمایا آیت کی تفسیر میں کہ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں آپ شک میں نہ پڑیں اور ابن منذر وغیرہ نے مجاہد رحمہ اللہ سے اسی کی مثل تخریج کی ہے اور نقل کیا ہے ابن ابی حاتم نے ابوعالیہ سے کہ انہوں نے اسی طرح فرمایا پس کہا گیا کہ نبی نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں کیا تونہیں دیکھتا اللہ تعالیٰ کا قول واسئل من ارسلنا... الخ کی طرف اور مراد لیا انہوں نے اس سے معراج کی رات آپ کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کو جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے صحیحین اور ان کے غیر میں اور روایت کیا گیا ہے اسی کی مثل قتادہ اور سلف کی ایک جماعت سے۔

اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ حضرت ابن عباس والی اسی روایت کو اسی آیت کے تحت نقل فرماتے ہیں اور آگے فرماتے ہیں کہ:"انہ قد رای موسیٰ ولقی موسیٰ لیلۃ اسری بہ" (تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۴۱۶)

(ترجمہ) آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور معراج کی رات موسیٰ سے ملاقات فرمائی۔

امام بغوی اسی آیت کے تحت اس حدیث کو نقل فرماتے ہیں:"عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ لما اسری بی الی السماء رأیت موسیٰ یصلی فی قبرہ" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس رات مجھے آسمان کی سیر کروائی گئی میں نے دیکھا موسیٰ کو وہ نماز پڑھ رہے تھے اپنی قبر میں۔

علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ کا استدلال

علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:"وقال تعالیٰ فلا تکن فی مریۃ من لقائہ وفی صحیح مسلم کان قتادۃ یفسرھا ان نبی اللہ قد لقی موسیٰ" (جزء حیات للسبکی)

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہ شک میں پڑ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات سے اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت قتادۃ اس آیت کی تفسیر کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں اسی آیت سے حیات النبی پر استدلال کر رہے ہیں۔ اب ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی[1]:

---

[1] قولہ تعالیٰ۔"ولقد آتینا موسی الکتاب فلا تکن فی مریۃ من لقائہ" ای فلا تکن یا محمد فی شک من لقاء موسیٰ، قالہ ابن عباس۔ وقد لقیہ لیلۃ الاسراء۔ قتادۃ۔ المعنی فلا تکن فی شک من انک لقیتہ لیلۃ الاسراء۔ والمعنی واحد۔ (الجامع لاحکام القرآن لابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی) قولہ تعالیٰ۔"فلا تکن فی مریۃ من لقائہ" عن ابی العالیۃ فی قولہ۔"فلا تکن فی مریۃ من لقائہ" قال۔ من لقاء موسیٰ قیل۔ او لقی موسیٰ؟ قال۔ نعم۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور اسی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ہے جس موسیٰ کو تورات ملی اور جس موسیٰ کو تورات ملی وہ جسم مثالی نہیں تھا بلکہ جسم اصلی تھا۔ وجعلناه هدى لبني اسرائيل اس موسیٰ سے ملاقات ہوئی جو بنی اسرائیل کو ہدایت کا راستہ دکھاتے تھے۔ وہ جسم مثالی کے ساتھ ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتے تھے بلکہ جسم اصلی کے ساتھ ہدایت کا راستہ دکھاتے تھے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) الاترى الى قوله۔ "واسال من ارسلنا من قبلك من رسلنا" عن مجاهد "فلاتكن فى مرية من لقائه" قال۔ من ان تلقى موسى۔ (تفسير القرآن العظيم تاليف الامام الحافظ عبدالرحمن بن محمد ابن ادريس الرازى ابن ابى حاتم المتوفى سنة ۳۲۷ھ) قوله تعالى (ولقد آتينا موسى الكتاب فلاتكن فى مرية من لقائه) فيه خمسة اقاويل۔ احدها۔ فلاتكن يا محمد فى شك من لقاء موسى ولقد لقيته ليلة الاسراء روى ابو العالية الرياحى عن ابن عباس قال۔ قال رسول الله ﷺ "رأيت ليلة اسرى بى موسى بن عمران رجلا آدم طوالا جعدا كانه من رجال شنوءة۔ ورأيت عيسى ابن مريم رجلا مربوع الخلق الى الحمرة والبياض سبط الرأس"۔ قال ابو العالية قد بين الله ذلك فى قوله۔ (واسأل من ارسلنا من قبلك من رسلنا) (النكت والعيون تفسير الماوردى تصنيف ابى الحسن على بن محمد بن حبيب الماوردى البصرى) "فلاتكن فى مرية من لقائه" اى۔ من لقاء موسى علیہ السلام ليلة المعراج، وعده الله تعالىٰ ان يريه موسى علیہ السلام ليلة الاسراء به۔ (الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز لابى الحسن بن على الواحدى المتوفى ۴۶۸ھ) وقيل۔ من لقائك موسى علیہ السلام ليلة الاسراء او يوم القيامة۔ (الكشاف لابى القاسم محمود بن عمر الزمخشرى الخوارزمى (۴۶۷-۵۳۸ھ) (فلاتكن فى مرية من لقائه) قيل معناه فلاتكن فى شك من لقاء موسى فانك تراه وتلقاه، وقيل بأنه رآه ليلة المعراج۔ (التفسير الكبير للامام الفخر الرازى) قال ابن عباس وغيره۔ المعنى فلاتكن فى شك من لقاء موسى فانك تراه وتلقاه، روى ابن عباس عن النبى۔ قال۔ رأيت ليلة اسرى بى موسى رجلا آدم طوالا جعدا كانه من رجال شنوئة، رأيت عيسى رجلا مربوعا الى الحمرة والبياض سبط الرأس، ورأيت مالكا خازن النار والدجال فى آيات أراهن الله اياه۔ (اللباب فى علوم الكتاب تاليف الامام المفسر ابى حفص عمر بن على ابن عادل الدمشقى الحنبلى المتوفى بعد ۸۸۰ هجريه) او من لقاء موسى للكتاب او من لقائك موسى۔ وعنه ﷺ "رأيت ليلة اسرى بى موسى علیہ السلام رجلا آدم طوالا جعدا كانه من رجال شنوئة۔ (تفسير البيضاوى لامام ناصر الدين ابى سعيد عبدالله بن عمر بن محمد الشيرازى البيضاوى) أخرج عبد بن حميد والبخارى ومسلم وابن جرير وابن المنذر وابن أبى حاتم وابن مردويه والبيهقى فى الدلائل من طريق قتادة عن ابى العالية عن ابن عباس قال۔ قال النبى رأيت ليلة أسرى بى موسى بن عمران رجلا طوالا جعدا كأنه من رجال شنوأة، ورأيت عيسى بن مريم علیہ السلام مربوع الخلق الى الحمرة والبياض، سبط الرأس، ورأيت مالكا خازن جهنم والدجال فى آيات أراهن الله اياه قال "فلا تكن فى مرية من لقائه" فكان قتادة يفسرها أن النبى قد لقى موسى "وجعلناه هدى لبنى اسرائيل قال۔ جعل الله موسى هدى لبنى اسرائيل۔ واخرج الطبرانى وابن مردويه والضياء فى المختارة بسند صحيح عن ابن عباس عن النبى "فلاتكن فى مرية من لقائه" من لقاء موسى ربه "وجعلناه هدى لبنى اسرائيل قال۔ جعل موسى هدى لبنى اسرائيل۔ وأخرج ابن أبى حاتم عن أبى العالية فى قوله "فلاتكن فى مرية من لقائه" قال۔ من لقاء موسى قيل۔ او لقى موسى؟ قال۔ نعم۔ ألا ترى الى قوله "واسأل من أرسلنا من قبلك من رسلنا" (الزخرف، الآية ۴۵) وأخرج الفريابى وابن أبى شيبه وابن المنذر وابن أبى حاتم عن مجاهد "فلاتكن فى مرية من لقائه" قال۔ من أن تلقى موسى۔ (الدر المنثور فى التفسير بالمأثور للامام الحافظ جلال الدين السيوطى رحمہ اللہ (ت ۹۱۱ھ) وقد أخرج البخارى ومسلم وغيرهما من حديث ابن عباس قال۔ قال النبى "رأيت ليلة اسرى بى موسى بن عمران رجلا طويلا جعدا كأنه من رجال شنوءة، ورأيت عيسى ابن مريم مربوع الخلق الى الحمرة والبياض سبط الرأس، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صحیح مسلم شریف میں حدیث ہے:'' حدثنا هداب بن خالد و شيبان بن فروخ قالا ثنا حماد بن سلمة عن ثابت البنانی و سليمان التيمی عن انس بن مالک ان رسول اللهﷺ قال اتيت و فی رواية هداب مررت علىٰ موسیٰ ليلة اسری بی عند الكثيب الاحمر و هو قائم يصلی فی قبره '' بیان کیا ہمیں ہداب بن خالد اور شیبان بن فروخ نے ان دونوں نے فرمایا بیان کیا ہم سے حماد بن سلمۃ نے ثابت البنانی سے اور سلیمان التیمی سے انہوں نے حضرت انس بن مالک ؓ سے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا میں آیا اور ہداب کی روایت میں ہے میں گزرا موسیٰ پر جس رات مجھے معراج کرائی گئی سرخ ٹیلے کے پاس سے اور وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) و رأيت مالكا خازن جهنم والدجال فی آيات اراهن الله اياه۔ قال۔ (فلا تكن فی مرية من لقائه) فكان قتادة يفسرها ان النبی قد لقی موسی (وجعلنا ه هدی لبنی اسرائيل) قال۔ جعل الله موسیٰ هدی لبنی اسرائيل، و أخرج الطبرانی وابن مردويه والضياء فی المختارة بسند قال السيوطی، صحيح عن ابن عباس عن النبی (فلا تكن فی مرية من لقائه) قال من لقاء موسیٰ۔ قيل او لقی موسیٰ؟ قال۔ نعم۔ الا ترى الى قوله۔ واسأل من ارسلنا من قبلک من رسلنا۔ (فتح القدير تاليف محمد بن علی بن محمد الشوكانی المتوفی ۱۲۵۰ هج) وقوله۔ (فلا تكن فی مرية من لقائه) ای۔ فی شک فی لقائه، وفی معناه اقاويل احدها۔ ما روی ابو صالح عن ابن عباس ان معناه۔ فلا تكن فی شک من لقائک موسی، وقد كان لقيه ليلة الاسراء۔ وفی الخبر ان النبی قال۔ رأيت موسی آدم طوالا جعد الشعر كانه من رجال شنوءة، ورأيت عيسی رجلا ربعة الی الحمرة سبط الشعر . . . والخبر طويل۔ والقول الثانی۔ فلا تكن فی مرية من لقائه ای۔ من لقاء موسی الكتاب، ولقاء موسی الكتاب۔ تلقيه بالقبول۔ (تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابی المظفر السمعانی منصور بن محمد بن عبدالجبار التميمی المروزی الشافعی السلفی) لا تک فی شک من انک تلقی موسی، ای۔ فی ليلة الاسراء، وهذا قول جماعة من السلف۔ (المحرر الوجيز فی تفسير الكتاب العزيز لابی محمد عبدالحق بن عطيه الاندلسی) قال المفسرون وعد رسول اللهﷺ أنه سيلقی موسی قبل ان يموت ثم لقيه فی السماء او فی بيت المقدس حين اسری به، وهذا قول مجاهد والكلبی والسدی۔ وقد اخرج البخاری، ومسلم، وغيرهما من حديث ابن عباس قال قال النبی رأيت ليلة اسری بی موسی بن عمران رجلا طويلا جعدا كأنه من رجال شنوءة، ورأيت عيسی بن مريم مربوع الخلق الی الحمرة والبياض، سبط الرأس، ورأيت مالكا خازن جهنم، والدجال فی آيات اراهن الله اياه، قال (فلا تكن فی مرية من لقائه)، فكان قتادة يفسرها أن النبی قد لقی موسی۔ واخرج الطبرانی، وابن مردويه والضياء فی المختارة بسند۔ قال السيوطی صحيح۔ عن ابن عباس عن النبی، فلا تكن فی مرية من لقائه قال۔ من لقاء موسی، قيل او لقی موسی؟ قال نعم الا ترى الی قوله واسأل من ارسلنا من قبلک من رسلنا؟ وروی البخاری عن أنس أن النبی قال أتيت علی موسی ليلة المعراج عند الكثيب الاحمر، وهو قائم يصلی فی قبره۔ وصح فی حديث المعراج ايضا انه راه فی السماء السادسة، فلعل رؤيته كانت فی قبره قبل صعوده الی السماء، ثم صعد اليها فوجده هناک قد سبقه لما يريده الله، وهذا وجه الجمع بين هذين الحديثين، علی ما ذكره الخازن۔ (فتح البيان فی مقاصد القرآن تاليف صديق بن حسن بن علی الحسين القنوجی البخاری) ای من لقائک موسی ليلة الاسراء وفی القرطبی أی فلا تكن يا محمد فی شک من لقاء موسی قاله ابن عباس ولقد لقيه ليلة الاسراء۔ (الفتوحات الالهية سليمان بن عمر العجلی الشافعی الشهير بالجمل المتوفی سنة ۱۲۰۴)''ولقد آتينا موسی الكتاب'' يعنی التوراة ''فلا تكن فی مرية من لقائه'' قال المفسرون۔ وعد محمد انه سيلقی موسی قبل ان يموت ثم لقيه فی السماء او فی بيت المقدس حين اسری به وهذا قول مجاهد والكلبی والسدی۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یہ روایت (مسلم شریف ص ۲۶۸ ج ۲، نسائی ص ۲۴۲ ج ۱ اور علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملہم ص ۳۲۶ ج ۱) یہ حدیث نسائی شریف میں ۷ سندوں سے مروی ہے۔

چنانچہ وہ اسناد یہ ہیں:

(۱) ''اخبرنا محمد بن علی بن حرب قال حدثنا معاذ بن خالد قال اخبرنا حماد بن سلمة عن سلیمان التیمی عن ثابت عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ''

(۲) ''اخبرنا العباس بن محمد قال حدثنا یونس بن محمد قال حدثنا حماد ابن سلمة عن سلیمان التیمی و ثابت عن انس رضی اللہ عنہ۔۔۔

(۳) ''اخبرنا احمد بن سعید قال حدثنا حبان قال حدثنا حماد ابن سلمة قال اخبرنا ثابت و سلیمان التیمی عن انس رضی اللہ عنہ۔۔۔

(۴) ''اخبرنا علی بن خشرم قال حدثنی عیسیٰ عن سلیمان التیمی عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔۔۔

(۵) ''اخبرنا محمد بن عبد الاعلیٰ قال حدثنا معتمر عن ابیہ عن انس رضی اللہ عنہ۔۔۔

(۶) ''اخبرنا یحیٰ بن حبیب بن عربی و اسمعیل بن مسعود قالا حدثنا معتمر قال سمعت ابی قال سمعت انس رضی اللہ عنہ۔۔۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) (الوسیط فی تفسیر القرآن المجید تالیف ابی الحسن علی بن احمد الواحدی النیسابوری (المتوفی ۴۶۸ھ) والظاهر ان الضمیر عائد علی موسی مضافا الیه علی طریق المفعول لفاعل محذوف ضمیر الرسول ای من لقائک موسی ای فی لیلة الاسراء ای شاهدته حقیقة و هو الذی اوتی التوراة وقد وصفه الرسول فقال آدم طوال جعد کأنه من رجال شنوئة حین رآه لیلة الاسراء۔ قاله ابو العالیة و قتادة و جماعة من السلف۔ (تفسیر البحر المحیط ص ۲۰۵) "ولقد آتینا موسی الکتاب فلاتکن فی مریة من لقائه و جعلنه هدی لبنی اسرائیل . . . یقول تعالیٰ مخبراً عن عبده و رسوله موسی علیہ السلام انه أتاه الکتاب و هو التوراة و قوله تعالیٰ "فلاتکن فی مریة من لقائه" قال قتادة یعنی به لیلة الاسراء، ثم روی عن ابی العالیة الریاحی قال، حدثنی ابن عم نبیکم یعنی ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ "أریت لیلة اسری بی موسی بن عمران رجلا آدم طوالاً جعداً کانه من رجال شنوءة، و رأیت عیسیٰ رجلاً مربوع الخلق الی الحمرة و البیاض، سبط الرأس و رأیت مالکاً خازن النار و الدجال فی آیات اراهن الله ایاه "فلاتکن فی مریة من لقائه" انه قد رأی موسیٰ و لقی موسیٰ لیلة اسری به۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۱۱) قال فی روایة الکلبی، فلاتکن فی مریة من لقاء موسیٰ علیہ السلام فلقیه لیلة اسری به فی بیت المقدس یعنی لقی النبی موسی هناک و یقال، لقیه فی السماء و ذکر الخبر المعروف أنه فرض علی النبی خمسون صلاة فقال له موسی علیہ السلام ارجع الی ربک فسأله التخفیف لامتک فلم یزل یرجع حتی حط الله عز و جل الی الخمس۔ (تفسیر سمرقندی ص ۳۲ ج ۳) والثانی۔ من لقاء موسی لیلة الاسراء، قاله ابو العالیة، و مجاهد، و قتادة، و ابن السائب۔ (زاد المسیر ص ۳۴۳ ج ۳) قوله (او من لقائک موسیٰ و عنه علیہ السلام رأیت لیلة اسری بی موسیٰ رجلاً آدم طوالا جعدا کانه من رجال شنوءة) او من لقائک موسیٰ فالضمیر لموسیٰ علیہ السلام و الفاعل محذوف ایضاً و عنه علیہ السلام تائید للمعنی الاخیر و ان المراد القاء فی الدنیا بالجسد علی ما هو الصحیح لا بالروح فقط و التخصیص مع انه علیہ السلام رأی لیلة الاسراء کثیر من الانبیاء لانه علیہ السلام راجع موسیٰ علیہ السلام فی تلک اللیلة فی شان الصلوات حیث فرضت اولا خمسین ثم لاقی موسی فقال له علیہ السلام ارجع الی ربک فاطلب التخفیف فراجع۔ (حاشیہ قنوی ص ۱۰۴ ج ۵)

(۷) ''اخبرنا قتیبۃ قال حدثنا ابن ابی عدی عن سلیمان عن انس رضی اللہ عنہ'' ---- (نسائی شریف ص ۲۴۳، ۲۴۲)

اور مسند احمد میں اس کی سند یوں ہے:

(۱) ''حدثنا عبداللہ حدثنی ابی حدثنا حسن حدثنا حماد، اخبرنا سلیمان التیمی و ثابت عن انس ابن مالک رضی اللہ عنہ'' (مسند احمد ص ۱۸۲)

(۲) ''حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثناء وکیع ثنا سفیان عن سلیمان التیمی عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ'' (مسند احمد ص ۱۴۸)

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ محدثین کے نزدیک ہر سند مستقل حدیث شمار ہوتی ہے اور علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو جزء حیات انبیاء میں نقل کیا ہے اور اس سے استدلال کیا ہے، لکھتے ہیں: ''وقال البیھقی فی دلائل النبوۃ وفی الحدیث الصحیح عن سلیمان التیمی و ثابت البنانی عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتیت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ'' (جزء حیات انبیاء ص ۳۰)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ ''انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء علیہم السلام'' میں لکھتے ہیں: ''فمن الاخبار الدالۃ علی ذلک ما اخرجہ مسلم عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی لیلۃ اسری بہ مر بموسیٰ علیہ السلام وھو یصلی فی قبرہ و اخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابن عباس ان النبی مر بقبر موسیٰ علیہ السلام وھو قائم یصلی فی قبرہ'' فرماتے ہیں وہ احادیث جو اس مسئلہ (حیات انبیاء) پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے وہ روایت ہے جس کو امام مسلم نے نقل کیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی اقدس معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ نبی اقدس موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔'' (ص ۴۵-۴۶)

اب یہاں اس حدیث مبارکہ میں رسول اقدس فرما رہے ہیں کہ میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرا اور آپ نے یہ بھی بتا دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی یہ قبر سرخ ٹیلے کے پاس ہے۔

چنانچہ (بخاری شریف میں ص ۱۷۸) پر موجود ہے: ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلو کنت ثم لاریتکم قبرہ الی جانب الطریق عند الکثیب الاحمر'' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر میں ہوتا وہاں البتہ تم کو دکھاتا موسیٰ علیہ السلام کی قبر راستے کے ایک جانب سرخ ٹیلے کے پاس۔

اگر یہ کہتے ہیں کہ قبر علیین یا سجین میں ہوتی ہے تو میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا ریت کے ٹیلے علیین سجین میں ہوتے ہیں؟ کیا علیین سجین تھل کا علاقہ ہے۔ یقیناً ریت کے ٹیلے اسی زمین پر ہوتے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قبر اسی زمین پر ہے اور اسی طرح یہ بھی ہے کہ یہ قبر بیت المقدس کے پاس ہے، تو کیا بیت المقدس علیین سجین میں ہے یا اسی زمین پر؟ یقیناً اسی زمین پر ہے تو جب قبر بیت المقدس کے پاس ہوئی تو قبر بھی اسی زمین پر ہوئی تو اب موسیٰ علیہ السلام کا جسد اطہر جو اس قبر میں ہے وہ اصلی جسد اطہر ہے نہ کہ خواب و خیال والا

تو جب آپ نے موسیٰ کو اس قبر میں نماز پڑھتے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اصلی جسد اطہر کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اور یہ حیات کی دلیل ہے۔

مرزا قادیانی کا اعتراض: مرزا قادیانی اعتراض کرتا ہے کہ: ''آنحضرت ﷺ نے اگر بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی اور موسیٰ علیہ السلام بھی مقتدیوں میں موجود تھے تو پھر جب آپ ﷺ آسمان پر گئے اور موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو پہچانا کیوں نہیں بلکہ جبرئیل نے تعارف کرایا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔''

جواب: آپ مجھے خیر المدارس میں ملے میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ کہیں کہ ابھی میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ اب کیا میرے اس نہ پہچاننے سے یہ سمجھ لیا جائے گا کہ میں نے نماز نہیں پڑھائی یا آپ نے نہیں پڑھی۔ یقیناً اس نہ پہچاننے سے نماز پڑھنے کی نفی نہیں ہوگی۔

اعتراض: جب آنحضرت ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا تو پھر آسمان پر کیوں نہیں پہچانا۔

جواب: مثال کے طور پر میں نے قاری عبدالواحد کو دیکھا کہ وہ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ان کا چہرہ بھی اچھی طرح دیکھ لیا ہو۔ اس کے بعد پھر ملاقات ہوئی کسی نے بتایا یہ عبدالواحد صاحب ہیں۔ اب اس بتانے سے پہلی بات کی نفی نہیں ہوئی کہ میں نے عبدالواحد کو نماز پڑھتے دیکھا ہی نہیں۔ اب یہ لوگ اس طرح کی باتوں اور عقلی ڈھکوسلوں اور شیطانی وسوسوں سے نبی اقدس کی ان احادیث مقدسہ جو تواتر کے درجے کو پہنچی ہوئی ہیں ان کا انکار کرتے ہیں۔

سوال: آنحضرت ﷺ کی بیت المقدس میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی وہ روحانی تھی یا جسمانی؟

جواب: اس بارے میں قرآن و حدیث میں کوئی واضح الفاظ نہیں ہیں کہ جن میں روحانیت یا جسمانیت کا ذکر ہو۔ لیکن ''ولقد آتینا موسیٰ الکتاب فلاتکن فی مریۃ من لقاءہ وجعلناہ ھدی لبنی اسرائیل'' تو اب اس آیت میں اسی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر ہے جن کو تورات دی گئی۔ تورات نہ تو فقط روح کو ملی تھی اور نہ ہی جسم مثالی کو ملی تھی۔ بلکہ اس روح اور جسم کے مجموعہ کو ملی تھی وہ موسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت تھے اور ہدایت کا راستہ جسم مثالی یا فقط روح نہیں دکھاتی تھی بلکہ روح اور جسم کا مجموعہ ہدایت کا راستہ دکھاتا تھا تو اسی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر ہے جن کو تورات دی گئی اور جو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت تھے۔ نیز جسم مثالی سے ملنا تو ملاقات ہے ہی نہیں۔

مثلاً آپ مولانا فضل الرحمن کو ٹی وی پر دیکھتے ہیں مگر کبھی یہ نہیں کہتے کہ میں نے ان سے ملاقات کی ہے۔ حالانکہ مثال تو وہاں بھی ہوتی ہے۔ لیکن اگر آپ ایک دفعہ ہاتھ ہی ملالیں تو آپ ہر ایک کو بتاتے پھریں گے کہ میں نے مولانا فضل الرحمن سے ملاقات کی ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ لقاء کا ذکر اسی جسمانی ملاقات کے لئے آتا ہے۔

سوال: موسیٰ علیہ السلام بیت المقدس سے آسمان پر کیسے پہنچ گئے۔

جواب: وہ رات معجزہ کی رات ہے۔ جب حضرت اقدس کو فوری طور پر یہاں سے آسمان پر پہنچا دیا گیا تو ان کو بھی پہنچا دینا کوئی مشکل نہیں ہے۔

سوال: قبر میں اور آسمان پر جو ملاقات ہوئی وہ تو جسمانی ملاقات ہے اور جو بیت المقدس میں ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔

جواب: اس میں اگرچہ دو قول ہیں۔

(۱)......اجساد اصلی تھے۔ (۲)......اجساد مثالی تھے۔

لیکن یہ دوسرا قول ہماری شریعت پر فٹ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ فوٹو کا پیاں پیچھے کھڑی ہوں تو کوئی ان کو جماعت نہیں کرا سکتا۔ دس ٹیلی ویژن پیچھے رکھے ہوں اور ان میں کچھ شکلیں آرہی ہوں کہ آیا ان کو جماعت کرا سکتے ہیں؟ جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ اجساد مثالی تھے ہم ان کو کہتے ہیں آپ بھی اپنے پیچھے فوٹو کا پیاں رکھ کر جماعت کرا لیا کریں تا کہ معراج کی رات جو جماعت کرائی گئی اس کی نقل ہو جائے۔

اس حدیث کے راوی ثابت البنانی کا اعتقاد

اس حدیث کے راوی ثابت البنانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جب یہ حدیث سنی اسی دن سے دعا کرتے تھے یا اللہ اگر اپنی مخلوق میں سے کسی اور کو قبر میں نماز کی اجازت مل سکتی ہو تو مجھے مل جائے۔ حمید الطویل کہتے ہیں ہم نے انہیں لحد میں اتارا جب اینٹیں برابر کر رہے تھے اچانک ایک اینٹ گر گئی فاذا رأیتہ یصلی فی قبرہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے ساتھی کو کہا کیا تم نے نہیں دیکھا؟ اس نے کہا خاموش رہو۔ پھر ہم اس کی صاحبزادی کے پاس گئے اس نے ان کی دعا کا تذکرہ فرمایا۔　　(حلیۃ الاولیاء ص ۲۱۹ ج ۲)

حضرت ثابت البنانی نے ۱۲۰ھ کے بعد وصال فرمایا جو کبار تابعین کا دور ہے اور ان کی دعا بھی بیٹی سنتی رہی اور لوگوں نے بھی سنی لیکن کسی نے انکار نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ لوگ اس بات کے قائل تھے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

آیت سادسہ سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال

"قال تعالیٰ وسلم علیہ یوم ولد و یوم یموت و یوم یبعث حیا"

یہ آیت مبارکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے جو شہید ہیں۔ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے یوم سے مراد پورا زمانہ ہے۔ ایک یہ زندگی برزخ والی زندگی اور ایک آخرت والی۔ اس لئے فرمایا وسلم علیہ یوم ولد و یوم یموت و یوم یبعث حیا۔ اب اس آیت مبارکہ سے اس زندگی کی سلامتی اور برزخ کی سلامتی اور آخرت کے دن کی سلامتی معلوم ہو رہی ہے۔

اب جو سلامتی اس زندگی میں ہے یہ فقط روح کی سلامتی نہیں بلکہ جسم اور روح دونوں کی سلامتی ہے اور آخرت کی جو سلامتی ہے وہ بھی جسم اور روح دونوں کی سلامتی ہوگی۔ اسی طرح قبر میں جو سلامتی ہوگی وہ بھی جسم اور روح دونوں کی سلامتی ہوگی اسی لئے نسائی شریف میں حدیث مبارکہ ہے: عن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام"　　(نسائی ج ۱ ص ۱۸۹)

بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے فرشتے ہیں جو زمین میں پھرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

اب اس حدیث میں فی الارض کا لفظ ہے یعنی وہ سلام لیتے بھی زمین سے ہیں اور پہنچاتے بھی زمین میں ہی ہیں یہ نہیں فرمایا کہ وہ سیاحین من الارض الی العرش ہیں یا من الارض الی علیین ہیں یہ نہیں فرمایا تو آیت مبارکہ میں بھی ہے یوم یموت یعنی اس قبر کے زمانے میں بھی سلام پہنچے گا۔

چنانچہ احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اب بھی سلام پہنچتا ہے اور آپ کے روضہ مبارک پر بھی ساری دنیا صلوٰۃ وسلام عرض کرتی ہے۔ دوسری حدیث نسائی شریف میں ہے: ''عن اوس بن اوس عن النبی قال ان من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علیّ من الصلاة فان صلوٰتکم معروضة علیّ قالوا یا رسول الله ﷺ کیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمت ای یقولون قد بلیت قال ان الله عز وجل قد حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' (سنن نسائی ج ۱ ص ۲۰۳)

(ترجمہ) اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آپ نے بے شک تمہارے ایام میں سے سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی میں ان کی وفات ہوئی اور اسی میں نفخہ ثانیہ ہے اور اسی میں صعقہ ہے اور زیادہ بھیجو مجھ پر درود اس لئے تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا درود کیسے آپ پر پیش کیا جائے گا۔ حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے تو آپ نے فرمایا کے بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔

یہ حدیث مبارکہ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۰) میں اس سند سے مروی ہے: ''حدثنا هارون بن عبدالله نا حسین بن علی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی اشعث الصنعانی عن اوس بن اوس . . . الخ۔

اور یہی حدیث (ابن ماجہ میں باب فی فضل الجمعۃ میں ص ۷۶) پر اس سند سے مروی ہے: ''حدثنا ابو بکر بن ابی شیبه حدثنا الحسین بن علی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی اشعث الصنعانی عن اوس بن اوس''

اور (سنن دارمی ص ۳۰۷) میں یہی حدیث باب فی فضل الجمعۃ میں اس سند سے مروی ہے: ''اخبرنا عثمان بن محمد ثنا الحسین بن علی عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس . . . الخ''

اور (مصنف ابن ابی شیبہ باب فی ثواب الصلوٰۃ علی النبی ص ۵۱۶ ج ۲) پر یہی حدیث اس سند سے مروی ہے: ''حدثنا حسین بن علی عن عبدالرحمن بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس''

اور (مستدرک حاکم میں کتاب الجمعۃ میں ص ۴۱۳ ج ۱) پر یہی حدیث اس سند سے مروی ہے: ''حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب حدثنا ابو جعفر احمد بن عبدالحمید الحارثی ثنا الحسین بن علی الجعفی ثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس الثقفی . . . الخ''

اور امام حاکم اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: ''هذا حدیث صحیح علی شرط البخاری ولم یخرجاه'' یہ حدیث صحیح ہے بخاری کی شرط پر ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی۔

علامہ عینی (عمدۃ القاری ص ۶۹ ج ۶) پر فرماتے ہیں: ''صح عنه ان الارض لا تأکل اجساد الانبیاء علیہم السلام'' آنحضرت ﷺ سے صحیح طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک زمین انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو نہیں کھاتی۔

اسی طرح علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (خزائن الاسرار ص ۱۹) پر لکھتے ہیں: ''فانه صح عنه انه قال ان الله عز وجل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' کہ بے شک آنحضرت ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو کھائے۔

اسی طرح علامہ سخاوی رحمہ اللہ (القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع ص ۱۵۷) پر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "و کذا صححه النووی فی الاذکار وقال الحافظ عبدالغنی انه حسن صحیح وقال المنذری انه حسن وقال ابن دحیة انه صحیح" کہ اسی طرح صحیح قرار دیا ہے اس حدیث کو نووی نے الاذکار میں اور حافظ عبدالغنی نے فرمایا کہ بے شک یہ حدیث حسن صحیح ہے اور منذری نے فرمایا: "یہ حدیث حسن ہے اور ابن دحیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔"

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کو صحیح فرماتے ہیں۔ (فتح الباری ص ۵۸ پ ۲۶)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی (مدارج النبوۃ ص ۹۲۰ ج ۲) پر فرماتے ہیں کہ: "در حدیث صحیح آمدہ است کہ بسیار گوید در روز جمعہ درود برمن زیرا آنکہ صلوٰۃ شما معروض ے گرد برمن۔ ایں جا معلوم میشود کہ حیات انبیاء حیات جسمی و دنیاوی است نہ بمجرد بقائے ارواح۔"

(ترجمہ) حدیث میں صحیح طور پر آیا ہے کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے اس جگہ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات دنیاوی جسمانی ہے نہ کہ فقط ارواح کے بقاء کے ساتھ۔

اسی طرح (سنن ابن ماجہ ص ۱۱۷) باب ذکر وفاته ودفنه میں حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے: "حدثنا عمر بن سواد البصری ثنا عبدالله بن وهب عن عمرو بن الحارث عن سعید بن ابی هلال عن زید بن ایمن عن عبادة بن نسی عن ابی الدرداء قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوٰة علی یوم الجمعة فانه مشهود تشهده الملائكة وان احداً لن یصلی علی الا عرضت علی صلوٰته حتی یفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال وبعد الموت ان الله حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فنبی الله حی یرزق"

(ترجمہ) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ وہ دن حاضری کا ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں مجھ پر کوئی شخص درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس سے فارغ ہو میں نے عرض کیا کہ وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا کہ ہاں وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا۔ بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے پس اللہ کا نبی زندہ ہے اس کو رزق ملتا ہے۔

صاحب تسکین الصدور امام المحققین محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے اس حدیث کا صحیح ہونا دس محدثین سے نقل کیا ہے۔ علامہ منذری، علامہ عزیزی، علامہ مناوی، علامہ دمیری، علامہ زرقانی، حافظ ابن حجر، علامہ سمہودی، ملا علی قاری، قاضی شوکانی، مولانا شمس الحق عظیم آبادی (رحمہم اللہ)

چنانچہ لکھتے ہیں: حافظ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسنادہ جید کہ اس کی سند جید اور کھری ہے۔

(ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۲۹۷)

علامہ عزیزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ورجاله ثقات کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (السراج المنیر ج ۱ ص ۲۹۰)

علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قال الدمیری رجاله ثقات" کہ دمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (فیض القدیر ج ۲ ص ۸۷)

اور علامہ زرقانی فرماتے ہیں: ''رواہ ابن ماجہ برجال ثقات'' (زرقانی شرح مواہب ج ۵ ص ۳۳۶)
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''قلت رجالہ ثقات'' (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۸)
(ترجمہ) میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔
اور علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''رواہ ابن ماجۃ باسناد جید'' (خلاصۃ الوفاء ص ۴۸)
(ترجمہ) امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جید سند سے روایت کیا ہے۔
اور حضرت ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''باسناد جید نقلہ میرک عن المنذری رحمۃ اللہ علیہ و لہ طرق کثیرۃ'' (مرقات ج ۲ ص ۱۱۲)
(ترجمہ) اس کی سند جید ہے، محدث میرک رحمۃ اللہ علیہ نے امام منذری رحمۃ اللہ علیہ سے اس کو نقل کیا ہے اور اس کے طرق بہت ہیں۔
قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''وقد اخرج ابن ماجۃ باسناد جید'' (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶)
(ترجمہ) امام ابن ماجہ نے جید سند کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔
مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''باسناد جید'' اس کی سند جید اور کھری ہے۔
(عون المعبود ج ۱ ص ۴۰۵)

ان تمام حوالوں سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند جید اور کھری ہے اور محدثین کرام رحمہم اللہ کا جم غفیر جید کہہ کر اس حدیث کی تصحیح کرتا ہے۔

حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کے رواۃ ماہرین اسماء الرجال کی نظر میں

۱...... حسین بن علی (ع) ثقۃ عابد (تقریب ص ۷۴)
۲...... عبدالرحمن بن یزید بن جابر (ع) ثقۃ'' (تقریب ص ۲۱۱)
۳...... ابو الاشعث صنعانی (نج م) ثقۃ'' (اسمہ شراحیل بن ادہ) (تقریب ص ۱۴۴)
۴...... اوس بن اوس۔ صحابی رضی اللہ عنہ'' (تقریب ص ۳۹)

مصنف عبدالرزاق کے رواۃ اسماء الرجال کی نظر میں

۱...... عبدالرزاق (ع) ثقۃ حافظ مصنف شہیر عمی فی آخر عمرہ متغیر و کان یتشیع''
(تقریب ص ۲۱۳)
۲...... سفیان ثوری (ع) ثقۃ فقیہ حافظ عابد امام حجۃ'' (تقریب ص ۱۲۸)
۳...... عبداللہ بن السائب (نج م س) وثقہ النسائی'' (تقریب ص ۱۷۴)
۴...... زاذان صدوق یرسل و فیہ شیعیۃ'' (تقریب ص ۱۰۵)
۵...... عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (ع) صحابی (تقریب ص ۱۸۹)

نوٹ: اصطلاح شیعہ کے بارے میں آگے حاشیہ میں حدیث ان اللہ ملائکۃ سیاحین کے تحت آرہا ہے وہاں ملاحظہ کریں۔

حدیث ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے رواۃ ماہرین اسماء الرجال کی نظر میں

۱...... عمرو بن سواد المصری (م دس ق) ثقة (تقریب ص ۲۶۰)
۲...... عبداللہ بن وهب (ع) الفقیه ثقة حافظ عابد'' (تقریب ص ۱۹۳)
۳...... عمرو بن الحارث (ع) ثقة فقیه حافظ (تقریب ص ۲۵۸)
۴...... سعید بن ابی هلال (ع) صدوق اختلط'' (تقریب ص ۱۲۶)
۵...... زید بن ایمن (ق) مقبول'' (تقریب ص ۱۱۲)
۶...... عبادة بن نسی (صحاح اربعه) ثقة فاضل'' (تقریب ص ۱۶۵)
۷...... حضرت ابو الدرداء صحابی جلیل (تقریب ص ۲۶۷)

ملا علی قاری رحمہ اللہ اسی حدیث کے تحت مرقات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں: ''امے من ان تاکلھا فان الانبیاء فی قبورھم احیاء'' اللہ نے انبیاء کے اجسام کو زمین پر حرام کر دیا ہے اس سے کہ وہ اس کو کھائے اس لئے کہ بے شک انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

اور پھر فرماتے ہیں: ''ویؤیدہ ماسیرد فی الحدیث الثالث من الفصل الثالث فنبی اللہ حی یرزق'' اسی کی تائید کرتا ہے وہ مضمون جو فصل ثالث کی حدیث ثالث میں عنقریب آئے گا کہ اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے۔

پھر اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں: ''فمحصل الجواب ان الانبیاء احیاء فی قبورھم فیمکن لھم سماع صلوٰۃ من صلیٰ علیھم'' پس حاصل جواب کا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور جو ان پر صلوٰۃ وسلام پڑھے ان کا سلام سننے کی قدرت رکھتے ہیں۔

آگے فرماتے ہیں: ''ذکرھا السیوطی فی کتاب شرح الصدور فی احوال القبور بالاخبار الصحیحة والآثار الصریحة قال ابن حجر افادہ من ثبوت حیاۃ الانبیاء حیاۃ بھا یعبدون ویصلون فی قبورھم مع استغنائھم عن الطعام والشراب کالملائکة امر لا مریة فیه'' علامہ سیوطی نے کتاب شرح الصدور فی احوال القبور میں صحیح احادیث اور صریح آثار کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے کہا ابن حجر نے اس روایت کا مفاد حیات انبیاء کا ثبوت ہے۔ کہ ان کی ایسی حیات ہے جس کے لئے عبادت کرتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اپنی قبور میں ساتھ مستغنی ہونے کے کھانے پینے سے۔ جیسے فرشتے۔ یہ ایسا امر ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں۔

اور امام بیہقی نے ایک جزء اسی مسئلے میں تصنیف فرمایا ہے۔

آگے لکھتے ہیں: ''رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجه والدارمی قال میرک ورواہ ابن حبان فی صحیحه والحاکم وصححه وزاد ابن حجر بقوله وقال صحیح علی شرط البخاری ورواہ ابن خزیمة فی صحیحه والبیهقی فی الدعوات الکبیر'' روایت کیا اس کو ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے اور محدث میرک نے کہا ہے اور روایت کیا ہے اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے اور زیادتی کی ہے۔ ابن حجر نے حاکم کے قول میں کہ اس نے کہا ہے کہ یہ بخاری کی شرط پر ہے اور روایت کیا اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے دعوات کبیر میں لکھا ہے۔

آگے لکھتے ہیں: "قال النووی اسنادہ صحیح بنقل العدل عن العدل" نووی فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے، عادل راویوں نے عادل راویوں سے نقل کیا ہے۔ (مرقات ص ۲۴۳۸ ج ۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

"گفت آنحضرت بدرست بہ کہ خدا حرام کردانیدہ است بر زمین تنہائے پیغمبراں را کنایت است از حیات چنانچہ صریح در فصل ثالث از حدیث ابی درداء بیاید بحیات انبیاء متفق علیہ است و ہیچ کس را در وے خلاف نیست" حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چنانچہ شہداء راست و دریں حدیث کہ فرمود (ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء) اشارت است بداں اگر چہ دریں باب کہ عرض صلوٰۃ وحصول علم وادراک است حیات روحانی نیز کافیست ولیکن مذہب ہمانست کہ گفتہ شد وتحقیق ایں مسئلہ در تاریخ مدینہ کہ مسمی است بجذب القلوب الی دار المحبوب ذکر کردہ شدہ است از انجا باید جست۔ (اشعۃ اللمعات)

(ترجمہ) آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو حرام کر دیا ہے درست ہے یہ کنایہ ہے حیات سے چنانچہ اس کی صراحت تیسری فصل میں حدیث ابو درداء میں آئے گی اور حیات انبیاء متفق علیہ ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں حیات جسمانی دنیاوی حقیقی ہے نہ کہ معنوی روحانی چنانچہ شہداء کے لئے ہے اور اس حدیث میں بھی فرمایا: ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء اشارہ ہے اسی چیز کا اگر چہ اس باب میں کہ عرض سلام اور حصول علم اور ادراک کے لئے حیات روحانی بھی کافی ہے لیکن مذہب وہی ہے جو بیان ہو چکا۔ تحقیق اس مسئلے کی تاریخ مدینہ میں جس کا نام ہے جذب القلوب الی دیار المحبوب میں ذکر کر دی گئی ہے اسی جگہ تلاش کر لی جائے۔

علامہ نواب قطب الدین خان دہلوی اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ: "آنحضرت ﷺ کا ارشاد سن کر حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ شاید یہ حکم ظاہری حالت یعنی آپ کی دنیاوی زندگی ہی سے متعلق ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپ سے اس بارے میں جب سوال کیا تو آپ نے فرمایا زمین پر انبیاء کے اجسام کھانا حرام ہے۔ یعنی جس طرح دوسرے مردوں کے جسم بعد میں فنا ہو جاتے ہیں۔ اس طرح انبیاء کے جسم قبر میں فنا نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی اصل حالت میں موجود رہتے ہیں۔ اس لئے انبیاء کے لئے دونوں حالتیں یعنی دنیا کی ظاہری زندگی اور موت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح وہ یہاں ہیں اسی طرح وہاں ہیں اسی لئے کہا گیا ہے اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار۔ اللہ کے دوست اور حقیقی بندے مرتے نہیں بلکہ وہ تو صرف ایک مکان سے دوسرے مکان کو منتقل ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جس طرح یہاں دنیا کی زندگی میں میرے سامنے درود پیش کیئے جاتے ہیں اسی طرح میری قبر میں بھی میرے سامنے درود پیش کئے جاتے رہیں گے حدیث کے آخری الفاظ حی یرزق کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کو اپنی اپنی قبروں میں حق تعالیٰ کی طرف سے معنوی رزق دیا جاتا ہے اور اگر رزق سے رزق حسی مراد لیا جائے تو یہ حقیقت کے منافی نہیں ہوگا بلکہ صحیح ہی ہوگا کیونکہ جب شہداء کی ارواح کے بارے میں منقول ہے کہ وہ جنت کے میوے کھاتی ہیں تو انبیاء شہداء سے بھی اشرف واعلیٰ ہیں تو اس لئے ان کے لئے بھی یہ بات بطریق اولیٰ ثابت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی قبروں میں رزق حسی دیئے جاتے ہوں" (مظاہر حق ج ۱ ص ۸۹۳)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء کے تحت لکھتے ہیں اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "اس لئے کہ انبیاء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔"

(بذل المجہود ج ۳ ص ۱۶۰)

سوال: صحابی نے یہ کیوں کہا وقد ارمت کہ آپ بوسیدہ ہو جائیں گے۔

جواب: آپ کی کملی زندگی میں چونکہ درود اسی جسم پر پیش ہوتا تھا اسی لئے صحابہ نے یہ مسئلہ پوچھ لیا اور وہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے کام آگیا۔ صحابی نے عرض کیا کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو جسم گل سڑ جاتا ہے۔

نکتہ: صحابہ کے اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو معلوم تھا کہ درود پاک اسی جسم پر پیش ہوتا ہے۔ چونکہ عام لوگوں کا جسم مرنے کے بعد گل سڑ جاتا ہے تو اس لئے صحابہ نے عرض کیا کہ حضرت موت تو آپ کو بھی آنی ہے اور آپ کی موت کے فوراً بعد قیامت بھی نہیں آنی تو آپ کے امتی جو قیامت تک درود پڑھیں گے ان کے درود کا کیا بنے گا۔ تو اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ان اللہ عزوجل قد حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔

اب دیکھیں یہ اسی جسم کا ذکر چل رہا ہے جو زمین میں رکھا گیا۔ اسی جسم کا ذکر چل رہا ہے جو قبر کی مٹی کھا جاتی ہے تو مٹی اسی جسم کو کھاتی ہے نہ کہ خواب وخیال والے جسم کو تو اسی جسم کے متعلق آپ فرمارہے ہیں کہ یہ گلے سڑے گا نہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی اس جسم پر درود پیش ہوگا اور احادیث میں بھی یہی ہے۔

چھٹی آیت سے حیات الانبیاء علیہم السلام پر استدلال

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''یاایھا الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھر لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون (الحجرات:۳)'' اے ایمان والو بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر اور اس سے نہ بولو تڑخ کر جیسے تڑختے ہو ایک دوسرے پر۔ کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے کام اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

اکابرین اہل سنت اور جمہور مفسرین کا اجماع ہے کہ وفات کے بعد درود پیش کرنے کا بھی یہی حکم ہے جس طرح آپ علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں تھا۔ چنانچہ روضہ پاک کے قریب کامل ادب اور احترام ملحوظ رکھنا چاہئے۔ مسجد نبوی کی حدود میں شرعی ضروریات کے علاوہ آواز ہمیشہ پست رہے۔

مناظرہ ککڑ ہٹہ

حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب میں سب سے پہلے تقریر کرنے گیا تو دارالعلوم کبیر والا کے شیخ الحدیث مفتی عبدالقادر، دارالعلوم کبیر والا کے مہتمم مفتی محمد انور صاحب اور مولانا عبدالستار تونسوی صاحب کے بھائی مولانا احسان صاحب یہ تمام حضرات میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ رات کے وقت تقریر تھی جب میں نے تقریر شروع کی تو کچھ دیر کے بعد اشاعت التوحید والسنۃ ککڑ ہٹہ کا صدر کھڑا ہو گیا اور اس نے مجھے کہا کہ آپ واپس نہ جائیں بلکہ کل کو ہمارا آپ سے مناظرہ ہوگا۔ میں نے کہا پھر اور کیا چاہئے۔ چنانچہ مولانا محمد انور صاحب واپس آکر دارالعلوم کبیر والا سے کتابیں لے گئے اور میں نے رات وہیں قیام کیا۔ چنانچہ صبح کی نماز کے بعد بھی درس دیا اب ان کے بھی پانچ سات آدمی پیچھے آکر درس میں بیٹھ گئے اور درس سنتے رہے۔

جب میرا درس ختم ہوا تو ان کا صدر جس کا نام حق نواز تھا اور جس نے مناظرہ کا چیلنج دیا تھا کھڑا ہوا اور کہا ہم نے آپ کو مناظرہ کا چیلنج دیا تھا۔ لیکن جب احمد سعید نے سنا کہ کل مناظرہ کرنا ہے تو وہ بھاگ کر کہیں گندم کے کھیت میں چھپ گیا ہے، ہم ساری رات سوئے بھی نہیں ہیں اسے تلاش کرتے رہے ہیں مگر وہ ملا نہیں۔ چنانچہ اب آپ کو احمد سعید کے استاد اللہ بخش سے مناظرہ کرنا پڑے گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے کوئی تو آئے۔ اب ہم سب حق نواز کی حویلی میں چلے گئے مناظرہ شروع ہونے سے پہلے میں نے لوگوں سے پوچھا آپ میں سے کوئی عربی پڑھا ہوا ہے؟ کہنے لگے نہیں۔

میں نے کہا پھر آپ ہماری گفتگو کا کیا فیصلہ کریں گے؟ آپ کو کیا پتا چلے گا کہ کون ترجمہ صحیح کر رہا ہے اور کون غلط کر رہا ہے۔ آپ میں تین قسم کے لوگ ہیں ایک جو میرے ساتھی ہیں، وہ مجھے ہی زندہ باد کہیں گے خواہ میں کچھ بھی کہوں۔ ایک اُن کے ساتھی ہیں وہ اُن کو ہی زندہ باد کہیں گے خواہ میں جتنے دلائل بھی دوں اور وہ کچھ بھی کہے اور ایک تیسرا طبقہ ہوگا جو نہ ان کے ساتھ ہوگا اور نہ ہمارے ساتھ ہوگا، وہ درمیان میں ہوگا اور پریشان ہو رہا ہوگا کہ پتا نہیں کیا ہو رہا ہے؟

لطیفہ: کوئی آدمی حج کرنے گیا پنجاب سے، اب وہاں کسی عربی دکاندار سے لڑ پڑا۔ اب اسے پنجابی میں گالیاں دیتا رہا اور وہ عربی میں گالیاں دیتا رہا۔ جب واپس خیمے میں آیا تو اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ عرب والوں کو حوصلہ بہت بڑا دیا ہے اللہ نے میں گالیاں دیتا تھا اور وہ قرآن ہی پڑھتا تھا۔ میں نے کہا اس پنجابی والا حال تمہارا ہوگا تو آپ فیصلہ کیسے کریں گے؟ اس پر وہ لوگ متفکر ہو گئے اور کہنے لگے پھر اس کا کیا حل ہے؟

میں نے کہا اگر آپ مسئلہ سمجھنا چاہتے ہیں تو میرے ذہن میں بہترین حل ہے کہ علماء دیوبند کے تراجم اور تفاسیر موجود ہیں۔ اسی طرح حدیث کی کتابیں بھی موجود ہیں۔ پہلے میں اپنی دلیل نکالوں گا لیکن خود نہیں پڑھوں گا۔ بلکہ آپ کے اردو خواندہ ساتھی کو دوں گا اور وہ حوالہ پڑھ کر آپ کو سنا دے گا۔ اسی طرح میں حدیث نکالوں گا اسے دے دوں گا وہ حدیث بھی پڑھے اور ساتھ ہی اس کا ترجمہ بھی پڑھ کر سنا دے گا اور اس پر جو تشریح ہوگی کہ محدثین کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف وغیرہ وہ بھی آپ کو پڑھ کر سنا دے گا۔

اسی طرح جو آپ کے مولوی صاحب کی جو دلیل ہوگی وہ بھی اگر قرآن پاک کی آیت ہوگی تو اردو ترجمہ اور تفسیر اور اگر حدیث ہوئی تو اس کا اردو ترجمہ اور ہمارا آدمی وہ حوالہ پڑھ کر سنا دے گا۔ مناظر کا کام صرف اتنا ہوگا کہ وہ حوالہ نکال کر دے گا۔ آپ اس کو سنیں اور اچھی طرح دیکھیں تاکہ آپ اس کو سمجھیں۔ کیونکہ آپ اردو دان ہیں اور اردو کو آپ آسانی سے سمجھ سکیں گے اس طریقے سے تو کوئی فیصلہ ہو جائے گا اور آپ کے پلے بھی کوئی بات پڑ جائے گی اور اگر مرغوں کی لڑائی آپ نے دیکھنی ہے کہ وہ کچھ کہتے رہیں، ہم کچھ کہتے رہیں پھر اس کا فائدہ آپ کو نہیں ہوگا۔

چنانچہ مہر حق نواز جو مناظرہ کروا رہا تھا وہ کہنے لگا ٹھیک ہے چنانچہ مناظرہ شروع ہو گیا۔ میں نے معارف القرآن کی پہلی جلد اٹھائی اور اس سے آیت شہداء کی تلاوت کی۔ اب اس آیت کے نیچے حیات انبیاء علیہم السلام کا ذکر تھا۔ چنانچہ میں نے معارف القرآن حق نواز کو دے دیا۔

حق نواز نے آیت پڑھی اور ساری تشریح بھی پڑھی کہ اس سے انبیاء علیہم السلام کی موت کے بعد قبور میں حیات ثابت ہے۔ اب میں نے کہا کہ مولوی صاحب آپ بھی کوئی آیت نکالیں اس نے نکالی: "اللہ یتوفی الانفس

حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضیٰ علیھا الموت ویرسل الاخریٰ الی اجل مسمی ان فی ذالک لایت لقوم یتفکرون ''اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں جن کی موت کا وقت نہیں ہوتا پھر روک دیتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے اور بھیج دیتا ہے دوسری کو ایک وعدہ مقرر تک اس بات میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو دھیان کریں۔

اب اس نے پڑھی اور کہا جو مسئلہ ہم سمجھنے آئے ہیں وہ تو اس میں ہے ہی نہیں کیونکہ آیت میں شہداء کی حیات کا لفظ ہے اور مفسرین نے اس کی تفسیروں میں حیات انبیاء علیہم السلام کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ پھر میں نے ترجمان السنہ سے حدیث نکال کر دکھائی: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون''

میں نے کہا اعراب لگے ہوئے ہیں خود ہی عبارت پڑھو اور خود ہی ترجمہ کرو۔ اب میں نے کہا پہلے تو قرآن پاک کی آیت مبارکہ پڑھی تھی جس میں سندوں کی بحث نہیں تھی۔ اب حدیث مبارکہ ہے اور یہاں سندوں کی بحث چلے گی چنانچہ مناسب یہ ہے کہ اس سے قبل کہ مولوی صاحب اس کی سندوں پر بحث کریں یہ بھی ایک حدیث سنا دیں تا کہ سندوں کی بحث بعد میں چلے کیونکہ اگر فقط میں نے حدیث پڑھی تو مولوی صاحب صحیح سے صحیح حدیث کی سند پر بھی اعتراض کر دیں گے۔

کیونکہ کوئی بڑے سے بڑا راوی بھی ایسا مشکل سے ملے گا جس کو کسی نے ضعیف نہ کہا ہو اور ضعیف ترین راویوں کی بھی کسی نہ کسی نے تعریف کی ہوتی ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایک غیر مقلد شیخ الحدیث مجھے کہنے لگا: حدیث لا صلوۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب اس کے راوی پر کوئی اعتراض کر سکتا ہے؟ میں نے کہا یہ پوچھو کہ کوئی راوی بچ بھی سکتا ہے؟ وہ کہنے لگا آپ اعتراض کریں۔ میں نے کہا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو کتاب الجرح والتعدیل میں ضعیف اور متروک لکھا گیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے ان کو ضعیف لکھا ہے اور ان کو ضعیف کہنے والے ان کے اساتذہ ہیں اور سننے والا خود ان کے اساتذہ سے سن کر لکھ رہا ہے اور درمیان میں بھی کوئی واسطہ نہیں۔

پھر میں نے کہا اسی میں ان کے استاد ہیں علی بن عبداللہ المدینی یہ وہی ہیں جنہوں نے جھوٹی گواہی دے کر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کوڑے لگوائے۔ عقیلی نے اس کو خوب واضح کیا ہے اور علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کے خلاف چیخ رہے ہیں۔ آگے ان کے استاد سفیان بن عیینہ ہیں جو مختلف ہیں، آگے ان کے استاد زہری ہیں جو آپ کی تحقیق کے اعتبار سے شیعہ ہیں۔

فیض عالم صدیقی غیر مقلد امام زہری کے بارے میں لکھتا ہے: ''ابن شہاب منافقین کے دانستہ نہ سہی نا دانستہ ہی سہی مستقل ایجنٹ تھے، اکثر گمراہ کن خبیث مکذوبہ روایتیں انہی کی طرف منسوب ہیں۔ (صدیقہ کائنات ص ۱۰۸)

اور مدلس تو یقیناً ہیں اور عن سے روایت سے کر رہا ہے۔ اب غیر مقلد شیخ الحدیث تو اتنی جروحات سن کر بدہضمی کا شکار ہو گیا کبھی یہاں سے وہاں بیٹھتا اور وہاں سے یہاں بیٹھتا۔ لا الی ھولاء ولا الی ھولاء۔ کا مصداق بنا ہوا تھا۔

اب یہ حدیث: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون اس کو چودہ محدثین نے صحیح کہا ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۸ھ علامہ سبکی ۷۴۶ھ علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ ہیثمی، علامہ عزیزی، علامہ سیوطی، ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ عبدالرؤف مناوی، علامہ سمہودی، قاضی شوکانی، علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثانی، شیخ

الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی (رحمۃ اللہ علیہ) (تسکین الصدور ص ۲۲۰)

صاحب نظم المتناثر فرماتے ہیں: ”ان ماتواتر عن النبی حیاۃ الانبیاء فی قبورھم“

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”حیاۃ النبی فی قبرہ و سائر الانبیاء معلومۃ عندنا علما قطعیا لما قام عندنا من الادلۃ فی ذلک وتواترت بہ الاخبار“ (الحاوی للفتاوی سیوطی ج ۲ ص ۱۳۹)

علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو اسی سند سے نقل کیا ہے جس سے ابو یعلی موصلی نے نقل کیا ہے۔

امام بیہقی اس سند سے روایت فرماتے ہیں: ”انبانا ابو یعلی الموصلی ثنا ابو الجھم الازرق بن علی ثنا یحیٰ بن ابی بکیر ثنا المستلم بن سعید عن الحجاج عن ثابت عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون“

مزید اس سند سے بھی روایت کرتے ہیں: ”اخبرنا ابو عثمان الامام انبأ زاھر ابن احمد انبأ ابو جعفر محمد بن معاذ المالینی ثنا الحسین بن الحسن ثنا مؤمل ثنا عبید اللہ بن ابی حمید الھزلی عن ابی الملیح عن انس بن مالک الانبیاء فی قبورھم احیاء یصلون“

اسی طرح علامہ سبکی نے جزء حیات الانبیاء میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے اور استدلال کیا ہے اور علامہ سیوطی نے بھی اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔

اس حدیث مبارکہ کے رواۃ ماہرین اسماء الرجال کی نظر میں

۱...... ابو یعلی الموصلی۔ الحافظ الثقہ اور محدث الجزیرہ تھے اور ان کی وفات ۳۰۷ھ میں ہوئی۔
(تذکرۃ الحفاظ ص ۲۴۸ ج ۲)

۲...... ”ابو الجھم الازرق۔ صدوق یغرب“ (تقریب ص ۲۶)

۳...... ”یحیٰ بن ابی بکیر۔ (ع) ثقۃ“ (تقریب ص ۳۷۶)

۴...... ”مستلم بن سعید۔ () صدوق عابد ربما یھم“ (تقریب ص ۳۳۳)

۵...... ”حجاج بن الاسود ثقۃ صالح الحدیث“ (لسان المیزان ص ۱۷۵ ج ۲)

۶...... ”ثابت بنانی (ع) ثقۃ عابد“ (تقریب ص ۵۰)

۷...... ”انس بن مالک صحابی مشھور (ع)“ (تقریب ص ۳۹) (خلاصہ تسکین الصدور ص ۲۱۹، ۲۲۰)

اعتراض: ابو الجہم الازرق کے بارے میں اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ غریب ہے۔

جواب: غرابت صحت کے منافی نہیں ہے۔ اگر غرابت کو صحت کے منافی کہتے ہو تو بخاری کی پہلی روایت کے بارے میں کیا کہو گے؟ حافظ ابن حجر اور حافظ ابن تیمیہ اور محدثین میں سے اکثر یہ کہتے ہیں کہ بخاری شریف کی پہلی حدیث غریب ہے تو کیا وہ صحیح بھی نہیں ہے؟ پھر یہ کہ ان کے متابع موجود ہونے کی وجہ سے استغراب نہیں رہتا۔

چنانچہ ابو نعیم (اخبار اصبہان ج ۲ ص ۸۳) اس سند سے یہی روایت لائے ہیں: ”عن عبد اللہ بن ابراھیم الصباح عن عبد اللہ بن محمد بن یحیٰ بن ابی بکیر ثنا یحیٰ بن ابی بکیر“ اس سند سے معلوم ہوا کہ ابو الجہم الازرق کا متابع عبد اللہ بن محمد بن یحیٰ بن ابی بکیر موجود ہے لہذا استغراب نہ رہا۔

نیز عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر کا سماع بھی یحییٰ ابن ابی بکیر سے ثابت ہے۔ چنانچہ خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں: ''عبداللہ ابن محمد بن یحیٰ بن ابی بکیر ابو عبدالرحمن سمع جدہ یحیٰ بن ابی بکیر قاضی کرمان'' (تاریخ بغداد ص ۸۰ ج ۱۰ رقم ۵۱۹۲)

علامہ البانی فرماتے ہیں کہ ابونعیم نے اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد اخبار اصبہان میں جرح و تعدیل دونوں ذکر نہیں کیں۔ البانی نے لکھا ہے: ''قال البیھقی ولم اکن قد وقفت علیہ فی مسند ابی یعلی و اخبار اصبھان ولما وقفت علی اسنادہ فیھما تبین لی انہ اسنادقوی۔ (الاحادیث الصحیحہ ص ۱۸۹ ج ۲)

اس ضمن میں ایک واقعہ یاد آیا کہ پانچ جون ۱۹۶۵ء کو گجرات کے سالانہ جلسہ پر منکر حیات النبی عنایت اللہ شاہ گجراتی نے چیلنج دیا کہ اگر قائلین حیات سوسال تک بھی مسند ابی یعلیٰ پیش کر کے اس سے حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون دکھادیں تو میں حیات النبی کا عقیدہ تسلیم کرلوں گا۔

چنانچہ چوہدری محمد خلیل متولی جامع مسجد حیات النبی گجرات نے یہ چیلنج قبول کرلیا اور ۱۱ راگست ۱۹۶۵ء کو مسند ابی یعلی کا قلمی نسخہ پیر جھنڈا سے منگوایا جس کے صفحہ ۳۰۰ پر یہ حدیث درج تھی لیکن افسوس کہ عنایت اللہ شاہ نے پھر بھی حیاۃ النبی کا عقیدہ تسلیم نہیں کیا۔

اب مسند ابو یعلیٰ چھپ چکی ہے جس میں (صفحہ ۱۴۷ ج ۶) پر یہ حدیث درج ہے اور محشی نے اسنادہ صحیح تحریر کردیا ہے۔ حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب تاریخ دمشق کے اندر محدث حسن بن علی کے حالات میں لکھتے ہیں: ''الحسن بن علی بن وقاق بن الصلت بن ابان بن زریق ابو القاسم النصیبی الحافظ قدم دمشق و حدث بھا سنۃ اربع و اربعین و ثلاثمائۃ عن ابی یعلیٰ الموصلی و الحسن الدارمی و محمد بن اسحق ابن خزیمۃ و جملۃ کثیرین و روی عنہ عام و ابن مندہ و الحافظ سعید ابن السکن و غیرھم و اسند الحافظ من طریقہ عن ابی ھریرۃ عن النبی قال خلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک و رواعنہ تمام بسندہ عن انس انہ قال قال النبی الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔ و رواہ البیھقی فی کتاب حیات الانبیاء و لم یخرجہ اصحابہ السنن'' (تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ۲۳۶)

نیلوی صاحب کی بھی سن لیجئے۔ نیلوی صاحب فرماتے ہیں کہ: احیاء کے لفظ سے بظاہر دنیاوی متعارف زندگی معلوم ہوتی ہے (ندائے حق) یہ فرماتے ہیں یہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام کا مسئلہ (قرآن سے) بذریعہ دلالت النص ثابت ہے اور جو حکم دلالت النص کے ذریعے ثابت ہوتا ہے وہ قطعی ہوتا ہے۔ (ص ۳۸ ج ۲)

نیلوی صاحب کا اعتراض: صحاح ستہ کی کسی کتاب کو بھی یہ شرف حاصل نہیں ہوا کہ اس حدیث کے زیور سے آراستہ ہوتی طبقہ ثالثہ کی احادیث فقہاء کے ہاں معمول بہا نہیں تھیں بلکہ اجماع ان کے خلاف منعقد ہو چکا ہے۔

جواب: اس حدیث کے مضمون پر تو اجماع ہے اور مسلم کی حدیث اس کے موافق ہے خود نیلوی صاحب نے اپنے عقیدہ کے اثبات کے لئے (ان کے خیال میں ورنہ اس میں ان کا عقیدہ نہیں ہے) امام زین العابدین کی حدیث نقل کی ہے ابو یعلی سے اور اس کی صحت پر بڑا زور مارا ہے یہاں خود ابو یعلیٰ سے روایت کر رہے ہیں، بخاری مسلم بلکہ پوری صحاح ستہ یاد نہ رہی، اس پر یہی کہنا مناسب ہے:

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج ۔۔۔ احتیاج است احتیاج است احتیاج

(ص ۱۴۱ ج ۲) پر لو کان موسیٰ حیا سے استدلال کیا ہے یہ بھی صحاح ستہ میں نہیں بلکہ طبقہ ثالثہ کی کتابوں میں ہے جس کی سندوں میں مجالد بن سعید جابر جعفی عبدالرحمن بن اسحق واسطی جیسے راوی ہیں۔ مجالد بن سعید اور جابر جعفی اور عبدالرحمن بن اسحق پر جروحات، آنے والے اشکالات کے جوابات کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیثَ حیات انبیاء کے متعلق اشکالات اوران کے جوابات

حدیث مبارکہ: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون کے بارے میں ایک مماتی پمفلٹ سامنے آیا ہے، اصل میں یہ پمفلٹ لکھنے والا اصول حدیث سے بالکل ناواقف ہے، جواب سمجھنے سے پہلے محدثین کے چند اصول ملاحظہ ہوں۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''قال بعضھم یحکم للحدیث بالصحة اذا تلقاہ الناس بالقبول وان لم یکن له اسناد صحیح'' بعض علماء فرماتے ہیں حدیث پر صحت کا حکم لگا دیا جائے گا جب اس کو امت نے قبول کرلیا ہو، اگرچہ اس کی سند صحیح نہ بھی ہو۔　(تدریب الراوی ص ۲۹)

''قال ابن عبدالبر رحمہ اللہ فی الاستذکار لما حکی عن الترمذی ان البخاری صحح حدیث البحر ھو الطھور ماؤہ و اھل الحدیث لا یصححون مثل اسنادہ لکن الحدیث عندی صحیح لان العلماء تلقوہ بالقبول وقال فی التمھید روی جابر عن النبی الدینار اربعة و عشرون قیراطا قال وفی قول جماعة العلماء و اجماع الناس علی معناہ غنی عن الاسناد فیه''　(ص ۲۹)

(ترجمہ) علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ الاستذکار میں فرماتے ہیں جب امام ترمذی رحمہ اللہ سے یہ بات نقل کی کہ بخاری رحمہ اللہ حدیث بحر ''ھو الطھور ماؤہ'' کو صحیح کہتے ہیں حالانکہ محدثین اس جیسی سند کو صحیح نہیں کہتے لیکن حدیث میرے (ابن عبدالبر رحمہ اللہ) نزدیک صحیح ہے۔ اس لئے کہ علماء نے اسے قبول فرمایا ہے اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ تمہید میں فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی اقدس سے روایت کی الدینار اربعۃ وعشرون قیراطا اور فرمایا علماء کی جماعت کا قول اور لوگوں کا اجماع اس معنی پر اس کی سند سے مستغنی کر دیتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں: ''المتواتر فانه صحیح قطعاً لا یشترط فیه مجموع ھذہ الشروط''

متواتر یقینی طور پر صحیح ہوتی ہے، اس میں ان شرائط کے پائے جانے کی شرط نہیں۔　(ص ۳۰)

صاحب نورالانوار فرماتے ہیں: ''لما تلقته الامة بالقبول صارت بمنزلة المشھور''

جب اخبار احاد کو تلقی بالقبول حاصل ہو جائے تو وہ بمنزل مشہور کے ہو جاتی ہے۔ اسی طرح خبر متواتر کے بارے میں لکھا ہے: ''ومن شانه ان لا یشترط عدالة رواته'' خبر متواتر کی شان یہ ہے کہ اس کے راویوں کی عدالت شرط نہیں۔　(قفو الاثر بحوالہ قواعد فی علوم الحدیث ص ۳۲)

یعنی اس کی سند سے بحث نہیں کی جائے گی۔

مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''کل حدیث اجمع السلف علی قبوله او تواترت اھلیة رواته فلا حاجة عن البحث من عدالة رواته وما عدا ذالک یبحث عن عدالة رواته''　(عقد الجید ص ۵۲)

ہر وہ حدیث جس کی قبولیت پر سلف کا اجماع ہو گیا ہو یا اس کے راویوں کی عدالت متواتر ہو، اس کے روات سے بحث کی حاجت نہیں جو اس کے علاوہ ہوں گے ان روات کے حالات سے بحث کی جائے گی۔

فقہ حنفی کے عظیم محدث محقق فقیہ اصولی شیخ زاہد بن حسن الکوثری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "واحتجاج الائمة بحديث تصحيح له منهم۔ بل جمهور اهل العلم من جميع الطوائف على ان خبر الواحد اذا تلقته الامة تصديقا له او عملا به يوجب العلم" (مقالات کوثری ص ۷۰)

(ترجمہ) آئمہ کا حدیث کو بطور دلیل کے لے لینا یہ ان کی طرف سے اس حدیث کو صحیح قرار دینا ہوگا۔ بلکہ تمام جماعتوں کے جمہور اہل علم اس اصول پر ہیں کہ خبر واحد کو امت جب اس کی تصدیق کرتے ہوئے یا اس پر عمل کرتے ہوئے قبول کر لے تو یہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: "ان الاخبار الاحاد الصحيحة قد يحصل بتعدد طرقها تواتر معنوی" اخبار احاد صحیحہ کی اسناد کے متعدد ہونے سے تواتر معنوی حاصل ہوجاتا ہے۔ (ص ۱۳۵)

خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "والتواتر على انحاء تواتر اسناد و تواتر طبقة و تواتر توارث و تعامل و تواتر قدر المشترك وكله تواتر يفيد القطع" تواتر کی کئی قسمیں ہیں تواتر اسنادی، تواتر طبقہ، تواتر توارث و تعامل و تواتر معنوی۔ یہ تمام تواتر کی قسمیں ہیں اور یقین کا فائدہ دیتی ہیں۔ (نیل الفرقدین ص ۳۰)

دو سو کے قریب کتابوں کے مصنف محدث، فقیہ، اصولی، مورخ علامہ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "وكذا اذا تلقته الامة الضعيف بالقبول يعمل به الصحيح حتى انه ينزل منزلة المتواتر"

اسی طرح جب امت ضعیف حدیث کو قبول کرلے تو اس کے ساتھ صحیح حدیث والا معاملہ کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ وہ متواتر کے درجہ میں ہوجائے گی۔ (فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ص ۱۲۰، بحوالہ ما تمس الیہ الحاجہ لمن یطالع سنن ابن ماجہ)

حافظ الدنیا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "والمتواتر لا يبحث عن رجاله بل يجب العمل به من غير بحث" اور متواتر کے رجال سے بحث نہیں کی جاتی بلکہ بغیر بحث کے اس پر عمل واجب ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر ص ۳۵)

ابن ابی العز الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "وخبر الواحد اذا تلقته الامة بالقبول عملا به و تصديقا له يفيد العلم (اليقينی) عند جماهير الامة وهو احد قسمي المتواتر ولم يكن بين سلف الامة في ذالك نزاع" اور خبر واحد کو جب امت قبول کرلے اس کی تصدیق کرتے ہوئے اور اس پر عمل کرتے ہوئے تو وہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے، جمہور علماء امت کے نزدیک اور یہ بھی متواتر کی ایک قسم ہے۔ اسلاف امت میں اس بارے میں کوئی نزاع نہیں تھا۔ (شرح عقیدہ طحاویہ ص ۳۵۵)

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "قال عطاء الاجماع اقوىٰ من الاسناد" حضرت عطاء فرماتے ہیں اجماع اسناد سے قوی ہے۔ (مرقات ج ۱ ص ۴۷)

علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین الکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ايراد الاسئلة والاجوبة فعلى بعض المتون لا على قدر المشترك المستفاد من الاخبار" کہ سوال وجواب بعض متون پر ہیں نہ کہ قدر مشترک پر جو کہ ان اخبار سے مستفاد ہیں۔ (فواتح الرحموت ص ۲۶۶ ج ۲)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اگر بعض متون یا روایات پر فرداً فرداً اعتراضات ہوسکتے ہوں تو پھر بھی ان سے جو بات قدر مشترک کے طور پر سمجھ میں آرہی ہو اس پر اعتراض اثر نہیں کرتا۔ ان تمام عبارات سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

۱...... جس حدیث کو امت کو قبول کر لے اور اس پر کسی مسئلہ یا عقیدہ کی بنیاد رکھ لے وہ حدیث صحیح کے درجہ میں بلکہ متواتر کے درجے میں ہو جاتی ہے اور اس کی سند کی بحث کرنا اصول محدثین کے خلاف ہے۔

۲...... اگر کئی اخبار احاد ہوں ان سے ایک معنی مشترک طور پر سمجھ میں آتا ہو تو اس بات کو تواتر معنوی حاصل ہوگا۔

۳...... تواتر معنوی بھی یقین کا فائدہ دیتا ہے۔

۴...... اگرچہ اخبار احاد یا متون پر فرداً فرداً اعتراضات ہوں لیکن ان سے ثابت ہونے والے مفہوم پر وہ اعتراض وارد نہیں ہوگا۔ جیسے حیات عیسیٰ علیہ السلام تواتر معنوی سے ثابت ہے، اس کی بعض روایات پر جرح اس اصل مسئلہ کے ثبوت میں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی، بلکہ ایسی روایات پر جرح کرنا ہی بے فائدہ اور بے کار ہوگا اور ایک اتفاقی مسئلہ کو مشکوک بنانے کی سعی لا حاصل ہوگی۔

۵...... اجماع اسناد سے قوی ہے، یعنی جس بات پر اجماع ہو جائے اس کی روایات کی اسناد کی جانچ پرکھ نہیں کی جائے گی۔

ضروری بات: تعامل کے حجت ہونے پر نفیس بحث بندہ نے اپنی کتاب ''فیوضات صفدر'' میں لکھی ہے، اس کا ضرور مطالعہ کیا جائے۔

(نوٹ) یہ وہ اصول ہیں جو ان محدثین امت نے لکھے ہیں جن کی فن حدیث میں امامت مسلمات میں سے ہے۔ اس مختصری تمہید کے بعد پمفلٹ کا جواب لکھا جاتا ہے اور اس میں دیئے گئے دعوؤں کو واضح کیا جاتا ہے۔

صاحب پمفلٹ لکھتا ہے۔ روایت: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' جس کے سننے سے اسلام کی تین صدیاں محروم رہیں، صحاح ستہ جس کے بیان سے قاصر رہی۔

جواب: یہ بات غلط ہے کہ تین صدیاں محروم رہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس عقیدہ کو اپنانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کو اس روایت کا علم تھا۔ عدم نقل سے عدم علم وسماع کیسے ثابت ہے؟ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے چند ہزار احادیث مسانید میں منقول ہیں۔ جب کہ آپ پانچ لاکھ احادیث کے حافظ تھے۔ (وصایا امام اعظم) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تین لاکھ احادیث کے حافظ تھے، جب کہ بخاری کی کل روایات ۷۲۷۵ ہیں۔

مکررات حذف کر کے ۴۰۰۰ بچتی ہیں۔ کیا اس پر یہ کہا جائے گا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اتنی احادیث ہی سنی ہیں باقی نہیں سنی؟ معلوم ہوا عدم نقل، عدم سماع اور عدم علم کی دلیل نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے کے واقعات بھی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کے ہاں یہ عقیدہ مسلمات میں سے تھا۔

:...... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے عرض کیا: اے اللہ! آپ کا وعدہ ہے: ''ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا للہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما'' کہ اگر گناہ گار رسول کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔

اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے آواز آئی قد غفر لک (کہ تیری بخشش ہو گئی) (معارف القرآن ص ۴۵۸ ج ۲، تحریرات حدیث ص ۶۵۷)

۲...... جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ نبی اقدس کی قبر کے سامنے لا کر رکھ دیا گیا اور ندا دی گئی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر حاضر ہیں، پس دروازہ کھل گیا اور آواز دینے والا آواز دے رہا تھا کہ دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو۔ (تفسیر کبیر)

یہ افضل الناس بعد الانبیاء رضی اللہ عنہ کا جنازہ ہے خیال کرو کوئی صحابی رہ گیا ہوگا، ہزاروں کی تعداد میں ہوں گے ان میں سے کسی نے ندا دینے والے کو نہیں کہا کہ تو مشرک ہے، ان سب کا عقیدہ تھا کہ حضور سنتے ہیں اور حیات ہیں۔

۳...... اٹھارہ ہجری میں بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ صحابی رسول کا واقعہ پیش آیا کہ انہوں نے روضہ اقدس پر جا کر بارش کے لئے درخواست کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دے کہ ان پر بارش نازل کی جائے گی اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ دے کہ وہ دانائی پر قائم رہے۔ (شفاء السقام ص ۱۴۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو صلوٰۃ استسقاء کے لئے جمع فرمایا۔ (البدایہ والنہایہ ص ۷۱ ج ۷)

اور جب سب جمع ہو گئے تو یہ واقعہ بتایا، لوگوں نے کہا بلال رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔ (تاریخ طبری ص ۹۹ ج ۴)

یہ سند صحیح ہے۔ (البدایہ ص ۹۲ ج ۷)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روضہ اقدس پر درود و سلام پیش کرتے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دن میں سو سو مرتبہ روضہ اطہر پر حاضر ہوتے۔ (التعلیق المجد ص ۳۹۶)

کیا ان کا عقیدہ حیات کا نہیں تھا؟ ویسے ہی سب کچھ کیا جا رہا تھا؟ پھر ان پر کسی نے نہ ۶۰ آیات سنائیں اور نہ ۱۸۰۰ احادیث سنائیں۔ کیا صحابہ شرک ہوتا دیکھتے رہے اور کسی نے نہ روکا۔ جب نہ روکا تو معلوم ہوا کہ ان کا عقیدہ حیات النبی کا تھا اور ان روایات پر ان کا عمل تھا اور اسی کے مطابق عقیدہ تھا۔ صحاح ستہ کے بیان نہ کرنے سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے؟ کیا صحاح ستہ کے علاوہ کتب حدیث میں صحیح احادیث نہیں ہیں؟ یہ حضرات تو اپنے ذوق اور شرائط کے اعتبار سے احادیث لائے ہیں۔ بلکہ اپنی شرائط کی بھی بہت سے احادیث چھوڑ دی ہیں، جن پر استدراکات لکھے گئے۔

جس شخص کو علم حدیث سے ذرا بھی مناسبت ہو وہ اس کو بخوبی جانتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کو تین لاکھ احادیث یاد تھیں بقول بعض کے ایک لاکھ صحیح احادیث یاد تھیں بخاری میں صرف سات ہزار کے قریب لائے باقی احادیث کہاں گئیں؟ دیکھئے (مقدمہ مشکوٰۃ و تدریب الراوی ص ۴۸) بخاری مسلم نے تمام صحیح احادیث کا احاطہ نہیں کیا۔

(مقدمہ ابن صلاح ص ۲۱)

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح ہے، اس کو میں نے یہاں نقل نہیں کیا بلکہ میں نے صرف ان احادیث کو نقل کیا ہے جن کی صحت پر اجماع ہے۔ (مسلم ص ۱۷۴ ج ۱)

پھر کیا مماتی حضرات ان احادیث کو مانتے ہیں جو صحاح ستہ میں ہیں اور ان سے مسئلہ حیات ثابت ہے۔

۱...... خطبہ صدیق اکبر میں ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے نبی اللہ آپ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا۔ اس سے مسئلہ حیات ثابت ہے۔ مراد یہ ہے کہ قبر میں آپ کو دوسری موت نہیں آئے گی جیسے دوسرے انسانوں پر منکر نکیر کے سوال و جواب کے بعد طاری ہوتی ہے۔

اس کے تحت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے (فتح الباری ص ۲۲۲ ج ۷) علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص ۶۶۰ ج ۷) شیخ نور الحق محدث دہلوی نے (تیسیر القاری شرح صحیح بخاری ص ۲۶۲ ج ۳) علامہ کرمانی نے اپنی (شرح بخاری میں ص ۲۱۰ ج ۱۴) پر علامہ قسطلانی نے (ارشاد الساری ص ۱۶۹ ج ۸) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے (مدارج النبوۃ ص ۸۹۰ ج ۲) محدث سہارنپوری نے (حاشیہ بخاری ص ۵۱۷) پر اس سے استدلال کیا ہے۔

مماتیو! بخاری کی اس حدیث اور محدثین کرام کے اس استدلال کو ہی مان لو ورنہ ایک حوالہ پیش کرو کہ کسی ایک اہل سنت و جماعت کے محدث فقیہ نے لکھا ہو کہ ان حضرات کا استدلال غلط ہے یہ عقیدہ مشرکانہ ہے، اسی (بخاری شریف ص ۴۸۱) پر روایت ہے کہ نبی اقدس فرماتے ہیں کہ جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب بے ہوش ہو جائیں گے۔ پھر سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا، بے ہوش زندہ ہوتا ہے نہ کہ بے جان چیز۔ معلوم ہوا کہ قبر میں حیات ہوگی، تبھی تو نفحہ اولیٰ کے وقت بے ہوشی طاری ہوگی۔

بخاری کی اس حدیث سے علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے (شفاء السقام ص ۱۸۳)، امام بیہقی نے (جزء حیات انبیاء ص ۱۹) علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے (انبیاء الاذکیاء ص ۴۹) پر اس سے انبیاء کے قبروں میں زندہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ مماتیو! یہ تو بخاری کی حدیث ہے اسے ہی مان لو اور اس سے جن محدثین نے حیات انبیاء پر استدلال کیا ہے اسے مان لو وگرنہ ایک محدث یا مفسر جو کہ اہل سنت و جماعت میں سے ہو اس کا حوالہ پیش کرو جس نے لکھا ہو کہ ان حضرات کا یہ استدلال درست نہیں۔ یہ عقیدہ کہ انبیاء قبروں میں زندہ ہیں شرکیہ ہے۔ ۶۰ آیات اور ۱۸۰۰ احادیث کے خلاف ہے۔ مہلت قیامت تک ہے۔

۳...... مسلم شریف میں حدیث ہے نبی اقدس فرماتے ہیں میں نے معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اس حدیث سے علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے (شفاء السقام ص ۱۸۰)، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے (انباء الاذکیاء ص ۴۵)، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (جزء حیات انبیاء ص ۱۰)، علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے (طبقات شافعیہ ص ۲۸۰) پر استدلال کیا ہے۔ اسے ہی مان لو۔

یا ایک اہل سنت محدث مفسر کا حوالہ جو کہ ۱۹۵۷ء سے پہلے کا ہو اس کا حوالہ پیش کرو کہ اس نے اس روایت سے اس استدلال کرنے پر ان حضرات پر اعتراض کیا ہو اور کہا ہو حیات انبیاء کا عقیدہ شرکیہ ہے۔ فأتو ابرھانکم ان کنتم صادقین۔

۴...... نبی اقدس نے فرمایا نہیں کوئی مجھ پر سلام پڑھتا مگر میری روح کو مجھ پر لوٹا دیا جاتا ہے (یعنی متوجہ کر دیا جاتا ہے) (ابوداؤد ص ۲۸۶ ج ۱)

یہ بھی صحاح ستہ میں شامل ہے۔ صاحب تسکین الصدور نے چودہ محدثین سے اس کی تصحیح نقل کی ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے (مرقات ص ۳۴۱ ج ۲) پر اس کی تصحیح کی ہے، علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے (القول البدیع ص ۱۶۰)، علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے (طبقات شافعیہ ص ۲۸۰)، محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے (بذل المجہود ص ۳۹۶ ج ۹) پر، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (جزء حیات انبیاء ص ۹) پر، علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے (شفاء السقام) میں، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے (الحاوی للفتاوی ص ۱۴۲) پر، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے (اللمعات التنقیح) میں اس سے حیات انبیاء پر استدلال کیا ہے۔

ابو داؤد صحاح ستہ میں سے ہے اور اس روایت کی چودہ محدثین نے تصحیح کی ہے، اتنے جید علماء نے استدلال کیا ہے اب تو مان لو، یا پھر ایک حوالہ پیش کرو کہ ۱۹۵۷ء سے پہلے ایک محدث، ایک اصولی، ایک مفسر جو کہ اہل سنت میں سے ہو اس نے یہ لکھا ہو کہ یہ حدیث حیات انبیاء پر دال نہیں ہے۔ اس سے قبر میں حیات انبیاء پر استدلال غلط ہے۔ مہلت قیامت تک ہے۔

آگے اس پمفلٹ والے نے لکھا ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لاعلم رہے۔

جواب: یہ دعویٰ بھی بلا دلیل ہے، صحابہ کرام کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کا عقیدہ یہی تھا جیسا کہ خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں ہے، وہاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کسی نے نہ کی کہ آپ کو دوسری موت نہ آئے گی، اور یہ کہا ہو کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں، حضور پر قبر میں دوسری موت آنی ہے۔ ایک بھی حوالہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔

پھر آگے لکھتا ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سینکڑوں شاگردوں میں سے صرف ایک حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے نقل کیا ہے۔

جواب: ثابت بنانی معمولی انسان نہیں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے خصوصی شاگردوں میں سے ہیں، علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں آپ بصرہ میں رہنے والے محدثین کے پیشواء ہیں آپ کا قول قابل حجت ہے (روایت کیوں قابل حجت نہ ہوگی؟ از ناقل) (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۱۶)

مزید تفصیل تسکین الاولیاء فی حیات الانبیاء کے آخر میں محدثین کے حالات میں دیکھ لیں، ان کا اپنا اعتقاد یہ ہے کہ جب سے یہ حدیث سنی اس دن سے یہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تیری مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت مل سکتی ہو تو مجھے اجازت مل جائے، حمید الطویل کہتے ہیں ہم نے جب انہیں لحد میں اتارا جب اینٹیں برابر کر رہے تھے اچانک ایک اینٹ گر گئی تو سب نے کیا دیکھا کہ وہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے ساتھی کو کہا کہ کیا تم نے نہیں دیکھا؟ اس نے کہا خاموش رہو۔ پھر ہم ان کی صاحبزادی کے پاس گئے اس نے ان کی دعا کا تذکرہ فرمایا۔ (حلیۃ الاولیاء ص ۳۱۹ ج ۲، بحوالہ مقام حیات ص ۱۲۴)

معلوم ہوا کہ اس جلیل القدر تابعی کا عقیدہ یہی تھا تبھی تو دعا مانگ رہے تھے ایک حوالہ پیش کرو کسی تابعی نے یا کسی محدث یا مفسر نے ان پر مشرک ہونے کا فتویٰ لگایا ہو۔ اگر نہیں تو عبرت حاصل کرو، لیکن اس کے لئے بھی تو عقل چاہئے۔

اور لکھا ہے کہ: ''ثابت بنانی کے شاگردوں میں سے صرف ایک حجاج بن اسود اسے روایت کرنے والا ہے۔'' (میزان الاعتدال ص ۴۶۰ ج ۱)

جواب: اس اعتراض کا جواب محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ نے تسکین الصدور میں دے دیا ہے۔ ہم ایک جواب یہاں اور نقل کرتے ہیں کہ حجاج بن اسود کو خود ذہبی نے بھی ثقہ کہا ہے۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ تلخیص مستدرک میں روایت لاتے ہیں: حجاج بن اسود عن محمد بن واسع عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ مرفوعا احبوا القراء و جالسوھم و احب العرب من قلبک و لترد عن الناس ما تعلم من قلبک صحیح، حجاج (تلخیص مستدرک ص ۳۳۱ ج ۱)

اصل بات یہ ہے کہ یہ اعتراض اس وقت ہوں جب ایک یہی حدیث حیات انبیاء پر دال ہو، اس کے علاوہ اور احادیث دال نہ ہوں۔ پھر یہ کہ اس کو تواتر معنوی حاصل نہ ہو، تب تو اعتراض ہو۔ اس حدیث کو تواتر معنوی حاصل ہے، امت محمدیہ کے عظیم ترین محدث مفسر، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ۶۰۰ کے قریب کتب کے مصنف ہیں، لکھتے ہیں: ''حیات النبی فی قبرہ هو و سائر الانبیاء معلومة عندنا علما قطعیاً لما قام عندنا من الادلة فی ذالک و تواترت له الاخبار الدالة علی ذالک'' (الحاوی للفتاوی ص ۱۳۹)

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دوسرے انبیاء کی قبر میں حیات ہمیں یقینی طور پر معلوم ہے اس لئے کہ ہمارے نزدیک اس پر دلائل قائم ہیں اور اس مسئلہ پر دلالت کرنے والی روایات متواتر ہیں۔ صاحب نظم المتناثر من حدیث التواتر لکھتے ہیں: ''ان من جملة ما تواتر عن النبی حیات الانبیاء فی قبورهم'' جو روایت نبی اقدس سے متواتر ہیں ان میں انبیاء علیہم السلام کا قبور میں زندہ ہونا بھی ہے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ابو عبداللہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''انه قد صح عن النبی ان الارض لا تأکل اجساد الانبیاء و انه علیہ السلام اجتمع بالانبیاء لیلة الاسراء فی بیت المقدس و فی السماء و خصوصاً بموسیٰ علیہ السلام و قد اخبر بانه ما من مسلم یسلم علی الا رد الله علیه روحه حتی یرد علیہ السلام الی غیر ذالک مما یحصل من جملة قطعی بان موت الانبیاء انما هو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لا ندرکهم و ان کانوا موجودین احیاء'' نبی اقدس سے یہ بات صحیح طور پر منقول ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو نہیں کھاتی اور یہ کہ آپ علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ معراج کی رات جمع ہوئے بیت المقدس اور آسمان میں۔ خصوصاً موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اور حضور نے یہ بھی خبر دی کہ جب بھی کوئی مسلمان آپ علیہ السلام پر درود پڑھتا ہے آپ علیہ السلام کی روح لوٹادی جاتی ہے، آپ اس سلام کا جواب دیتے ہیں اس کے علاوہ بھی روایات ہیں جن سے یہ بات یقینی طور پر حاصل ہوتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت اس طرح ہے کہ وہ ہم سے غیب ہیں ہم ان کو پا نہیں سکتے اگرچہ وہ موجود ہیں زندہ ہیں۔

(کتاب الروح ص ۴۵)

دوسو کے قریب کتابوں کے مصنف مشہور محدث، اصولی اور مؤرخ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''نحن نؤمن و نصدق بانه صلی الله علیه وسلم حی یرزق فی قبره و ان جسده الشریف لا تأکله الارض و الاجماع علی هذا'' ہم ایمان رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ نبی اقدس اپنی قبر میں زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں اور آپ کے جسد اطہر کو زمین نے نہیں کھایا اور اس پر اجماع ہے۔ (القول البدیع ص ۱۷۲)

علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین الکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''و یمکن هذا العلم لو احد''

اور ممکن ہے کہ اجماع کا علم ایک کو ہی ہو۔ (فواتح الرحموت ص ۲۶۲ ج ۲)

معلوم ہوا کہ اگر اجماع کا ناقل ایک ہو تب بھی درست ہے جب کہ ہم اس پر ایک درجن کے قریب حوالہ جات پیش کر چکے ہیں۔ ہم مماتیوں سے کہتے ہیں کہ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کو تقریباً پانچ سو سال گزر چکے ہیں ایک محدث، ایک مفسر جو کہ اہل سنت سے ہو اس نے کہا ہو کہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات غلط ہے۔ اس بات پر اجماع نہیں ہوا، حیات انبیاء علیہم السلام عقائد میں سے نہیں۔ پیش کرو ورنہ عوام الناس کو پریشان نہ کرو، ان کے دلوں میں وساوس ڈالنے سے باز آجاؤ۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ یہ عبارات متواتر ہیں اس پر اجماع ہے اور گزشتہ اوراق میں یہ حوالہ جات گزر چکے ہیں کہ جس حدیث کو امت قبول کر لے یا اس کو تواتر معنوی حاصل ہو جائے (امام سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں فان اکثر الاحادیث مروی بالمعنی (الاقتراح ص۱۶) جب اکثر احادیث مروی بالمعنی ہیں تو تواتر معنوی بھی بنسبت تواتر لفظی کے زیادہ ہوگا) یا جس مسئلہ پر اجماع ہو جائے اس کی سندوں کی بحث نہیں کی جاتی۔

اگر تم محدثین کے اس اصول کو نہیں مانتے تو پھر تمہیں محدثین کے اقوال کو لے کر فرداً فرداً جرح کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ کیا امام سیوطی رحمہ اللہ جنہوں نے تدریب الراوی جیسی اہم کتاب اصول حدیث میں لکھ کر امت پر احسان عظیم کیا ہے، جس نے تفسیر درمنثور اور جلالین کا نصف حصہ اور الاتقان جیسی کتب تصنیف کی ہیں، جو کہ مفسر بھی تھے محدث بھی تھے، وہ ان احادیث کو متواتر کہہ رہے ہیں، یقینی کہہ رہے ہیں، ان پر عقیدہ کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ اجماع کا ذکر کر رہے ہیں۔ کیا ان کو اصول حدیث کا علم نہیں تھا؟ ان کو معلوم نہیں تھا کہ صحابہ اس کو سننے سے محروم رہے؟ صحاح ستہ اس حدیث سے خالی ہیں؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے صرف ایک ثابت بنانی رحمہ اللہ ہیں اور ان سے روایت کرنے والا صرف حجاج بن اسود ہے، اور وہ منکر روایت لانے والا ہے۔ ان علوم کے جبال کو یقیناً علم تھا پھر بھی انہوں نے ان روایات کو لیا۔

تو معلوم ہوا کہ ان کو اصول حدیث سے واقفیت تھی اور تم اس سعادت سے محروم ہو۔ یاد رہے کہ سونے کے بارے میں سنار کی رائے معتبر ہوتی ہے نہ کہ کمہار کی۔ احادیث حیات انبیاء علیہم السلام کو تواتر حاصل ہونے کی وجہ سے اگرچہ سند سے بحث کرنے والے کا اعتراض قابل التفات نہیں، لیکن پھر بھی اگر اس اعتراض کو دیکھا جائے تو کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

صاحب پمفلٹ لکھتے ہیں: اس کا راوی مستلم بن سعید وہم کا شکار ہے۔ (تقریب ص۳۵۱)

اور ثقات کی مخالفت کرنے والا۔ (تہذیب ص۱۰۴ ج۱۰)

جواب: مستلم بن سعید کو تقریب میں صدوق لکھا ہے آگے ربما وھم لکھا ہے کہ کبھی وہم ہو جاتا تھا، جب علماء نے قبول کر لیا تو معلوم ہوا کہ اس روایت میں وہم نہیں ہے۔ کیا محدثین اور متکلمین ہم سے بھی گئے گزرے تھے کہ ایک وہمی کی روایت پر عقیدہ کی بنیاد رکھ لی۔ پھر تہذیب سے ایک یہی بات نقل کی ہے کہ ثقات کی مخالفت کرتا تھا۔

اس میں بھی خیانت کی۔ تہذیب میں ہے ربما خالف کہ کبھی کبھی ثقات کی مخالفت کرتا تھا، اب ربما کا معنی نہ کرنا اور یہ ظاہر کرنا کہ ہر وقت ثقات کی مخالفت کرتا تھا کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ پھر یہ کہ ثقہ جس روایت میں ثقات کی مخالفت کرے اس کو منکر کہتے ہیں۔ اس میں تو کسی کی مخالفت نہیں کی۔ اگر کی ہے تو ظاہر کرو۔ مخالفت تب ہوتی جب کئی ثقات یہ بات نقل کرتے کہ حضور قبر میں مردہ ہیں اور یہ کہتے کہ زندہ ہیں۔ اگر ثقات سے اس طرح کی کوئی روایت منقول ہے تو ثابت کرو۔ فأتوا برهانكم ان كنتم صادقين۔

پھر دوسرے اقوال جو ان کی تعریف میں ہیں وہ بلا ڈکار شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے۔ (۱) امام احمد رحمہ اللہ ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ (۲) امام ابن نعیم صویلح (صالح الحدیث) کہتے ہیں۔ (۳) امام نسائی رحمہ اللہ ان کو لا باس بہ کہتے ہیں۔ (۴) اور ابن حبان رحمہ اللہ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔

آگے لکھتا ہے کہ: ازرق بن علی جو کہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود پر بہتان باندھتا ہے اور روایت گھڑتا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نعوذ باللہ معوذتین، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس اور سورۃ الفاتحہ کو قرآن مجید میں سے نہیں سمجھتے تھے، بلکہ ان کو مٹاتے تھے۔ ابن کثیر احسن الکلام محلی ابن حزم یہ روایت خالص جعلی، جھوٹ، باطل اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما پر افتراء ہے۔ یہ ازرق بن علی محدث ابو یعلیٰ کا استاد ہے، ابو یعلیٰ بھی اس بہتان میں شریک ہے، اپنی کتاب مسند ابی یعلیٰ میں یہ روایت لے آیا ہے۔

جواب: تفسیر ابن کثیر میں ابو یعلیٰ کی جو سند نقل کی ہے اس میں الازرق بن علی ہے لیکن ابن کثیر نے نہ اسے جھوٹا کہا ہے نہ جرح کی ہے، بلکہ دوسری بہت ساری سندیں نقل کی ہیں، تو یہ ذمہ داری صرف ان پر ہی نہیں آتی اگر الازرق بن علی کا اس روایت کو نقل کرنا جرح ہے تو حمیدی میں بھی یہ روایت موجود ہے جس میں یحک کے الفاظ ہیں، اس سند میں مندرجہ ذیل راوی ہیں سفیان بن عیینہ، عبدہ بن ابی لبابہ، عاصم بن بھدلہ، زر بن حبیش، اس روایت کی ایک سند میں عبداللہ بن احمد، اعمش، ابو اسحق، عبدالرحمن بن یزید وغیرہ بھی ہیں، تو کیا ان پر بھی وضع کا بہتان لگے گا اور حمیدی نے اپنی مسند میں اس روایت کو نقل کیا ہے تو کیا حمیدی پر بھی وہی الزام لگاؤ گے جو ابو یعلیٰ پر لگایا ہے۔ (کچھ تو خدا کا خوف کرو)

پھر یہ کہ یحییٰ بن ابی بکیر سے روایت کرنے میں ازرق کا متابع عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر ہے، چنانچہ ابو نعیم (اخبار اصبہان میں ص ۸۸ ج ۲) میں اس کی سند سے روایت لائے ہیں۔

آگے لکھا ہے کہ: حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اکثر احادیث باب حیات ضعیف ہیں۔ (لطائف قاسمی ص ۵)

جواب: اس سے تو معلوم ہوا کہ کچھ صحیح بھی ہیں تو ضعیف ان کی تائید کریں گی اور کثرت اسناد سے قوت بڑھ جاتی ہے اور یہ محدثین کا متفقہ اصول ہے، صاحب پمفلٹ نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اگر دھوکہ کے لئے نہیں لکھا تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تو مسئلہ حیات کے قائل ہیں اور اس مسئلہ پر اپنی شہرۂ آفاق کتاب "آب حیات" تصنیف فرما چکے ہیں، آپ بھی اعلان کریں کہ ہم حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا پورا مسلک اپناتے ہیں۔

آگے کچھ حوالہ جات محدث اعظم حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کے نقل فرمائے ہیں کہ انہوں نے لکھا ہے کہ عقائد میں خبر واحد سے گاڑی نہیں چل سکتی۔

جواب: جناب ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ احادیث حیات انبیاء کو تواتر کا درجہ حاصل ہے، یہ جناب کا ذہن ہے کہ تضاد ہی تضاد نظر آتا ہے، سورج تو روشن ہے چمگادڑ نہ دیکھے تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے؟ آگے لکھا ہے کہ صفدر صاحب کہتے ہیں کہ بیہقی متعصب ہے، جناب بیہقی فقہی مسائل میں متعصب ہے تو جو روایات فقہی مسائل میں شوافع کی تائید میں جاری ہوں گی ان میں بیہقی کی رائے کو جانچ پرکھ کر لیا جائے گا اور یہ تو تمام اہل سنت کا اجماعی مسئلہ ہے یہاں بھی کیا ترک کر دیا جائے گا؟

اگر یوں کیا تو پھر دین کیا بچ گیا؟ کل تم کہو گے کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ متشدد تھا اور اس نے حیات عیسیٰ پر اجماع لکھا ہے۔ لہٰذا ہم حیات عیسیٰ کا مسئلہ ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ جناب ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ جو متشدد تھا تو فقہ میں تھا حیات عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ تو مسلمہ ہے تو اگر ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے نقل کر دیا تو کونسا قصور کر دیا؟

فقہی مسائل میں ان کا تشدد ایک طرف لیکن اجماعی مسائل میں تو ان کے اقوال لئے جائیں گے جسے اتنی واضح بات کا بھی علم نہیں اسے یہی کہا جاسکتا ہے۔

آں کس نداند و بداند کہ بداند — درجہل مرکب ابدالدہر بماند

لو کان موسیٰ حیاً کے راوی مجالد بن سعید اور جابر جعفی پر آئمہ جرح وتعدیل کے اقوال جرح نقل کئے جاتے ہیں۔

جابر بن يزيد بن الحارث بن عبد يغوث بن كعب الجعفى، أبو عبد الله، و يقال أبو يزيد، و يقال أبو محمد الكوفى

الطبقة (۵) من صغار التابعين الوفاة ۱۲۷ هج۔ و قيل ۱۳۲ هج۔ روى له د ت۔ ق مرتبته عند ابن حجر: ضعيف رافضى۔ مرتبته عند الذهبى: وثقه شعبة فشذ، و تركه الحفاظ، من أكبر علماء الشيعة

أقوال العلماء: قال المزى فى "تهذيب الكمال" قال المزى: و قال عباس الدورى، عن يحيى بن معين: لم يدع جابرا ممن رآه إلا زائدة، و كان جابر كذابا۔ و قال فى موضع آخر: لا يكتب حديثه، و لا كرامة۔ و قال بيان بن عمرو البخارى، عن يحيى بن سعيد: تركنا حديث جابر، قبل أن يقدم علينا الثورى۔ و قال يحيى بن سعيد، عن إسماعيل بن أبى خالد: قال الشعبى: يا جابر، لا تموت، حتى تكذب على رسول الله ﷺ، قال إسماعيل: فما مضت الأيام و الليالى، حتى أتهم بالكذب۔ و قال عباس الدورى، عن يحيى بن يعلى المحاربى: قيل لزائدة: ثلاثة لا تروى عنهم، لم لا تروى عنهم؟ ابن أبى ليلى، و جابر الجعفى، و الكلبى؟ قال: أما جابر الجعفى فكان و الله كذابا يؤمن بالرجعة۔

و قال أبو يحيى الحمانى، عن أبى حنيفة: ما لقيت فيمن لقيت أكذب من جابر الجعفى، ما أتيته بشيئ من رأيى إلا جاءنى فيه بأثر، و زعم أن عنده ثلاثين ألف حديث، عن رسول الله ﷺ لم يظهرها۔

و قال عمرو بن على: كان يحيى و عبد الرحمن لا يحدثان عنه، كان عبد الرحمن يحدثنا عنه، قبل ذلك، ثم تركه۔

و قال أبو حاتم الرازى، عن أحمد بن حنبل: تركه يحيى و عبد الرحمن۔

و قال الترمذى، عن محمد بن بشار: سمعت عبد الرحمن بن مهدى يقول: ألا تعجبون من سفيان بن عيينة؟ لقد تركت جابرا الجعفى لقوله لما حكى عنه أكثر من ألف حديث، ثم هو يحدث عنه۔

و قال النسائى: متروك الحديث۔

و قال فى موضع آخر: ليس بثقة، و لا يكتب حديثه۔

و قال الحاكم أبو أحمد: ذاهب الحديث۔

قال الحافظ فى "تهذيب التهذيب" ۲/۴۸

و ذكر مطين، عن مفضل بن صالح: مات سنة سبع۔

و قال ابن أبی خیثمة، عن یحیی بن معین: مات سنة اثنتین و ثلاثین و مئة و قال سلام بن أبی مطیع: قال لی جابر الجعفی: عندی خمسون ألف باب من العلم ما حدثت به أحدا. فأتیت أیوب، فذکرت هذا له، فقال: أما الآن فهو کذاب۔

و قال جریر بن عبد الحمید، عن ثعلبة: أردت جابرا الجعفی، فقال لی لیث بن أبی سلیم: لا تأته فإنه کذاب۔

قال جریر: لا أستحل أن أروی عنه; کان یؤمن بالرجعة۔

و قال أبو داود: لیس عندی بالقوی فی حدیثه۔

و قال أبو الأحوص: کنت إذا مررت بجابر الجعفی سألت ربی العافیة۔

و قال الشافعی: سمعت سفیان بن عیینة یقول: سمعت من جابر الجعفی کلاما، فبادرت، خفت أن یقع علینا السقف۔

قال سفیان: کان یؤمن بالرجعة۔

و قال إبراهیم الجوزجانی: کذاب۔

و قال إسحاق بن موسی: سمعت أبا جمیلة یقول: قلت لجابر الجعفی: کیف تسلم علی المهدی؟ قال: إن قلت لک کفرت۔

قال سفیان: کذب. قلت: ما أراد بهذا ؟، قال: الرافضة تقول: إن علیا فی السماء لا یخرج من یخرج من ولده حتی ینادی من السماء: اخرجوا مع فلان، یقول جابر: هذا تأویل هذا۔

و قال الحمیدی أیضا: سمعت رجلا یسأل سفیان: أرأیت یا أبا محمد الذین عابوا علی جابر الجعفی قوله: حدثنی وصی الأوصیاء! فقال سفیان: هذا أهونه۔

و قال شبابة، عن ورقاء، عن جابر: دخلت علی أبی جعفر الباقر، فسقانی فی قعب حسائی حفظت به أربعین ألف حدیث۔

و قال یحیی بن یعلی: سمعت زائدة یقول: جابر الجعفی رافضی یشتم أصحاب النبی صلی الله علیه و آله وسلم۔

و قال ابن سعد: کان یدلس، و کان ضعیفا جدا فی رأیه و روایته۔

و قال العقیلی فی "الضعفاء" کذبه سعید بن جبیر۔

و قال العجلی: کان ضعیفا یغلو فی التشیع، و کان یدلس۔

و قال الساجی فی "الضعفاء" کذبه ابن عیینة۔

و قال المیمونی: قلت لأحمد بن خداش: أکان جابر یکذب؟ قال: أی و الله، و ذاک فی حدیثه بین

و قال ابن قتیبة فی کتابه "مشکل الحدیث" کان جابر یؤمن بالرجعة، و کان صاحب نیرنجات وشبه

و قال أبو أحمد الحاکم: یؤمن بالرجعة، اتهم بالکذب۔

و ذکره یعقوب بن سفیان فی باب من یرغب عن الروایة عنهم۔

و قال ابن حبان: كان سبائيا من أصحاب عبد الله بن سبأ، و كان يقول: إن عليا يرجع إلى الدنيا. فإن احتج محتج بأن شعبة و الثوري رويا عنه، قلنا: الثوري ليس من مذهبه ترك الرواية عن الضعفاء، و أما شعبة و غيره فرأوا عنده أشياء لم يصبروا عنها، و كتبوها ليعرفوها، فربما ذكر أحدهم عنه الشيئ بعد الشيئ على جهة التعجب. و أخبرني ابن فارس قال: حدثنا محمد بن رافع قال: رأيت أحمد بن حنبل في مجلس يزيد بن هارون، و معه كتاب زهير عن جابر الجعفي، فقلت له: يا أبا عبد الله تنهونا عن جابر، و تكتبونه؟ قال: لنعرفه۔

مجالد بن سعيد بن عمير الهمداني، أبو عمرو و يقال أبو عمير و يقال أبو سعيد، الكوفي (والد إسماعيل بن مجالد)

الطبقة: ٦۔ من الذين عاصروا صغار التابعين الوفاة: ۱۴۴ هج روى له: م د ت س ق۔ مرتبته عند ابن حجر: ليس بالقوى و قد تغير في آخر عمره

مرتبته عند الذهبي: ضعفه ابن معين، و قال النسائي: ليس بالقوى، و قال مرة: ثقة

أقوال العلماء: قال المزى في "تهذيب الكمال"

(م د ت س ق): مجالد بن سعيد بن عمير بن بسطام، و يقال: ابن ذى مران بن شرحبيل بن ربيعة بن مرثد بن جشم بن حاشد بن جشم بن خيوان بن نوف بن همدان الهمداني، أبو عمرو، و يقال: أبو عمير، و يقال: أبو سعيد، الكوفي، والد إسماعيل بن مجالد، و جد عمر بن إسماعيل بن مجالد. اه

و قال المزى: قال البخاري: كان يحيى بن سعيد يضعفه، و كان عبد الرحمن بن مهدى لا يروى عنه شيئا. و كان ابن حنبل لا يراه شيئا يقول: ليس بشيئ۔

و قال علي ابن المديني: قلت ليحيى بن سعيد: مجالد؟ قال: في نفسي منه شيئ۔

و قال عبد الرحمن بن أبي حاتم: حدثنا أحمد بن سنان، قال: سمعت عبد الرحمن بن مهدى يقول: حديث مجالد عند الأحداث: يحيى بن سعيد، و أبي أسامة ليس بشيئ، و لكن حديث شعبة، و حماد بن زيد، و هشيم و هؤلاء القدماء، يعني أنه تغير حفظه في آخر عمره۔

و قال عمرو بن علي: سمعت يحيى بن سعيد يقول لعبيد الله: أين تذهب؟ قال: أذهب إلى وهب بن جرير أكتب السيرة، يعني عن أبيه، عن مجالد. قال: تكتب كذبا كثيرا، لو شئت أن يجعلها لي مجالد كلها عن الشعبي، عن مسروق، عن عبد الله فعل۔

و قال أبو طالب: سألت أحمد بن حنبل عن مجالد، فقال: ليس بشيئ يرفع حديثا كثيرا لا يرفعه الناس، و قد احتمله الناس۔

و قال عباس الدوري عن يحيى بن معين: لا يحتج بحديثه۔

و قال أبو بكر بن أبي خيثمة عن يحيى بن معين: ضعيف، واهي الحديث. كان يحيى ابن سعيد يقول: لو أردت أن يرفع لي مجالد حديثه كله رفعه! قلت: و لم يرفع حديثه؟ قال: للضعف۔

قال الحافظ في "تهذيب التهذيب ۱۰/۴۱

و قال الدارقطني: يزيد بن أبي زياد أرجح منه، و مجالد لا يعتبر به

و قال ابن سعد: کان ضعیفا فی الحدیث۔

و قال ابن حبان: لا یجوز الاحتجاج بہ۔

عبدالرحمن بن اسحق واسطی پر بھی (مجمع الزوائد ص ۱۷۴) پر جرح موجود ہے۔

چنانچہ حضرت نے فرمایا جب میں نے یہ حدیث پڑھی تو اس حق نواز نے اس مولوی اللہ بخش سے کہا کہ آپ اس کا جواب دیں۔ اس نے کہا کہ یہ قائل ہیں دنیاوی زندگی کے اور اسمیں دنیاوی کا لفظ آیا ہی نہیں۔ میں نے کہا کوئی اور لفظ برزخی وغیرہ آیا ہے اس نے کہا نہیں میں نے کہا حدیث تو بے فائدہ ہوئی، نہ تیرے کام کی نہ میرے کام کی۔ تیرے اعتبار سے اللہ کے پیغمبر نے ایسی بات فرمائی جو نہ تیرے کام کی نہ میرے کام کی۔ گویا کہ معاذ اللہ تیرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث نکمی بات ہوتی ہے۔

میں نے کہا حدیث کے الفاظ میں الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔ اور یہ متواتر حدیث ہے اس میں حضرت محمد کی قبر کا ذکر ہے۔ مسلمان تو مسلمان کافر بھی یہ بات مانتے ہیں کہ حضرت پاک کی قبر مطہرہ مدینہ میں ہے۔ اگر کسی کو انکار ہے تو مجھے بتادو سب کہنے لگے وہیں قبر ہے میں نے کہا مسلمان تو مسلمان کافر بھی یہ بات مانتے ہیں کہ جو مدینہ پاک کی قبر میں آنحضرت ﷺ کا جسد اطہر ہے وہ دنیاوالا ہے، وہی جسد اطہر جو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے پیدا ہوا، وہی جس نے ہجرت کی، وہی جس نے جہاد کیا، وہی جسم جو معراج پر گیا، جب اس قبر میں حیات ہے تو دنیا والا جسم ہی حیات سے فیض یاب ہوا۔

آنحضرت ﷺ کی حیات فی القبر کو دنیاوی حیات کہنے کا مطلب

آنحضرت ﷺ کی حیات فی القبر کو حیات دنیوی کہنے کا مطلب اتنا ہی ہے کہ یہی دنیاوالا جسم فائز الحیات ہے۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو معراج جسمانی ہوا تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ یہ جسم ہی معراج پر گیا۔ اسی طرح جب ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو حیات دنیوی حاصل ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ دنیا والا جسم ہی فائز الحیات ہے۔ پھر میں نے کہا اس سے یہ پتہ چلا کہ تینوں باتیں یقینی ہیں۔

۱...... حدیث متواترات میں سے ہے۔

۲...... حضرت کی قبر مبارک بھی مدینے میں ہے۔

۳...... اور اس قبر میں جو جسد اطہر ہے وہ دنیاوالا ہے، خواب خیال والا نہیں۔

جب یہ تینوں باتیں یقینی ہیں تو یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ اسی جسد اطہر کو حیات حاصل ہے۔ پھر میں نے کہا آپ بھی کوئی حدیث: الانبیاء اموات فی قبورھم لا یصلون پیش کریں۔ اس پر مولوی اللہ بخش کہنے لگا۔ مہر حق نواز نے زیادتی کی ہے، مجھے یہ نہیں بتایا کہ امین سے؟ مناظرہ کروانا ہے۔

اگر بتلا دیتے تو میں تیاری کر کے آتا۔ اب میری تیاری نہیں ہے۔ چنانچہ وہ مناظرہ ختم ہو گیا۔ اب حق نواز جس نے مناظرہ کروایا تھا مجھے کہنے لگا کہ ابھی آپ واپس نہ جائیں چائے تیار ہو رہی ہے وہ پی کر جائیں یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا، کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں نوٹوں کے دو ہار تھے اس نے وہ ہار مجھے پہنا دیئے۔ مہر حق نواز پھر چلا گیا ہم نے چائے وغیرہ پی اس کے بعد ہمارے ساتھیوں نے جلوس کی شکل میں مجھے پھرایا۔ وہ حق نواز

ساتھ نہیں تھا۔ ہم واپس آ کر پھر وہیں بیٹھ گئے۔ میں نے ہار وغیرہ بھی اتار دیئے۔ کچھ دیر کے بعد ایک بوڑھا جس کا نام مہر غلام محمد تھا لاٹھی ٹیکتا ہوا آیا اس نے آ کر لوگوں سے پوچھا مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ ہیں۔ وہ رو رہا تھا اور مجھے کہا آپ مجھے ملیں میں جب اٹھا اس نے مجھے اتنا پکڑا کہ چھوڑنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا اور ساتھ ساتھ رو بھی رہا تھا۔ جب بیس منٹ کے قریب گزر گئے اس نے مجھے کہا یہ حق نواز میرا چھوٹا بھائی ہے اور میں اس کا بڑا بھائی ہوں اس دنیا میں ہم دو ہی بھائی ہیں۔ یہ مماتی ہے میں حیاتی ہوں۔ اس وجہ سے پندرہ سال سے ہماری آپس میں بول چال بند تھی کہ احمد سعید نے فتویٰ دیا ہوا تھا کہ جو حیات النبی کے قائل ہیں ان کے ساتھ بولنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ یہ مجھے کہتا تھا کہ تو کافر ہے اس لئے میں تجھ سے نہیں بولتا۔

پندرہ سال میں میرے دو نوجوان بیٹے فوت ہوئے سارے لوگ مجھے تسلی دینے کے لئے آئے لیکن یہ نہیں آیا۔ اس نے کہا وہ کون سا مسلمان ہے۔ ان پندرہ سالوں کے دوران میں نے چار حج کئے اور ہمارے ہاں رواج ہے کہ حج پر جاتے وقت بھی کئی دیگیں خیرات کی اتارتے ہیں اور واپسی پر بھی لمبا چوڑا خیرات کا پروگرام بنتا ہے، لیکن یہ نہ کبھی جاتے وقت میرے پاس آتا اور نہ میرے واپس آنے پر ملاقات کے لئے آتا۔ البتہ اتنا پیغام بھیج دیتا تھا کہ ابھی تو نے ابوجہل جتنے حج نہیں کئے۔

ابوجہل۔ نے تجھ سے زیادہ حج کئے ہوئے تھے۔ میں انہی دکھوں میں بیمار ہوں کہ اللہ نے مجھے ایک ہی بھائی دیا تھا وہ بھی مولویوں نے مجھ سے چھین لیا۔ کیونکہ میں مریض ہوں اس لئے مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ رات یہاں کوئی مناظرہ تھا یا نہیں۔ آج پندرہ سال کے بعد میرا بھائی میرے گھر گیا اور جاتے ہی مجھ سے لپٹ گیا اور رو رو کر مجھے کہہ رہا تھا کہ جن مولویوں نے ہمیں پندرہ سال آپس میں لڑایا آج مناظرہ میں کہتے ہیں کہ ہماری تیاری نہیں۔ ہمیں پندرہ سال بغیر تیاری کے لڑاتے رہے۔ تو اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ تشدد میں اتنے بڑھے ہوئے ہیں۔

ایک اور واقعہ: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا: ایک آدمی میانوالی کا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں ملازمت کے سلسلے میں لاہور ہوتا ہوں۔ گھر میں میں نے ایک آدمی بچوں کو قرآن پڑھانے کے لئے رکھ لیا میں ہفتہ بعد گھر آتا تھا۔ چنانچہ اس مولوی نے میری غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا کر میرے گھر والوں کو مماتی بنا دیا۔ اب حال یہ ہے کہ میری بیوی بھی مجھے کافر کہتی ہے اور میری بیٹیاں بھی مجھے کافر کہتی ہیں، اور بیٹے بھی مجھے کافر کہتے ہیں۔

میں نے ایک دن مرغی ذبح کر کے دی تو میری بیٹی نے مجھے پکا کر دی دی اور خود نہیں کھائی کہ کافر کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی ہے۔ اب میں اس قاری سے پریشان ہوں کہ اس نے ان کو سبق پڑھا دیا کہ میں کافر ہوں اور گھر والے مجھ سے بولتے بھی نہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے کوئی طریقہ بتائیں۔

احمد سعید کا اعتراض: احمد سعید نے ایک جگہ تقریر کی اور کہا۔ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے۔ اس لئے قرآن میں آتا ہے: واعبد ربک حتی یاتیک الیقین کہ عبادت اس وقت تک کرنی ہے کہ جب تک موت نہ آئے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ موت کے بعد عبادت ختم ہو جاتی ہے اور اس حدیث میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام نماز پڑھتے ہیں تو لہٰذا یہ حدیث قرآن کے خلاف ہوئی۔

جواب: یہ تقابل بنانا ایسے ہی ہے جیسے منکرین حدیث احادیث کا تقابل بناتے رہتے ہیں اور غیر مقلدین فقہ کا حدیث سے تقابل بناتے رہتے ہیں۔ محدثین میں سے کسی نے اس کو قرآن کے خلاف نہیں کہا ہے۔ اس لئے

تعارض کے لئے ایک طرح کی چیز ہونی شرط ہے۔اس آیت مبارکہ میں جس عبادت کا ذکر ہے وہ عبادت تکلیفی ہے یعنی فرض یا واجب یا سنت اور وہ نماز جس کا حدیث مبارکہ میں ذکر ہے وہ بطور تلذذ کے ہے تکلیفی نہیں۔

تلذذ کے لئے تو ذکر جنت میں ثابت ہے، قرآن پاک میں ہے جنتی جب جنت میں مجالس میں اکٹھے ہوں گے تو جنت کی نعمت کو یاد کر کے اللہ کا شکرادا کریں گے اور کہیں گے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

اسی طرح کہیں گے: "الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن ان ربنا لغفور شکور۔ الذی احلنا دار المقامۃ من فضلہ لا یمسنا فیھا نصب و لا یمسنا فیھا لغوب" (الآیۃ ۳۴-۳۵ سورۃ فاطر)

اسی طرح سورۃ زمر میں ہے کہ وقیل الحمد للہ رب العلمین تو یہ جتنے شکرادا کئے جائیں گے یہ بطور تلذذ کے ہوں گے نہ کہ تکلیفی جس طرح یہ آیات واعبد ربک حتی یاتیک الیقین کے مخالف نہیں ہیں، اسی طرح حدیث مبارکہ بھی اس آیت مبارکہ کے خلاف نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۲: (پوری سند مذکور ہو چکی ہے) "عن اوس ابن اوس عن النبی قال ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم و فیہ قبض و فیہ النفخۃ و فیہ الصعقۃ فاکثروا علیَّ من الصلوۃ فان صلاتکم معروضۃ علیَّ قالوا یا رسول اللہ ﷺ کیف تعرض صلاتنا علیک و قد ارمت ای یقولون قد بلیت قال ان اللہ عز و جل قد حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء" (رواہ النسائی ج ۱ ص ۲۰۲)

اب جب نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضرت یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آپ کے امتی قیامت تک رہیں گے اور آپ نے قیامت تک نہیں رہنا تو آپ کے وصال کے بعد جب درود پڑھا کریں گے جب آپ کا جسم مٹی کھا جائے گی اس وقت کیا ہوگا؟

اب دیکھیں اس حدیث میں کتنی وضاحت سے یہ بات موجود ہے کہ درود پاک کس جسم پر پیش ہونا ہے وہ جسم جو مٹی میں رکھا ہوا ہے اور وہ جسم جو غیر انبیاء کا گل سڑ جاتا ہے۔اسی جسم کا تذکرہ صحابہ کے سامنے ہے، آپ علیہ السلام اسی جسم کا ذکر فرمارہے ہیں کہ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ اس جسم کو کھائے۔جسم مثالی کو آج تک کسی نے مٹی میں دفن نہیں کیا جس کا مماتی ذکر کرتے رہتے ہیں نہ جسم مثالی گلتا ہے نہ سڑتا ہے تو معلوم ہوا کہ: "ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء"

یہ جسم مثالی کے لئے نہیں فرمایا گیا بلکہ اس جسم کے لئے فرمایا گیا جو صحابہ کے سامنے موجود تھا۔جس کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو یقین تھا کہ اس کو موت آئے گی۔آپ ﷺ نے اسی جسم کے بارے میں فرمادیا کہ وہ صحیح سالم رہتا ہے زمین اس کو نہیں کھاتی۔اس حدیث سے امام بیہقی، علامہ سبکی، علامہ سیوطی، ملاعلی قاری، قاضی شوکانی، شمس الحق عظیم آبادی اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے مسئلہ حیات پر استدلال کیا ہے۔تفصیلی حوالہ جات ملاحظہ فرمالیں۔

امام بیہقی نے بھی اپنے رسالہ جزء حیات انبیاء علیہم السلام میں اس حدیث کو بطور دلیل کے ذکر کیا ہے لکھتے ہیں:

"ومما یدل علی ذلک ما اخبرنا محمد بن عبد اللہ الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا ابو جعفر احمد بن عبدالحمید الحارثی ثنا الحسین بن علی الجعفی ثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ افضل ایامکم الجمعۃ فیہ خلق آدم فیہ قبض و فیہ

النفخة وفيه الصعقة فاكثروا على من الصلوة فيه فان صلوتكم معروضة على قالوا كيف تعرض صلوتنا عليك وقد ارمت يقولون بليت فقال ان الله حرم على الارض ان تأكل اجساد الانبياء عليهم السلام اخرجه ابو داؤد السجستاني في كتاب السنن وله شواهد" (اوران دلائل میں سے جو حیات انبیاء علیہم السلام پر دلالت کرتے ہیں وہ حدیث بھی ہے جو بیان کیا ہمیں محمد بن عبداللہ الحافظ نے کہ بیان کیا ہمیں ابو عباس محمد بن یعقوب نے کہ بیان کیا ہمیں ابو جعفر احمد بن عبدالحمید الحارثی نے کہ بیان کیا ہمیں حسین بن علی الجعفی نے کہ بیان کیا ہمیں عبدالرحمن بن یزید بن جابر نے ابو الاشعث الصعانی سے وہ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ایام میں سے سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اسی میں آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور اسی میں ان کی موت آئی اور اسی میں نفخہ ہے اور اسی میں صعقہ ہے۔ پس اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا۔ جب کہ آپ بوسیدہ ہو جائیں گے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔ ابو داؤد سجستانی نے اس کو سنن میں ذکر کیا ہے اور اس کے لئے کئی شواہد ہیں۔

شواہد: آپ نے ملاحظہ فرما لیا کہ امام بیہقی اس حدیث کو حیات انبیاء علیہم السلام پر بطور دلیل کے پیش فرما رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ اس کے شواہد بھی ہیں۔ امام بیہقی نے جن شواہد کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہیں لکھتے ہیں:

"منها ما اخبرنا ابو عبدالله الحافظ ثنا ابو بكر بن اسحق الفقيه ثنا احمد بن على الدينار ثنا احمد بن عبدالرحمن بن بكار الدمشقى ثنا الوليد بن مسلم حدثنى ابو رافع عن سعيد المقبرى عن ابى مسعود الانصارى عن النبى انه قال اكثروا الصلوٰة على فى يوم الجمعة فانه ليس احد يصلى على يوم الجمعة الا عرضت على صلوٰته قال ابو عبدالله رحمه الله ابو رافع هذا هو اسمعيل بن رافع واخبرنا على بن احمد عبدان الكاتب ثنا احمد بن عبيد الصفار ثنا الحسن بن سعيد ثنا ابراهيم بن الحجاج ثنا حماد بن سلمه عن يزيد بن سنان عن مقبول الشامى عن ابى امامة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اكثروا على من الصلوٰة فى كل يوم الجمعة فان صلاة امتى تعرض على فى كل يوم جمعة فمن كان اكثره على صلاة كان اقرب منى منزلة. واخبرنا ابو الحسن على بن محمد على السقاء الاسفرائينى قال حدثنى والدى ابو على ثنا ابو رافع اسامة بن على بن سعيد الرازى بمصر ثنا محمد بن اسمعيل بن سالم الصائغ حدثتنا حكامة بنت عثمان بن دينار اخى مالك بن دينار قالت حدثنى ابى عثمان بن دينار عن اخيه مالك بن دينار عن انس بن مالك خادم النبى قال النبى "ان اقربكم منى يوم القيامة فى كل موطن اكثركم على صلاة فى الدنيا من صلى على فى يوم الجمعة و ليلة الجمعة قضى الله له مائة حاجة سبعين من حوائج الآخرة و ثلاثين من حوائج الدنيا يوكل الله بذالك ملكا يدخله فى قبرى كما يدخل عليكم الهدايا يخبرلى من صلىٰ على باسمه و نسبه الى عشيرته فأثبته عندى فى صحيفة بيضاء" (جزء حیات انبیاء ص ۱۴-۱۵)

امام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ بھی امام بیہقی رحمہ اللہ کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ومما يدل على ذالك و ساق اسناده الى اوس بن اوس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ... الخ"

یعنی ان روایات سے جو اس پر (مسئلہ حیات انبیاء پر دلالت کرتی ہیں) یہ حدیث بھی ہے اور امام بیہقی

نے اس کی سند اوس بن اوس تک نقل کی ہے۔ (جزء حیات انبیاء بیہقی ص ۲۷)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی حدیث سے اپنے رسالہ انباء الاذکیاء میں حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال فرماتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''واخرج ابو داؤد والبیھقی عن اوس بن اوس الثقفی رضی اللہ عنہ عن النبی انه قال من افضل ایامکم یوم الجمعة... الخ'' (انباء الاذکیاء ص ۴۶)

علامہ سندھی نسائی کے حاشیہ پر رقمطراز ہیں: ''والجواب بقوله ان الله حرم علی الارض اجساد الانبیاء کنایة عن کون الانبیاء احیاء فی قبورهم'' آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد فرمانا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو حرام کر دیا ہے یہ اس کا کنایہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ: ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''قال اکثروا علی من الصلوة یوم الجمعة فان صلوٰتکم معروضة علی فقالوا کیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمت ای بلیت قال ان الله حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فاخبر انه یسمع الصلوٰة من القریب و یبلغ ذلک من البعید'' حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوگا، آپ نے فرمایا کہ پیغمبروں کے جسموں کو مٹی بنانا زمین پر حرام ہے اور اس حدیث میں حضور ﷺ نے یہی بات بتلائی ہے کہ آپ قبر کے قریب پڑھے جانے والے درود کو خود سنتے ہیں اور دور کا پڑھا ہوا درود (بتوسط ملائکہ) پہنچایا جاتا ہے۔

(رسائل ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ الکلام فی مناسک الحج ۲۹۱ ج ۶)

شیخ الاسلام حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ: ''ومعلوم بالضرورة ان جسده فی الارض طری مطرأ وقد سأله الصحابة کیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمت فقال ان الله حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء ولو لم یکن جسده فی ضریحه لما اجاب بهذا الجواب وقد صح عنه ان الله تعالیٰ وکل بقبره الملئکة یبلغون عن امته السلام وصح عنه انه خرج بین ابی بکر و عمر و قال هکذا نبعث هذا مع القطع بان روحه الکریمة فی الرفیق الاعلیٰ فی اعلیٰ علیین مع ارواح الانبیاء... فالروح هنالک ولها اتصال بالبدن فی القبر و اشراف علیه و تعلق بحیث یصلی فی قبره و یرد سلام من سلم علیه وهی فی الرفیق الاعلیٰ'' یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جسد اطہر بالکل تر و تازہ روضہ منورہ میں تشریف فرما ہے۔ آپ ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا تھا کہ وفات کے بعد آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام کیسے پیش ہوتا رہے گا؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے زمین پر کہ پیغمبروں کے جسموں کو کھائے، اگر آپ ﷺ کا جسد اطہر قبر شریف میں نہ ہوتا تو ہرگز یہ جواب ارشاد نہ فرماتے، اسی طرح آنحضرت ﷺ سے یہ بھی صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے روضہ منورہ کے ساتھ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو آپ کو آپ کی امت کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں اور یہ بھی آپ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ ﷺ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مابین تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔ ان سارے حقائق کے ساتھ بات قطعی ہے کہ آپ کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہے، جہاں دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کے ساتھ ہیں، پس روح تو وہاں ہے اور وہیں سے اسے روضہ منورہ میں رکھے جسد اطہر کے ساتھ اتصال ہو رہا ہے۔ روح و بدن کا ایسا قوی تعلق قائم ہو چکا ہے کہ آپ اپنی قبر شریف میں نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

''وبھذا التعلق رای موسی علیہ السلام قائماً یصلی فی قبرہ'' روح و بدن کے اس تعلق کی بناء پر آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ (زاد المعاد ص۴۹)

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ: اہل ظواہر کے پیشواء فاضل جلیل قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''والاحادیث فیھا مشروعیۃ الاکثار من الصلوٰۃ علی النبی یوم الجمعۃ وانھا تعرض علیہ وانہ حی فی قبرہ . . . قال ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء وقد ذھب جماعۃ من المحققین الی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی بعد وفاتہ'' احادیث سے ان امور کی شرعی حیثیت ثابت ہے۔ (۱) جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھا جائے۔ (۲) درود شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے۔ (۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب العزت نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو مٹی بنائے اور محققین کی ایک پوری جماعت اس تحقیق پر پہنچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات شریفہ کے بعد پھر زندہ ہیں۔ اسی حدیث کے تحت اکثر شارحین مشکوٰۃ نے لکھا ہے کہ حیات انبیاء علیہم السلام پر اتفاق ہے۔ (نیل الاوطار ج۳ ص۲۱۰، ۲۱۱)

حیات الانبیاء علیہم السلام کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ: ''باچندیں اختلافات درامت محمد یہ ہمہ اہل سنت و جماعت دریں مسئلہ متفق اند کہ آنحضرت درروضہ اطہر حیات اند بحیات حسی دنیوی'' امت محمدیہ باوجود اس کے کہ اس میں کئی اختلافات ہیں۔ تمام اہل سنت والجماعت متفق ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم روضہ اطہر میں حیات ہیں۔ حیات حسی دنیوی کے ساتھ۔ (مکتوبات شیخ عبدالحق)

شیخ عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح حدیث: شیخ عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔ ''کنایۃ عن کون الانبیاء احیاء فی قبورھم'' یہ کنایہ ہے انبیاء علیہم السلام کے قبروں میں زندہ ہونے سے۔

(فتح الودود ص۱۱۶ ج۱ مطبوعہ مدینہ منورہ)

واقعہ: حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ یہ عبارت میں نے لکھ کر بھیجی تو انہوں نے کہا ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت پاک حیات ہیں ہم انکار نہیں کرتے۔ پھر میں نے حدیث مبارکہ لکھ کر بھیجی کہ اس حدیث میں جس حیات کا ذکر ہے تو یہ حیات اسی جسم کی ہے جو قبر میں دفن کیا گیا ہے اور وہی جسم حیات ہے جو غیر انبیاء علیہم السلام کا مٹی کھا جاتی ہے۔ اب اس پر اور تو کوئی اعتراض نہ کر سکے اتنا کہہ کر جان چھڑالی کہ یہ خبر واحد ہے ہم اس کو نہیں مانتے۔

بہاولپور کا واقعہ: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ میں بہاولپور کے علاقہ میں تقریر کے لئے گیا۔ جب میں نے خطبہ شروع کیا تو انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ چونکہ وہ بہت زیادہ شور مچا رہے تھے میں نے خطبہ پڑھنے کے بعد کہا کہ میں نے خطبہ پڑھ لیا میں اپنی تقریر کے وقت میں سے پندرہ منٹ آپ کو شور کرنے کے لئے دیتا ہوں آپ ان پندرہ منٹوں میں جو شور کرنا چاہیں کر لیں میں کہوں کہ شور کرو لیکن وہ نہ کریں۔

دیکھو میں نے تمہیں وقت دے رہا ہوں شور کرنے کے لئے وہ خاموش۔ میں نے کہا پھر شور نہ کرنا میری بات سن لو۔ میں نے کہا اتنی بات تم بھی مانتے ہو کہ حضرت کا جسد اطہر بالکل الآن کما کان محفوظ ہے میں نے کہا یہ مانتے ہو؟ سارے کہنے لگے مانتے ہیں۔ میں نے کہا اس کے لئے قرآن پاک سے آیت پڑھو۔ انہوں نے کہا

حدیث پاک میں جسد اطہر کی حفاظت کا ذکر ہے۔ مراد ان کی یہی حدیث: ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' تھی۔ میں نے کہا اس حدیث پاک میں جس کے بارے میں تم بھی مانتے ہو کہ اس میں جسد اطہر کی حفاظت کا ذکر ہے، اسی میں حیات کا ذکر ہے۔ اب اگر یہ حدیث جھوٹی ہے تو جسد اطہر کی حفاظت کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ اور اگر آپ اسی حدیث سے جسد اطہر کی حفاظت ثابت کر رہے ہیں۔ محفوظ ہونا ثابت کر رہے ہیں تو پھر اس میں حیات موجود ہے۔ اب اگر حدیث مانی ہے تو حدیث کی دونوں باتیں ماننی چاہئیں۔ اگر انکار کرنا ہے تو کیپٹن مسعود الدین عثمانی نے تو انکار کر دیا ہے تمہیں کون سا ڈر ہے؟ کیونکہ کیپٹن عثمانی کہتا ہے کہ یہ حدیث و ممزقهم کل ممزق کے خلاف ہے۔ معاذ اللہ! کیپٹن عثمانی نے کافروں والی آیت انبیاء علیہم السلام پر چسپاں کر دی ہے۔

اب دس بارہ جو اس کے خاص چیلے بیٹھے تھے وہ اپنے مولویوں سے کہنے لگے کہ آپ اٹھیں اور لوگوں کو بتائیں کہ امین نے بہت اچھی بات کہی ہے کہ ایک بات میں میرا اور آپ کا اتفاق ہے کہ جسد اطہر موجود ہے۔ ایک بات میں اختلاف ہے وہ جسد اطہر حیات بھی ہے یا نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ وہ فائز الحیات ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ نہیں۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جس بات سے اتفاق ہے وہ آپ نے کس حدیث سے لی ہے۔ اگر تو اسی حدیث سے لی ہے جو میں پڑھ رہا ہوں تو پھر اسی حدیث میں جسد اطہر کا فائز الحیات ہونا بھی ثابت ہے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی حدیث یا آیت آپ کے پاس موجود ہے جس سے آپ جسد اطہر کا محفوظ ہونا ثابت کر سکیں تو مجھے پیش کریں۔

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے۔ آخر ایک مولوی صاحب کھڑے ہوئے اس نے کہا کہ سچی بات یہی ہے کہ ہمارے پاس جسد اطہر کے محفوظ ہونے کی دلیل یہی حدیث مبارکہ ہے جو آپ نے پڑھی ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اس حدیث کو پورا ماننا چاہئے یا ادھورا؟ اس پر ان کے اٹھارہ بڑے بڑے زمیندار کھڑے ہوئے انہوں نے کہا مسئلہ حل ہو گیا ہے کہ جب اس حدیث مبارکہ کو آپ بھی صحیح مانتے ہیں اور یہ بھی صحیح مانتے ہیں تو پھر ہم اس حدیث کو ادھوری کیوں مانیں بلکہ ہم پوری مانیں گے۔ یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے کہ آدھی حدیث مان لی جائے اور آدھی حدیث کا انکار کر دیا جائے۔

اب دیکھئے کہ ہم جس طرح استدلال عرض کر رہے ہیں کہ اس حدیث میں ارض کا لفظ موجود ہے، جسد کا لفظ موجود ہے، جسد بھی وہ جس کو مٹی کھا جایا کرتی ہے، وہ یہی جسد عنصری ہے، جسد مثالی کو مٹی نہیں کھایا کرتی اور یہاں اس کا قطعاً کوئی ذکر نہیں اور قبر میں جسد عنصری ہی رکھا گیا تھا نہ کہ جسد مثالی تو حیات بھی جسد عنصری ہی کی ثابت ہوئی۔

حدیث نمبر ۳: ''اخبرنا عبدالوھاب بن عبدالحکم الوراق قال اخبرنا معاذ بن معاذ عن سفیان بن سعید ح و اخبرنا محمود ابن غیلان قال حدثنا وکیع و عبدالرزاق عن سفیان عن عبداللہ بن سائب عن زاذان عن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام''

(نسائی جلد نمبر ا ص ۱۸۹)

حدیث نسائی کے رواۃ ماہرین اسماء الرجال کی نظر میں

۱...... عبدالوھاب۔ ثقۃ'' (تقریب ص ۲۴۹)

۲...... معاذ بن معاذ ثقۃ'' (ص ۳۵۷)

۳...... سفیان بن سعید ثقة حافظ فقیه عابد'' (تقریب ص ۱۵۱)

۴...... عبداللہ بن سائب ثقة'' (تقریب ص ۲۰۰)

۵...... زاذان صدوق یرسل و فیه شیعیة'' (تقریب ص ۱۱۵)

۶...... عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی مشهور'' (خلاصہ از تسکین الصدور)

علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل فرمانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حدیث بھی نقل فرماتے ہیں: ''قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتی خیر لکم تحدثون و تحدث لکم و وفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ علیه و ما رأیت من شر استغفرت اللہ لکم'' (رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد ص ۲۴ ج ۹)

(ترجمہ) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم باتیں کرتے ہو اور تم سے باتیں کی جاتی ہیں اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہوگی تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیئے جائیں گے۔ پس جب میں اچھے اعمال کو دیکھوں گا تو اللہ کی تعریف کروں گا۔ اس پر اور جب برے اعمال دیکھوں گا تو تمہارے لئے استغفار کروں گا بزار نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کے رجال رجال صحیح ہیں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اخرج احمد والنسائی والحاکم و صححه والبیهقی فی الشعب والبزار عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی قال ان اللہ ملئکة سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام''
(الخصائص الکبریٰ ص ۴۸۹ ج ۲)

اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تحت فرماتے ہیں: ''وفیه اشارة الی حیاته الدائمة و فرحه ببلوغ سلام امته الکاملة و ایماء الی قبول السلام حیث قبلته الملئکة و حملته الیه علیہ السلام'' اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دائمہ کی طرف اشارہ ہے اور آپ کی امت کاملہ کے سلام کے پہنچنے کی وجہ سے آپ کی خوشی کی طرف اشارہ ہے اور سلام کو قبول کرنے کی طرف اشارہ ہے بایں طور کہ فرشتے اس کو قبول کرتے ہیں اور آپ علیہ السلام کی طرف لے جاتے ہیں۔ (مرقات شرح مشکوۃ ص ۱۴۳ ج ۲)

اس طرح خطیب بغدادی نے بھی آپ علیہ السلام پر سلام پیش کرنے کی حدیث نقل فرمائی ہے لکھتے ہیں: ''قال سعید بن الحسن بن علی الروز بهان حدثنا جریر عن حسین الخلقانی عن عبداللہ بن سائب عن زاذان عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ ملئکة یطوفون فی الطریق یبلغونی عن امتی السلام'' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک اللہ کے فرشتے راستے میں پھرتے رہتے ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ (تاریخ بغداد ج ۹ ص ۱۰۴)

اسی طرح مسند ابو یعلی الموصلی میں یہ حدیث اس سند سے مروی ہے: ''ابو یعلیٰ عن خیثمة عن وکیع عن سفیان عن عبداللہ بن سائب عن زاذان عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ ملئکة سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام'' (مسند ابو یعلیٰ الموصلی ص ۱۳۷ ج ۹)

مسند احمد کی سند: ''حدثنا عبداللہ حدثنی ابی حدثنا ابن نمیر انبأنا سفیان عن عبداللہ بن السائب عن زاذان قال قال عبداللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ ملئکة سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام''
(مسند احمد ج ۱ ص ۵۰۳)

مصنف ابن ابی شیبہ کی سند: ''حدثنا وکیع عن سفیان عن عبداللہ بن السائب عن زاذان عن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ ملئکۃ سیاحین فی الأرض یبلغونی عن امتی السلام'' (ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۳۹۹)

موارد الظمآن کی سند یہ ہے: ''اخبرنا احمد بن علی بن المثنیٰ حدثنا ابو خیثمۃ ثنا وکیع عن سفیان عن عبداللہ بن السائب عن زاذان عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ ملئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام'' (موارد الظمآن ص ۵۹۵)

اسی طرح ابن عبدالہادی حنبلی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: ''رواہ النسائی و اسمعیل القاضی وغیرھما من طریق مختلفۃ من اسانید صحیحۃ لاریب''

اعتراض: اس حدیث کی سند میں زاذان راوی ہے اور وہ شیعہ ہے۔

جواب: زاذان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خصوصی شاگرد ہے، بہت بڑا عالم ہے۔ شیعہ کے معنی جماعت ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کو شیعان علی کہہ دیتے تھے۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''و زاذان من الثقات روی عن اکابر الصحابۃ کعمر رضی اللہ عنہ وغیرہ و روی لہ مسلم فی صحیحہ و قال یحیٰ بن معین ثقۃ و قال حمید بن ہلال و قد سئل عنہ ھو ثقۃ لا تسئل عن مثل ھؤلاء'' (کتاب الروح ص ۵۹)

امام حاکم نے مستدرک میں حدیث براء اس سند سے نقل کی ہے: ''فحدثنا ابو سعید عمر بن محمد بن منصور العدل ثنا الحسین بن الفضل البجلی ثنا معاویۃ بن عمرو الازدی ثنا زائدہ عن الاعمش عن المنھال بن عمرو عن زاذان عن البراء''

اس سند میں زاذان ہے حاکم کہتے ہیں: ''ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین۔ فقد احتجا جمیعا بالمنھال بن عمرو، و زاذان'' یہ حدیث بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور ان دونوں نے منہال بن عمرو اور زاذان سے استدلال کیا ہے۔ (مستدرک ص ۹۶ ج ۱)

آگے حاکم چار سندیں ایسی لائے ہیں جن میں زاذان ہے، پھر فرماتے ہیں: ''ھذہ الاسانید التی ذکرتھا کلھا صحیحۃ علی شرط الشیخین''

یہ تمام کی تمام اسانید جنہیں میں نے ذکر کیا ہے یہ صحیح ہیں اور بخاری مسلم کی شرط پر ہیں، ذہبی نے بھی تلخیص مستدرک میں زاذان کی روایت کو بخاری مسلم کی شرط پر قرار دیا ہے۔ دیکھئے

(مستدرک ص ۹۶ ج ۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

زاذان کے بارے میں جو شیعہ ہونے کا اعتراض کیا جاتا ہے اس کا جواب سمجھنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسماء الرجال میں شیعہ کا لفظ کن معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں: ''ان البدعۃ علی ضربین فبدعۃ صغریٰ کغلو الشیع او کالتشیع بلا غلو ولا تحرف۔ فھذا کثیر فی التابعین و تابعیھم مع الدین والورع والصدق فلو رد حدیث ھؤلاء لذھب جملۃ من الاثار النبویۃ وھذہ مفسدۃ بینۃ''

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ بدعت (یعنی شیعہ) دو قسم پر ہے بدعت صغریٰ جیسے تشیع کا غلو یا تشیع بلا غلو بغیر تحریف کے قائل ہونے کے یہ کثیر تابعین اور تبع تابعین میں باوجود ان کے دین ورع اور صدق کے پایا جاتا ہے اگر اس جماعت کی حدیث رد کریں تو جملہ احادیث نبویہ چلی جائیں گی اور یہ ظاہری فساد ہے۔

آگے لکھتے ہیں: "ثم بدعة کبریٰ کالرفض الکامل والغلو فیه والحط علی ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما والدعاء الی ذالک فهذا النوع لا یحتج بهم ولا کرامة و ایضا فما استحضر الان فی هذا الضرب رجلا صادقا ولا مامونا بل الکذب شعارهم والتقیة والنفاق دثارهم فکیف یقبل نقل من هذا حاله حاشا و کلا۔ والشیع الغالی فی زمان السلف و عرفهم هو من تکلم فی عثمان و الزبیر و طلحة و معاویة و طائفة ممن حارب علیا رضی اللہ عنہ و تعرض لسبهم والغالی فی زماننا و عرفنا هو الذی یکفر هؤلاء السادة و یتبرأ الشیخین ایضا فهذا ضال مفتر"

پھر بدعت کبریٰ ہے جیسے رفض کامل اور اس میں غلو اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف بولنا اور اس کی طرف دعوت دینا یہ ایسی نوع ہے جن کی روایت نہیں لی جائے گی نہ وہ لوگ قابل احترام ہیں۔ اس جماعت میں کسی بھی سچے آدمی کو نہیں پاتا بلکہ جھوٹ ان کا شعار ہے اور تقیہ اور نفاق ان کی علامت ہے۔ پس کیسے روایت نقل کی جائے گی اس کی جس کا یہ حال ہو اور غالی شیعہ سلف کے زمانہ میں اور ان کے عرف میں وہ تھا جو عثمان، زبیر، طلحہ، معاویہ (رضی اللہ عنہم) اور اس جماعت کے بارے میں جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی ان پر اعتراض کرتا ہو اور ان پر سب وشتم کرتا ہو اور غالی ہمارے زمانے میں اور ہمارے عرف میں وہ ہے جو ان کی تکفیر کرتا ہو اور شیخین سے برأت کا اظہار بھی کرتا ہو۔ یہ گمراہ اور جھوٹا ہے۔　　(میزان الاعتدال ص ۳۰ ج ۱)

علامہ ذہبی کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ شیعہ دو قسم کے (۱) غالی شیعہ (۲) غیر غالی شیعہ۔
غالی کی روایت نہ لی جائے گی اور غیر غالی کی لی جائے گی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (ہدی الساری اور تہذیب التہذیب ص ۹۴ ج ۱) میں فرماتے ہیں: "التشیع فی عرف المتقدمین هو اعتقاد تفضیل علی علیٰ عثمان وان علیاً کان مصیباً فی حروبه وان مخالفه مخطیئ مع تقدیم الشیخین و تفضیلهما" حافظ صاحب فرماتے ہیں شیعت متقدمین کے عرف میں حضرت علی کے حضرت عثمان سے افضل ہونے کا اعتقاد رکھنا ہے اور اس بات کا اعتقاد رکھنا ہے کہ حضرت علی جنگوں میں مصیب تھے اور ان کے مقابل مخطی تھے۔ حضرات شیخین کے حضرت علی پر مقدم ہونے اور افضل ہونے کے اعتقاد کے ساتھ (یہ یاد رہے کہ جنگوں میں مخطی ہونے سے مراد خطاء اجتہادی ہے اور اس پر بھی ایک اجر ہے جیسا کہ بخاری مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ میں روایت موجود ہے کہ اگر مجتہد سے خطا بھی ہو جائے تب بھی ایک اجر ہے)

اس پر تفصیل سے قائد اہلسنت وکیل صحابہ، مظہر شریعت وطریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ نے "فتنہ خارجیت" اور "مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم" میں بحث کی ہے، وہاں مطالعہ کر لیا جائے۔

آگے ابن حجر لکھتے ہیں: "وربما اعتقد بعضهم ان علیاً افضل الخلق بعد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم و اذا معتقد ذالک ورعا دیناً صادقاً مجتهداً فلا ترد روایته بهذا لاسیما اذا کان غیر داعیة"

اور بعض ان میں سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں جب اس کا اعتقاد رکھنے والا متقی دیندار سچا اور جانچ پرکھ کر کے روایت لینے والا ہو تو اس کی روایت صرف اعتقاد کی وجہ سے رد نہیں کی جائے گی۔ خصوصاً جب وہ بدعت (یعنی اس عقیدہ) کی طرف داعی بھی نہ ہو۔

آگے لکھتے ہیں: "فمن قدمه علی ابی بکر و عمر فهو غال فی تشیعه۔ و یطلق علیه رافضی و الا فشیعی۔ فان انضاف الی ذالک السب و التصریح بالبغض و هو التشیع فی عرف المتأخرین۔ فغال فی الرفض۔ و ان اعتقد الرجعة الی الدنیا فاشد فی الغلو و لا تقبل روایة الرافضی الغالی و لا کرامة" پس جو حضرت علی کو ابوبکر اور عمر سے مقدم کرتے ہیں یہ غالی شیعہ ہیں۔ ان پر رافضی کا اطلاق ہوتا ہے اور نہ شیعہ کا اور اگر اس کے ساتھ ساتھ وہ سب بھی کرتا ہو اور بغض بھی ظاہر کرتا ہو تو یہ متاخرین کے عرف میں شیعہ ہے اور غالی رافضی ہے اور اگر رجعت کا عقیدہ بھی رکھتا ہو تو شدید غالی ہے۔ ایسے غالی رافضی کی روایت قبول نہ کی جائے گی اور نہ یہ شخص قابل عزت ہے۔

علامہ ذہبی ایک مقام پر لکھتے ہیں: "و نحن معشر اهل السنة الو محبة و موالاة للخلفاء الاربعة ثم خلق من شیعة العراق یحبون عثمان و علیا لکن یفضلون علیا علی عثمان و لا یحبون من حارب علیا مع الاستغفار لهم فهذا التشیع خفیف" ہم اہل سنت خلفاء اربعہ سے محبت کرتے ہیں پھر عراق کے شیعوں سے کچھ لوگ ایسے بھی پیدا ہوئے جو حضرت عثمان اور حضرت علی دونوں سے محبت کرتے تھے لیکن علی کو عثمان پر فضیلت دیتے تھے جس نے علی سے جنگ کی اس سے محبت نہیں کرتے تھے لیکن ان کے لئے استغفار کرتے تھے یہ شیعت کی خفیف قسم ہے۔　(میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۲۷)

مندرجہ بالا عبارات سے یہ باتیں معلوم ہوئیں:

۱...... کچھ لوگ حضرت علی کو عثمان پر فضیلت دیتے تھے محبت دونوں سے کرتے تھے البتہ شیخین رضی اللہ عنہما کی فضیلت کے قائل تھے یہ لوگ جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مصیب ہونے کے بھی قائل تھے یہ لوگ حضرت علی کے ساتھ لڑنے والوں کے لئے استغفار بھی کرتے تھے ایسوں کو بھی پہلے زمانے میں شیعہ کہہ دیا جاتا تھا۔

۲...... بعض لوگ سب شیخین کے قائل تھے اور حضرت عثمان، طلحہ، معاویہ (رضی اللہ عنہم) ان لوگوں پر سب کرتے تھے ایسوں کو غالی شیعہ یا رافضی یا غالی رافضی یا رافضی محترق کہا جاتا ہے۔

۳...... پہلی قسم کے طبقہ سے روایت کرنا جائز ہے بلکہ روایت نہ کرنا احادیث کے بہت بڑے ذخیرہ کو ضائع کرنا ہے۔

۴...... دوسری قسم کے طبقہ سے روایت نہ کی جائے گی۔

(نوٹ) یہاں یہ بات بھی سمجھ لیں کہ اہل کوفہ اور بعض دوسرے رواۃ کے پہلے معنی کے اعتبار سے شیعہ ہونے کی وجہ سے بعض ایسے آئمہ جرح و تعدیل جو خوارج کی طرف مائل تھے سخت جرح کر دیتے تھے جیسے جوزجانی دمشقی، چنانچہ حافظ ذہبی جوزجانی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: "کان شدید المیل الی مذهب اهل دمشق فی التحامل علی علی رضی اللہ عنہ فقوله فی اسماعیل مائل عن الحق یرید به ما علیه الکوفیون من التشیع" جوزجانی اہل دمشق کے مذہب کی طرف شدت کے ساتھ مائل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرنے میں اور ان کا قول اسماعیل کے بارے میں "مائل عن الحق" اس سے ان کی مراد وہ نظریہ ہے جس پر کوئی شیعہ تھے۔　(میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۰۱)

محقق العصر علامہ زاہد بن حسن الکوثری نے بھی تانیب الخطیب میں لکھا ہے: "لا یقبل له قول فی اهل الکوفة" اہل کوفہ کے بارے میں ان کا قول قابل قبول نہ ہوگا۔　(ص ۱۱۶)

جوزجانی کے بارے میں حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں: ''والجوزجانی مشھور بالنصب والانحراف'' جوزجانی ناصبی اور حضرت علیؓ سے منحرف ہونے میں مشہور ہے۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ''وتعصب الجوزجانی علی اصحاب علیؓ معروف'' جوزجانی کا تعصب اصحاب علی کے خلاف معروف ہے۔ (تہذیب التہذیب ص ۴۶ ج ۵)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ''جوزجانی کان ناصباً منحرفاً عن علیؓ'' جوزجانی ناصبی تھا حضرت علیؓ سے منحرف تھا۔ (تہذیب ص ۱۱۶ ج ۲)

ایک اور مقام میں لکھتے ہیں: ''قلنا غیر مرۃ ان جرحہ لا یقبل فی اھل الکوفۃ لشدۃ انحرافہ و نصبہ'' ہم نے بارہا کہا ہے کہ جوزجانی کی جرح اہل کوفہ کے بارے میں قبول نہ کی جائے گی اس کے متشدد ناصبی اور منحرف ہونے کی وجہ سے۔ (تہذیب ص ۱۶۷ ج ۲)

چونکہ بعض جارحین میں شدت تھی اس لئے اکثر حضرات نے ان کے قول کی طرف التفات نہ کیا اور شیعہ کی پہلی قسم کو معتبر فی الروایۃ قرار دیا۔ چنانچہ اجلح بن عبداللہ کوفی کو شیعہ کہا جانے کے باوجود ابن عدی نے صدوق کہا ہے۔ ابن معین اور احمد عجلی نے ثقہ کہا ہے۔ (میزان ص ۷۸ ج ۱)

زبید بن الحارث الیامی کے بارے میں لکھا ہے: ''من ثقات التابعین فیہ تشیع یسیر قال قطان ثبت وقال غیر واحد غیر ثقۃ''

چنانچہ زاذان کو بھی پہلے معنی کے اعتبار سے شیعہ کہا گیا ہے۔ اسی وجہ سے ان کو صدوق لکھا گیا ہے۔ علامہ ابن قیم ؒ فرماتے ہیں: زاذان من الثقات روی عن اکابر الصحابۃ زاذان ثقہ ہے۔ اکابر صحابہ سے روایت کرتا ہے۔ اس کی روایت مسلم میں ہے۔ عاجز نے مستدرک کا حوالہ نقل کر دیا ہے کہ اس کی حدیث کو بخاری و مسلم کی شرط پر حاکم نے کہا ہے۔ پس زاذان کی وجہ سے جب کہ اس حدیث کو تلقی بالقبول بھی حاصل ہو اس کو چھوڑ نا ظلم اور ناانصافی اور ذخیرہ احادیث کو ضائع کرنا ہے۔

اس موضوع پر شیخ عبدالفتاح ابوغدہ ؒ نے الرفع والتکمیل کے حاشیہ میں اس پر مفصل بحث فرمائی ہے۔ شیخ کا تعارف اس کتاب کے آخر میں ان شاء اللہ تعالیٰ آجائے گا۔

یہ حدیث (مسند احمد میں جلد نمبر ۱ ص ۴۵۲ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۷۳ دارمی ص ۳۷۲ اور البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۵۴ موارد الظمآن ج ۱ ص ۵۹۴) میں موجود ہے۔ علامہ سخاوی ؒ نے القول البدیع میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ: ''رواہ احمد و النسائی و الدارمی و ابو نعیم و البیھقی و الخطعی و ابن حبان والحاکم فی صحیحھما وقال صحیح الاسناد'' روایت کیا اس کو احمد نے نسائی، دارمی، ابونعیم، بیہقی، خطعی، ابن حبان اور حاکم نے اپنی صحیحین میں اور فرمایا کہ یہ صحیح الاسناد ہے۔

آگے علامہ سخاوی اسی مضمون کو حضرت علیؓ سے حدیث نقل فرماتے ہیں: ''عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ ملائکۃ یسیحون فی الارض یبلغونی صلاۃ من صلی علیّ من امتی۔ اخرجہ الدار القطنی'' کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اقدس نے فرمایا کہ بے شک اللہ کے فرشتے زمین میں سیر کرتے ہیں اور میری امت میں سے اس شخص کا درود مجھ تک پہنچاتے ہیں جو شخص مجھ پر درود پڑھے۔

علامہ سخاوی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے یہ ان کا وہم ہے اس حدیث کو زاذان نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ جیسے کہ گزر چکا ہے۔ آگے علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب کی روایت لاتے ہیں: "عن حسن بن علی بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیث ما کنتم فصلوا علی فان صلاتکم تبلغنی رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر" کہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پہنچایا جاتا ہے۔

اس حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں یہ واضح طور پر موجود ہے کہ جن فرشتوں کی ڈیوٹی لگا رکھی ہے وہ سیاحین فی الارض ہیں جو زمین میں چلتے پھرتے ہیں۔ اب اس حدیث مبارکہ میں ہمارا استدلال اسی پر ہے کہ سیاحت کو ارض (زمین) سے معلق کر دیا گیا ہے۔ وہ درود لیتے بھی زمین سے ہی ہیں اور پہنچاتے بھی زمین والی قبر میں ہیں۔

اور زمین والی قبر میں جو جسد اطہر ہے وہ جسد عنصری ہی ہے کیونکہ خواب وخیال والے جسد مثالی کو کسی نے وہاں دفن کیا ہی نہیں۔ جب درود اسی جسد عنصری پر ہی پیش ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہی جسد عنصری ہی فائز الحیات ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل کرتے ہیں: "اخرج الحارث فی مسندہ و ابن سعد و القاضی اسمٰعیل عن بکر بن عبداللہ المزنی قال قال رسول اللہ حیاتی خیر لکم و موتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فمن کان من حسن حمدت اللہ علیہ و من کان من سیئ استغفرت اللہ لکم، و اخرج البزار بسند صحیح من حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ مثلہ" حارث نے اپنی مسند اور ابن سعد اور قاضی اسمٰعیل نے بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم نے فرمایا میری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے پس جو اچھے ہوں گے میں ان پر اللہ کی تعریف کروں گا اور جو برے ہوں گے تو میں تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ بزار نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل حدیث کو سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (الخصائص الکبریٰ ص ۲۹۱ ج ۲)

مناظرہ میں احادیث پیش کرنے پر احمد سعید کا اعتراض

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: جب میرا احمد سعید سے مناظرہ ہوا ویسے تو یہ کبھی مناظرہ میں نہ پھنستا لیکن اس نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ جس تاریخ کو مناظرہ ہے۔ اس تاریخ کو امین مناظرہ پر نہیں پہنچ سکے گا اور مفت میں میدان میرا ہو جائے گا۔ وجہ میرے نہ پہنچنے کی اس کے ذہن میں یہ تھی کہ مناظرہ ضیاء الحق کے ریفرنڈم سے ایک دن پہلے رکھا گیا اور میں چونکہ سکول ٹیچر تھا اور الیکشن کے موقعہ پر ٹیچروں کی ڈیوٹی لگ جاتی ہے اور چھٹی بند ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ مناظرہ طے کرنے کی ہمت کر بیٹھے۔ مناظرہ سے ایک دن قبل کبیر والا کے تین چار اساتذہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مناظرہ طے ہو گیا ہے اور آپ ہی نے مناظرہ کرنا ہے۔

میں نے کہا یہ تو مشکل ہے کیونکہ سکول سے چھٹی نہیں مل رہی ابھی وہ بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ آرڈر آ گیا کہ چھٹی بند ہے لیکن غیبی مدد یہ ہوئی کہ اس پر میرا نام غلط لکھا ہوا تھا۔ محمد امین کے بجائے محمد رفیق لکھا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ میں باقی ٹیچروں کی تصدیق کروا دیتا ہوں لیکن میرا تو نام ہی غلط ہے، پہلے میرا نام آپ ٹھیک کروا کر لے آئیں۔

اسے میں نے نام ٹھیک کروانے بھیج دیا اور ادھر میں نے جلد از جلد ڈی، سی کے نام اہم کام کے لئے رخصت کی درخواست لکھی اور کہا میں ان شاء اللہ پہنچوں گا اسی دن شام چار بجے ڈی، سی کے پاس ووٹوں کے سلسلہ میں اجلاس تھا، باقی تمام ٹیچرز حضرات گئے ڈی، سی صاحب نے پوچھا کہ مولوی صاحب کیوں نہیں آئے تو میرے سیکنڈ ہیڈ ماسٹر نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ ان کی درخواست ہے اور وہ ضروری کام سے کہیں چلے گئے ہیں۔

ڈی سی صاحب نے کہا وہ وعدہ کے تو پکے ہیں پہنچنے کی کوشش تو کریں گے، لیکن چونکہ سفر زیادہ لمبا ہے ہوسکتا ہے کہ وقت پر پہنچ نہ سکیں۔ اس لئے ایک آدمی ان کے لئے ریزرو رکھو۔ اگر وہ نہ پہنچ سکے تو یہ آدمی کام کرے تا کہ کام نہ رکے جب میں پہنچا تو میں نے حیات الانبیاء علیہم السلام کا عقیدہ لکھ کر بھیجا اور احمد سعید نے اس کے جواب میں صرف یہ لکھا میں آپ کے عقیدہ کا انکار کرتا ہوں اور میرا اپنا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔

میں نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ دلیل مدعی کے ذمہ ہے۔ لہٰذا ہم تو دلائل پیش کر سکیں گے اور تو پورے مناظرہ میں کوئی آیت یا حدیث نہ پڑھ سکے گا۔

مماتیوں کا مغالطہ: عام طور پر یہ لوگ مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ مدعی حیاتی ہیں ہم منکر ہیں۔ لہٰذا دلیل حیاتیوں کے ذمہ ہے۔ چنانچہ احمد سعید نے دارالعلوم کبیر والا والوں کو خط لکھا کہ مدعی تم ہو ہم نہیں ہیں۔ لہٰذا دلیل تمہارے ذمہ ہوگی۔

انہوں نے یہ خط حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیا حضرت نے جواب لکھا: آپ کم از کم نورالانوار ایک مرتبہ اور پڑھیں۔ کیونکہ نورالانوار میں لکھا ہے کہ نفی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو دلیل پر مبنی نہ ہو جیسے سنی حضرات کہتے ہیں کہ ہم یہ بات نہیں مانتے کہ اشھد ان علیا ولی اللہ اذان میں کہنا چاہئے لیکن اس پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اسی طرح ساتواں چالیسواں کا انکار اس کی کوئی بھی دلیل نہیں اور ایک نفی وہ ہے جو دلیل پر مبنی ہو جیسے قرآن میں لکھا ہے لا شریک لہ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔

قرآن میں لکھا ہے لم یلد و لم یولد کہ اللہ کا نہ کوئی باپ ہے نہ کوئی بیٹا ہے۔ قرآن میں لکھا ہے خدا کی کوئی بیوی نہیں۔ اب یہ سب نفییں ہیں لیکن جب ہم قرآن کا نام لے کر یہ کہیں گے کہ قرآن میں ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں تو اب دوسرے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کہے کہ قرآن کی وہ آیت پڑھ جسمیں خدا کے شریک کی نفی ہو۔ اب مجھے قرآن کی آیت پڑھنی چاہئے یا ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جانا چاہئے کہ میں نافی ہوں مجھ سے کوئی دلیل نہ مانگے تو وہ کہیں گے تو پھر قرآن پر جھوٹ کیوں بول رہا تھا؟ تو ان ساری مثالوں سے معلوم ہوا کہ نفی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو دلیل پر مبنی ہے دوسری وہ جو بلا دلیل ہے۔

اب مماتی ہمیں لکھ دیں کہ حیات النبی کا انکار ایسے ہی ہے جیسے تیجے ساتویں اور چالیسویں کا انکار۔ پھر تو ٹھیک ہے اس صورت میں ہم مدعی ہوں گے اور دلائل پیش کرنے پڑیں گے۔ لیکن جب یہ دن رات شور مچاتے ہیں کہ ہمارے پاس عدم حیات کی ستر قرآن پاک کی آیات ہیں اور نبی علیہ السلام کی سترہ سو حدیثیں ہیں تو ان کی نفی دلیل پر مبنی ہوئی۔

لہٰذا انہیں وہ دلائل پیش کرنے چاہئیں۔ لیکن یہ لوگ آج تک اپنا عقیدہ بھی نہ بیان کر سکے کہ قائلین حیات کو کیا لکھ کر بھیجنا ہے۔ جو لوگ اپنا عقیدہ نہیں لکھ سکتے وہ اس پر دلائل کیا خاک پیش کریں گے؟ چنانچہ حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب دریا خان کے مناظرے کے لئے میں نے اپنا عقیدہ پچیس کتابوں کے حوالے سے

لکھا اور میں نے ان کو کہا دنیا کے جس ملک میں تم چلے جاؤ تو تمام لوگ یہی کہیں گے کہ یہ کتابیں سنیوں کی ہیں اور ہمارا عقیدہ یہی ہے آپ بھی کسی کتاب سے عقیدہ لکھیں۔

کیونکہ عنایت اللہ شاہ کی پیدائش سے پہلے کسی چور زانی، ڈاکو کا بھی یہ عقیدہ نہیں تھا کہ جسد اطہر کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ہمارا ان کو چیلنج ہے کہ نبی تو کجا، صحابی تو کجا، تابعی تو کجا، تبع تابعی تو کجا، کوئی چور، زانی یا ڈاکو ایسا ہو جس کا عقیدہ یہ ہو کہ جسم پاک کے ساتھ روح اقدس کا کوئی تعلق نہیں ہے تو پیش کرو۔ لیکن ایک حوالہ بھی قیامت تک پیش نہیں کر سکیں گے۔ اہل سنت ہونا شرط ہے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ۔۔۔ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

شجاع آباد کا واقعہ: حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شجاع آباد میں مجھے جلسہ پر بلایا گیا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ جلسہ مماتیوں کا ہے۔ میں ایک سفر سے واپسی پر جب ملتان پہنچا تو مغرب کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ پہلے تو میں نے یہ سوچا کہ واپس اوکاڑہ چلتا ہوں۔ کیونکہ میں نے صبح سکول بھی جانا ہے اور چھٹی ہوتی نہیں۔ پھر میں نے سوچا کہ جلسہ پر ہی چلتا ہوں اور پہلی تقریر کر کے واپس آ جاؤں گا۔ جب میں وہاں پہنچا تو انہوں نے کہا آپ پہلے کھانا کھا کر دو تین گھنٹے آرام کریں آخر میں آپ کی تقریر ہوگی۔ میں نے پوچھا مجھ سے پہلے کن کن حضرات نے تقریر کرنی ہے تو انہوں نے کئی نام لئے ان میں عنایت اللہ شاہ کا نام بھی تھا۔

میں نے انہیں کہا کہ تم نے عنایت اللہ شاہ کو بلوا کر اپنا جلسہ خراب کر لیا ہے۔ اگر اسے بلانا تھا تو مجھے نہ بلاتے۔ اگر مجھے بلانا تھا تو اسے نہ بلاتے۔ کیونکہ عنایت اللہ شاہ کو ایک ہی مسئلہ آتا ہے، اس نے وہی بیان کرنا ہے، اس کے بعد غیر مقلدین کو موقع مل جائے گا اپنی جان چھڑانے کا اور وہ میری تقریر میں حیات النبی کے متعلق سوالات کی پرچیاں دیتے رہیں گے۔ یوں آپ کے بلانے کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔

میں نے کہا اب اس کا حل یہ ہے کہ آپ عنایت اللہ شاہ کو کہہ دیں کہ وہ صبح نماز کے بعد درس دے لے اور رات کو تقریر نہ کرے۔ لیکن عنایت اللہ شاہ نہ مانا اور اس نے کہا میں تقریر رات کو کروں گا اور اسی مسئلہ پر کروں گا۔
خیر عنایت اللہ شاہ نے تقریر شروع کی اور اپنی عادت کے مطابق کہنے لگا کہ سارے ہی اس عقیدہ پر تھے جو میرا ہے، سارے صحابہ، سارے تابعین اور سارے تبع تابعین اور سارے فقہاء کرام اس عقیدے پر تھے جو میرا ہے۔

ایسے موقع پر تماشہ دیکھنے والے لوگ زیادہ ہوتے ہیں میں کمرے میں بیٹھا ہوا تھا تو چار پانچ نوجوان میرے پاس آ گئے اور کہنے لگے: ''سن رہے ہیں'' میں نے کہا سن رہا ہوں۔ میں نے لیٹے ہوئے کہا کہ عنایت اللہ شاہ سے پہلے کوئی آدمی اس عقیدے کا نہیں تھا۔ یہ پہلا آدمی ہے جس کا یہ عقیدہ ہے۔ وہ نوجوان گئے انہوں نے چٹ پر لکھ کر اور نیچے میرا نام لکھا اور اس کے پاس بھیج دی۔ مجھے اس وقت پتہ چلا کہ جب شاہ صاحب نے رقعہ پڑھا اور میرا نام پڑھا، اب رقعہ پڑھنے کے بعد عنایت اللہ شاہ کو صحابی اور تابعین اور تبع تابعین سب بھول گئے اور کہا ایک آدمی ہے مجھ سے پہلے جو میرے عقیدے کا تھا، وہ ہے ابن عبد الہادی حنبلی جس نے الصارم المنکی لکھی ہے۔

اب چونکہ سپیکر پر وہ میرا نام لے چکا تھا۔ اس لئے میں نے خود چٹ لکھی۔ اب نبی، اور صحابہ، تابعین اور تبع تابعین آپ کو بھول گئے صرف ایک نام پیش کیا ہے، چلو اسی پر فیصلہ کر لو۔ میں دستخط کرتا ہوں کہ جو عقیدہ اس نے لکھا ہے میں مانتا ہوں۔ آپ بھی دستخط کریں۔

ابن عبدالہادی کہتا ہے کہ کافر مردے بھی سنتے ہیں اور تو کہتا ہے کہ وہ میرا ساتھی ہے وہ تو تمہارے دستور کے مطابق اشاعت التوحید والسنۃ کا ممبر ہی نہیں بن سکتا۔ جب اس نے میری چٹ پڑھی تو کہا مناظرہ علماء کا کام ہے میں تو طالب علم ہوں۔

تو ذکر چل رہا تھا احمد سعید کے مناظرے کا، حضرت ﷫ نے فرمایا کہ جب میں وہاں پہنچا تو مناظرہ شروع ہوا۔ چونکہ میں احمد سعید کی توقع کے خلاف وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس کے ذہن میں یہی تھا کہ وہ نہیں پہنچ سکے گا۔ اس لئے اس نے ادھر ادھر بھاگنے کی کوشش بھی نہ کی اب جب میں پہنچا تو مناظرہ کرنا ہی پڑا۔ چنانچہ جب مناظرہ شروع ہوا تو میں نے احادیث سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال شروع کیا۔

احادیث سے استدلال کرنے کی وجہ: میں قرآن پاک سے آیت شہداء تلاوت کر کے بھی حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال کر سکتا تھا لیکن میں نے احادیث سے استدلال کرنا شروع کیا۔ کیونکہ احادیث سے حیات انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ بعبارۃ النص ثابت ہے اور عوام عبارت النص کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

جب میں نے احادیث سے استدلال کرنا شروع کیا تو انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ قرآن پڑھو، قرآن پڑھو، لیکن میں ان کے شور کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حدیث پڑھتا تھا اور ان سے البتہ میں نے اتنا کہا کہ جب میں تقریر کرنے کھڑا ہوتا ہوں تو تم سارے شور کرتے ہو لیکن جب احمد سعید کھڑا ہوتا ہے تو کوئی کچھ نہیں کہتا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں یقین ہے کہ احمد سعید قرآن کا منکر ہے اور امین قرآن کو مانتا ہے۔

اب اس کے بعد میں نے آیت شہداء تلاوت کی تو احمد سعید نے کہا کہ کسی مفسر نے اس آیت کے تحت لکھا ہو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات اس سے ثابت ہے تو میں ناک کٹوا دوں گا۔ چنانچہ میں نے اسی وقت دو تین تفسیروں سے دکھایا کہ مفسرین نے اس آیت مبارکہ سے استدلال فرمایا ہے۔ چنانچہ میں اس کو ایک حوالہ سناتا اور پھر پوچھتا کہ اپنے ناک پر ہاتھ لگا کر دیکھ لو کہ ناک رہی ہے یا نہیں؟

تاکہ میں دوسرا حوالہ اسی اعتبار سے پڑھوں۔ اس سے اس کے لوگ اس پر سخت ناراض ہوئے کہ تو نے ہماری بدنامی کروادی ہے۔ کچھ دیر کے بعد نماز کا وقت ہو گیا۔ ہم نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں چلے گئے لیکن وہ مسجد میں نہیں گیا۔ اس نے نماز وہیں پڑھی۔ اب ان کی طرف سے جو بانی مناظرہ تھا وہ انہی کا صدر تھا۔ احمد سعید نے اس سے پوچھا کہ شرطیں طے نہیں کیں تھیں اس نے کہا نہیں کیں۔ احمد سعید نے کہا آپ کو پہلے شرطیں طے کرنی چاہئیں تھیں۔ چنانچہ جب میں نماز پڑھ کر آیا تو مجھے کہتا ہے کہ پہلے مناظرہ کی شرطیں طے ہونی چاہئیں۔ میں نے کہا کیا آپ نے نماز پڑھ لی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں، میں نے کہا کیا نماز کی شرطیں نماز پڑھنے سے پہلے پوری کی تھیں یا دو رکعت پڑھنے کے بعد؟ اس نے کہا شرطیں پہلے ہی پوری ہوتی ہیں۔ میں نے کہا اسی طرح مناظرہ کی شرطیں مناظرہ سے پہلے پوری کرنی چاہئیں تھیں اور اس کو اب آدھا مناظرہ گزرنے کے بعد شرطیں یاد آ رہی ہیں۔ اس پر اس نے اپنی جماعت والوں کو کہا میں تین آیتیں پڑھوں گا اور ان کا ترجمہ کروں گا اس کے بعد تم ٹیپیں بند کر دینا تا کہ ان آیتوں کا اگر جواب دے تو ٹیپ ریکارڈر میں نہ آئے۔ اب احمد سعید نے ایک آیت پڑھی: ''اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی ان فی ذالک لاٰیات لقوم یتفکرون''

اور دوسری آیت: ''انک میت و انھم میتون''

اور تیسری آیت: ''اموات غیر احیاء''

یہ تین آیتیں پڑھ کر ترجمہ کیا اور ترجمہ کرتے ہی بھاگ کر اندر جا کر دروازہ بند کر لیا۔

میرا مطالبہ: میرا مطالبہ جس سے ڈر کر وہ بھاگا وہ یہ تھا کہ میں نے آیت شہداء تلاوت کی تو نے تفسیر کا حوالہ مانگا۔ میں نے ایک نہیں کئی حوالے پیش کئے اب میں تجھ سے یہی مطالبہ کرتا ہوں کہ ان تین آیات میں سے کسی آیت کے نیچے کسی سنی مفسر نے لکھا ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کا اجساد مطہرہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے تو حوالہ پیش کر اور فی حوالہ دس لاکھ انعام دوں گا۔ لیکن وہ حوالہ کیا دیتا بھاگ کر کمرہ میں چلا گیا اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

اب وہاں کا اشاعت التوحید والسنۃ کا جو صدر تھا، اس کا بہنوئی بریلوی تھا، ان دونوں کی آپس میں طے تھی کہ اگر احمد سعید جیت گیا تو بریلوی اشاعت التوحید والسنۃ میں آ جائے گا اور اگر امین جیت گیا تو اشاعت التوحید والسنۃ والا بریلوی بن جائے گا۔ مجھے ان کی اس بات کا علم نہ تھا، جب سعید بھاگ گیا تو بریلوی کھڑا ہوا، اس نے کہا اگر کوئی کسر رہ گئی ہے تو آپ اپنے مناظر کو نکال کر لائیں، وگرنہ اصول کے مطابق تو یہ ہونا چاہئے کہ تو کھڑے ہو کر بریلوی بننے کا اعلان کر کہ میں بریلوی ہوتا ہوں، تا کہ ہمارے تحریری معاہدہ کے تحت عمل ہو جائے۔ لیکن اب میں چونکہ مناظرہ کے بعد بدل گیا ہوں۔ اب میں یہ کہتا ہوں کہ ہم دونوں کو یہ اعلان کر دینا چاہئے کہ ہم امین جیسے دیوبندی ہیں۔

اب وہ اشاعتی بولا کہ احمد سعید آج تک ہمیں دھوکہ دیتا رہا ہے اور آج بھاگ گیا ہے تو اس بریلوی نے کہا کہ پھر تو اعلان کر دے۔ اب اشاعتی مجھے کہنے لگا کہ آپ ہمیں بریلویوں کے ساتھ مناظرہ کرنے کی ایک اور تاریخ دے دیں۔ (اشاعتی کی اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بدل چکا تھا اگرچہ اس کا حضرت نے ذکر نہیں فرمایا)

میں نے کہا میں آپ حضرات سے واقف نہیں ہوں۔ اگر آپ نے مناظرہ کی تاریخ لینی ہے تو مولانا عبدالحیٔ صاحب سے رابطہ کریں جنہوں نے پہلے تاریخ لی ہے، پھر میں نے کہا بریلویوں سے مناظرہ میں کیوں کروں سعید سے کروالو۔ کہنے لگے اب وہ یہاں نہیں آسکے گا۔ کیونکہ اس کے علم کا ہمیں پتہ چل گیا ہے۔ اسی مناظرہ میں جب احمد سعید نے یہ حدیث پڑھی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ترکت فیکم الامرین او لھما کتاب اللہ و آخر ھما سنتی''

اس پر میں نے اسے پکڑ لیا کہ ان لفظوں میں دنیا کی کسی کتاب میں حدیث نہیں ہے۔ اگر ہے تو نکال کر دکھائیں۔ ان کے مولوی تلاش کرتے رہے لیکن یہ حدیث ہوتی تو نکلتی۔ اس لئے ناکام رہے۔ میں نے کہا قرآن تو تو نے پڑھا نہیں اور حدیث بھی جھوٹی اپنی طرف سے پڑھی کہ جس کا دنیا کی کسی حدیث کی کتاب میں نام و نشان نہیں ہے اور وہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے کا مصداق بن کر کہنے لگا عند ربھم کا معنی ہے کہ وہ خدا کے ہاں زندہ ہیں اس دنیا والی قبر میں زندہ نہیں ہے۔ میں نے کہا پھر ان الدین عند اللہ الاسلام کا معنی بھی یہی کر کہ اسلام اللہ کے پاس ہے، تیرے اور تیری جماعت کے قریب تک نہیں آیا میں نے کہا تمہاری یہ بات بالکل غلط ہے عندھم احیاء کے متعلق ہے، عندھم کا تعلق احیاء کے ساتھ نہیں ہے بلکہ عندھم یرزقون کا ظرف ہے۔ اب چونکہ مجھے پتہ تھا کہ اس نے سبز پرندوں والی حدیث سنائی ہے تو جب اس نے نسائی شریف سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول پڑھا کہ پہلے کتاب اللہ سے مسئلہ بتایا جائے، پھر سنت سے، پھر اجماع سے اور پھر قیاس سے۔

میں نے کہا علماء اتنی بڑی بڑی کتابیں لکھتے ہیں اور انہیں یاد ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں کیا لکھا ہے اور تو نے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے اور تجھے وہ بھی یاد نہیں ہے۔ اس میں تو نے لکھا ہے کہ اس کی سند میں ابو معاویہ اور اعمش ہے ابو معاویہ شیعہ ہے اور اعمش تدلیس کا مریض ہے۔

تو آج یہ شیعہ کیوں ساتھ لے آیا ہے کل تک لوگوں میں شور مچایا کرتا تھا کہ جو حدیثیں ان کے پاس ہیں ان کے راوی شیعہ ہیں اور آج تو یہ خود ایسا قول پیش کر رہا ہے جس کی سند میں شیعہ راوی ہے۔ ساتھ ہی میں نے اسے ڈانٹتے ہوئے اور جھڑکتے ہوئے کہا کہ آئندہ غلطی سے سبز پرندوں والی حدیث بھی نہ پڑھنا کیونکہ اس کی سند میں بھی یہی دو راوی ہیں ابو معاویہ اور اعمش ہیں۔ میری اس بات سے اس پر اتنا رعب پڑا کہ وہ پورے مناظرہ میں یہ روایت پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔

سبز پرندوں والی روایت کا جواب: اس روایت کا تعلق سورۃ بقرہ کی آیت: ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون'' کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون'' میں یرزقون کے ساتھ ہے۔ کیونکہ رزق کی کیفیت پوچھی جا رہی ہے کہ شہداء رزق کیسے حاصل کرتے ہیں تو جواب میں فرمایا گیا کہ سبز پرندوں میں ان کی روحوں کو سیر کی اجازت دی جاتی ہے اور وہ صبح و شام جنت کی سیر کرتے ہیں۔ یہ ان کی رزق حاصل کرنے کا طریقہ ہے۔ اب اس حدیث مبارکہ میں جسم کے ساتھ روح کے تعلق کے ٹوٹنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

مثال: جیسے آپ خواب میں بیت اللہ کا طواف کر رہے ہوتے ہیں لیکن اسی جسم کے ساتھ روح کا تعلق باقی رہتا ہے۔ روح کا تعلق ختم نہیں ہوتا۔ سانس چلتا رہتا ہے، کھانا ہضم ہوتا رہتا ہے، دل کی دھڑکن جاری رہتی ہے، رگوں میں خون دوڑتا رہتا ہے۔ اسی طرح اگر روحیں سبز پرندوں پر سوار ہو کر جنت میں چلی بھی جائیں تو ان کا ان اجسام کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے۔

اشکال: حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ شہداء اس بات کی تمنا کریں گے کہ ہماری روحوں کو اجسام میں واپس لوٹایا جائے، تاکہ ہم پھر جا کر کفار سے لڑیں۔ لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہیں کی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ روحوں کا اجسام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

جواب: تمنا یہ کون کرتا ہے اجساد ہی کرتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ روح کا تعلق ہے، اس لئے کہ اگر روح کا تعلق نہ ہوتا تو وہ تمنا کیسے کرتے۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ تمنا کیوں کرتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ روحوں کا تعلق دو قسم کا ہے۔

۱...... جو تعلق ہمارے شعور میں نہیں ہے۔

۲...... روح کا ایسا تعلق جو ہمارے شعور میں آ جائے۔

تو پہلی قسم کا تعلق حاصل ہے اور دوسری قسم کا اعادہ روح قیامت سے پہلے نہیں ہوگا۔

نیز حکم ہمیشہ قید پر ہوتا ہے۔ شہداء ایسی حیات کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ جس سے وہ دوبارہ دنیا میں آ کر لوگوں کو نظر آئیں، کافران کو دیکھیں وہ کافروں کو دیکھیں۔ وہ کافروں سے لڑیں کافران کو شہید کریں تاکہ ان کو دوبارہ شہادت کا لطف محسوس ہو تو اب یہاں اس طرح کی حیات کی نفی ہے۔

مثال نمبر ۱: جیسے کہا جاتا ہے ماجاءنی زید راکبا زید میرے پاس سوار ہو کر نہیں آیا۔ اس میں سوار ہو کر آنے کی نفی ہے مطلق آنے کی نفی نہیں ہے۔

مثال نمبر ۲: مثلاً جیسے میں یہ کہوں کہ میں نے زید کو کبھی تقریر کرتے نہیں دیکھا، تو یہاں ان کے مطلق دیکھنے کی نفی نہیں بلکہ تقریر کرتے ہوئے دیکھنے کی نفی ہے۔

مثال نمبر ۳: قرآن پاک میں آتا ہے کافر کہا کرتے تھے: ''بل نتبع ما وجدنا علیه آبائنا''

آگے قرآن پاک میں قید مذکور ہے کہ کس وجہ سے ماں باپ کی نہیں مانی۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا: ''اولو کان آباءهم لا یعقلون شیئا و لا یهتدون'' کہ وہ بے عقل اور بے دین ہیں۔ اب حکم اس قید پر ہے نہ کہ مطلق ماں باپ کی اتباع سے منع کیا گیا ہے۔

مثال نمبر ۴: میں آپ سے کہتا ہوں کہ جھوٹے کو خدا نہ ماننا اب یہ نہ ماننے کا حکم جس قید پر ہے وہ جھوٹا ہونا ہے۔ اب کوئی شخص آگے جا کر میرا فقرہ یوں نقل کرے کہ جھوٹے کا لفظ نکال دے اور کہے کہ محمود کہتا ہے کہ خدا کو نہ ماننا تو کیا اس نے میری بات تم تک صحیح پہنچائی۔

اسی طریقہ سے اس حیات سے منع کیا گیا ہے کہ دوبارہ وہ اسی کھلی حیات کے ساتھ یہاں آئیں اور جہاد کریں اور ان کو شہادت کا مرتبہ نصیب ہو۔ صرف روح کے تعلق کی یہاں قطعی طور پر نفی نہیں ہے۔

اشکال: قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اللہ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها'' روح جو نیند کے وقت قبض ہوتی ہے اس کو واپس کیا جاتا ہے، لیکن جس پر موت آ گئی اس کو قیامت تک واپس نہیں کیا جائے گا تو پھر شہداء کی ارواح کیسے واپس لوٹ آتی ہیں۔

جواب: متواتر حدیث مبارکہ میں موجود ہے کہ: ''تعاد روحه فی جسده'' سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فقہ اکبر میں لکھتے ہیں: ''اعادة الروح الی العبد فی قبره حق'' قبر میں اعادہ روح برحق ہے۔ (فقہ اکبر[1] ص ۱۰۰)

اسی طرح علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے متعلق احادیث متواترہ ہیں۔

اب یہ لوگ ان احادیث متواترہ کو قرآن کی آیت کے خلاف بتانے میں مصروف ہیں اور یہ طریقہ روافض (شیعوں) کا طریقہ ہے۔

---

[1] فقہ اکبر کے بارے میں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کتاب نہیں ہے، اس پر کچھ حوالہ جات تو شرح فقہ اکبر کے شروع میں ناشر نے لگا دیئے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں: (۱) شارح عقیدہ طحاویہ نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ (شرح عقیدہ طحاویہ ص ۵ ج ۱) (۲) علامہ لکھنوی رحمہ اللہ نے الفوائد البہیہ میں ملا علی قاری رحمہ اللہ کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ (۳) حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ص ۱۲۸۷ ج ۲ میں اس کو تسلیم کیا ہے۔

کچھ حوالہ جات بندہ کو مزید ملے ہیں ملاحظہ فرمائیں: علامہ کردری رحمہ اللہ لکھتے ہیں اس بات کی تردید کرتے ہوئے کہ امام صاحب کی کوئی کتاب نہیں ہے: ''هذا کلام المعتزلة و دعواهم انه لیس له فی علم الکلام تصنیف و غرضهم بذلک نفی ان یکون الفقه الاکبر و کتاب العالم و المتعلم له لانه صرح فیه باکثر قواعد اهل السنة و الجماعة و دعواهم انه کان من المعتزلة و ذلک الکتاب لابی حنیفة البخاری و هذا غلط صریح... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مثال: روافض کہتے ہیں کہ قرآن پاک کی دو آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۱: یرثنی ویرث من آل یعقوب۔

آیت نمبر ۲: وورث سلیمان داؤد۔ قرآن سے تو میراث ثابت ہے لیکن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک جھوٹی حدیث سنا دی کہ نبیوں کی وراثت نہیں ہوتی (معاذ اللہ) اب سنی قرآن کی آیتوں کو نہیں مانتے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنائی ہوئی جھوٹی احادیث کو مانتے ہیں۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) فانی رأیت بخط العلامة مولانا شمس الملة والدین الکردری البراتقینی العمادی هذین الکتابین وکتب فیهما انهما لابی حنیفة رحمہ اللہ وقد طواطأعلی ذلک جماعة کثیرة من المشائخ۔ (مناقب للکردری ص ۱۰۸ ج ۱)

(ترجمہ) یہ معتزلہ کا کلام ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ امام صاحب کی علم کلام میں کوئی تصنیف نہیں ہے اور اس انکار سے ان کا مقصد کتاب فقہ اکبر اور کتاب العالم والمتعلم کا امام صاحب کی طرف منسوب ہونے کا انکار کرنا ہے، اس لئے کہ امام صاحب نے اس میں اکثر اہل سنت والجماعت کے عقائد کے تصریح کر دی ہے اور ان کا دعویٰ یہ ہے کہ امام صاحب معتزلی تھے اور یہ کتاب یعنی فقہ اکبر ابو حنیفہ بخاری کی ہے۔ حالانکہ یہ صریح غلطی ہے۔ اس لئے کہ میں نے علامہ مولانا شمس الملة والدین کردری براتقینی عمادی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی یہ دونوں کتابیں دیکھی ہیں اور انہوں نے ان میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ یہ دونوں کتابیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ہیں اور اسی کو اختیار کیا ہے مشائخ کی ایک کثیر جماعت نے۔

(۵) ابن ندیم اپنی کتاب الفہرست میں لکھتے ہیں: توفی ابو حنیفة رحمہ اللہ سنة خمسین و مأة وله سبعون سنة... وله من الکتب کتاب الفقه الاکبر و کتاب رسالته الی البتی و کتاب العالم والمتعلم ورواعنه مقاتل کتاب الرد علی القدریة۔

(الفہرست لابن ندیم ص ۲۵۶)

(ترجمہ) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی وفات ۱۵۰ھ میں ستر سال کی عمر میں ہوئی اور آپ کی کتب میں سے (۱) فقہ اکبر (۲) رسالہ الی البتی (۳) کتاب العالم والمتعلم (۴) اور مقاتل نے آپ سے کتاب الرد علی القدریہ کو بھی روایت کیا ہے۔

(۶) الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ کے آخر میں مناقب امام اعظم لملا علی قاری رحمہ اللہ چھپے ہوئے ہیں۔ ان میں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بھی اس بات کو ذکر کیا ہے۔ (ذیل الجواہر المضیہ ص ۴۶۱ ج ۲) (۷) محدث کوثری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: والفقه الاکبر روایة ابی مطیع عن ابی حنیفة المعروف عند اصحابنا۔ (کلمة عن العالم والمتعلم ورسالة ابی حنیفة الی البتی والفقه الابسط ورواتها ص ۱) اور فقہ اکبر جو ابو مطیع کی روایت ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اور ہمارے اصحاب کے ہاں معروف ہے۔ (۸) دوسرے مقام پر محدث کوثری لکھتے ہیں: ومن الکتب المتوارثة عن ابی حنیفة فی العقیدة کتاب الفقه الاکبر۔ ترجمہ...... ان کتب میں سے جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے عقائد میں متوارث ہیں آپ کی کتاب فقہ اکبر ہے۔ (۹) امام عبدالقاہر بغدادی الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واول متکلمیهم من الفقهاء و ارباب المذاهب ابو حنیفة رحمہ اللہ والشافعی رحمہ اللہ فان ابا حنیفة له کتاب فی الرد علی القدریة الفقه الاکبر۔ (الاصول الدین ص ۳۰۸ بحواله کلمة عن کتاب اشارات المرام من عبارات الامام للعلامة البیاضی رحمہ اللہ ص ۳) کتاب فقہ اکبر کا ایک نسخہ مکتبہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ میں رقم ۲۲۶ کے تحت محفوظ ہے، اسی طرح دار الکتب العلمیہ میں بھی دو نسخے ۶۴م اور ۲۱۵م محفوظ ہیں۔ فقہ اکبر کی ایک شرح فقیہ ابو اللیث سمرقندی ۳۷۳ رحمہ اللہ نے بھی لکھی ہے۔ دار الکتب المصریہ میں اس کے کئی نسخے موجود ہیں۔ (ماخوذ از مقدمات امام کوثری رحمہ اللہ ص ۱۷۰) نیز کچھ مزید حوالہ جات مفتی رشید احمد العلوی صاحب نے فقہ اکبر وابسط (ص ۱۱۹ تا ۱۳۳) میں دیے ہیں، ملاحظہ فرمائیں: (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہم روافض کو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ دو آیتیں جو تم پڑھتے ہو یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یاد تھیں یا نہیں؟ اگر یاد تھیں تو انہیں چاہئے تھا کہ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ آیات سناتیں اور اپنی میراث حاصل کر لیتی۔ اسی طرح باب مدینۃ العلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یاد تھیں یا نہیں؟ اگر تھیں تو انہیں چاہئے تھا کہ وہ یہ آیات پیش کرتے اور میراث حاصل کرتے؟ لیکن انہوں نے یہ کبھی پیش نہیں کیں۔

اصل بات یہ ہے کہ وراثت کی دو قسمیں ہیں جہاں وراثت کا ثبوت ہے وہ علم کی وراثت ہے اور جہاں وراثت کی نفی ہے وہ دنیوی مال کی وراثت ہے۔ اب حدیث اور آیت میں کوئی ٹکراؤ نہیں رہا۔ اس لئے کہ آیت نے جس وراثت کو ثابت کیا ہے وہ علمی وراثت ہے اور حدیث نے جس وراثت کا رد کیا وہ دنیاوی وراثت ہے۔ اسی طرح آیت مبارکہ میں جس اعادہ روح کی نفی ہے اس سے مراد کھلا اعادہ روح ہے۔

مثلاً جیسے آدمی نیند کے بعد اٹھتا ہے اور نماز پڑھتا ہے چلتا پھرتا ہے، اب یہ کھلا اعادہ روح ہے۔ کیونکہ سب لوگ اس کو نماز پڑھتے ہوئے چلتے پھرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں تو قرآن پاک میں اسی اعادہ روح کی نفی ہے۔ کہ قیامت تک یہ کھلا اعادہ روح نہیں ہوگا۔

اور حدیث پاک میں جس اعادہ روح کا اثبات ہے اس سے مراد برزخی اعادہ ہے کہ جس اعادہ روح کا دنیا والوں کو شعور ہے۔ البتہ میت کو اپنے اعادہ روح کا پورا شعور ہے۔ لہٰذا حدیث مبارکہ آیت مبارکہ کے مخالف نہ ہوئی۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) دکتور محمد بن عبدالرحمن الخمیس لکھتے ہیں: فقہ اکبر ابو حنیفہ کا ایک مختصر رسالہ ہے جو اصول دین کے مسائل پر مشتمل ہے جس میں مسائل صفات باری، ایمان، تقدیر، نبوت، معاد، یوم المیعاد، کو مختصر لیکن آسان عبارت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور اس میں تفصیلی دلائل نہیں بیان کئے گئے...... اور اس رسالے کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہوگئی ہے اور بہت سارے اہل علم نے اس کی شروحات بھی لکھی ہیں جن کی تعداد پندرہ کے قریب ہے اور ان میں اکثر مخطوط ہیں۔ البتہ ان میں ملا علی القاری اور علامہ مغنساوی کی شرح طبع ہوگئی ہے۔ (اصول الدین ص ۱۱۶)

مصنفین میں سے جس نے اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے، ان کے نام بھی دکتور صاحب نے پیش کئے ہیں جن کی تفصیل یوں ہے:

ابن ندیم اپنی کتاب الفرق بین الفرق، ص ۲۲۰ اور اصول الدین ص ۳۰۸ میں

ابو المظفر اسفرائنی نے اپنی کتاب، التبصرۃ فی الدین ۱۱۳ ص میں

بزدوی نے اپنی کتاب، اصول الدین میں اور کشف الاسرار ص ۷ ج ۱ میں

ابن تیمیہ نے اپنے مجموعہ فتاوی ص ۴۶ ج ۵ میں

ابن القیم نے اپنی کتاب اجتماع جیوش الاسلامیہ ص ۱۳۸ میں

علامہ ذہبی نے اپنی کتاب المشتبہ ص ۱۳۷ ج ۱ میں

ابن ابی العز نے اپنی کتاب شرح عقیدہ طحاویہ ص ۴، ۵۰، ۱۰۸، ۱۵۳ میں

اسماعیل بغدادی نے اپنی کتاب ہدیۃ العارفین ص ۴۹۵ ج ۲ میں

حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب کشف ظنون ص ۱۲۸۷ ج ۲ میں

محمود شکری آلوسی نے اپنی کتاب غایۃ الامانی ص ۴۴۸ ج ۱ میں۔

ان تمام حضرات نے امام اعظم کی اس فقہ اکبر کا تعارف پیش کیا ہے جو امام حماد بن ابی حنیفہ کی روایت سے منقول ہے اور جس کی شرح ملا علی قاری نے کی ہے۔

اس کو مزید سمجھیں کہ وہاں یعنی آخرت کے دن جس رد روح کا ذکر ہے اس سے مراد شعوری کملی حیات کے ساتھ جیسے نیند سے بیدار ہو کر آدمی دعا پڑھتا ہے۔ الحمد اللہ الذی ردّ الی روحی اب نیند کی حالت میں روح کا تعلق تھا۔ لیکن اب بیدار ہونے پر کیوں رد روح کا اطلاق کیا گیا۔ اس لئے کہ نیند میں روح کا تعلق تھا لیکن پوشیدہ۔ نیند میں یہ نماز پڑھ رہا تھا لیکن لوگوں کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ اب اس پوشیدہ تعلق سے کھلے تعلق میں آنے کو رد روح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسی طرح جو تعلق قبر میں ہوگا وہ پوشیدہ تعلق ہے، اس پوشیدہ تعلق سے کھلے تعلق کے ساتھ میدان قیامت میں کھڑے ہو جانا کہ سب اس کی حیات کو دیکھ رہے ہوں گے اس کو رد روح فرمایا گیا۔

تو جس طرح نیند سے اٹھنے کے بعد رد روح کی دعا پڑھنے سے کوئی یہ مطلب نہیں لیتا کہ پہلے کوئی تعلق جسم کا روح کے ساتھ نہیں تھا صرف اب ہوا ہے۔ اسی طرح وہاں رد روح کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے تعلق نہیں تھا اب ہوا ہے۔ یہ یا ادھر والی بات لیتے ہیں یا ادھر والی بات، درمیان والی چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ جھگڑا ہے درمیان والی حالت کا کہ قبر میں کیا حالت ہوگی۔

نیز یہ بھی سمجھیں کہ بیداری میں روح کے سامنے رکاوٹیں ہیں، فاصلے ہیں، خواب میں کوئی فاصلہ یا رکاوٹ نہیں۔ خواب میں روح نکل جاتی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں آیا ہے۔ لیکن رہتی کہاں ہے؟ پورے عالم خواب میں پھر سکتی ہے۔ ایک ہے بستر خواب جس پر آپ سوئے ہوئے ہوتے ہیں ایک ہے عالم خواب، عالم خواب بستر خواب سے لے کر عرش تک ہے۔ روح عالم خواب میں جہاں تک چاہے سیر کرے، لیکن اس کا جسم سے تعلق قائم رہتا ہے خواہ روح بیت اللہ کا طواف کر رہی ہو یا مدینہ منورہ پھر رہی ہو۔ یہاں جسم کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الصدور میں اور ابن قیم نے الروح میں بعض روایات نقل فرمائی ہیں کہ اگر مسلمان باوضو سوتا ہے تو روح عرش کے نیچے سجدہ کرتی ہے یہ روایت ملاحظہ فرمالیں: ''روی ابن لھیعۃ عن ابن عثمان بن نعیم الرعینی عن ابی عثمان الاصبحی عن ابی الدرداء قال اذا نام الانسان عرج بروحہ حتی یؤتی بھا العرش فان کان طاھرا اذن لھا بالسجود وان کان جنبا لم یؤذن لھا بالسجود'' (الروح ص ۳۹)

اب عرش یہاں سے کتنی مسافت پر ہے؟ علم قطعی اس بارے میں قطعا نہیں ہے۔ البتہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ پہلا آسمان زمین سے پانچ سو سال کی مسافت پر ہے دوسرا یقیناً اس سے بھی زیادہ مسافت پر ہوگا۔ کیونکہ ہر دائرہ پہلے سے زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ اگر بالفرض پانچ سو سال کا ہی ہر فاصلہ لگاؤ تو کم از کم چالیس یا پینتالیس سو سال کے فاصلہ پر روح سجدہ میں ہوتی ہے، اتنے فاصلہ کے باوجود روح کا اس جسم سے تعلق قائم رہتا ہے، نبض چل رہی ہے، کروٹیں بدلی جا رہی ہوتی ہیں، کھانا ہضم ہو رہا ہوتا ہے تو جو روح چالیس سو سال کے فاصلے سے تعلق قائم رکھ سکتی ہے وہ روح اگر بالفرض علیین میں بھی ہو جو کہ چوتھے آسمان پر ہے وہ وہاں سے تعلق کیوں قائم نہیں رکھ سکتی؟

نبی اقدس ﷺ کا خواب کتب احادیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عالم بالا کی سیر کی عذاب وثواب کا مشاہدہ فرمایا۔ جنت میں تشریف لے گئے۔ وہاں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا محل دیکھا۔ اب حضرت اقدس ﷺ کا جسد اطہر مدینہ میں آرام فرما تھا۔ جب کہ روح مبارک جنت کی فضاؤں میں گھوم رہی تھی لیکن اس کے باوجود اس جسد اطہر کے ساتھ تعلق قائم تھا۔ آنحضرت ﷺ کا جسد اطہر غذا ہضم کر رہا تھا۔ خون کی گردش اس میں جاری تھی۔ کروٹیں بدل رہا تھا تو جب خواب میں روح جنت میں جا کر تعلق رکھ سکتی ہے تو اب کس آیت یا حدیث نے

بتا دیا ہے کہ نہیں رکھ سکتی یا کون سی رکاوٹ آ گئی ہے کہ اب تعلق نہیں رکھ سکتی؟ اب خوابوں میں زندوں کی ارواح سے مردوں کی ارواح کی ملاقات ہوتی رہتی ہے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ زندہ آدمی کی روح خواب میں مردہ کی روح سے جا کر ملتی ہے تو اس سے بھی ہمارا مدعیٰ ثابت ہوا کہ جب زندہ آدمی کی روح علیین میں جا کر جسم سے تعلق رکھ سکتی ہے تو مرنے کے بعد کیوں نہیں؟ اور اگر کہو کہ وہ روح یہاں آ کر ملتی ہے تو اگر وہ روح اس گھر سے تعلق رکھ سکتی ہے تو قبر سے کیوں نہیں رکھ سکتی؟

اصل میں ان لوگوں کے پاس نہ قرآن ہے نہ حدیث محض قیاسات ہیں اور قیاس بھی کیا کہ روح کو جسم پر قیاس کر بیٹھے کہ جو رفتار جسم کی ہے شاید روح کی بھی اتنی ہی رفتار ہے۔ جو دیوار جسم کے سامنے رکاوٹ ہے شاید روح کے سامنے بھی وہی رکاوٹ ہے۔

ہم تو یہی کہتے ہیں کہ اوّل تو قیاسات کی ضرورت نہیں جہاں نص آ جائے وہاں قیاس کو کیا دخل؟ اور اگر قیاس کرنے کا زیادہ ہی شوق ہے تو روح عالم امر کی چیز ہے، اس کو فرشتوں پر قیاس کرو، نہ کہ اس مٹی کے جسم پر۔ فرشتوں کے بارے میں کبھی کسی نے نہیں سوچا کہ یار سارے روشندان بند کئے ہوئے تھے پتا نہیں عزرائیل کہاں سے آ گیا؟ پتا نہیں یہ چھ فٹ نیچے زمین میں منکر نکیر کیسے جاتے ہوں گے؟ کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ وہاں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا تو اگر قیاس کرنا ہی ہے اور بغیر قیاس کے تم رہ نہیں سکتے تو فرشتوں پر قیاس کرو۔ کیونکہ روح عالم امر کی چیز ہے۔ اوّل تو قیاسات کی ضرورت ہی نہیں۔ قرآن پاک کی کوئی آیت یا حدیث اس بارے میں ان کے پاس کچھ نہیں۔

تو جیسے عرض کیا گیا ہے کہ باوضو آدمی کی روح عرش کے نیچے سجدہ کرتی ہے۔ اب روح کم از کم چالیس سو سال کی مسافت پر تھی لیکن ادھر جب ہم نے آواز دی صوفی صاحب اٹھو نماز کا وقت ہو گیا ہے، تو کتنے سو سالوں میں روح یہاں واپس آئی؟ چند سیکنڈوں میں۔ معلوم ہوا کہ روح کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہے۔

ایک شرارتی لڑکا: یہ لوگ لڑکے ٹرینڈ کر کے بھیجتے ہیں۔ خیر المدارس میں ایک ان کا لڑکا درجہ ثالثہ میں آ کر داخل ہو گیا، اب وہ لڑکوں کو کہتا کہ جب تو سویا تھا میں نے تجھے آواز دی تھی تو نے سنی تھی؟ وہ کہتا نہیں۔ کہتا جب سویا ہوا نہیں سنتا تو مردہ کس طرح سنتا ہے؟ لڑکوں نے حضرت رئیس المناظرین رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب وہ سویا ہوا ہو تو مجھے بتانا جب وہ سویا۔ حضرت گئے اور اسے جا کر فرمایا اٹھ تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

حضرت نے فرمایا تو سویا نہیں تھا؟ اس نے کہا سویا ہوا تھا تو نے کیسے سن لیا تو سویا ہوا نہیں تھا۔ سویا ہوا تو سنتا نہیں ہے تو نے کیسے سن لیا؟ کہتا ہے نہیں جی سن کر ہی اٹھا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پھر ان کو کیوں گمراہ کرتا رہتا ہے۔ وہ دن گیا پھر اس نے کسی کے دل میں ایسا وسوسہ نہ ڈالا۔

بندہ کا مناظرہ جب اسی مسئلہ پر ایک مماتی مولوی سے ہوا۔ جو تقریباً چھ گھنٹے تک جاری رہا۔ اس میں جب اس نے یہ آیات پیش کیں جو احمد سعید نے حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش کیں تھیں تو میں نے مشکوٰۃ ابوداؤد سے اعادہ روح والی حدیث پیش کر کے کہا کہ کیا اللہ کے نبی جن پر قرآن نازل ہوا ان کو قرآن نہیں آتا تھا، تجھے زیادہ آتا ہے؟ تیرے خیال میں اللہ کا پیغمبر قرآن کے خلاف احادیث بیان کیا کرتا تھا؟ صاحب مشکوٰۃ ایسی حدیث لکھ گئے جو قرآن کے خلاف ہے؟

امام ابوداؤد ؒ ایسی حدیث نقل فرما گئے ہیں جو قرآن کے خلاف ہے اور پھر اسی پر سکوت فرما گئے اور یہ بھی نہ بتایا کہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔ پوری امت اس حدیث کو بارہ سو سال سے پڑھ پڑھا رہی ہے کیا پوری امت میں احمد سعید جتنی یا مولوی نواز گھوٹوی جتنی غیرت بھی نہ تھی کہ وہ خاموش تماشائی بنی رہی، کسی نے اس کا رد نہ کیا۔ امام ابوسلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم خطابی (م ۳۸۸ھ) نے معالم السنن کے نام سے ابوداؤد کی شرح لکھی انہوں نے بھی اس حدیث کا رد نہ کیا، علامہ قطب الدین ابوبکر احمد بن دعین الیمنی الشافعی ؒ (م ۶۵۲ھ) نے اس کی شرح لکھی کیا ان کو بھی یہ ٹکراؤ نظر نہ آیا۔ شہاب الدین ابومحمد احمد بن محمد بن ابراہیم بن ہلال المقدسی ؒ (م ۷۶۵) نے انتخاء السنن واقتفاء السنن کے نام سے ابوداؤد کی شرح لکھی لیکن وہ بھی اس سعادت سے محروم رہے کہ امت کو متنبہ کرتے کہ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے۔

علامۃ الدہر شیخ شہاب الدین بن رسلان الرملی الشافعی ؒ (م ۸۴۲ھ) نے بھی شرح لکھی لیکن افسوس کہ انہوں نے بھی اس اہم فریضے کو ادا نہ کیا، جیسے آج مماتی حضرات تمام فرائض میں سے اہم فرض خیال کرتے ہیں اور خدمت دین کے شعبوں میں سے اہم شعبہ خیال کرتے ہیں۔

کیا وجہ ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطی ؒ مرقات الصعود کے نام سے ابوداؤد کی شرح لکھتے ہیں مگر ان کی رگ غیرت بھی نہ تڑپی کہ اس بات کی طرف تفسیر وحدیث کے مایہ ناز امام اشارہ ہی کر دیتے کہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔ محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے بذل المجہود فی حل ابی داؤد کے نام سے شہرۂ آفاق شرح لکھی مگر وہ بھی اس مقام پر خاموشی سے گزر گئے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ ان حضرات کو قرآن آتا تھا انہیں (مماتیوں) کو نہیں آتا اگر وہ منعم علیہم کی اتباع کی عینک لگا کر کلام رب العلمین میں غور وخوض کرتے تو انہیں حدیث اور قرآن میں ٹکراؤ نظر نہ آتا۔ کیونکہ انہیں معلوم ہو جاتا کہ حدیث میں جس اعادے کا ذکر ہے وہ برزخی اعادہ ہے، جس کا ہمیں شعور نہیں اور قرآن میں جس اعادے کی نفی ہے، اس سے مراد کھلا اعادہ روح ہے جو قیامت سے پہلے نہیں ہوگا۔

نکتہ: حدیث مبارکہ میں اعادہ کا ذکر ہے اور اعادہ اسی صورت میں ہوگا کہ جسم سے روح نکالی گئی تھی، اسی جسم میں داخل کی جائے۔ کیونکہ ایک جسم سے نکال کر دوسرے جسم میں داخل کرنا اس کو تناسخ کہتے ہیں اعادہ نہیں کہتے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ منکرین حیات رافضیوں کی طرح حدیث مبارکہ اور قرآن پاک میں ٹکراؤ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ہمارے علماء قرآن وحدیث مبارکہ دونوں کو مانتے ہیں کہ قرآن اپنی جگہ برحق ہے کہ قرآن پاک میں جس اعادہ کی نفی ہے وہ ایسا اعادہ ہے جس کے ساتھ کھلی حیات ثابت ہو جائے تو یہ اعادہ موت کے بعد قیامت سے پہلے نہیں ہوگا۔ ہم بھی اس بات کو مانتے ہیں۔

لیکن ایسا برزخی اعادہ کہ جس سے عذاب وثواب قبر متحقق ہو جائے ایسے اعادہ کی قرآن پاک میں نفی نہیں ہے۔ البتہ احادیث متواترہ میں اس کا اثبات ہے۔ لہٰذا حدیث قرآن کے خلاف نہ ہوئی۔ پس ہم نے قرآن کو بھی مانا اور حدیث مبارکہ کو بھی مانا اور انہوں (مماتیوں) نے روافض کی طرح قرآن وحدیث مبارکہ میں ٹکراؤ پیدا کرنے کی کوشش کی۔

اعتراض: قرآن پاک میں آیا ہے: انک میت و انھم میتون اور آپ حیات کے قائل ہیں۔

جواب: ہم موت کے بعد حیات کے قائل ہیں، جیسے اب جو ہماری حیات ہے اس سے پہلی حالت کو اللہ نے موت کہا ہے۔ اب اگر کوئی شخص کنتم امواتا پڑھے اور کہے تم مردے ہو تو ہم اپنی موت ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں گے ہم یہی کہیں گے کہ یہ بے موقعہ پڑھ رہا ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی موت کے بعد ان کی حیات پر اجماع ہے۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام کو جو اس وقت حیات حاصل ہے۔ اس پر انک میت و انھم میتون پڑھنا یحرفون الکلم عن مواضعہ ہے میں تو یہ کہا کرتا ہوں کہ نبی علیہ السلام کا وقوع موت قرآن میں نہیں ہے، وقوع موت حدیث مرفوع میں نہیں ہے۔

وقوع موت اگر ثابت ہے تو وہ خطبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ اب اگر ہم اس کے مقابلہ میں نبی علیہ السلام کی حیات پر صرف اجماع ہی پیش کریں تو پھر بھی ہماری دلیل برابر کی ہوگی۔ لیکن ہم نے قرآن بھی پیش کیا، اور احادیث بھی پیش کر چکے ہیں اور کچھ آئندہ پیش کریں گے اور یہ احادیث درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اس لئے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حیات انبیاء علیہم السلام کی احادیث تواتر تک، پہنچی ہوئی ہیں۔ حیات انبیاء علیہم السلام پر اجماع بھی منعقد ہے۔

ہمارا مطالبہ: ہمارا ان سے مطالبہ اتنا ہے کہ آپ بھی کسی مسلمہ کتاب کے حوالہ سے اپنا عقیدہ لکھیں۔ چنانچہ جنڈانوالہ میں جب مناظرہ ہونا تھا تو پہلے شرائط طے ہونے لگیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا عقیدہ بیس سے زائد کتابوں کے حوالے سے لکھا اور وہ عنایت اللہ صاحب کے نام کھلی چٹھی کے نام سے گوجرانوالہ میں چھپ بھی گیا ہے ان سے ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ آپ بھی کسی کتاب کے حوالہ سے اپنا موضوع لکھیں۔

اب ہم کتاب کی شرط کیوں لگاتے ہیں؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنے نئے فتنے پیدا ہو رہے ہیں ان کی اپنی عقائد کی کوئی مسلمہ کتاب نہیں ہوتی اور نہ اعمال کی کوئی کتاب ہوتی ہے۔

مماتیوں کی ذہنیت: ان لوگوں نے لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھائی ہوتی ہے کہ دلیل صریح الدلالت آیت مبارکہ ہو تو ماننی ہے ورنہ نہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ ان کے ایک مولوی صاحب تعلیم الاسلام پڑھا رہے تھے۔ ان سے میری حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر بات چل پڑی۔ اس نے کہا عقائد میں قطعی آیت کے سوا کوئی بات حجت نہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا آپ کی یہ بات کہ قطعی ہونا ضروری ہے یہ تو درست ہے، لیکن آیت کی قید لگانا درست نہیں۔ اس لئے کہ متواتر احادیث بھی قطعی ہوتی ہیں۔

عقائد میں اجماع بھی قطعی ہوتا ہے میں نے کہا کہ آپ یہ جو تعلیم الاسلام پڑھا رہے ہیں۔ یہ تنخواہ کے لئے پڑھا رہے ہیں یا اس کو مانتے بھی ہیں۔ اس نے کہا بالکل مانتے ہیں۔ میں نے کہا اس میں جو عقیدے لکھے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ تھا۔ یہ قرآن پاک کی کون سی نص قطعی صریح آیت میں لکھا ہوا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی یہ بھی ذرا قرآن سے نکال کر دکھاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک مدینہ منورہ میں ہے۔ نکالو ذرا قرآن سے کہ یہ عقائد کہاں ہیں تو معلوم ہوا کہ دلیل کا قطعی ہونا صرف قرآن پاک آیت میں بند نہیں، بلکہ متواتر احادیث اور اجماع بھی قطعی ہوتا ہے۔

ایک اور دھوکہ: حضرت ﷺ نے فرمایا کہ: دھوکہ ان لوگوں کا یہ بھی ہوتا ہے کہ قائلین حیات النبی مدعی ہیں اور ہم منکر ہیں۔ اور دلیل مدعی کے ذمے ہوتی ہے نہ کہ نافی کے ذمے۔ جب اس نے یہ شور مچایا تو میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ نفی دو قسم کی ہوتی ہے ایک جو عدم علم پر ہو، اور دوسری جس کا تعلق علم کے ساتھ ہو۔ نفی کی جو دوسری قسم ہے وہ بھی دعویٰ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت نے نور الانوار کی عبارت اسے لکھ کر بھیجی۔

عبارت کو دیکھ کر اس کو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ کیونکہ میں نے اس کو یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ایک بار پھر مدرسہ میں داخل ہو کر نور الانوار پڑھ۔ اب وہ بھاگ محمد حسین نیلوی کے پاس گیا اس نے کہا بات تو ٹھیک ہے کہ جب تو قرآن کے نام سے عقیدہ پیش کرتا ہے تو پھر تجھے ضرور قرآن دکھانا پڑے گا۔

چنانچہ جنڈانوالہ میں ہم نے پانچ آدمی بھیجے ایک پروفیسر تھا، ایک وکیل تھا اور دو ٹیچر تھے، ایک مولوی صاحب تھے۔ چنانچہ میں نے یہ لکھ کر انہیں دے دیا کہ خدا کی کوئی بیوی نہیں، خدا کا کوئی بیٹا نہیں، خدا کا کوئی شریک نہیں، یہ سارے نفی والے عقیدے ہیں لیکن ان پر دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

اسی طرح تم بھی اس بات پر کہ ارواح مقدسہ کا اجساد مطہرہ کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں قرآن پاک کی کوئی صریح آیت مبارکہ دکھا دو۔ چنانچہ یہ پانچوں حضرات ان کے پاس چلے گئے جب انہوں نے یہ سوالات دیکھے تو ان کو کہنے لگے کہ واپس چلے چلو۔ انہوں نے کہا کہ ہم قرآن ساتھ لے کر آئے ہیں۔ کیونکہ احمد سعید نے تقریر میں کہا تھا کہ: ''یہ کتابڑیاں چکی انداا ے، کتابڑیاں۔ میرے کول اللہ دی کتاب اے، اے ہک دھک مریسی تے سب اتھے ونج پوسن'' یعنی یہ چھوٹی چھوٹی کتابیں اٹھا کر آیا ہے اور میرے پاس اللہ کی کتاب ہے، جو ایک دھکا دے گی یہ سب وہاں جا پڑیں گی۔

اس لئے ہم اللہ کا قرآن لے آئے ہیں چلو ہمیں اللہ کا قرآن منوالو۔ لیکن انہوں نے ان پانچوں کو قرآن دکھائے بغیر مایوس لوٹا دیا اور یہ بزبان حال یوں کہتے چلے آ رہے تھے۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ۔۔۔ جو چیرا تو اک قطرہ خون بھی نہ نکلا

ان کو واپس کر کے احمد سعید نے تقریر شروع کی کہ مجھے اپنے ساتھیوں پر ناراضگی ہے کہ کوئی کتا اوکاڑہ سے آ جاتا ہے، کوئی ملتان سے آ جاتا ہے، کوئی لاہور سے آ جاتا ہے کہتے ہیں قرآن سناؤ۔ کتوں کو قرآن نہیں سنایا جاتا بلکہ لاٹھی ماری جاتی ہے۔ بس وہ اسی انداز میں بولتا رہا۔

اس کی اپنی جماعت کے بہت سے لوگوں نے اس کے اس انداز کو پسند نہیں کیا۔ پھر میری تقریر کا اعلان ہوا تو سارے لوگ وہاں سے اٹھ کر ہماری مسجد میں آ گئے کہ اگر احمد سعید نے دس گالیاں دی ہیں تو امین بیس دے گا۔ میں نے انداز نرم رکھا میں نے کہا کہ آج یہ تو پتہ چل گیا ہے کہ اس کے پاس قرآن نہیں ہے لاٹھی ہے۔ اس نے میرے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ میں نے اس کو معاف کر دیا ہے۔

لیکن میں اپنی طرف سے یہی کہوں گا کہ وہ اگر مجھے لاٹھی بھی مارے گا میں پھر بھی اسے قرآن کی آیت سناؤں گا اور وہ مجھے لاٹھیاں بھی مارے میں پھر بھی اللہ کے نبی کا فرمان سناؤں گا۔

حدیث نمبر ۵: "حدثنا احمد بن حنبل و سریج بن یونس قالا نا هشیم قال اخبرنا داؤد بن ابی هند عن ابی العالية عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ مر بوادالازرق فقال ای وادهذا فقالوا وادی الازرق فقال كانی انظر الی موسیٰ هابطا من الثنية وله جوار الی الله بالتلبية ثم اتی علی ثنية هرشا فقال ای ثنية هذه قالوا ثنية هرشی قال كانی انظر الی یونس بن متی علی ناقة حمراء جعدة عليه جبة من صوف خطام ناقته خلبة و هو یلبی" بیان کیا ہمیں احمد بن حنبل نے اور سریج بن یونس نے کہ بیان کیا ہمیں ہشیم نے انہوں نے فرمایا خبر دی ہمیں داؤد بن ابی ہند نے ابو العالیہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے کہ نبی اقدس وادی ازرق سے گزرے تو فرمایا کہ یہ کون سی وادی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ وادی ازرق ہے فرمایا موسیٰ کو تو گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ گھاٹی سے اتر رہے ہیں اور ان کو اللہ کا قرب حاصل ہے تلبیہ کے ساتھ پھر آپ ثنیہ ہرشی پر پہنچے تو فرمایا یہ کون سی وادی ہے لوگوں نے عرض کیا یہ ثنیہ ہرشی ہے۔ فرمایا گویا میں یونس بن متی کو اونٹنی پر دیکھ رہا ہوں جو مضبوط جسم والے اور درمیانے بالوں والے ہیں نہ زیادہ گنجان نہ بالکل لانبے اور ان پر صرف صوف کا جبہ ہے، ان کی اونٹنی کی نکیل ہلکی رسی کی ہے اور وہ تلبیہ پڑھ رہے ہیں۔

علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو جز حیات انبیاء علیہم السلام میں ذکر کیا ہے جو دلیل ہے اس بات کی کہ ان کے نزدیک بھی یہ حدیث حیات انبیاء علیہم السلام کے دلائل میں سے ہے۔

علامہ نووی اس حدیث پر لکھتے ہیں: "فان قيل كيف يحجون و يلبون وهم اموات وهم فی الدار وليست دار عمل فاعلم ان للمشائخ و فيما ظهر لنا عن هذا اجوبة احدهم انهم كالشهداء بل افضل منهم والشهداء احياء عند ربهم فلا يبعد ان يحجوا و يصلوا كما ورد فی الحديث" پس اگر کہا جائے کیسے حج کرتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ مردہ ہیں اور وہ دار الآخرۃ میں ہیں اور وہ عمل کی جگہ نہیں ہے تو جان لے بے شک مشائخ کے لئے اور ہمارے لئے اس کے کئی جواب ظاہر ہوئے ہیں انہیں میں سے ایک تو یہ ہے کہ وہ شہداء کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ پس نہیں بعید کہ وہ حج کریں یا نمازیں پڑھیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔　　(شرح نووی ص ۹۴ ج ۱)

موطا امام محمد میں یہ روایت ان الفاظ سے مروی ہے: "اخبرنا مالك اخبرنا يحیٰ بن سعيد انه سمع سعيد بن المسيب يحدثه عن انس انه قال قال رسول الله ﷺ كانی انظر الی موسیٰ علیہ السلام يهبط من ثنية هرشی ماشيا عليه ثوب اسود" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی اقدس نے فرمایا گویا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ثنیہ ھرشی سے اتر رہے ہیں پیدل اور اوپر سیاہ کپڑا ہے۔

حدیث نمبر ۶: "حدثنا محمد بن یوسف نا سفيان عن عمرو بن یحیی عن ابيه عن ابی سعيد عن النبی قال الناس يصعقون يوم القيمة فاكون اوّل من يفيق فاذا انا بموسیٰ اخذ بقائمة من قوائم العرش فلا ادری افاق قبلی ام جوزی بصعقة الطور" بیان کیا ہمیں محمد بن یوسف نے کہ بیان کیا ہمیں سفیان نے عمرو بن یحییٰ سے وہ اپنے والد سے وہ ابو سعید سے وہ نبی اقدس سے کہ آپ نے فرمایا لوگ قیامت کے دن بیہوش ہوں گے۔ پس سب سے پہلے جسے ہوش آئے گا وہ میں ہوں گا تو میں اچانک کیا دیکھوں گا موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہوں گے۔ پس میں نہیں جانتا کہ وہ مجھ سے پہلے افاقہ میں آجائیں گے یا کوہ طور پر بیہوشی کا بدلہ دیئے جائیں گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں اس لئے بیہوش زندہ ہوتا ہے نہ کہ مردہ۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ صعقہ سے پہلے انبیاء علیہم السلام ہوش میں ہوں گے اور ہوش میں ہونا دلیل حیات ہے نہ کہ موت۔ اسی سے ملتی جلتی دوسری حدیث بخاری شریف میں ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آنحضرت نے فرمایا: ''لا تخیرو نی علی موسیٰ فان الناس یصعقون فاکون اوّل من یفیق فاذا موسیٰ باطش بجانب العرش فلا ادری أکان فیمن صعق فافاق قبلی او کان ممن استثنی اللہ عز و جل'' تم مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو، لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں پہلا ہوں گا کہ جسے بیہوشی سے افاقہ ہوگا تو میں کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ بیہوش ہونے والوں میں سے تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے (یا بیہوش ہوئے ہی نہ تھے) ان میں تھے جنہیں اللہ عزوجل نے اس آزمائش سے مستثنٰی رکھا۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۸۴، ۴۲۵)

حافظ الدنیا، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ''ان الذین یصعقون ھم الاحیاء و اما الموتیٰ فھم فی الاستثناء فی قولہ تعالیٰ الا من شاء اللہ... و لا یعارض ما ورد فی ھذا الحدیث ان موسیٰ ممن استثنی اللہ لان الانبیاء احیاء عند اللہ و ان کانوا فی صورۃ الاموات بالنسبۃ الیٰ اھل الدنیا و قد ثبت ذلک للشھداء و لا شک ان الانبیاء اعلیٰ رتبۃ من الشھداء و ورد الصریح بان الشھداء ممن استثنی اللہ'' جو لوگ زندہ ہیں پہلے صعقہ میں مریں گے اور جو پہلے سے مرے ہیں وہ الا من شاء اللہ کے استثناء میں داخل ہیں...... اور یہ بات اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں موسیٰ ان میں شمار ہیں جو مستثنٰی کئے گئے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام سب اللہ کے ہاں زندہ ہیں۔ اگرچہ وہ اہل دنیا کی نسبت سے اموات کی صورت میں ہیں اور یہ مرتبہ شہداء کو حاصل ہے اور انبیاء علیہم السلام کو تو بلا شک شہداء سے کئی درجہ اعلیٰ ہیں اور ان کے مستثنٰی ہونے کی تصریح موجود ہے۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۹۶)

محدث کبیر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بھی جزء حیات انبیاء میں حیات انبیاء علیہم السلام کے دلائل میں اس حدیث کو ذکر کرتے ہوئے استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''وھذا انما یصح علی ان اللہ جل ثناءہ رد الی الانبیاء علیہم السلام ارواحھم فھم احیاء عند ربھم کالشھداء فاذا نفخ فی النفخۃ الاولیٰ صعقوا ثم لا یکون ذالک موتاً فی جمیع معانیہ الا فی ذھاب الاستشعار فان کان موسیٰ علیہ السلام ممن استثنی اللہ عز و جل بقولہ الا من شاء اللہ فانہ عز و جل لا یذھب باستشعارہ فی تلک الحالۃ و یحاسبہ بصعقہ یوم الطور و یقال ان الشھداء من جملۃ ما استثنیٰ اللہ عز و جل بقولہ الا ما شاء اللہ'' اور یہ صحیح ہے اس وجہ سے کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو اللہ تعالیٰ نے لوٹا دیا ہے اور وہ اپنے رب کے پاس شہداء کی طرح زندہ ہیں۔ پس جب پہلی دفعہ صور پھونکا جائے گا تو وہ بے ہوش ہو جائیں گے، یہ بیہوشی جمیع معانی کے اعتبار سے موت نہیں ہوگی بلکہ صرف شعور چلا جائے گا۔ پس اگر موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جن کا اللہ جل شانہ نے استثناء کیا ہے اپنے قول الا من شاء اللہ کے ساتھ تو اللہ جل شانہ اس حالت میں بھی ان کا شعور ختم نہیں کریں گے اور یہ بدلہ دیں گے ان کو طور کے دن بیہوشی کا اور کہا گیا ہے کہ شہداء بھی انہی لوگوں میں سے ہیں جن کا اللہ جل شانہ نے استثنا کیا ہے اپنے قول الا من شاء اللہ کے ساتھ۔ (جزء حیات انبیاء ص ۲۰)

''و مما یدل علی حیاتھم ما أخبرنا أبو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحافظ أخبرنی أبو محمد المزنی ثنا علی بن محمد بن عیسی ثنا أبو الیمان أنبأ شعیب عن الزھری قال أخبرنی أبو سلمۃ بن عبد الرحمن

وسعيد بن المسيب أن أبا هريرة قال استب رجل من المسلمين و رجل من اليهود فقال المسلم والذى اصطفى محمداً على العالمين فأقسم بقسم فقال اليهودى والذى اصطفى موسى على العالمين فرفع المسلم عند ذلک يده فلطم اليهودى فذهب اليهودى الى النبى فأخبره بالذى كان من أمره و أمر المسلم فقال النبى "لا تخيرونى على موسى فان الناس يصعقون فأكون أول من يفيق فاذا موسى باطش بجانب العرش فلا أدرى أكان فيمن صعق فأفاق قبلى أو كان ممن استثنى الله عز وجل"۔ رواه البخارى فى الصحيح عن أبى اليمان و رواه المسلم عن عبدالله بن عبدالرحمن وغيره عن أبى اليمان و فى الحديث الثابت عن الاعرج عن أبى هريرة عن النبى أنه قال "لا تفضلوا بين أنبياء الله تعالى فانه ينفخ فى الصور ليصعق من فى السموات ومن فى الأرض الا من يشاء الله ثم نفخ فيه أخرى فأكون أول من بعث فاذا موسى آخذ بالعرش فلا أدرى أحوسب بصعقة يوم الطور أم بعث قبلى و هذا انما يصح على أن الله جل ثناؤه رد الى الأنبياء علیہم السلام أرواحهم فهم أحياء عند ربهم كالشهداء" (جزء حیات انبیاء للبیہقی ص ۲۱)

(ترجمہ) اور ان دلائل میں سے جو انبیاء علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتے ہیں وہ ہے کہ جس کی خبر دی ہمیں ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحافظ نے کہ خبر دی مجھے ابومحمد مزنی نے کہ بیان کیا ہم سے علی بن محمد بن عیسیٰ نے کہ بیان کیا ہم سے ابوالیمان نے کہ خبر دی شعیب نے زہری سے فرمایا خبر دی مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمن اور سعید بن مسیب نے کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جھگڑ پڑے مسلمانوں میں سے ایک آدمی اور یہودیوں میں سے۔ پس کہا مسلمان نے قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے۔ پس میں قسم اٹھاتا ہوں یہودی نے کہا قسم ہے۔ اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے۔ پس مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کو تھپڑ رسید کر دیا۔ پس یہودی نبی اقدس کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور آپ کو اس معاملہ کی خبر کر دی جو اس کے اور مسلمان کے درمیان ہوا۔ پس نبی اکرم نے فرمایا مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو۔ پس لوگ بیہوش ہوں گے، میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو افاقہ پائے گا۔ پس جب مجھے ہوش آئے گا تو میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا بیہوش ہی نہ ہوئے تھے۔ ان میں تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش سے مستثنیٰ رکھا۔ روایت کیا ہے اس کو بخاری نے صحیح میں ابوالیمان سے اور روایت کیا ہے اس کو مسلم نے عبداللہ بن عبدالرحمن سے اور ان کے علاوہ نے ابوالیمان سے اور ثابت کی حدیث جو اعرج سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ اس میں ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے انبیاء علیہم السلام کے درمیان ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دو اس لئے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو جو کچھ آسمانوں اور زمینوں کے اندر ہے سب بے ہوش ہو جائیں گے مگر وہ جس کو اللہ چاہے گا پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے میں اٹھوں گا تو میں کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کو تھامے کھڑے ہوں گے۔ پس میں نہیں جانتا کہ وہ صعقہ طور کا بدلہ دیئے گئے یا بیہوش ہوئے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے اور یہ صحیح ہے کہ اس بناء پر انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو اللہ تعالیٰ نے لوٹایا ہے۔ پس وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں شہداء کی طرح۔

علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے رسالہ جز حیات انبیاء علیہم السلام میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے اس استدلال کو ذکر کر کے اس کی موافقت کرتے ہیں کہ یہ حیات انبیاء علیہم السلام کی دلیل ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: "ثم قال ومما يدل على

حیاتهم ما اخبرنا ابوعبدالله الحافظ و ساق اسناده و ذکر حدیث، فاذا موسیٰ باطش بجانب العرش فلاادری أکان فیمن صعق؟فافاق قبلی او کان ممن استثنا الله عز و جل، رواه البخاری و مسلم، قال البیهقی وهذا انما یصح علی ان الله عزوجل رد علی الانبیاء صلوات الله علیهم ارواحهم فهم احیاء عند ربهم کالشهداء فاذا نفخ فی الصور النفخة الاولی صعقوا فیمن صعق ثم لا یکون ذلک موتا فی جمیع معانیه الا فی ذهاب الاستشعار فان کان موسیٰ علیہ السلام ممن استثنا الله بقوله (الا من شاء الله) فانه لا یذهب استشعاره فی تلک الحالة فیحاسبه بصعقه یوم الطور ویقال ان الشهداء من جملة من استثنی الله عز و جل بقوله تعالیٰ (الا من شاء الله) و روینا فی ذلک خبراً مرفوعا هذا جملة ما ذکره الحافظ ابو بکر البیهقی فی کتاب حیات الانبیاء فی قبورهم لم نحذف عنه الا بعض الاسانید اور بعض الذیادة فی الاسماء و قد قدمنا فی حدیث من سنن ابن ماجة فیه فنبی الله حی یرزق'' اور پھر فرمایا کہ ان دلائل میں سے جو انبیاء علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتے ہیں وہ حدیث ہے جو بیان کی ہے ہمیں ابوعبداللہ الحافظ نے اور (امام بیہقی نے) اس کے سند ذکر کی ہے اور حدیث ذکر کی ہے کہ اچانک موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے ہوئے ہوں گے پس میں نہیں جانتا کہ کیا موسیٰ علیہ السلام ان میں تھے جن پر بیہوشی طاری ہوئی اور مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے یا ان میں سے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے استثناء کیا۔ روایت کیا ہے اس کو بخاری مسلم نے۔ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بات صحیح ہے اس پر کہ اللہ عزوجل انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو لوٹا دیتا ہے پس وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں شہداء کی طرح۔ جب صور پھونکا جائے گا نفخہ اولیٰ بیہوش ہو جائیں گے جنہوں نے بے ہوش ہونا ہوگا اور یہ تمام معنوں میں موت نہیں ہوگی مگر یہ کہ شعور چلا جائے گا۔ اگر تو موسیٰ ان لوگوں میں داخل ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے قول الا من شاء اللہ سے استثناء کیا ہے ان کا شعور اس حالت میں بھی نہیں جائے گا پس وہ ان کے لئے بدلہ ہو جائے گا ان کے طور پر بے ہوش ہونے کے بدلہ میں اور کہا گیا ہے کہ شہداء بھی ان میں سے ہیں کہ جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے قول الا من شاء اللہ سے استثناء کیا ہے اور ہم نے اس بارے میں خبر مرفوع روایت کر دی ہے یہ تمام وہ ہے جس کا حافظ ابوبکر بیہقی نے اپنی کتاب حیات الانبیاء فی قبورہم میں ذکر کیا ہے اور ہم نے نہیں حذف کیا اس سے مگر بعض اسانید اور بعض زیادتی جو اسماء میں تھی اور تحقیق ہم نے مقدم کیا سنن ابن ماجہ کی حدیث کو جس میں ہے فنبی اللہ حی یرزق پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ بھی اپنے رسالہ جز حیات انبیاء میں امام بیہقی کے اس استدلال کا ذکر کر کے اس کی موافقت کرتے ہیں کہ یہ حدیث حیات انبیاء علیہم السلام کی دلیل ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''واخرج حدیث ان الناس یصعقون فاکون اول من یفیق وقال هذا یدل ایضا علی ان الله رد علی الانبیاء ارواحهم وهم احیاء عند ربهم کالشهداء فاذا نفخ فی الصور النفخة الاولیٰ صعقوا فی من صعقوا ثم لا یکون ذالک موتا فی جمیع معانیه الا فی ذهاب الاستشعار'' اور نقل کی ہے (امام بیہقی نے حدیث) بے شک لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں اوّل شخص ہوں گا جو ہوش میں آؤں گا اور فرمایا (بیہقی نے) یہ بھی دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام پر ان کی ارواح کو لوٹا دیتے ہیں۔ پس وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں شہداء کی مثل۔ پس جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو بیہوش ہو جائیں گے اس میں جنہوں نے بیہوش ہونا ہوگا پھر یہ بے ہوش ہونا جمیع معانی کے اعتبار سے موت نہیں ہے بلکہ صرف شعور کا چلے جانا ہے۔　　(الحاوی للفتاویٰ ص ۱۴۰ ج ۲)

حدیث نمبر ۸: ''حدثنا محمد بن عوف نا المقری نا حیوۃ عن ابی صخر حمید بن زیاد عن یزید بن عبداللہ بن قسیط عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام'' بیان کیا ہمیں محمد بن عوف نے کہ بیان کیا ہمیں مقری نے کہ بیان کیا ہمیں حیوۃ نے ابو صخر حمید بن زیاد سے انہوں نے یزید بن عبداللہ بن قسیط سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں کہ مجھ پر سلام بھیجے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیں گے یہاں تک کہ میں اس کا جواب دوں۔ (ابوداود ص ۲۸۶)

اب یہاں نبی اقدس فرمار ہے ہیں کہ جو بھی مجھ پر سلام بھیجے گا میں جواب دوں گا۔ آپ صرف روح کا نام تو نہیں تھے بلکہ جسد اور روح دونوں کا مجموعہ تھے۔ معلوم ہوا کہ اس جسد اطہر پر سلام پیش ہوتا ہے اور یہی جسد اطہر جواب ارشاد فرماتا ہے جو کہ حیات طیبہ کی دلیل ہے اور چونکہ ہر وقت درود پیش ہوتا ہے معلوم ہوا کہ ہر وقت حیات حاصل ہے۔ سلام سے مراد سلام عند القبر ہے۔

امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی م ۶۲۰ ھ نے یسلم علی کے بعد عند قبری کے الفاظ بھی نقل فرمائے ہیں۔ (مغنی ص ۵۸۸ ج ۳)

علامہ ابن عبدالہادی حنبلی نے بھی الصارم المنکی میں ابن قدامہ سے یہی نقل کیا ہے۔

محدث سہارنپور مولانا خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں: ''و ظاھر عقد الباب یدل ان المراد بالسلام علیہ السلام عند القبر وقت حضور للزیارۃ'' ظاہر باب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مراد آپ پر سلام سے قبر کے پاس سلام ہے زیارت کے لئے حاضری کے وقت۔ (بذل المجہود ج ۳ ص ۲۰۷)

روح سے مراد آپ کو متوجہ کرنا ہے کیونکہ روح مبارکہ تجلیات باری تعالیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق رہتی ہے، جب کوئی درود پڑھتا ہے تو متوجہ کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اکثر شارحین نے ردِّ روح کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی اور جلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے...... پھر جب کوئی امتی سلام کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست آپ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ کی روح (ایک جہت سے) اس طرف بھی متوجہ ہوتی ہے اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ بس اس روحانی توجہ والتفات کو ردِ روح سے تعبیر فرمایا گیا۔

(معارف الحدیث ج ۵ ص ۳۷۶)

آٹھویں صدی کے مشہور محدث حافظ ابن الملقن ۸۰۴ ھ فرماتے ہیں: ''المراد برد الروح النطق لانہ حی فی قبرہ و روحہ لاتفارقہ لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورھم'' (الشوکانی فی شرح حصن حصین ص ۲۸)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الخصائص الکبریٰ میں مسئلہ حیات کے اثبات میں نقل فرمایا ہے۔

حافظ ابن حجر کے شاگرد محدث سخاوی رحمہ اللہ (۹۰۲ ھ) علامہ تقی الدین السبکی سے ردِّ روح کا معنی نقل کرتے ہیں: ''یحتمل ان یکون رد معنویاً وان تکون روحہ الشریفۃ مشتغلۃ بشھود الحضرۃ الالٰھیۃ والملاء الاعلیٰ عن ھذا العالم فاذا سلم علیہ اقبلت روحہ الشریفۃ علیٰ ھذا العالم لیدرک سلام من یسلم علیہ و یرد علیہ'' یہاں ردروح سے مراد روح کا حساً لوٹنا نہیں معنوی طور پر لوٹنا ہے وہ اس طرح کہ آپ کی روح شریفہ اس عالم سے ہٹ کر دربار الٰہی اور ملاء اعلیٰ کے شہود میں مشتغل رہے، پھر جب کوئی شخص اپ پر سلام کہے تو آپ

کی روح شریفہ اس عالم پر ظہور کرے تا کہ سلام کرنے والے کے سلام کا ادراک کرے اور اسے جواب بھی دے۔
(القول البدیع ص ۱۶۷)

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری (۱۳۴۶ھ) لکھتے ہیں: ''قال القاضی لعل معناہ الی روحہ المقدسۃ فی شان ما فی حضرۃ الالھیۃ فاذا بلغہ سلام احد من الامۃ رد اللہ تعالی روحہ المطھرۃ من تلک الحالۃ الی رد من سلم علیہ'' قاضی عیاض کہتے ہیں کہ یہ معنی ہو سکتا ہے کہ آپ کی روح اقدس اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو اور جب کبھی آپ کو امت میں سے کسی کا سلام پہنچے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح اطہر کو اس حالت سے اس کی طرف لوٹا دیتے ہیں جس نے آپ پر سلام عرض کیا۔　(بذل المجہود ج ۳ ص ۲۰)

علامہ عزیزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''الا رد اللہ علی روحی ای رد علی نطقی لانہ حی دائماً و روحہ لا تفارقہ'' مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹا دیتا ہے یعنی میرا نطق اور تکلم مجھے دیا جاتا ہے۔ (یہ تشریح اس لئے ضروری ہے) کہ آپ زندہ ہیں اور آپ کی روح مقدسہ آپ سے جدا نہیں ہوتی۔　(السراج المنیر ج ۳ ص ۲۷۸)

رئیس المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''رواہ ابو داؤد فی رد روحہ حین یسلم علیہ لیس معناہ انہ یرد روحہ ای انہ یحی فی قبرہ بل توجہ من ذلک الی ھذا الجانب فھو حی فی کلتا الحالتین'' ابوداؤد کی روایت میں سلام کے وقت آپ کی روح لوٹنے کا جو ذکر ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ کی روح اس طرح لوٹائی جاتی ہے کہ آپ کو آپ کی قبر میں زندہ کیا جائے بلکہ اس سے مراد آپ کو اس طرف متوجہ کرنا ہے زندہ تو آپ دونوں حالتوں میں ہیں۔ (اب درود شریف پیش ہونے کے وقت بھی اور اس سے پہلے بھی)　(فیض الباری ج ۲ ص ۶۵)

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''و ارواح الکل اذا فارقت اجسادھا صارت کالموج المکفوف لا یھزھا ارادۃ متجددۃ و داعیۃ سانحۃ و لکن النفوس التی ھی دونھا تلتصق بالھمۃ فتجلب منھا نورا و ھیئۃ مناسبۃ للارواح و ھی المکنی عنہ بقولہ علیہ السلام ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام وقد شاھدت ذلک ملا احصی فی مجاورتی المدینۃ سنۃ الف و مأۃ و اربع و اربعون'' اور کاملین کی ارواح جب اپنے اجساد سے جدا ہوتی ہیں تو وہ ایک رکی ہوئی موج کی صورت میں ہو جاتی ہیں، اب انہیں کوئی نیا ارادہ اور پیش آنے والا داعیہ حرکت نہیں دے سکتا۔ ہاں! وہ نفوس جو درجہ میں ان سے کم ہوتے ہیں وہ (اپنی روح کی) ہمت سے ان سے جا چمٹتے ہیں اور ان سے نور اور ہیئت جو اپنی ارواح کے مناسب ہو جلب کرتے ہیں (اپنی طرف کھینچتے ہیں) حضور کے اس ارشاد میں کہ جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے (متوجہ کر دیتا ہے) حتیٰ کہ میں اس پر سلام لوٹاتا ہوں اسی طرف اشارہ ہے اور میں نے ۱۱۴۴ھ میں جب میں مدینہ کی مجاورت میں تھا میں نے اس سلام و جواب کا اتنی دفعہ مشاہدہ کیا کہ میں شمار نہیں کر سکتا۔

(حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ ص ۱۷ مصر، ص ۶۴۹ مترجم)

امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی ۴۵۸ھ اپنے رسالہ حیات انبیاء میں اس حدیث کو بھی حیات النبی کی دلیل قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ اپنی سند سے اس حدیث کو نقل کرتے ہیں: ''اخبرنا ابو محمد عبداللہ بن یحیی بن عبدالجبار السکری ببغداد ثنا اسماعیل بن محمد الصفار ثنا عباس بن عبداللہ الترقفی ثنا ابو عبدالرحمن المقری ثنا حیوہ بن شریح عن ابی صخر عن یزید بن عبداللہ بن قسیط عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال

مامن احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام" بعد سند کے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا نہیں ہے کوئی جو مجھ پر سلام بھیجتا مگر اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ میں سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (جزء حیات انبیاء ص ۱۶)

امام تقی الدین سبکی م ۸۵۶ھ بھی امام بیہقی کی تائید میں فرماتے ہیں۔

محقق مطلق علامہ جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ بھی اپنے رسالہ "انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء" میں حدیث کو بطور دلیل کے ذکر کرتے ہیں۔

صاحب تسکین الصدور محدث اعظم حضرت مولانا سرفراز خان نوراللہ مرقدہ نے چودہ محدثین سے اس کی تصحیح نقل کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے۔ (شفاء السقام ص ۱۰۵) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رواتہ ثقات (فتح الباری پ ۳ ص ۲۷۹) کہ اس کے راوی ثقہ ہیں اور علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اسنادہ حسن (السراج المنیر ج ۳ ص ۲۷۹) کہ اس کی سند حسن ہے، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صححہ النووی فی الاذکار (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۴) کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی اپنی کتاب الاذکار میں تصحیح کرتے ہیں اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الاذکار ص ۱۰۶ طبع مصر میں لکھتے ہیں بالاسناد الصحیح... الخ کہ یہ حدیث صحیح اسناد سے مروی ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "واتفق الائمۃ علی انہ یسلم عند زیارتہ و علی صاحبیہ لما فی السنن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی انہ قال مامن رجل یسلم علی الا رد اللہ تعالیٰ علی روحی حتی ارد علیہ السلام وھو حدیث جید" حضرات آئمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی (قبور کی) زیارت کے وقت سلام کہنا چاہئے کیونکہ سنن (ابوداؤد) میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر کوئی شخص بھی سلام نہیں کہتا مگر اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح (متوجہ) لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (فتاویٰ ج ۴ ص ۳۶۱)

اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں باسناد صحیح، (زرقانی شرح المواہب ج ۸ ص ۳۰۸)

اور نواب صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "قال النووی فی الاذکار اسنادہ صحیح و قال ابن حجر رواتہ ثقات" امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الاذکار میں لکھتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (دلیل الطالب ص ۸۴۳)

علامہ سمہودی فرماتے ہیں: "روی ابو داؤد بسند صحیح" کہ امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۳)

مولانا سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "رواتہ ثقات"

(عقیدۃ الاسلام ص ۵۲، فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰)

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "رواہ احمد و ابو داؤد والطبرانی و البیھقی باسناد حسن بل صححہ النووی فی کتاب الاذکار و غیرہ وفیہ نظر وقال شیخنا رواتہ ثقات" اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ، طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے بلکہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاذکار

وغیرہ میں اس کی تصحیح کی ہے اور اس میں کلام ہے اور ہمارے استاذ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے جملہ راوی ثقہ ہیں۔ (القول البدیع ص ۱۱۷)

علامہ محمد بن محمد الخانجی البوسنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''قال النووی فی الاذکار و ریاض الصالحین اسنادہ صحیح و صححہ ایضاً ابن القیم'' امام نووی رحمہ اللہ نے کتاب الاذکار اور ریاض الصالحین میں فرمایا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

(ہامش حیات الانبیاء للبیہقی رحمہ اللہ ص ۶ قلمی)

حدیث نمبر ۹: ''قال ابو الشیخ فی کتاب الصلوٰۃ حدثنا عبدالرحمن بن احمد الاعرج حدثنا الحسین بن الصباح حدثنا ابو معاویۃ حدثنا الاعمش عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علیّ من بعید اعلمتہ ---- وفی روایۃ من صلی علی نائیاً ابلغتہ''

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پڑھے درود میری قبر کے پاس اسے میں خود سنوں گا اور جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جائے گا۔

(رواہ ابو الشیخ الاصبہانی و ابن حبان بسند جید مرقات ج ۲ ص ۷ ۳۴ طبع قدیم ج ۲ ص ۱۰)

حافظ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علیّ من بعید اعلمتہ رواہ ابو الشیخ... و سندہ جید'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو میری قبر پر آکر مجھ پر درود پڑھے میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھا مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ اسے ابو الشیخ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے، عمدہ ہے۔ (القول البدیع ص ۶۰)

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی شہادت: ''اذا صلی و سلم عند قبرہ سمعہ سماعاً حقیقیاً و یرد علیہ من غیر واسطۃ و ان صلی و سلم من بعید لا یسمعہ الا لو اسطۃ یدل علیہ احادیث کثیرہ'' (شرح ہمزیہ)

(ترجمہ) جب کسی نے درود سلام آپ کی قبر کے پاس پڑھا تو آپ اسے حقیقی طور پر سنتے ہیں اور سلام کا جواب براہ راست دیتے ہیں اور اگر درود سلام دور سے پڑھا تو آپ اسے نہیں سنتے مگر (فرشتوں) کے واسطہ سے۔ اس پر بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں۔

اور الجواہر المنظم میں لکھتے ہیں: ''انہ صلی اللہ علیہ وسلم یبلغہ الصلوۃ و السلام اذا صدر من بعید و یسمعھا اذا کان عند قبرہ الشریف بلا واسطۃ'' بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو درود و سلام پہنچایا جاتا ہے جب وہ دور سے آئے اور آپ اسے خود بلا واسطہ سنتے ہیں جب پڑھنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس ہو۔ (الجوہر المنظم ص ۲۳)

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

۱...... ''رواہ ابو الشیخ و ابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید'' اس حدیث کو ابو الشیخ اور ابن حبان نے ثواب الاعمال میں سند جید سے روایت کیا ہے۔ (مرقات ج ۲ ص ۱۰)

۲...... ''من صلی علی عند قبری سمعتہ ای سماعاً حقیقیاً بلا واسطۃ'' جو مجھ پر میری قبر کے پاس آکر درود پڑھتا ہے میں اسے حقیقی طور پر سنتا ہوں بلا واسطہ۔ (شرح الشفاء ج ۳ ص ۵۰۰)

۳...... ''انه قد ثبت من صلی علی نائیاً بلغه و من صلی علیه عند قبره سمعه'' یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جو شخص آپ پر درود دور سے پڑھے وہ آپ کو پہنچایا جاتا ہے اور جس نے آپ کی قبر مبارک کے پاس درود پڑھا اسے آپ خود سنتے ہیں۔ (مرقات ج ۳ ص ۵۲۵)

علامہ شہاب الدین الخفاجی رحمہ اللہ (۸۹۹ھ) فرماتے ہیں: ''و بما تقرر فی هذه الاحادیث علم انه تبلغه الصلوٰة و السلام اذا صدر من بعید و یسمعها اذا کان عنده قبره الشریف بلا واسطة''

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۰۳)

''لانه ﷺ حی فی قبره یسمع دعاء زائره'' (نسیم الریاض ص ۵۰۳)

اوران احادیث میں جو بات قرار پائی اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو درود پہنچایا جاتا ہے جب وہ دور سے آئے اور آپ اسے خود بلا واسطہ سنتے ہیں جب آپ کی قبر شریف کے پاس پڑھا جائے۔ یہ اس لئے کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور زیارت کے لئے آنے والے کی آواز سنتے ہیں۔

علامہ عبدالرؤف المناوی رحمہ اللہ (۱۰۰۳ھ) فرماتے ہیں: ''من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی نائیا ای بعیداً (ابلغته) ای اخبرت به من احد من الملئکة و ذلک لان لروحه تعلقاً بمقر بدنه الشریف و حرام علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' جو مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے اسے میں سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے فرشتوں میں سے کوئی مجھے اس کی اطلاع دیتا ہے اور یہ اس لئے کہ آپ کی روح اقدس کا آپ کے مقر بدن (قبر مبارک) سے ایک تعلق ہے اور زمین پر حرام ہے کہ وہ اجساد انبیاء علیہم السلام کو کھائے۔ (فیض القدیر ج ۱ ص ۱۷۰)

اعتراض: اس حدیث کی سند میں سدّی ہے جو کہ ضعیف ہے۔

جواب: اس سند میں جو ہم نے ابوالشیخ کے حوالہ سے نقل کی ہے اس میں سدّی نہیں ہے، جز حیات انبیاء بیہقی کی سند میں ابوعبدالرحمن راوی ہے جس کے متعلق امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''هذا هو محمد بن مروان فیما اری'' کہ میری رائے میں ہے کہ یہ محمد بن مروان سدّی ہے وفیہ نظر اور اس میں نظر ہے اور اب یہ لوگ اسی گمان کو لے کر شور کر رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن میں آتا ہے: ''ان الظن لا یغنی من الحق شیئا''

جب کہ خود امام بیہقی رحمہ اللہ نے آگے فرما دیا ہے وقد مضی ما یؤکده کہ اس کی تائید ان روایتوں سے بھی ہوتی ہے جو گزر چکی ہیں اور امام اسے جزء حیات انبیاء میں نقل فرما رہے ہیں اور دوسرے شواہد سے اسے مؤکد کر رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک یہ دلیل بننے کے قابل ہے موکدات کی وجہ سے تو ان لوگوں نے خیانت کی کہ ایک تو ظن کو یقین بنا لیا۔ دوسرا اگلی عبارت چھوڑ دی اور خیانت کے مرتکب ہوئے جو کہ منافق کی نشانی ہے۔

پھر یہ کہ ہم نے جو ابوالشیخ والی روایت پیش کی ہے اس میں سدّی نہیں ہے اور بیہقی رحمہ اللہ کی جو روایت شعب الایمان میں ہے اس کی سند میں بھی سدی نہیں ہے۔ امام اہل سنت محدث اعظم حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر نور اللہ مرقدہ نے تسکین الصدور میں نقل کی ہے اس میں بھی نہیں ہے۔ پھر یہ کہ اس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ثم حکم ابن عبد البر مع ذلک بصحتہ لتلقی العلماء لہ القبول فردہ من حیث الاسناد و قبلہ من حیث المعنی'' پھر ابن عبد البر نے باوجود اس کے اس کی صحت کا حکم لگایا ہے بوجہ علماء کے اس کو قبول کرنے کے پس رد کردیا ہے اس نے اس کو سند کے اعتبار سے اور معنی کے اعتبار سے قبول کرلیا ہے۔
(نیل الاوطار ج ا ص ۲۴)

جب امت نے اس کو قبول کرلیا ہے تو سند کی بحث کی ضرورت ہی نہ رہی۔ کیونکہ نور الانوار کے اندر لکھا ہے کہ جب اخبار احاد کو تلقی بالقبول حاصل ہو جائے تو وہ منزل مشہور کے ہو جاتی ہیں۔ (ص ۱۸۲)

اور تدریب الراوی کے اندر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''المقبول ماتلقتہ الامۃ بالقبول وان لم یکن اسنادہ صحیح''

اس پر مفصل بحث حدیث الانبیاء احیاء کے تحت حاشیہ میں دیکھ لیں۔

مثال نمبر ا: حدیث ہے کہ اگر گندگی گرنے سے پانی کا رنگ یا بو یا ذائقہ بدل جائے تو پانی ناپاک ہے۔ یہ روایت سند کے اعتبار سے بالکل ضعیف ہے، لیکن پوری امت اس کو مانتی ہے۔

حدیث لا وصیۃ لوارث سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔ لیکن تلقی بالقبول کی وجہ سے اتنی متواتر ہے کہ قرآن پاک کی آیت میں اس کی وجہ سے تخصیص کرلی گئی ہے، اسی طرح اس حدیث کو بھی تلقی بالقبول حاصل ہے۔

حدیث نمبر ۱۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسی ابن مریم ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجیبنہ'' قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔ پھر وہ اگر میری قبر پر آئیں اور مجھے مخاطب کریں تو میں جواب بھی دوں گا۔ (مسند ابی یعلی ج ۶ ص ۱۰۱)

علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے حافظ ابویعلی سے انہی الفاظ میں نقل کرتے ہیں: ''انہ علیہ السلام یاخذ الاحکام من نبینا شفاھاً بعد نزولہ وھو صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الشریف و اید بحدیث ابی یعلیٰ والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسیٰ بن مریم ثم لئن قام علی قبری و قال یا محمد لاجیبنہ'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہو کر ان سے احکام اخذ کریں گے اور آپ اپنی قبر شریف میں ہیں اور اس کی تائید محدث ابی یعلیٰ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے۔ پھر آپ میری قبر پر آئیں گے اور (سلام کہیں) یا محمد کہیں تو میں ان کو جواب دوں گا۔
(روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۵)

جامع صغیر میں یہ الفاظ ہیں: ''حتی یسلم علی ولا ردن علیہ'' یہاں تک کہ مجھے سلام کریں گے اور میں اس کا جواب دوں گا۔ (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۴۰)

اور انہوں نے صحیح کہا ہے۔ ابو یعلی کے رجال کے متعلق محدث ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''رواہ ابو یعلی ورجالہ الصحیح'' روایت کیا ہے اس کو ابو یعلی نے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۱۱۔ مسند احمد ص ۲۹۰ ج ۲) پر بھی یہ روایت موجود ہے۔

امام حاکم نے اس کو مستدرک میں ذکر کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔ (مستدرک ص ۵۹۵ ج ۲)

ذہبی نے تلخیص مستدرک میں اسے صحیح کہا ہے۔

اب ظاہری بات ہے کہ حضرت عیسیٰ اس دنیا والی قبر پر ہی سلام پیش کریں گے اور نبی اقدس جواب عنایت فرمائیں گے یہ حیات کی دلیل ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انباء الاذکیاء میں اس حدیث کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔ نیز علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے (الخصائص الکبریٰ ص ۴۸۱ ج ۲) پر بھی اسے نقل کیا ہے۔

علمی نکتہ: رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے یہودی اور عیسائی اور مرزائی جھوٹے ہو جائیں گے اور جب آپ روضہ اطہر پر سلام عرض کریں گے اور نبی اقدس ﷺ جواب عنایت فرمائیں گے تو مماتی بھی جھوٹے ہو جائیں گے۔ مماتیوں کو جھوٹا ظاہر کرنے کے لئے دو نبی کام کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سلام عرض کریں گے اور نبی اقدس ﷺ جواب عنایت فرمائیں گے اس طرح ان کا جھوٹ واضح ہو جائے گا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہم خطبہ صدیق اکبر کے حوالے سے شروع بحث میں نقل کر آئے ہیں۔ مزید ایک حوالہ حاضر خدمت ہے۔ علامہ تقی الدین سبکی شفاء السقام میں نقل فرماتے ہیں: ''قد روی عن ابی بکر الصدیق قال لاینبغی رفع الصوت علی نبی حیا ولا میتا'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے آواز بلند کرنا جائز نہیں نہ وفات سے قبل نہ بعد۔

حضرت فاروق اعظم کا اعتقاد: ''عن السائب بن یزید قال کنت قائما فی المسجد فحصبنی رجل فنظرت الیه فاذا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال اذهب فاتنی لهذین فجئته بهما فقال ممن انتما او من این انتما قال من اهل الطائف قال لو کنتما من اهل البلد لاوجعتکما ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ ﷺ'' سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی شخص نے میرے کنکری ماری کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، آپ نے فرمایا: ''جاؤ اور ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لئے آؤ۔'' میں انہیں آپ کے پاس لے آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: ''تم کن لوگوں میں سے ہو یا تم کہاں کے ہو؟ انہوں نے کہا: ''ہم اہل طائف میں سے ہیں۔'' اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا، اس لئے کہ تم مسجد رسول اللہ ﷺ میں (جس کے سامنے آپ کا روضہ منورہ ہے) اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو۔'' (صحیح البخاری ص ۶۷ ج ۱)

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ''انه علیہ السلام فی قبره حی وقال تعالیٰ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی'' نبی اقدس ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔ (مرقاۃ ص ۲۲۳ ج ۲)

آواز بلند کرنے پر مسجد رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے نکیر کرنا اسی لئے تھا کہ وہاں آپ کا روضہ اطہر ہے جس طرح آپ کی اس دنیوی زندگی میں آپ کے پاس آواز بلند کرنا جرم تھا۔ اسی طرح آپ کے روضہ اطہر کے پاس بھی آواز بلند کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ آپ وہاں تشریف فرما ہیں اور جسد عنصری سے زندہ ہیں۔ حدود مسجد کو بلا کسی واسطہ کے خود سنتے ہیں۔

یہ گمان نہ کیا جائے کہ اس نکیر کا منشاء یہ ''اصل'' ہے کہ مسجد میں آوازیں بلند کرنا جائز نہیں پھر جس شان اور

مقام کی یہ مسجد ہوگی، اسی درجے کا یہ حکم ہوگا کہ اس میں آواز بلند نہ کی جائے اور اس کی خلاف ورزی اسی درجہ کا جرم قرار پائے گی۔ اس لئے کہ سلف وخلف میں سے کسی نے اس اصل کو منشائے نکیر نہیں فرمایا۔

مسجد نبوی میں جہاں سے بھی سلام عرض کیا جائے، آنحضرت ﷺ سنتے ہیں۔ حضرت اقدس مولانا محمد عابد صاحب استاذ التفسیر جامعہ خیر المدارس ملتان نے بتایا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ جب مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوتے اور کسی مرید کا خط ملتا جس میں سلام عرض کرنے کی درخواست ہوتی تو حضرت شیخ وہیں بیٹھے ہی سلام عرض کر دیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ مسجد نبوی میں جہاں سے بھی سلام عرض کیا جائے سنا جاتا ہے۔

دور عثمانی کا واقعہ: ایک دن مروان آیا اور اس نے ایک شخص کو روضہ انور پر منہ رکھے ہوئے دیکھا۔ مروان نے اسے گردن سے پکڑ کر ہٹایا اور کہا جانتا ہے کہ تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا کہ ہاں! وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اس وقت دین پر نہ رونا جب اس کے والی اس کے اہل ہوں بلکہ اس وقت رونا جب دین کی ولایت نا اہل ہاتھوں میں آجائے۔ (مستدرک حاکم ص ۵۱۵ ج ۴ وقال الحاکم والذہبی صحیح)

نوٹ: اس قصے کو علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار مدینہ کی سند سے روایت کیا ہے اور کہا ہے ابونباتہ سے اوپر کے سب راوی ثقہ ہیں۔ البتہ اس کے شاگرد عمرو بن خالد کو میں نہیں جانتا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو عبدالملک بن عمرو عن ابی نباتہ الخ کی سند سے روایت کیا ہے اور یہ راوی ثقہ ہے، پس سند صحیح ہوئی۔ (مقام حیات)

حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا کہ میں نے جہلم کے جلسے پر تقریر کی، پھر میں آیا گجرات والے کہنے لگے آپ یہاں بھی درس دے دیں۔ اب سارے ساتھی تو جہلم جلسے پر گئے ہوئے تھے، یہاں ساتھی بہت کم تھے، انہوں نے دیکھا کہ مجمع تھوڑا ہے تو عنایت اللہ شاہ نے گیارہ آدمی مجھ پر حملے کے لئے بھیج دیئے۔ اب انہوں نے چٹ لکھ کر بھیجی کہ یہ جو حدیث آتی ہے مسند احمد میں کہ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب تک حضور ﷺ کا روضہ تھا اور میرے والد کا تو میں پوری طرح کپڑے سنبھالے بغیر سامنے آجاتی تھی لیکن جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہاں دفن ہوئے ہیں تو پھر میں پوری طرح سنبھل کر آتی ہوں عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے۔ کہتے ہیں کہ یہ حدیث جھوٹی ہے، جھوٹی ہونے کی دلیل یہ ہے اماں جان ایسی جاہلانہ بات نہیں کر سکتیں جو نظر چھ فٹ مٹی سے پار ہو سکتی ہے وہ دو پٹے سے بھی پار ہو سکتی ہے۔ یہ بالکل حماقت والی بات ہے اماں جی ایسے کبھی نہیں فرما سکتیں۔

میں نے کہا لوہا کتنا موٹا ہو اس میں سے بجلی گزر جاتی ہے لیکن اگر درمیان میں پتلی سی لکڑی آجائے تو بجلی اس لکڑی سے آگے نہیں گزرتی کیونکہ لکڑی میں روکنے کی صلاحیت اللہ نے رکھ دی ہے، اسی طرح لباس میں نظر کو روکنے کی صلاحیت ہے۔ جو پروفیسر صاحب تھا وہ کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں لمبا چھرا تھا اس نے کہا جس انداز سے آپ نے یہ حدیث ہمیں سمجھائی ہے کسی نے نہیں سمجھائی اور ہم آج آپ کو قتل کرنے آئے ہوئے ہیں ہمارا مشن یہی ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ آپ نے جس انداز میں ہمیں یہ مسئلہ سمجھایا ہے ہمیں کوئی شک نہیں رہ گیا۔ لیکن ہم اس جماعت کے معمولی آدمی نہیں بڑے کارکن ہیں اس لئے جماعت کو چھوڑنے کے لئے ہمیں کچھ بہانہ چاہئے تو اگر آپ شاہ صاحب سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ بالمشافہ بات کرلیں تو پھر ہم مان جائیں گے اور اعلان کر دیں گے کہ شاہ جی! آپ کی بات صحیح نہیں ان کی بات صحیح ہے اس لئے ہم جماعت سے نکل رہے ہیں تو میں نے گھڑی دیکھی تو میں نے کہا میں اپنے

سکول ٹائم پہنچنے کے حساب سے چار گھنٹے یہاں ٹھہر سکتا ہوں ان چار گھنٹوں کے اندر اندر اگر آپ بات کرا سکتے ہیں تو کرا لیں کیونکہ میں نے پھر جانا بھی ہے۔

اب ڈیڑھ گھنٹے کے بعد وہ واپس آئے اور کہا ہم نے شاہ صاحب سے گزارش کی تھی لیکن انہوں نے کہا امین چونکہ جاہل آدمی ہے اس لئے میں اس سے مناظرہ نہیں کرتا مجھ سے مناظرہ کرنا ہے تو یا تو عبداللہ درخواستی کو لاؤ یا قاضی مظہر حسین کو لاؤ یا سرفراز خاں صفدر کو لاؤ۔ اور کسی سے بات کرنے کے لئے میں بالکل تیار نہیں ہوں۔ ہم نے بہت کہا کہ وہ ان پڑھ آدمی ہے جلدی قابو میں آ جائے گا۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ ہمارے پلے بھی کچھ پڑے جس انداز میں آج اس نے درس دیا ہے اور ہمیں سمجھایا ہے ہم نے پہلی دفعہ اس کا یہ انداز دیکھا ہے اس کے بعد نہ ہمارے ذہن میں عقلی شبہ باقی رہ گیا ہے نہ قرآن کی آیت کے بارے میں کوئی شبہ باقی رہا ہے۔ لیکن عنایت اللہ نے انکار کر دیا پھر وہ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد آئے اور کہا اب ہم ان کو یہ کہہ آئے ہیں کہ ہم تمہاری جماعت سے نکل رہے ہیں تو اس قسم کے ڈھکوسلے ان کے پاس ہوتے ہیں، ایسے اعتراضات کرتے ہیں جیسے ملحدین کیا کرتے تھے۔

واقعہ عزیر علیہ السلام، سوال: قرآن میں ہے عزیر علیہ السلام سو سال کے بعد جب اٹھے تو انہیں کچھ معلوم نہ تھا، معلوم ہوا کہ مردے نہیں سنتے۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ وہاں عزیر علیہ السلام کا نام نہیں ہے۔

(۱) پہلے تو یہ عزیر علیہ السلام کا نام دکھائیں۔ (۲) پھر عزیر علیہ السلام کا نبی ہونا ثابت کریں۔

ابو داؤد شریف کی دوسری جلد میں صاف حدیث موجود ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ نہیں کہ عزیر علیہ السلام نبی تھے یا نہیں؟ حضرت عزیر علیہ السلام کو جو لوگ نبی مانتے ہیں وہ اس لئے مانتے ہیں کہ بائبل میں ان کا ایک صحیفہ ہے اس لئے کہ وہ نبیوں کے صحیفے ہیں تو اس لئے ان کو نبی مانا جاتا ہے یا ایک ضعیف قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ وہ نبی تھے تو اللہ کے نبی فرماتے ہیں مجھے پتہ نہیں کہ عزیر نبی تھے یا نبی نہیں تھے۔

تو پہلی بات تو یہ کہ جیسے ان کی عادت ہوتی ہے، جہلم میں یہی ہوا کہ انہوں نے کہا عزیر علیہ السلام کا واقعہ قرآن میں ہے۔ ہم نے کہا دس لاکھ کا انعام اگر وہاں عزیر علیہ السلام کا نام دکھا دیں۔ کہتے ہیں کہ تفسیروں میں لکھا ہے۔ ہم نے کہا کہ تم تفسیریں تو مانتے نہیں، ہمیں کہتے ہو تفسیر پیش نہ کرنا، اب تم تفسیروں پر چلے گئے ہو۔ حالانکہ نو اقوال یہاں لکھے ہیں، ایک قول تو یہ بھی لکھا ہے کہ کوئی کافر تھا۔

بعض نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ یرمیا کا ہے بعض نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ عزیر علیہ السلام کا ہے، لیکن جن میں یہ لکھا ہے کہ عزیر علیہ السلام نبی ہیں وہ جو ضعیف قول ہے اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ ان کا نہیں ہے، کیونکہ یہ واقعہ اس دور کا ہے کہ جب بنی اسرائیل بخت نصر کی قید میں تھے۔

حضرت عزیر علیہ السلام پیچھے نہیں رہے، حضرت عزیر علیہ السلام تو خود آگے قید میں ہیں۔ حزقیل علیہ السلام بھی قید میں ہیں وہاں۔ گویا یرمیہ علیہ السلام بھی قید میں، حزقیل علیہ السلام بھی قید میں، عزیر علیہ السلام بھی قید میں تو عزیر علیہ السلام کا یہ واقعہ نہیں بنتا کہ یہ وہاں ساتھ گئے ہوئے تھے اور یہ واقعہ اس کے بعد پیش آیا کسی کے ساتھ۔ پھر ہم بالفرض یہ مان لیں کہ یہ واقعہ حضرت عزیر علیہ السلام کا بھی ہے، یہ بھی مان لیں کہ وہ نبی ہیں تو اس سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ یہ واقعہ سارا خرق عادت اور معجزہ ہے۔

اب ان کا زور اس جملے پر ہے کہ انہوں فرمایا یوماً او بعض یوم کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہا ہوں تو یہ بات جو ہے یہ ان کا علم نہیں تھا پورا تو یہاں دو صورتیں ہیں کہ اگر تو ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ان پر احوال برزخ پیش کئے گئے تو یہاں کے سو سال وہاں کا دن پچاس ہزار سال کا ہے۔ اس کے مقابلے میں واقعی یوماً او بعض یوم بنے گا۔ برزخ کے دن کے بارے میں قرآن میں بھی آتا ہے کہ کافر قیامت میں کہیں گے کہ ہم دنیا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے تھے تو واقعتاً۔ لیکن کئی کئی کافروں کی عمر ہزاروں سال ہوئی ہے دو دو سو سال، پانچ پانچ سو سال بھی ہوئی ہے تو اس کے مقابلے میں تو یہ بالکل یوماً او بعض یوم ہے۔

لیکن امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ موت ایک آنی چیز ہے جیسے آنا، جانا۔ آپ اگر آکر بیٹھ گئے نماز پڑھنے لگے تو آنے کا فعل ختم ہو گیا نماز پڑھنے کا شروع ہو گیا، نکل گئے جا کر سو گئے۔ تو جانے کا فعل ختم ہو گیا اور سونے کا شروع ہو گیا۔ لیکن یہاں جو آیا ہے اماتہ اللہ مأۃ عام۔ ایک موت اجل ہوتی ہے کہ وہ اس وقت آتی ہے کہ جس نے دنیا میں واپس نہیں آنا اس پر احکام برزخ پیش کئے جاتے ہیں، ایک ایسی ہوتی ہے کہ اس کو اللہ پاک نے دنیا میں پھر لانا ہے تو اس پر عذاب وثواب قبر یا عذاب برزخ پیش ہی نہیں کئے جاتے تا کہ اس کا ایمان بالغیب ختم نہ ہو جائے۔

تو یہاں جو ہے اماتہ اللہ مأۃ عام کہ آپ کی موت ہی کا حالت کو سو سال تک بڑھا دیا ہے۔ پھر یہ کہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ سارے کا سارا معجزہ ہے۔ کھانا رکھا ہوا ہے تو سو سال آندھیاں چلی ہیں، بارش بھی ہوئی ہے لیکن اس پر ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی۔ خاک بھی نہیں پڑی اس میں اور گدھے کی ہڈیاں بھی کھن کھنا گئی ہیں تو اس لئے ایک خرق عادت ہے جو واقعہ وہاں پیش آیا خرق عادت سے کوئی عادت ثابت نہیں کی جا سکتی یہی وجہ ہے کہ تفسیر میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو لاکھ تفسیریں قرآن کی لکھی جا چکی ہیں۔ (مقدمہ مشکلات القرآن ص ۱۱)

کسی مفسر نے بھی اس آیت کے تحت نہ تو سماع کا مسئلہ چھیڑا ہے نہ حیات کا مسئلہ چھیڑا ہے، کیونکہ یہ واقعہ خرق عادت اور خرق عادت سے کوئی عادت ثابت نہیں کی جا سکتی۔ حاشیہ[1] میں مزید تفسیری حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ کسی نے بھی اس کے تحت سماع کا مسئلہ نہیں چھیڑا۔

---

[1] (او کالذی مر علی قریۃ) اختلفوا فی الذی مر علی قریۃ علی ثلاثۃ اقاویل۔ احدھا۔ انہ عزیر، قالہ قتادۃ۔ والثانی۔ أنہ ارمیاء، وھو قول وھب۔ والثالث۔ أنہ الخضر، وھو قول ابن اسحاق۔ (النکت والعیون تفسیر الماوردی تصنیف ابی الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری) (المسألۃ الثانیۃ) اختلفوا فی الذی مر بالقریۃ۔ فقال قوم۔ کان رجلا کافرا شاکا فی البعث وھو قول مجاھد واکثر المفسرین من المعتزلۃ۔ وقال الباقون۔ انہ کان مسلما۔ ثم قال قتادۃ وعکرمۃ والضحاک والسدی۔ ھو عزیر۔ وقال عطاء عن ابن عباس۔ ھو ارمیاء۔ ثم من ھؤلاء من قال۔ ان ارمیاء ھو الخضر علیہ السلام۔ (التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی) اختلفوا فی الذی مر بالقریۃ فقال مجاھد، واکثر المفسرین من المعتزلۃ۔ کان رجلا کافرا شاکا فی البعث۔ وقال قتادۃ، وعکرمۃ، والضحاک، والسدی۔ ھو عزیر بن شرخیا۔ وقال وھب بن منبہ۔ ورواہ عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ ھو ارمیاء بن خلقیا، ثم اختلف ھؤلاء فقال بعضھم۔ ان ارمیاء ھو الخضر علیہ السلام، وھو من سبط ھارون بن عمران علیہما السلام وھو قول محمد بن اسحاق۔ وقال وھب بن منبہ۔ ان ارمیاء ھو النبی۔ الذی بعثہ اللہ عندما خرب بخت نصر بیت المقدس، واحرق التوراۃ۔ واحتج من قال انہ کان کافرا ابوجوہ۔ الاول۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

انہوں نے اب اس کو بہت اچھالا ہوا ہے جب کہ کسی مفسر نے نہیں لکھا۔ اس لئے ہم مناظرے میں یہی کہتے ہیں کہ جیسے مرزا کہتا ہے کہ تیس آیتیں عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی ہیں۔ ہم ان سے یہی کہتے ہیں تیس آیتوں میں سے انتیس معاف صرف ایک آیت نکالو جس کے تحت کسی مسلمہ مفسر نے لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور آئندہ نہیں آئیں گے؟ اسی طرح ہم ان سے کہتے ہیں کہ کسی مسلمہ مفسر نے یہ لکھا ہو کہ اس واقعہ اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح کا تعلق ان قبروں میں نہیں ہوتا؟ یا مردہ نہیں سنتا۔ یہ قطعاً وہاں ثابت ہی نہیں ہے۔ سرے سے کسی مفسر نے یہ بات نہیں لکھی تو یونس نعمانی اس پر بڑا غصے میں آیا کہ تو نے ہمیں قادیانیوں کے ساتھ ملایا ہے تو میں نے کہا کہ تیرے منہ میں بھی زبان ہے تو بھی مجھے کہہ کہ تو قادیانی ہے اور یہی بات پوچھ جو میں تجھ سے پوچھ رہا ہوں کہ تو نے جو آیت شہداء پڑھی کسی مفسر کا حوالہ پیش کر کہ اس نے لکھا ہو کہ یہاں نبیوں کی حیات ثابت ہے؟

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) استبعاده الاحياء بعد الاماتة من الله و ذلک کفر۔ فان قيل۔ يجوز وقوع ذلک منه قبل البلوغ۔ قلنا۔ لو كان كذلک، لم يجز ان يعجب الله رسوله منه اذ الصبي لا يتعجب من شكه في مثل ذلک، وضعفوا هذه الحجة بان ذلک الاستبعاد ما كان بسبب الشک في قدرة الله تعالى، بل يحتمل ان يكون بسبب اطراد العادات في ان مثل ذلک الموضع الخراب قلما يصيره الله معمورا، كما ان الواحد اذا رأى جبلا، فيقول۔ متى يقلب الله هذا ذهبا، او ياقوتا؟ لا ان مراده الشک في قدرة الله، بل ان ذلک لا يقع في مطرد العادات، فكذا ههنا۔ الحجة الثانية۔ قوله تعالى في حقه۔ "فلما تبين له" وهذا يدل على انه قبل ذلک لم يحصل له التبين، وضعف ذلک بان تبين الاحياء على سبيل المشاهدة ما كان حاصلا له قبل ذلک، واما التبين على سبيل الاستدلال فلا يسلم انه لم يكن حاصلا له۔ الحجة الثالثة۔ قوله۔ "اعلم ان الله على كل شيء قدير" وهذا يدل على ان هذا العلم انما حصل له في ذلک الوقت، وهذا ايضا ضعيف، لان تلک المشاهدة افادت نوع توكيد، وطمانية، وذلک انما حصل في ذلک الوقت، وهذا لا يدل على ان اصل العلم ما كان موجودا قبل ذلک۔ الحجة الرابعة۔ انتظامه مع النمروز في سلک واحد، وهذا۔ ايضا۔ ضعيف، لانه وان كان قبله قصة النمرود، ولكن بعده قصة سؤال ابراهيم علیہ السلام فوجب ان يكون نبيا من جنس ابراهيم۔ واحتج من قال انه كان مؤمنا بوجوه۔ منها قوله تعالى۔ "انى يحيي هذه الله بعد موتها" وهذا يدل على انه كان عالما بعد موتها بالله تعالى وبانه يصح منه الاحياء في الجملة، لان تخصيص هذا الشيء باستبعاد الاحياء، انما يصح اذا حصل الاعتراف بالقدرة على الاحياء في الجملة، فاما من يعتقد ان القدرة على الاحياء ممتنعة لم يبق لهذا التخصيص فائدة۔ ومنها مخاطبة الله تعالى له بقوله "كم لبثت وبقوله "بل لبثت مائة عام" وبقوله۔ "فانظر الى طعامک وشرابک وانظر الى حمارک" وبقوله "ولنجعلک آية للناس"، وبقوله "وانظر الى العظام كيف ننشزها ثم نكسوها لحما" وهذه المخاطبات لا تليق بالكافر، قال تعالى۔ "وجعلناها وابنها آية للعالمين" فجعله آية للناس، دليل على مزيد التشريف۔ ومنها ما روى عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال۔ ان بختنصر غزا بني اسرائيل فسبى منهم الكثير، ومنهم العزير وكان من علمائهم، فجاء بهم الى "بابل" فدخل عزير يوما تلک القرية ونزل تحت ظل شجرة، وهو على حمار، فربط حماره، وطاف في القرية فلم ير فيها احدا، فعجب من ذلک، وقال "انى يحيي هذه الله بعد موتها" لا على سبيل الشک في القدرة، بل على سبيل الاستبعاد بحسب العادة، وكانت الاشجار مثمرة، فتناول من الفاكهة التين والعنب، وشرب من عصير العنب، ونام فاماته الله في منامه مائة عام وهو شاب لم اعمى عنه عيون الانس والسباع والطير۔ ثم احياه الله بعد المائة، ونودى من السماء يا عزير "كم لبثت" بعد الموت، فقال۔ "يوما" وذلک ان الله اماته ضحى في اول النهار، واحياه بعد مائة عام آخر النهار قبل غيبوبة الشمس، فلما ابصر من الشمس بقية قال "او بعض يوم" (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تو اگر میں بھی نہ حوالہ پیش کروں تو تیری بات ٹھیک ہے کہ میں بھی قادیانیوں کی طرح کر رہا ہوں لیکن اگر میں مسلمہ مفسرین کے حوالے پیش کردوں تو پھر پتہ چلے گا کہ تیرا طریقہ تو واقعی قادیانیوں والا ہے اور میرا اہل سنت و جماعت والا ہے۔ کیونکہ میں وہی تشریح کر رہا ہوں جو اہل سنت و جماعت علماء قرآن کی کرتے آرہے ہیں اور تو مرزا قادیانی کی طرح نئی تشریح کر رہا ہے تو تیرے منہ میں زبان ہے تو بھی کہہ ناں کہ تو بھی قادیانیوں کی طرح کرتا ہے اور جیسے میں نے پوچھا ہے کہ تو اس آیت کے تحت کسی مفسر کا حوالہ دے۔ اس نے لکھا ہو کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی قبروں میں زندہ نہیں ہیں روح کا کوئی تعلق جسم سے نہیں یا مردے نہیں سنتے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) فقال اللہ تبارک و تعالیٰ "بل لبثت مائة عام فانظر الی طعامک" من التین، و العنب، "و شرابک من العصیر لم یتغیر طعمہ، فنظر فاذا التین و العنب کما شاھدھما قال۔ "و انظر الی حمارک فنظر فاذا ھو عظام بیض تلوح وقد تفرقت اوصالہ، و سمع صوتا۔ ایتھا العظام البالیة، انی جاعل فیک روحا، فانضم اجزاء العظام بعضھا الی بعض، ثم التصق کل عضو بما یلیق بہ الضلع الی الضلع، و الذراع الی مکانہ، ثم جاء الرأس الی مکانہ، ثم العصب و العروق، ثم انبت طواء اللحم علیہ ثم انبسط الجلد علیہ ثم خرجت الشعور من الجلد، ثم نفخ فیہ الروح، فاذا ھو قائم ینھق، فخر عزیر ساجدا، و قال۔ "اعلم ان اللہ علی کل شیئ قدیر" ثم انہ دخل بیت المقدس۔ فقال القوم۔ حدثنا آباؤنا۔ ان عزیر بن شرخیا مات ببابل، و قد کان بختنصر قد قتل ببیت المقدس اربعین الفا من قراء التوراة، و کان فیھم عزیر، و القوم ما عرفوا انہ یقرا التوراة، فلما اتاھم بعد مائة عام جدد لھم التوراة، و املاھا علیھم عن ظھر قلبہ، فلم یخرم منھا حرفا، و کانت التوراة قد دفنت فی موضع فأخرجت و عورض بما املاھا فما اختلفا فی حرف واحد، فعند ذلک قالوا۔ عزیر ابن اللہ، و ھذہ الروایة مشھورة۔ ویروی انہ ارمیا علیہ السلام فدل علی ان المار کان نبیا۔ (اللباب فی علوم الکتاب تالیف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد ۸۸۰ ھجریہ) و اختلفوا فی الذی مر علی قریة، فقال قتادة۔ ھو عزیر النبی۔ و قال۔ ھو ارمیاء النبی۔ و قال محمد بن اسحاق۔ ھو الخضر۔ علیہ السلام (تفسیر القرآن للامام العلامة شیخ الاسلام حجة اھل السنة و الجماعة ابی المظفر السمعانی منصور بن محمد بن عبدالجبار التمیمی المروزی الشافعی السلفی) قال سلیمان بن بریدة، و ناجیة بن کعب، و قتادة، و ابن عباس، و الربیع، و عکرمة، و الضحاک۔ الذی مر علی القریة ھو عزیر، قال وھب بن منبہ و عبداللہ بن عبید بن عمیر، و بکر بن مضر۔ ھو ارمیاء۔ و قال ابن اسحق۔ ارمیاء ھو الخضر، و حکاہ النقاش عن وھب بن منبہ، و ھذا کما تراہ، الا ان یکون اسما و افق اسما، لان الخضر معاصر لموسی، و ھذا الذی مر علی القریة ھو بعدہ بزمان من سبط ھارون فیما روی وھب بن منبہ، و حکی مکی عن مجاھد أنہ رجل من بنی اسرائیل غیر مسمی، قال النقاش۔ و یقال۔ ھو غلام لوط علیہ السلام (المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابی محمد عبدالحق بن عطیہ الاندلسی) و الذی مر علی قریة ھو عزیز قالہ علی و ابن عباس و عکرمة و ابو العالیة و سعید بن جبیر و قتادة و ربیع و ضحاک و السدی و مقاتل و سلیمان بن بریدة و ناجیة بن کعب و سالم الخواص۔ و قیل ارمیاء قالہ وھب و مجاھد و عبداللہ بن عبید بن عمیر و بکر بن مضر و قال ابن اسحاق ھو ارمیاء و ھو الخضر و حاکاہ النقاش عن وھب قال ابن عطیة و ھذا کما تراہ ان لا ان یکون اسما و افق اسما لان الخضر معاصر لموسیٰ و ھذا الذی مر علی القریة و ھو بعدہ بزمان من سبط ھارون فیما روی وھب قال بعض شیوخنا یحتمل ان یکون الخضر بعینہ و یکون من المعمرین فیکون ادرک زمان خراب القریة و ھو الی الآن باق علی قول اکثر العلماء۔ انتھی کلامہ۔ و قیل علی کافر مر علی قریة و کان علی حمار و معہ سلة تین قالہ الحسن و قال رجل من بنی اسرائیل غیر مسمی قالہ مجاھد فیما حکاہ مکی و قیل غلام لوط علیہ السلام و قیل شعیاء و الذی احیاھا بعد خرابھا۔ (تفسیر البحر المحیط ۲۹۱) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جواہر القرآن میں خود لکھا ہے کہ مولانا نے کہ تین آیتیں ہیں کہ جن سے لوگ عدم سماع پر استدلال کرتے آرہے ہیں دو تو یہی انک لا تسمع الموتی اور ایک یہ و ما انت بمسمع من فی القبور۔ مولوی غلام اللہ خان نے بھی اس آیت کو سماع یا حیات کے مسئلے میں پیش نہیں کیا۔

حیات سے جسم کی حیات ماننا ضروری ہے۔ مماتی حضرات جو کہتے ہیں کہ ہم حیات مانتے ہیں یہ دھوکہ دیتے ہیں اس لئے کہ وہ اس جسم کی حیات کے قائل نہیں ہیں۔ یہ اسی طرح حیات کے قائل ہیں جیسے مرزائی حیات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں۔

چنانچہ مرزا قادیانی براہین احمد یہ جار پنجم جو کہ اس کی آخری کتاب ہے اس میں لکھتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا اور وہاں جسم کے ساتھ زندہ رہنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ وہ جسم مثالی اعلیٰ اولیٰ ہے اور یہ کہتے ہیں کہ وہ جسد عنصری ہے۔ اب اتنی بات کہنے کی وجہ سے کوئی بھی مرزا کو حیات مسیح کا قائل نہیں کہتا۔ اسی طرح مماتی بھی اسی جسم کی حیات کے قائل نہیں تو وہ بھی حیات کے قائل نہ ہوئے۔

حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چند سال قبل مفتی احمد سعید صاحب دیوبند سے تشریف لائے تھے تو یہاں ایک فتویٰ آیا تھا مفتی ظفیر الدین صاحب نے لکھا تھا کہ جو لوگ حیات النبی کے قائل نہیں تو ان کے پیچھے نماز جائز نہیں، دیوبند سے فتویٰ آیا تھا۔ منڈی بہاؤالدین والوں نے منگوایا تھا۔ الخیر میں وہ چھپا پہلی جلد میں۔ مفتی احمد سعید کے نیچے دستخط تھے کہ اتنا تشدد نہیں چاہئے نماز ہو جاتی ہے۔ (دیوبند میں قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے مدرسے کے مفتی ہیں) مجھے پتہ چلا مولانا حبیب اللہ ڈیروی نے بتایا کہ مفتی صاحب آئے ہوئے ہیں ہم چلے گئے۔ کہا کہ حضرت یہاں دو فتوے ہیں احمد سعید کے نام پر کہ ایک تو ہے کہ عورت صدر مملکت بن سکتی ہے۔ فرمایا کہ وہ احمد سعید اکبرآبادی ہے وہ میں نہیں ہوں۔

میں نے کہا ایک یہ ہے کہ حیات النبی کا جو انکار کرتا ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ میرا ہے۔ تو میں نے کہا کہ آپ نے یہ کیسے فتویٰ دیا؟ ہمیں تو سمجھ میں نہیں آیا۔ فرمانے لگے کہ یہ مجھے بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس پر اعتراض کیا ہے؟ کیونکہ جب یہ فتویٰ آیا تو سب سے پہلے شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب کا خط پہنچا مجھے کہ آپ نظر ثانی کریں تو میں نے وہاں پھر مفتیوں کے سامنے رکھا تو کہنے لگے کہ ٹھیک ہے۔ پھر تین چار ماہ کے بعد شیخ الحدیث صاحب نے باقاعدہ آدمی بھیجا مستقل انڈیا میں میرے پاس کہ اس پر نظر ثانی کریں۔ میں نے کہا کہ کر لی ہوئی ہے تو آپ یہ بتائیں کہ یہ اختلاف کیا ہے؟ میں نے کہا جی آپ کیا اختلاف سمجھے ہیں جس پر آپ نے فتویٰ دیا ہے؟

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) وهذه الرواية مشهورة فيما بين الناس و ذلك يدل على ان ذلك المار كان نبياً فانه روى عن قتادة و عكرمة و الضحاك و السدى انه هو عزير و قال عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انه هو ارمياء و هو الحضر و هو رجل من سبط هارون بن عمران و هو قول محمد بن اسحق و قال وهب بن منبه ان ارمياء هو النبى الذى بعثه الله تعالىٰ عند ما خرب بخت نصر بيت المقدس و احرق التورات و قال قوم كان المار رجلا كافرا شاكا فى البعث و هذا قول مجاهد۔ (حاشیہ محی الدین شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی مصنف محمد بن مصلح الدین مصطفی القوجوی الحنفی المعروف شیخ زادہ المتوفی ۹۵۱ھ، ص ۶۳۸ ج ۲) و فى الذى مر عليها ثلاثة اقوال۔ احدها، انه عزير۔ قاله على بن ابى طالب، و أبو العالية، و عكرمة، و سعيد ابن جبير، و ناجية بن كعب، و قتادة، و الضحاك، و السدى، و مقاتل، و الثانى۔ انه ارمياء، قاله وهب، و مجاهد و عبد الله بن عبيد بن عمير، و الثالث۔ أنه رجل كافر شك فى البعث۔ (زاد المسير فى علم التفسير ص ۳۰۹ ج ۲)

آخر آپ نے فتویٰ دیا ہے۔ کہنے لگے کہ میں سمجھا ہوں کہ موت کے معنی میں اختلاف کرتے ہیں کہ موت خروج روح سے ہے یا انقباض روح سے ہے۔ میں نے کہا اس میں تو اختلاف جو کیا ہے اس میں ہم کہتے ہیں کہ دونوں میں سے جو بھی مانے وہ اہل سنت و جماعت ہی ہے، دیو بندی ہے اس میں ہم لڑتے نہیں ہیں۔ کہنے لگے کہ تو پھر لڑائی کیا ہے؟ میں نے کہا کہ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اگر کوئی کہتا ہے کہ روح اقدس اعلیٰ علیین میں ہے اور تعلق روح سے حیات حاصل ہے، جیسے مولانا غلام اللہ خان صاحب نے لکھا تھا اور سلام بھی سنتے ہیں وہ اہل سنت ہے یا کوئی یہ مانے کہ تلبس روح سے حیات حاصل ہے وہ بھی اہل سنت ہے۔

ان دونوں میں چونکہ اختلاف ہے اس میں لڑتے نہیں۔ پوچھنے لگے پھر تم لڑتے کس بات پر ہو؟ میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ جسد اطہر کے ساتھ تعلق ہے ہی نہیں۔ کہنے لگے کہ یہ کیا ہوا؟ پھر حیات کیوں کہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ اسی پر تو آپ فتویٰ دے رہے ہیں، کہنے لگے یہ تو پھر حیات نہیں ہے یہ تو بالکل غلط ہے۔ یہ تو اہل سنت و جماعت کے مؤقف کے بالکل خلاف ہے۔ میں نے کہا دیکھو مرزا قادیانی، مرزائیوں سے ہمارے مناظرے ہوتے ہیں حیات مسیح کے مسئلہ پر۔ وہ کیا لکھتا ہے براہین احمدیہ حصہ پنجم جو اس کی آخری کتاب ہے اس کے بعد چھپی ہے، لکھی اس نے آخری عمر میں ہے۔ اس میں لکھتا ہے کہ: ''عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر جانا اور وہاں جسم کے ساتھ زندہ رہنا یہ قرآن اور احادیث سے ثابت ہے میں نے کبھی اس کا انکار نہیں کیا۔ ہاں مولویوں سے جھگڑا میرا اس بات پر ہو گیا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ وہ جسم مثالی اعلیٰ اولیٰ ہے اور یہ کہتے ہیں کہ وہ جسد عنصری ہے۔

تو میں نے کہا کہ اب اس کو آپ حیات مسیح کا قائل کہیں گے؟ کہنے لگے اصل میں ہمیں آپ کے اختلاف کا ہی پتہ نہیں۔ اگر وہ تعلق روح کا انکار کرتے ہیں تو یہ حیات کی کوئی قسم ہے ہی نہیں۔ جیسے مرزا بھی مانتا ہے کہ جسم مثالی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔

اب دیکھو معراج کا مسئلہ سمجھو ہم کہتے ہیں کہ معراج جسمانی ہوئی، مرزا کہتا ہے کہ جسم مثالی کے ساتھ ہوئی، تو آپ مانتے ہیں کہ وہ معراج کا قائل ہے؟ تو جو تشریح معراج کی اور حیات مسیح کی مرزے نے کی ہے وہی تشریح حیات کی یہی کرتے ہیں۔

جتنے علماء حیات فی القبر کے قائل ہیں وہ سب اسی جسد اطہر کی حیات کے قائل ہیں اس لئے ان حوالہ جات کو ذکر کیا جاتا ہے جن میں حیات فی القبر کا ذکر ہے۔

''هو ﷺ بعد موته باق على رسالته و نبوته حقيقة كما يبقى وصف الايمان للمؤمن بعد موته و ذلک الوصف باق بالروح و الجسد معا لان الجسد لا تاكله الارض . . . انه ﷺ حي في قبره رسول الى الابد حقيقة لا مجازاً'' (الروضۃ البہیۃ فیما بین الاشاعرۃ والماتریدیۃ ص ۱۵ بحوالہ مقام حیات)

(ترجمہ) حضور اکرم ﷺ اپنی وفات شریفہ کے بعد بھی اپنی رسالت اور نبوت پر حقیقی طور پر قائم ہیں۔ جیسا کہ مؤمن اپنی وفات کے بعد بھی صفت ایمان سے متصف رہتا ہے۔ اور حضور ﷺ کا اپنی رسالت پر حقیقی اعتبار سے قائم رہنا روح اطہر اور جسد انور کے مجموعہ کے ساتھ ہے...... آپ اب بھی اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور ہمیشہ تک کے لئے رسول ہیں حقیقی معنی کے لحاظ سے نہ کہ محض حکمی طور پر۔

''ان الاشعری رحمہ اللہ و اصحابه قائلون بان النبی فی القبر حی یحس و یعلم'' امام اشعری رحمہ اللہ اور ان کے سب اصحاب تو اسی بات کے قائل ہیں کہ حضور اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور علم و احساس بھی رکھتے ہیں۔

(الروضۃ البہیۃ فیما بین الاشاعرۃ والماتریدیۃ ص ۱۵ بحوالہ مقام حیات)

''ومن عقائدنا ان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورهم فاین الموت الی ان قال و صنف البیهقی جزؤا سمعناه فی حیاة الانبیاء فی قبورهم و اشتد نکیر الاشاعرة علی من نسب هذا القول الی الشیخ'' ہمارے عقائد میں سے ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، سو وہاں موت کہاں؟ اور امام بیہقی (۴۵۸ھ) نے ایک مستقل جزو اس پر تصنیف کیا ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے قبروں میں زندہ ہونے کے بارے میں ہے اور جن لوگوں نے حضرت الشیخ ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ کی طرف انبیاء علیہم السلام کے قبروں میں مردہ ہونے کا قول منسوب کیا ہے اشاعرہ نے بڑی سختی سے اس پر نکیر کی ہے۔ (طبقات شافعیہ ص ۲۸۲ ج ۲)

حضرت علامہ قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فاما ما حکی عنه رای الاشعری و عن اصحابه انهم یقولون ان محمدا لیس بنبی فی قبره و لا رسول بعد موته فبهتان عظیم و کذب محض لم ینطق احد منهم و لا سمع فی مجلس مناظرة ذلک عنهم و لا وجد فی کتاب لهم و کیف یصح ذلک و عندهم محمد حی فی قبره'' ہاں! جو امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ اور دوسرے اشاعرہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک حضور اپنی وفات شریفہ کے بعد اب اپنی قبر شریف میں نبی اور رسول نہیں رہے، یہ محض جھوٹ اور بہتان عظیم ہے۔ اشاعرہ میں سے یہ کسی نے نہیں کہا نہ ان سے کسی مجلس مناظرہ میں ایسی بات سنی گئی اور نہ ان کی کسی کتاب میں یہ مضمون ملا ہے اور ان کا یہ عقیدہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ ان کے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ اطہر میں زندہ ہیں۔ (طبقات شافعیہ ص ۲۷۹ ج ۲)

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''واما ما نسب الی الامام الاشعری امام اهل السنة والجماعة من انکار ثبوتها بعد الموت فهو افتراء و بهتان والمصرح به فی کتبه و کتب اصحابه خلاف مانسب الیه بعض اعدائه لان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام احیاء فی قبورهم وقد اقام النکیر علی افتراء ذلک ابو القاسم القشیری'' امام اہل سنت امام ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ کی طرف جو منسوب کیا گیا ہے کہ وہ حضور کے لئے وفات شریفہ کے بعد اس وصف کے ثابت ہونے کا انکار کرتے ہیں، یہ محض افتراء اور بہتان ہے۔ ان کی اور ان کے ہم مشرب احباب کی کتابوں میں اس کے خلاف تصریح موجود ہے۔ یہ ان کے دشمنوں نے ان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ تحقیق یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور امام ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ پر اس افتراء باندھنے کے خلاف علامہ ابوالقاسم القشیری رحمہ اللہ نے زبردست احتجاج کیا ہے۔ (شامی ج ۳ ص ۳۶۶)

فقہ شافعی کی مشہور کتاب کتاب الابرار الاعمال الابرار میں لکھتے ہیں: ''وکان یوخذ عن الدنیا عند تلقی الوحی ولا تسقط عنه الصلوٰة و غیرها و من یراه فی المنام فقد راه حقاً و لکن لا یجب العمل بما یسمعه الرای منه لعدم ضبطه و یخاطب بعد الموت بقول السلام علیک ایها النبی و رحمة الله و برکاته لان الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون و یحجون کما ورد'' (کتاب الانوار ج ۲ ص ۱۴ مطبوعہ مصر ۱۳۶۲ھ)

علامہ سمہودی (۹۱۱ھ) شیخ ابومنصور البغدادی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''قال الاستاذ ابو منصور البغدادی

قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا ﷺ حی بعد وفاتہ" ہمارے محققین علماء کلام نے لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اپنی امت کی اطاعات سے خوش ہوتے ہیں۔ (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۴)

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۵۵ھ) اس قسم کی احادیث پر جن میں حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پیش ہونے کا بیان ہے بحث کرتے ہوئے اپنا حاصل مطالعہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں: "والاحادیث فیھا مشروعیۃ الاکثار من الصلوٰۃ علی النبی یوم الجمعۃ وانھا تعرض علیہ وانہ حی فی قبرہ وورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشھداء انھم احیاء یرزقون وان الحیاۃ فیھم متعلقۃ بالجسد فکیف بالانبیاء والمرسلین" (نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۰۵)

(ترجمہ) اور احادیث میں جمعہ کے دن نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنے کی مشروعیت ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور قرآن کریم میں شہداء کے حق میں یہ نص موجود ہے کہ وہ زندہ ہیں اور انہیں (اگلے جہان کے حسب حال) رزق بھی ملتا ہے اور ان کی حیات صرف روح کی نہیں جسد کے ساتھ ہے، جب شہداء کا یہ حال ہے تو انبیاء و مرسلین کی حیات (فی القبر) کتنی قوی ہوگی۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ: "انھم لا یموتون فی قبورھم بل ھم احیاء" (عینی شرح بخاری ج ۷ ص ۳۰۰)

(ترجمہ) یقیناً انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور شریفہ میں مردہ نہیں ہوتے بلکہ وہ وہاں زندہ ہیں۔

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ: "ان الانبیاء احیاء فی قبورھم فیمکن لھم سماع صلوٰۃ من صلی علیھم" بے شک انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ سن سکتے ہیں اس شخص کی آواز کو جو ان پر درود پڑھے۔ (مرقات ج ۲ ص ۲۰۹)

"المعتقد المعتمد انہ حی فی قبرہ کسائر الانبیاء فی قبورھم وھم احیاء عند ربھم و ان لارواحھم تعلقا بالعالم العلوی والسفلی کما کانوا فی الحال الدنیوی" عقیدہ جس پر پورا اعتماد ہے وہ یہی ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی ارواح قدسیہ کو عالم علوی اور عالم سفلی کے ساتھ ایک تعلق بھی ہوتا ہے اور ایسا ہی تعلق انہیں اس دنیا میں بھی حاصل تھا۔ (شرح الشفاء للعلی القاری ج ۲ ص ۱۴۲)

قاضی شوکانی یمنی رحمۃ اللہ علیہ: "روحہ لا تفارقہ لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورھم" حضور انور ﷺ کی روح مبارک اپنے جسد اطہر سے جدا نہیں ہوتی کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور شریفہ میں زندہ ہوتے ہیں۔ (تحفۃ الذاکرین ص ۲۸ مصر)

"انہ حی فی قبرہ... وقد ذھب جماعۃ من المحققین الی ان رسول اللہ ﷺ حی بعد وفاتہ" حضور اکرم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور محققین کی ایک جماعت کا یہی فیصلہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی وفات شریفہ کے بعد زندہ ہیں۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۱۰، ۲۱۱)

حضرت علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قد صحت الاحادیث انہ حی فی قبرہ یصلی باذان و اقامۃ" صحیح حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور انور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔ (منح المنہ ص ۹۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان حیاته فی القبر لا یعقبها موت بل یستمر حیا و الانبیاء احیاء فی قبورهم'' آنحضرت ﷺ اپنی قبر شریف میں اس طرح زندہ ہیں کہ اس زندگی پر موت کبھی نہ آئے گی، آپ ہمیشہ کے لئے زندہ رہیں گے اور انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہی ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۲)

''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآؤک فاستغفروا الله و استغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما (النساء:٦٤)'' اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے استغفار کریں اور اللہ کے رسول بھی ان کے لئے استغفار چاہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنیوالا بہت مہربان پائیں گے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جو رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے آیا وہ اس وقت حضور ﷺ کی ہمسائیگی میں ہے۔ یہ اسی صورت میں متصور ہے کہ وہ حضور ﷺ کو روضہ انور میں حیات سمجھے۔

(جذب القلوب ص ۱۸۰ فارسی)

حضرت مولانا میاں نذیر حسین صاحب دہلوی (۱۳۲۰ھ)

اور حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ خصوصاً آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عندالقبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۲ ص ۵۵ ضمیمہ)

مولانا وحید الزماں حیدر آبادی (۱۳۳۸ھ) تلمیذ حضرت میاں صاحب

اور پیغمبروں کے اجسام مردہ نہیں وہ جسم سمیت اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں جیسے دوسری حدیث سے ثابت ہے.......... وہ مرنے کے بعد بھی جب حکم الٰہی ہوتا ہے تو اپنے زائر پر توجہ فرماتے ہیں اور ان کی روح سے زائر کو بہت سے فیض پہنچتے ہیں۔ اگر مردوں میں عموماً احساس اور سمع نہ ہوتا تو اہل قبور پر سلام کیوں مشروع ہوتا کیا لکڑی پتھر کو آنحضرت ﷺ نے سلام کرنے کا حکم دیا، اس کا وہی قائل نہ ہوگا جو نادان ہے۔ (تیسیر الباری کتاب الدعوات ج ٦ ص ۹۸)

مولانا شمس الحق عظیم آبادی شارح سنن ابی داؤد

''ان الانبیاء فی قبورهم احیاء'' انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ (ص ۱۰۵)

اور حدیث: ''مامن احد یسلم علی الا رد الله علی روحی'' کے تحت لکھتے ہیں: ''و القول الصحیح ان هذا لمن زاره و من بعد عنه تبلغه الملئکة سلامه (عون المعبود ص ۷) ان النبی فی القبر حی یحس و یعلم و تعرض علیه اعمال الامة و الله تعالی خلق ملئکة سیاحین یبلغون الیه الصلوٰة من امته'' حضور اکرم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ علم و احساس آپ میں برابر موجود ہیں۔ امت کے اعمال آپ پر پیش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ایسے فرشتے پیدا کر رکھے ہیں جو زمین میں سیاحت کرتے رہتے ہیں اور امت کا صلوٰۃ و سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔ (کتاب المعتمد فی المعتقد باب دوم فصل ۴ للعلامہ تور بشتی رحمہ اللہ)

'' عندهم محمد حی فی قبره'' اشاعرہ کے نزدیک حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

(الروضۃ البهیۃ ص ۱۵)

محدث کبیر علامہ سخاوی ؒ: ''نحن نؤمن و نصدق بانه حي يرزق في قبره ان جسده الشريف لاتأكله الارض والاجماع على هذه'' ہمارا ایمان ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ آپ کو وہاں رزق بھی ملتا ہے اور آپ کے جسد اطہر کو مٹی نہیں کھاتی اور اس عقیدے پر اہل حق کا اجماع ہے۔ (القول البدیع ص ۱۷۲)

شبہ: ''اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ'' جو فرمایا تو رفیق اعلیٰ کہاں ہے؟

جواب: یہ بھی تو ہمیں سمجھائیں ناں؟ اس مقام کی کوئی تعیین ہے کسی حدیث میں کہ رفیق اعلیٰ کہاں ہے؟

یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اپنے مکان میں داخل ہونے لگے تو فرشتوں نے کہا کہ آپ کا ابھی وقت نہیں آیا، اب جب وقت آ گیا ہے تو اس میں داخل ہو گئے ہیں؟ وہ روح داخل ہونے لگی تھی یا جسم مع الروح داخل ہونے لگے تھے؟ روح داخل ہونے لگی تھی۔ جب یہ بات ہو رہی تھی خواب میں تو اس دروازے پر کھڑے ہیں اس وقت روح کا تعلق جسم سے تھا یا نہیں؟ تو ایک قدم آگے رکھنے سے ٹوٹ جاتا تھا؟

جو جھگڑا ہے وہ تو تعلق کا ہے، اب رفیق اعلیٰ کیا ہے؟ اس کے بارے میں یہ تعیین نہیں کر سکتے اب تک۔ کبھی کہتے ہیں جی علیین کو رفیق اعلیٰ کہتے ہیں لیکن یہ ان کا اپنا قیاس ہے، اعلیٰ کا معنی تو زیادہ شان والی چیز ہے؟ ہم کہتے ہیں علیین تو کجا رسول اکرم ﷺ جہاں آرام فرما ہیں روضہ اطہر میں اس کا مقام عرش اعلیٰ سے بھی بلند ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ لامکان ہیں اگر اللہ کا کوئی مکان ہوتا تو اللہ کے مکان کو مصطفیؐ کے مکان سے اونچا شان سمجھتے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ لامکان ہیں، مکان ہمیشہ مکین سے بڑا ہوتا ہے اور مکین کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے۔ اب یہ جگہ بڑی ہے تو میں اس میں بیٹھا ہوں، تو عرش خدا کا مکان نہیں۔ ورنہ ماننا پڑے گا کہ عرش خدا سے بڑا ہے تو معلوم ہوا کہ اس سے بھی کوئی بڑی چیز نکل آئی ہے۔

حضرت اوکاڑوی ؒ نے بتایا کہ میں جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جا رہا تھا تو راستے میں دو غیر مقلد بیٹھ گئے ایک اگلی طرف اور ایک پیچھے، اب وہ لوگوں کو کیا کہیں؟ روضہ پاک کی زیارت کی نیت نہ کرنا، وہاں جا کے کر لینا زیارت، مسجد نبوی کی نیت کرنا مسجد نبوی کی۔ (اس پر بندہ آگے مفصل ذکر کرے گا) میں نے کہا کہ دیکھو یہ دھوکہ دے رہا ہے، روضہ پاک کی زیارت کی نیت کرو کہ جی وہ کیوں؟ میں نے کہا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جو عرش اعظم سے بھی بلند مقام رکھتی ہے، عرش خدا کا کوئی مکان نہیں۔ کہنے لگا کہ خدا کا مکان ہے۔ پوچھا کہ کون سا؟ کہتے ہیں عرش۔ ''الرحمن على العرش استوىٰ'' تو میں نے کہا مکان مکین سے بڑا ہوتا ہے کہ جی ہاں بڑا ہوتا ہے، تو میں نے کہا تو جو شروع کرتا ہے نماز اللہ اکبر سے۔ العرش اکبر کہا کر؟ کیونکہ اللہ سے بڑی چیز مل گئی ہے تو یہ اللہ اکبر کیوں کہتے ہیں؟ اللہ سے تو عرش بڑا نکل آیا؟ پھر العرش اکبر کہنا چاہئے۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا۔

تو ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ وہ خاک پاک جو جسد اطہر سے مس کر رہی ہے اس کا درجہ عرش اعظم سے بھی بلند ہے تو جب اس خاک کا درجہ بلند ہے تو وہ جسد اطہر جس پر وحی نازل ہوتی تھی وہ جسد اطہر جو آپ کا ہے اس سے بلند تر کوئی بھی چیز نہیں ہے۔ اس لئے وہاں رہنا یہ اعلیٰ ترین مقام پر رہنا ہے۔

اور یہ ایک حدیث جو آتی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے منبر اور گھر کے درمیان جو جگہ روضة من رياض الجنة، جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے تو یہ سعید صاحب ایک دفعہ کہہ رہے تھے کہ معلوم ہوا کہ یہ جگہ تو

جنت کا ٹکڑا ہے وہ جنت تو نہیں ہے۔ یہ جگہ جنت ہے جو قبر اور اس کے درمیان ہے گھر تو ادھر آ ئے گا نا، ایک سائیڈ پر تو اس لئے وہ جنت نہیں ہے۔

کیونکہ ہم یہ کہتے تھے کہ جب وہ جنت ہے تو جنت قبرستان کو نہیں کہتے، مردوں کو نہیں کہتے۔ جنت میں زندہ ہوتے ہیں، یا تو اس کو جنت کہنا چھوڑ دو، یا حضرت پاک کا معاذ اللہ مردہ کہنا چھوڑ دو۔ تو یہ کہتا تھا کہ مابین بیتی و ممبری کہ منبر بھی جنت نہیں اور یہ بھی جنت نہیں ہے درمیان والی جگہ جنت ہے۔ اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ جو تیسری صدی میں گزرے ہیں ان کی کتاب مشکل الآثار انہوں نے اس حدیث کو لکھ کر اس کا مطلب بیان فرمایا کہ اللہ کے نبی نے کئی جنتوں کا ذکر کیا روضات جمع ہے، اس میں ایک جنت کا ٹکڑا یہ ہے جو گھر اور منبر کے درمیان ہے، اب یہ جنت کا ٹکڑا کیوں بنا؟ کہ اس پر حضرت کے مبارک پاؤں لگے ہوئے ہیں، تو جب وہ جگہ بھی جنت قرار پا گئی، جس پر حضرت کے مبارک پاؤں لگے ہیں تو جہاں حضرت کا مبارک جسم ہے وہ تو اعلیٰ ترین جنت ہوئی۔

اسی لئے روضۃ من ریاض الجنۃ فرمایا۔ کہ جنت کے ٹکڑے بہت سے ہیں لیکن یہ ٹکڑا اس ٹکڑے کا مقابلہ نہیں کر سکتا، یہ صرف اس لئے جنت بن گیا کہ یہاں حضرت مبارک پاؤں لگے تھے آتے جاتے، اور جہاں حضرت کا پورا جسد اطہر ہے وہ یقیناً اس سے بڑی جنت ہے۔

شبہ: ایک شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ روح رفیق اعلیٰ میں چلی گئی ہے۔

اب ان لوگوں کا دعویٰ تو یہ ہوتا ہے کہ عقیدہ قرآن سے ثابت ہوتا ہے یا حدیث متواترہ سے، اب اس حدیث کی راویہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور کسی نے بھی یہ روایت بیان نہیں کی، تو یہ خبر واحد ہے اور یہ خود کہتے ہیں کہ خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔

اب ان کو کیا مجبوری پڑ گئی ہے کہ یہ خبر واحد پیش کرنے لگے ہیں۔ پھر اگلی بات میں نے یہ پوچھی ہے کہ یہ الفاظ جنہوں نے کانوں سے سنے ہیں یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا وہ تو اس قبر میں حیات کی قائل ہیں۔ وہ فرماتی ہیں جب صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے ابا جان (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) تھے تو قبر پر جاتے وقت پورے کپڑے نہیں سنبھالتی تھی۔ اب عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کی وجہ سے سنبھالتی ہوں، تو قبروں میں کچھ ہے تو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا اتنا اہتمام کرتی ہیں، تو جنہوں نے اپنے کان سے یہ سنا ہے انہوں نے تو حیات فی القبر کا انکار نہیں کیا اور یہ چودھویں صدی میں اس کا یہ مطلب لینے لگے ہیں۔

تو بخاری میں باب وفات النبی میں یہ روایت موجود ہے وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے ہیں حضرت سعید ابن مسیب اب جنہوں نے یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے وہ تو حیات فی القبر کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے تین دن روضہ پاک سے اذان کی آواز سنی ہے۔ دارمی شریف میں یہ روایت صحیح سند سے موجود ہے۔

حیات انبیاء للبیہقی میں بھی یہ روایت صحیح سند کے ساتھ موجود ہے، جب حرہ کا واقعہ پیش آیا تو مسجد نبوی کے دروازے بند کر دیئے گئے یہ کہیں اندر رہ گئے کہتے ہیں رات کو نماز کے وقت کا پتا نہیں چلتا تھا تو روضہ پاک سے باقاعدہ اذان کی آواز آتی تھی اور میں نے اپنے کانوں سے سنی ہے، اب جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ اس قبر میں حیات کے قائل ہیں۔

شفاء السقام میں ہے کہ ہمسائے دیوار میں میخ ٹھوک رہے تھے تو کھٹ کھٹ کی آواز آرہی تھی تو اماں جان رضی اللہ عنہا نے پیغام بھیجا کہ اس آواز سے حضرت پاک کو پریشانی ہورہی ہے، تو یہ پریشانی اسی قبر میں ہورہی تھی یا کسی اور جگہ؟ یقیناً اسی قبر میں ہورہی تھی تو معلوم ہوا کہ اماں جی اسی قبر میں حیات کی قائل ہیں۔ اب اس حدیث کا مطلب اماں جی زیادہ سمجھتی ہیں یا عبدالرحیم نظامی زیادہ سمجھتا ہے۔ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ زیادہ سمجھتے ہیں یا عبدالرحیم؟

تو پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث ہے ہی خبر واحد دوسرے نمبر پر اس کے جو روایت کرنے والے ہیں وہ حیات فی القبر کے قائل ہیں اور مماتی جو دوسری روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا و الجنۃ ماواہ اس کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ جو پکے حیات فی القبر کے قائل ہیں اور صرف نبیوں کی حیات کے نہیں بلکہ عام مردوں کی حیات اور سماع کے قائل ہیں، کیونکہ بخاری میں انہ یسمع قرع نعالھم کے راوی بھی یہی ہیں۔

اب ان حدیثوں کے راویوں نے تو ان احادیث کی بناء پر عوام کے سماع کا انکار نہیں کیا۔ چہ جائیکہ نبی پاک کی حیات کا انکار کریں اور ڈیرہ غازی خان میں اب نبی پاک کی حیات کا انکار ہونے لگا ہے۔ پھر میں نے یہ پوچھا ہے کہ رفیق اعلیٰ ہے کہاں؟ اس کا معنیٰ تو اعلیٰ مقام ہے اور حضرت پاک کے روضہ پاک سے اعلیٰ مقام دنیا میں اور کوئی نہیں کہ اس کا مقام تو عرش اعظم سے بھی زیادہ ہے، تو اس کو رفیق اعلیٰ کیوں نہ مانا جائے۔

میں نے سوال میں یہی پوچھا ہے کہ جب حضرت پاک نے فرمایا تھا۔ اللھم من الرفیق الاعلیٰ تو اس جسم اور روح دونوں نے کہا تھا یا صرف روح نے اور جسم مثالی نے کہا تھا؟ اگر اس جسم اور روح نے کہا تھا تو پھر جہاں یہ دونوں پہنچے ہیں وہی رفیق اعلیٰ ہے، اب یہ بات تو نہیں ہوسکتی کہ ایک بے وفائی کر جائے کہ روح تو رفیق اعلیٰ میں چلی جائے اور جسم یہیں رہ جائے۔

جب اسی جسم اور روح دونوں نے کہا ہے تو جہاں یہ دونوں پہنچے ہیں وہی رفیق اعلیٰ ہے اور وہ جگہ روضہ من الریاض الجنۃ ہے۔ آگے لکھتا ہے کہ قیامت تک وہیں رہے گی۔

اعتراض: علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ روح اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہے۔

جواب: علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اس کے باوجود اس جسم کی حیات کے قائل ہیں چنانچہ لکھتے ہیں: ''و معلوم بالضرورۃ ان جسدہ فی الارض طری مطراً و قد سألہ الصحابۃ کیف تعرض صلوٰتنا علیک و قد ارمت فقال ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء و لو لم یکن جسدہ فی صریحہ لما اجاب بھذا الجواب و قد صح عنہ ان اللہ تعالیٰ و کل بقبرہ الملئکۃ یبلغون عن امتہ الاسلام و صح عنہ انہ خرج بین ابی بکر و عمر و قال ھکذا نبعث ھذا مع القطع بان روحہ الکریمۃ فی الرفیق الاعلیٰ فی اعلیٰ علیین مع ارواح الانبیاء ...... فالروح ھناک و لھا اتصال بالبدن فی القبر و اشراف علیہ و تعلق بحیث یصلی فی قبرہ و یرد سلام من سلم علیہ و ھی فی الرفیق الاعلیٰ'' (کتاب الروح ص ۵۴ حیدر آباد)

(ترجمہ) یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جسد اطہر بالکل تر و تازہ روضہ منورہ میں تشریف فرما ہے۔ آپ ﷺ سے صحابہ نے پوچھا تھا کہ وفات کے بعد آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام کیسے پیش ہوتا رہے گا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے کہ پیغمبروں کے جسموں کو کھائے، اگر آپ کا جسد اطہر قبر شریف میں نہ ہوتا تو ہرگز یہ جواب ارشاد نہ فرماتے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ سے یہ بھی صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے روضہ منورہ کے ساتھ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو آپ کو آپ کی امت کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں، یہ بھی آپ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ ﷺ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مابین تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے، ان سارے حقائق کے ساتھ یہ بات قطعی ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہے۔ جہاں کہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح مقدسہ ہیں۔ پس روح تو وہاں ہے اور وہیں سے اسے روضہ منورہ میں رکھے جسد اطہر کے ساتھ اتصال ہو رہا ہے۔ روح و بدن کا ایسا قوی تعلق قائم ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

''وبهذا التعلق رای موسیٰ قائماً یصلی فی قبره'' روح و بدن کے اسی تعلق کی بناء پر آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ (زادالمعاد ص ۴۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خود ساختہ اشاعت التوحید والسنہ کے عقیدہ پر وضاحت طلبی

عقیدہ مرقومہ بقلم عبدالرحیم شاہ صدر دین ڈیرہ غازیخان

۱...... حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی موت شریف بصورت خروج روح واقعی ہوئی۔

۲...... آپ ﷺ کی روح مبارک جسم سے جدا ہونے کے بعد مقام رفیق اعلیٰ میں چلی گئی۔

۳...... قیامت تک وہیں عیش و عشرت میں رہے گی۔

۴...... قیام قیامت کے وقت آپ ﷺ کی روح مبارک آپ ﷺ میں داخل ہوگی پھر آپ ﷺ زندہ ہو کر اپنی قبر مبارک سے باہر تشریف لائیں گے۔

۵...... باقی موت سے تا قیام قیامت آپ ﷺ کا جسم مبارک اگرچہ محفوظ و معطر رہے گا (جیسا کہ اب بھی ہے) مگر اس میں روح موجود نہیں۔

۶...... حاصل آنکہ ہم حضور ﷺ کی حیات روحانی برزخی کے قائل ہیں۔ عقیدہ ختم۔

سوالات

۱...... یہ عقیدہ اس تفصیل سے اہل سنت والجماعت کی کون سی کتاب میں مذکور ہے؟ مکمل عبارت باحوالہ تحریر فرمائیں۔

۲...... یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے کہ اس کا منکر کافر ہو، یا ضروریات اہل سنت میں سے کہ اس کا منکر اعتقادی بدعتی اور اہل سنت سے خارج ہو۔

۳...... ضروریات دین اور ضروریات اہل سنت کی جامع مانع تعریف بھی فرمائیں۔

۴...... عقیدہ جزء نمبر ا یعنی وقوع موت آنحضرت ﷺ بخروج روح قرآن پاک کی کس آیت کریمہ میں ہے کہ آپ وصال فرما چکے ہیں یا کس حدیث متواتر میں ہے کہ میں وصال فرما چکا ہوں؟ وعدہ موت تو سب کا قرآن میں مذکور ہے، اس کی بات نہیں، وقوع موت کی دلیل درکار ہے۔

۵...... روح کو نکل جاتے کس نے دیکھا؟ اس پر کوئی آیت یا حدیث متواتر جو مثبت عقیدہ ہو تحریر فرمائیں۔

۶...... اللّٰھم بالرفیق الاعلی آپ نے اس جسم اور روح سے فرمایا جسم مثالی سے۔

۷...... آپ کا جسد اطہر اور روح مبارک دونوں رفیق اعلیٰ میں پہنچ گئے یا کسی ایک نے وعدہ خلافی کی؟

۸...... الرفیق الاعلیٰ کہاں ہے کسی آیت حدیث متواتر سے بیان فرمائیں۔

۹...... اللّٰھم بالرفیق الاعلی کی حدیث حدیث متواتر ہے یا حدیث مشہور یا خبر واحد۔ ان تینوں قسموں کی جامع مانع تعریف بھی فرمائیں۔

۱۰...... قیامت تک روح مطہرہ الرفیق الاعلیٰ میں رہے گی اور جسد اطہر قبر مبارک میں، لیکن ان کا آپس میں کوئی تعلق یا تلبس نہ ہوگا۔ اس پر ایک آیت یا حدیث متواتر پیش فرمائیں۔

۱۱...... قاضی نور محمد صاحب، مولانا غلام اللہ خان صاحبان نے جو اس عقیدہ پر دستخط فرمائے تھے کہ قبر مبارک میں تعلق روح سے حیات ہیں اور روضہ مبارک پر پڑھا ہوا صلوۃ وسلام آپ سنتے ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ کافر قرار پائے یا معتزلی، بدعتی اور یہ عقیدہ انہوں نے کس صریح آیت یا صریح متواتر حدیث سے لیا تھا؟

۱۲...... سیدہ عائشہ جو حدیث اللّٰھم بالرفیق الاعلی کی تنہا روایت کرنے والی ہیں۔ وہ آپ کی حیات فی القبر کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھتی تھیں۔

۱۳...... حضرت امام سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کے تنہا راوی ہیں وہ آپ کی حیات فی القبر کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھتے تھے؟

۱۴...... حضرت انس رضی اللہ عنہ جو خبر واحد جنت الفردوس ماواہ کے راوی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فی القبر کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھتے تھے؟

۱۵...... موت کا کیا معنی ہے اور حیات کا کیا معنی ہے؟

۱۶...... موت اور نیند میں کیا فرق ہے؟

۱۷...... نیند میں روح جسم سے باہر ہوتی ہے یا اندر؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لمبا خواب جس میں جسد اطہر مدینہ منورہ میں بستر خواب پر تھا اور روح مبارک عالم مثال جنت، دوزخ کی سیر کر رہی تھی، اس وقت جسد اطہر سے اتنا تعلق تھا کہ سانس چل رہا تھا، کروٹیں بدلی جارہی ہوں، کھانا ہضم ہو رہا ہو یا نہیں اور اس کی کیا دلیل ہے؟

۱۸...... قرآن اور احادیث متواترہ میں قبر کس مقام کا نام ہے؟

۱۹...... قبر اور عالم قبر میں کیا فرق ہے؟ اور بستر خواب اور عالم خواب میں کیا فرق ہے؟

۲۰...... نبی اور غیر نبی کی نیند میں کیا کیا فرق ہوتا ہے؟ بادلیل بیان کریں۔

۲۱...... نبی اور غیر نبی کے غسل کفن، جنازہ اور دفن میں کیا کیا فرق ہوتے ہیں بادلیل بیان فرمائیں۔

۲۲...... موت کے بعد نبی اور غیر نبی کے اموال اور ازواج کے احکام میں کیا کیا فرق ہیں؟

۲۳...... مدینہ پاک اور روضۂ پاک کو روضۃ من الریاض الجنۃ ماننا ضروری عقیدہ ہے یا نہیں؟

۲۴...... برزخ یعنی پردہ کا کیا مطلب ہے؟ پردہ کا تعلق روح سے ہوتا ہے یا جسم سے؟ روح کبھی پردہ میں کبھی بے پردہ ہوتی ہے، یہ جسم بھی کبھی پردہ میں کبھی بے پردہ ہوتا ہے۔

۲۵...... حیات جسمانی اور حیات روحانی میں کیا فرق ہے؟ کیا حیات جسمانی میں جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے یا نہیں اور حیات روحانی میں روح کے ساتھ جسم کا تعلق ہوتا ہے یا نہیں؟ بادلیل بیان کریں۔

۲۶...... برزخی حیات (چھپی حیات جو صرف اسی کو محسوس ہو) اور کھلی حیات جو سب کو محسوس ہو دونوں میں کیا فرق ہے؟ اور ان کے احکام میں کیا فرق ہے؟

۲۷...... بیداری کی کھلی حیات اور نیند کی نیم برزخی حیات (کہ بعض آثار دوسروں کو بھی محسوس ہوتے ہیں بعض حالات صرف اسی کو) میں کیا کیا فرق ہیں؟ آثار میں اور احکام میں۔

۲۸...... نیند کی برزخی اور قبر کی مکمل برزخی حیات کے آثار اور احکام میں کیا فرق ہے؟

۲۹...... جب آپ جسد اطہر کو محفوظ اور معطر مانتے ہیں تو کس آیت یا کس حدیث متواتر سے یہ ثابت ہے؟

۳۰...... جب آپ حیات کے قائل ہیں کہ ایسی آیات اور متواتر احادیث لکھیں جن میں موت کے بعد اور قیامت سے پہلے حیات کی صراحت ہو۔

۳۱...... میت کا لفظ روح پر بولا جاتا ہے یا جسم پر۔

۳۲...... کیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا علم میت کی قائل ہیں؟

۳۳...... سلام میت بعینہ خطاب کی قائل ہیں؟

۳۴...... خطاب میت کی قائل ہیں؟ آپ نے کس سنہ میں اپنے بھائی کو قبر میں خطاب کیا۔

۳۵...... کیا آپ معرفت میت کی قائل ہیں؟ حیامن عمر رضی اللہ عنہ کا کیا مطلب ہے؟

۳۶...... کیا آپ رضی اللہ عنہا عذاب میت کی قائل ہیں؟

۳۷...... نیند کے بعد روح کو کھلی حیات سے بھیجا جاتا ہے یا چھپی حیات سے؟

۳۸...... موت کے بعد روح کو کھلی حیات سے روکا جاتا ہے یا چھپی حیات سے؟

۳۹...... حضور کی قبر مبارک کہاں ہے؟

۴۰...... اس قبر مبارک میں جو جسد مطہر ہے وہ جسد عنصری ہے یا جسد مثالی۔

۴۱...... بیداری میں روح پر کتنی ذمہ داریاں ہیں، نیند میں کتنی اور برزخ میں کتنی؟

۴۲...... حیات دنیوی کھلی سے حیات دنیوی برزخی کن کن آثار و احکام میں اعلیٰ ہے؟

سوال: قرآن پاک میں ہے: ''و ما انت بمسمع من فی القبور'' کہ مردے نہیں سنتے۔

جواب: اس آیت میں یہ نہیں ہے کہ مردے نہیں سنتے بلکہ یہ ہے کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ سنانے کی نفی ہے سننے کی نہیں۔ ایک ہے اسماع اور ایک ہے سماع۔ اسماع کی نفی ہے نہ کہ سماع کی۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیں۔

مثال: استاد شاگردوں کو کہتا ہے کہ میں نے تمہیں آج ناشتہ نہیں کروایا۔ کیا اس سے کوئی یہ سمجھ لے گا کہ لڑکوں نے آج ناشتہ کیا بھی نہیں؟ جس طرح پلانے کی نفی سے پینے کی نفی نہیں ہوتی، کھلانے کی نفی سے کھانے کی نفی نہیں ہوتی اسی طرح اسماع کی نفی سے سماع کی نفی نہیں ہوتی۔

اسی آیت مبارکہ میں آگے ہے: ''ان انت الا نذیر'' کیا نبی اقدس بہروں کو تبلیغ کرتے تھے؟ اگر مردوں کے ساتھ عدم سماع میں تشبیہ ہے تو کافروں کا بہرا ہونا لازم آئے گا۔ اگر وہ بہرے تھے تو ان کو دعوت ہی نہ پہنچی،

قرآن پاک میں ہے: ''انک لا تھدی من احببت'' کہ آپ نہیں ہدایت دے سکتے جسے آپ چاہیں تو کیا کسی کو ہدایت ملی بھی نہیں؟ اسی طرح قرآن پاک میں ہے صم بکم عمی تو کیا یہاں بھی یہی معنی مراد لیا جائے گا کہ وہ بہرے اندھے اور گونگے ہیں۔جس طرح ان آیات میں سماع حقیقی بصارت حقیقی اور تکلم حقیقی کی نفی نہیں اسی طرح اس آیت میں بھی سماع حقیقی کی نفی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ سماع انتفاع نہیں ہے، جیسے آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم فلاں ڈی سی کے پاس گئے تھے لیکن وہ سنتا ہی نہیں تو اس کا کیا یہ مطلب لیا جائے گا کہ حکومت نے بہرے آدمی کو ڈی سی بنایا ہوا ہے یقیناً یہاں جو نفی ہے وہ ایسے سماع کی ہے جس سے وہ نفع اٹھائے۔اسی طرح اس آیت میں بھی سماع انتفاع کی نفی ہے کہ اب مردوں کا ایمان لانا فائدہ مند نہیں ہے۔

چیلنج: چودہ صدیوں میں دولاکھ قرآن پاک کی تفاسیر لکھی جا چکی ہیں کسی ایک سنی مفسر کا حوالہ پیش کریں جس نے اس آیت کی تحت لکھا ہو کہ: (۱) انبیاء قبروں میں مردہ ہیں۔(۲) وہ قبروں میں نہیں سنتے۔(۳) ان کا قبروں میں نہ سننا اس آیت سے قطعی طور پر ثابت ہے۔(۴) جو اس کا منکر ہے وہ کافر ہے۔(۵) کفر کی جامع مانع تعریف کریں۔(۶) شرک کی جامع مانع تعریف کریں۔(۷) یہ تعریفیں اہل سنت و جماعت کی کتب سے نہ ہوں۔(اس لئے کہ وہ تو آپ کے ہاں مشرک ہیں) (۸) جتنے لوگوں نے بھی انبیاء کے سماع کا قول کیا ہے۔کیا وہ اس آیت کے منکر تھے؟ (۹) کیا وہ اس کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہوئے۔(۱۰) کیا وہ احادیث جن میں سماع انبیاء کا ذکر ہے وہ اس آیت کے خلاف ہیں؟ (۱۱) جنہوں نے بھی ان احادیث کی توثیق کی ہے، ان کو صحیح کہا ہے ان کا کیا حکم ہے؟ (۱۲) جن محدثین نے ان احادیث کو اپنی کتب احادیث میں نقل کیا ہے اور اس پر تنبیہ نہیں کی کہ یہ احادیث قرآن کی آیات کے خلاف ہیں وہ خائن تھے، گمراہ تھے یا کیا تھے؟

اس آیت کے تحت تفسیری حوالہ جات نیچے حاشیہ میں ملاحظہ کریں کہ کسی نے بھی ان تفاسیر میں اس آیت کے تحت عدم سماع انبیاء کا مسئلہ نہیں چھیڑا۔[۱]

---

[۱] "وما انت بمسمع من فی القبور" ای الکفار الذین امات الکفر قلوبھم، ای کما لا تسمع من مات، کذلک لا تسمع من مات قلبه۔ وقرأ الحسن و عیسی الثقفی و عمرو بن میمون "بمسمع من فی القبور" بحذف التنوین تخفیفا، ای ھم بمنزلة (اھل) القبور فی انھم لا ینتفعون بما یسمعونه ولا یقبلونه۔ (الجامع لاحکام القرآن لابی عبد الله محمد بن احمد الانصاری القرطبی) عن السدی رحمه الله فی قوله۔ "وما یستوی الاعمی والبصیر" قال۔ الکافر والمؤمن "ولا الظلمات" قال۔ الکفر "ولا النور" قال۔ الایمان "ولا الظل" قال۔ الجنة "ولا الحرور" قال۔ النار "وما یستوی الاحیاء ولا الاموات" قال۔ المؤمن والکافر "ان الله یسمع من یشاء" قال یھدی من یشاء۔ قوله تعالی۔ "وما انت بمسمع من فی القبور" آیة ۲۲۔ عن قتادة فی قوله۔ "وما أنت بمسمع من فی القبور" فکذلک الکافر لا یسمع ولا ینتفع بما یسمع۔ (تفسیر القرآن العظیم تالیف الامام الحافظ عبدالرحمن بن محمد ابن ادریس الرازی ابن ابی حاتم المتوفی سنة ۳۲۷ھ) "وما انت بمسمع من فی القبور" یعنی الکفار شبھھم بالاموات فی القبور حین لم یجیبوا۔ (اللباب فی علوم الکتاب تالیف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد ۸۸۰ ھجریه) "وما یستوی الاحیاء ولا الاموات" تمثیل آخر للمؤمنین والکافرین ابلغ من الاول ولذلک کرر الفعل۔ وقیل للعلماء والجھلاء "ان الله یسمع من یشاء ھدایته فیوفقه لفھم آیاته والاتعاظ بعظاته۔ "وما انت بمسمع من فی القبور" (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اشکال: قرآن پاک میں ہے: اموات غیر احیاء کہ قبروں والے سب مردہ ہیں خواہ وہ انبیاء ہوں یا عام لوگ۔

جواب: مفسرین نے اموات سے مراد بت لئے ہیں۔ نیچے حاشیہ میں تفسیری حوالہ جات دیکھ لیجئے۔ البتہ بعض نے انبیاء کو بھی داخل کیا ہے، لیکن انہوں نے ساتھ ہی عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کو بھی ذکر کیا ہے تو کیا عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کو مردہ کہیں گے؟ مراد صرف یہ ہے کہ جس پر ایک لحہ بھی موت طاری ہونی ہے وہ خدا نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر ایک نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، بعض نے تو چکھ لیا، عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتے بھی چکھیں گے اس لئے انبیاء، فرشتے اور انسان خدا نہیں ہوسکتے اور نہ ہی بت خدا ہوسکتے ہیں کہ ان میں کبھی روح آئی ہی نہیں وہ بھی مردہ ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ سب فی الحال مردہ ہیں۔ اتنا مطلب ہے کہ انہوں نے موت کا ذائقہ چکھ لیا ہے اور بعض نے چکھنا ہے وگرنہ تو عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کو فی الحال مردہ کہنا پڑے گا۔ حالانکہ اس کے یہ لوگ بھی قائل نہیں ہیں۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) ترشیح لتمثیل المصرین علی الکفر بالاموات و مبالغة فی اقناطه عنهم۔ (تفسیر البیضاوی لامام ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی) واخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم عن قتادة فی قوله "وما انت بمسمع من فی القبور" فکذالک الکافر لا یسمع ولا ینتفع بما یسمع۔ (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للامام الحافظ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (ت ۹۱۱ھ) ان اللہ یسمع من یشاء) أن یسمعه من اولیائه الذین خلقهم لجنته وو فقهم لطاعته (وما أنت بمسمع من فی القبور) یعنی الکفار الذین امات الکفر قلوبهم۔ ای کما لا تسمع من مات کذلک لا تسمع من مات قلبه۔ قرأ الجمهور بتنوین "مسمع" وقطعه عن الاضافة۔ و قرأ الحسن و عیسی الثقفی و عمر بن میمون باضافته (ان انت الا نذیر) ای ما أنت الا رسول منذر لیس علیک الا الانذار والتبلیغ والهدی والضلالة بید اللہ عز وجل۔ (فتح القدیر تالیف محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ھج) "ان اللہ یسمع من یشاء" سماع فهم و قبول، لانه تعالی هو الهادی الموفق، "وما انت بمسمع من فی القبور" ای۔ اموات القلوب، او کما ان دعاءک لا یفید سکان القبور شیئا، کذلک لا یفید المعرض المعاند شیئا، ولکن وظیفتک النذارة، وابلاغ ما ارسلت به، قبل منک ام لا۔ (تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للعلامة الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی ۱۳۰۷۔۱۳۷۶ھ رحمہ اللہ) "ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور" ای ان اللہ یسمع من یشاء اسماعه دعوة الحق، فیحببه بالایمان ویشرح صدره للاسلام، وما انت یا محمد بمسمع هؤلاء الکفار، لانهم اموات القلوب لا یدرکون ولا یفقهون، قال ابن الجوزی۔ اراد بمن فی القبور الکفار، شبههم بالموتی، ای فکما لا یقدر ان یسمع من فی القبور کتاب اللہ و ینتفع بمواعظة، فکذلک من کان میت القلب لا ینتفع بما یسمع۔ (صفوة التفاسیر للعلامة محمد علی الصابونی) وقوله۔ (وما أنت بمسمع من فی القبور) ای۔ لا تسمع الکفار، وشبههم بالاموات فی القبور۔ (تفسیر القرآن للامام العلامة شیخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابی المظفر السمعانی منصور بن محمد بن عبدالجبار التمیمی المروزی الشافعی السلفی) (ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور) وهذا تمثیل بما یحسه البشر و یشاهدونه، فهم یرون ان المیت الذی فی القبر لا یسمع۔ واما الارواح فلا ترد، اذ تتضمن الاحادیث ان ارواح المؤمنین فی شجر عند العرش فی قنادیل وغیر ذلک، وان ارواح الکفرة فی سجین ونحوه، وفی بعض الاخبار ان الارواح عند القبور، فربما سمعت۔ وکذلک اهل قلیب بدر انما سمعت ارواحهم، وکذلک سماع المیت خفق النعال، انما هو برد روحه علیه عند لقاء الملکین، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

موت ایک ذائقہ ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا، جنہوں نے چکھ لیا چکھ لیا اور اس کے بعد کیا حالت ہے تو اس کے بارے میں یہ آیت خاموش ہے، عذاب قبر کی آیات اور وہ احادیث جو عذاب قبر پر دال ہیں ان سے معلوم ہو گیا کہ موت کے بعد پھر قبر میں زندگی ہے جس سے بدن کو عذاب وثواب ہوتا ہے۔ اعادہ روح کی بحث پیچھے مکمل گزر چکی ہے۔

چیلنج: منکرین حیات دو لاکھ تفاسیر میں سے کسی ایک سنّی مفسر کی تفسیر کا حوالہ پیش کریں جو عنایت اللہ شاہ گجراتی سے پہلے کا ہو اور اس نے اس آیت کے تحت لکھا ہو۔

(۱) یہ آیت انبیاء کی قبروں میں دائمی مردہ ہونے کے بارے میں قطعی ہے۔

(۲) جو لوگ انبیاء کی حیات فی القبر کے قائل ہیں وہ اس آیت قرآنیہ کے منکر ہیں۔

(۳) آیت قطعی کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہیں۔

(۴) جو احادیث حیات انبیاء پر دال ہیں وہ اس آیت قطعی کے خلاف ہیں۔

(۵) جن محدثین نے ان احادیث کی تصحیح کی ہے انہوں نے قرآن کی مخالفت کی ہے۔

(۶) جن محدثین نے ایسی احادیث کو نقل کیا ہے جو عام مردوں کی طرف قبر میں اعادہ روح پر دال ہیں کیا وہ قرآن کے مخالف تھے؟

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) فھذہ الآیۃ لا تعارض حدیث القلیب، لان اللہ تبارک وتعالی رد علی اولئک ارواحھم فی القلیب لیوبخھم۔ وھذا علی قول عمر وابنہ عبد اللہ ؓ۔ وھو الصحیح۔ ان رسول اللہ ﷺ قال۔ (ما انتم باسمع منھم)۔ واما عائشۃ ؓ فمذھبھا ان رسول اللہ ﷺ لم یسمعھم۔ وانما قصد توبیخ الاحیاء من الکفرۃ۔ وجعلت ھذہ الآیۃ اصلا۔ واحتجت بھا، فمثل اللہ تعالی فی ھذہ الآیۃ الکفرۃ بالاشخاص التی فی القبور۔ وقرا الحسن بن ابی الحسن۔ (بمسمع من) علی الاضافۃ۔ ثم سلی نبیہ بقولہ۔ (ان انت الا نذیر) ای۔ لیس علیک غیر ذلک، والھدایۃ والاضلال الی اللہ تعالی۔ یہاں بھی یہ نہ انبیاء کی حیات کا انکار کر رہے ہیں بلکہ قبر میں اعادہ روح کا ذکر کر رہے ہیں اور یہ لکھ رہے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ حضور ﷺ کے سنانے کی نفی کرتی تھیں اس سے مطلقا عدم سماع کیسے ثابت ہو گیا۔ (المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابی محمد عبد الحق بن عطیہ الاندلسی) "وما انت بمسمع من فی القبور" ای۔ کما لا یقدر أن یسمع من فی القبور کتاب اللہ، فیھدیھم بہ الی سبیل الرشاد، فکذالک لا یقدر أن ینتفع بمواعظ اللہ و بیان حججہ، من کان میت القلب عن معرفۃ اللہ وفھم کتابہ وواضح حججہ۔ وھذا ترشیح لتمثیل المصرین علی الکفر بالاموات، واشباع فی اقناطہ ﷺ، من ایمانھم۔ (تفسیر القاسمی المسمی محاسن التاویل تالیف علامۃ الشام محمد جمال الدین القاسمی) (قولہ شبھھم بالموتی) ای فی عدم التأثر بدعوتہ وقولہ فیجیبون الضمیر راجع لمن باعتبار معناھا لانہ فسرھا بالکفار۔ (الفتوحات الالھیۃ سلیمان بن عمر العجلی الشافعی الشھیر بالجمل المتوفی سنۃ ۱۲۰۴)" وما انت بمسمع من فی القبور" یعنی۔ الکفار شبھھم بالموتی حین صموا فلم یجیبوا۔ (الوسیط للواحدی) قال وما انت بمسمع من فی القبور ای ھؤلاء من عدم اصغائھم الی سماع الحق بمنزلۃ من ھم قد ماتوا فاقاموا فی قبورھم فکما من مات لا یمکن ان یقبل منک قول الحق فکذالک ھؤلاء لانھم اموات القلوب۔ (تفسیر البحر المحیط ص ۳۰۹ ج۷)"وما انت بمسمع من فی القبور" ای کما لا ینتفع الاموات بعد موتھم و صیرورتھم الی قبورھم وھم کفار بالھدایۃ والدعوۃ الیھا کذالک ھؤلاء المشرکون الذی کتب علیھم الشقاوۃ لا حیلۃ لک فیھم ولا تستطیع ھدایتھم۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۱۲۹ ج۳)"وما انت بمسمع من فی القبور یعنی لا تقدر أن تفقہ الاموات وھم الکفار۔ (تفسیر سمرقندی ص ۸۴ ج۳)

سوالات: (۱) اس آیت سے انبیاء کا مردہ ہونا عبارۃ النص سے مراد ہے یا دلالۃ النص سے یا اقتضاء النص سے یا اشارۃ النص سے۔ کسی مفسر یا محدث سے اس کی تصریح دکھائیں۔

(۲) کسی محدث نے اعادہ روح کی احادیث کی شرح میں لکھا ہو کہ یہ احادیث قرآن کی اس آیت کے خلاف ہیں تو حوالہ پیش کریں۔

(۳) ایسے تمام محدثین جو ایسی احادیث سے خاموشی سے گزر گئے ان کو قرآن آتا تھا یا نہیں، اگر آتا تھا تو وہ حق کو چھپا گئے، تو ان کا کیا حکم ہے؟

(۴) سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ قبر میں اعادہ روح ہوتا ہے، کیا وہ اس آیت کے منکر تھے۔

(۵) کیا آج کے مماتیوں کو امام اعظم رحمہ اللہ سے زیادہ قرآن آتا ہے؟

تفسیری حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں جن کو دیکھ کر معلوم ہوگا کہ اکثر مفسرین نے اموات سے مراد بت لئے ہیں۔[۱]

---

[۱] "اموات غیر احیاء" ای هم اموات، یعنی الاصنام، لا ارواح فیها ولا تسمع ولا تبصر، ای هی جمادات فکیف تعبدونها و انتم افضل منها بالحیاۃ۔ "وما یشعرون" یعنی الاصنام۔ "ایان یبعثون" وقرأ السلمی "ایان بکسر الهمزۃ، وهما لغتان، موضعه نصب بـ"یبعثون" وهی فی معنی الاستفهام۔ والمعنی۔ لا یدرون متی یبعثون۔ و عبر عنها کما عبر عن الآدمیین، لانهم زعموا انها تعقل عنهم و تعلم و تشفع لهم عند الله تعالی، فجری خطابهم علی ذلک۔ وقد قیل۔ ان الله یبعث الاصنام یوم القیامة ولها ارواح فتتبرأ من عبادتهم، وهی فی الدنیا جماد لا تعلم متی تبعث۔ قال ابن عباس، تبعث الاصنام و ترکب فیها الارواح و معها شیاطینها فیتبرؤن من عبدتها، ثم یؤمر بالشیاطین والمشرکین الی النار۔ وقیل۔ ان الاصنام تطرح فی النار مع عبدتها یوم القیامة۔ (الجامع لاحکام القرآن لابی عبد الله محمد بن احمد الانصاری القرطبی) قوله "افمن یخلق کمن لا یخلق" (آیۃ ۱۷۔ ۲۲) عن قتادۃ فی قوله۔ "افمن یخلق کمن لا یخلق" قال۔ الله هو الخالق الرزاق، وهذه الاوثان التی تعبد من دون الله تخلق ولا تخلق شیئا، ولا تملک لاهلها ضرا ولا نفعا۔ قال الله۔ "افلا تذکرون" وفی قوله۔ "والذین یدعون من دون الله" الآیة۔ قال۔ هذه الاوثان التی تعبد من دون الله اموات لا ارواح فیها، ولا تملک لاهلها خیرا ولا نفعا "الهکم اله واحد" قال۔ الله الهنا و مولانا و خالقنا و رازقنا ولا نعبد ولا ندعو غیرہ۔ "فالذین لا یؤمنون بالآخرۃ قلوبهم منکرۃ" یقول۔ منکرۃ لهذا الحدیث۔ "وهم مستکبرون" قال مستکبرون عنه۔ (تفسیر القرآن العظیم تالیف الامام الحافظ عبد الرحمن بن محمد ابن ادریس الرازی ابن ابی حاتم المتوفی سنة ۳۲۷ھ) "اموات" ای۔ هی اموات لا روح فیها۔ یعنی۔ الاصنام "غیر احیاء" تاکید "وما یشعرون ایان یبعثون" و ذلک ان الله سبحانه یبعث الاصنام لها ارواح، فیتبرؤن من عابدیهم، وهی فی الدنیا جماد لا تعلم متی تبعث۔ (الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابی الحسن بن علی الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ) الاصنام اموات لا یحصل عقیب موتها الحیاۃ۔ والثانی۔ ان هذا الکلام مع الکفار الذین یعبدون الاوثان، وهم فی نهایة الجهالة والضلالة، ومن تکلم مع الجاهل الغر الغبی فقد یحسن أن یعبر عن المعنی الواحد بالعبارات الکثیرۃ، وغرضه منه الاعلام بکون ذلک المخاطب فی غایة العبارۃ و أنما یعید تلک الکلمات لکون ذلک السامع فی نهایة الجهالة، وأنه لا یفهم المعنی المقصود بالعبارۃ الواحدۃ۔ (الصفة الثالثة) قوله (وما یشعرون ایان یبعثون) والضمیر فی قوله (وما یشعرون) عائد الی الاصنام، وفی الضمیر فی قوله (یبعثون) قولان۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

واقعہ ا: محمد بن عبیداللہ بن عمرو العتبی کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو قبر اطہر پر زیارت کے لئے حاضر ہوا اور حاضری کے بعد وہیں ایک جانب کو بیٹھ گیا اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار بدوانہ صورت حاضر ہوئے اور آ کر عرض کیا کہ یا خیر الرسل (اے رسولوں کی بہترین ذات) اللہ جل شانہ نے آپ پر قرآن شریف میں نازل فرمایا: ''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآؤک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيماً (النساء:۹۰)'' اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے نفس پر ظلم کرلیا تھا آپ کے پاس آجاتے اور آ کر اللہ جل شانہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے معافی مانگتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا پاتے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) احدهما۔ انه عائد الى العابدين للاصنام يعني أن الاصنام لا يشعرون متى تبعث عبدتهم، وفيه تهكم بالمشركين وأن آلهتهم لا يعلمون وقت بعثهم فكيف يكون لهم وقت جزاء منهم على عبادتهم۔ والثاني۔ أنه عائد الى الاصنام يعني أن هذه الاصنام لا تعرف متى يبعثها الله تعالى قال ابن عباس۔ ان الله يبعث الاصنام ولها أرواح ومعها شياطينها فيؤمر بها الى النار۔ (التفسير الكبير للامام الفخر الرازى) اعلم انه تعالى وصف الاصنام بصفات۔ اولها۔ انها لا تخلق شيئاً۔ وثانيها۔ انها مخلوقة۔ و ثالثها۔ انهم اموات غير احياء، اى۔ انها لو كانت الهة حقيقة، لكانت احياء غير اموات، اى۔ لايجوز عليها الموت، كالحى، الذى لا يموت۔ سبحانه۔ وهذه الاصنام بالعكس۔ فان قيل۔ لما قال ''اموات'' علم انها ''غير احياء'' فما فائدة قوله تعالى۔ ''غير احياء'' والجواب۔ ان الاله هو الحى الذى لا يحصل عقيب حياته موت، وهذه الاصنام اموات لا يحصل عقيب موتها حياة، وايضا۔ فهذا الكلام مع عبدة الاوثان، وهم فى نهاية الجهالة، ومن تكلم مع الجاهل الغر الغبى، فقد يعبر عن المعنى الواحد، بعبارات كثيرة، وغرضه الاعلام بان ذلك المخاطب فى غاية الغباوة، وانما يعيد تلك الكلمات، لان ذلك السامع فى نهاية الجهالة، وانه لا يفهم المعنى المقصود بالعبارة الواحدة۔ ورابعها۔ قوله۔ ''وما يشعرون ايان يبعثون'' والضمير فى قوله۔ ''يشعرون'' عائد على الاصنام، وفى الضمير فى قوله۔ ''يبعثون'' قولان۔ احدهما۔ انه عائد الى العابد للاصنام، اى۔ ما يدرى الكفار عبدة الاصنام متى يبعثون۔ الثانى۔ انه يعود الى الاصنام، اى۔ الاصنام لايشعرون متى يبعثها الله تعالى۔ قال ابن عباس ﷺ۔ ان الله تعالى يبعث الاصنام لها ارواح، ومعها شياطينها، فتتبرأ من عابديها، فيؤمر بالكل الى النار۔ (اللباب فى علوم الكتاب تاليف الامام المفسر ابى حفص عمر بن على ابن عادل الدمشقى الحنبلى المتوفى بعد ۸۸۰ هجريه) ''والذين يدعون من دون الله لا يخلقون شيئا وهم يخلقون'' اى والذين يعبدونهم من دون الله كالاوثان والاصنام لا يقدرون على خلق شيئ اصلا والحال انهم مخلوقون صنعهم البشر بايديهم، فكيف يكونون آلهة تعبد من دون الله؟ ''اموات غير احياء'' اى وتلك الاصنام اموات لا أرواح فيها، لاتسمع ولا تبصر لانها جمادات لا حياة فيها، فكيف تعبدونها وانتم افضل منها لما فيكم من الحياة؟ ''وما يشعرون ايان يبعثون'' اى ما تشعر هذه الاصنام متى يبعث عابدوها۔ (صفوة التفاسير للعلامة محمد على الصابونى) وقوله۔ (غير احياء) تاكيد للاول۔ وقوله۔ (وما يشعرون ايان يبعثون) اى۔ متى يبعثون؟ فان قيل۔ هل للاصنام بعث؟ والجواب۔ أنه قد ذكر فى بعض التفاسير۔ أن الاصنام تبعث، وتجعل فيها الحياة، وتتبرأ من عابديها، وقد دل على هذا القرآن فى مواضع، وقيل فى معنى الآية۔ وما تشعر الاصنام متى يبعث الكفار؟ وفى الآية قول ثالث۔ وهو أن معناها۔ وما يشعر الكفار متى يبعثون؟ (تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابى المظفر السمعانى منصور بن محمد بن عبد الجبار التميمى المروزى الشافعى السلفى) (وما يشعرون) اى الاصنام ايان يبعث الكفار۔ (المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز لابى محمد عبد الحق بن عطيه الاندلسى) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اے اللہ کے رسول میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اور اللہ جل شانہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور میں اس میں آپ کی شفاعت کا طالب ہوں اس کے بعد وہ بدو رونے لگے اور یہ شعر پڑھے ؎

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه فطاب من طیبهن من القاع والاکم

(ترجمہ) اے بہترین ذات ان سب لوگوں میں جن کی ہڈیاں ہموار زمین میں دفن کی گئیں کہ ان کی وجہ سے زمین اور ٹیلوں میں بھی عمدگی پھیل گئی۔

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه فیه العفاف و فیه الجود والکرم

(ترجمہ) میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ مقیم ہیں کہ اس میں عفت ہے، اس میں جود ہے، اس میں کرم ہے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) "وما یشعرون" ای تلک الاصنام المعبودة "ایان یبعثون" ای متی یکون بعثها۔ وقد روی، انها تبعث، ویجعل فیها حیاة، فتبرأ من عابدیها۔ ثم یؤمر بها وبهم جمیعا الی النار۔ وجوز عود الضمیر الی عابدیها۔ ای۔ وماتشعر الاصنام متی یبعث عبدتهم۔ تهکما بحالها۔ لان شعور الجماد محال۔ فکیف بشعور مالا یعلمه الا الله؟ وفیه اشعار بأن معرفته وقت البعث من لوازم الالوهیة، وقوله تعالی۔ (تفسیر القاسمی المسمی محاسن التاویل تالیف علامة الشام محمد جمال الدین القاسمی)(اموات) یعنی ان هذه الاصنام اجسادها جمادات میتة لا حیاة بها اصلا، فزیادة قوله (غیر احیاء) لبیان انها لیست کبعض الاجساد التی تموت بعد ثبوت الحیاة لها بل لا حیاة لهذه اصلا فکیف یعبدونها وهم افضل منها لانهم أحیاء (وما یشعرون) ای الآلهة (ایان یبعثون) ای الکفار الذین یعبدون الاصنام، والمعنی ما تشعر هذه الجمادات من الاصنام ایان یبعث عبدتهم من الکفار، ویکون هذا علی طریقة التهکم لهم لان شعور الجماد مستحیل بما هو من الامور الظاهرة فضلا عن الامور التی لا یعلمها الا الله سبحانه۔ (فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسین القنوجی البخاری) جملة الاوصاف التی ذکرها للأصنام ثلاثة تنافی الالوهیة اه شیخنا فان قیل هذا مکرر مع ماتقدم فی قوله أفمن یخلق کمن لا یخلق قلت ان المذکور فی الآیة المتقدمة أنهم لا یخلقون شیئا فقط والمذکور فی هذه الآیة أنهم لا یخلقون شیئا وهم یخلقون لغیرهم وهو الله فکان هذا زیادة فی المعنی فلاتکرار اه خازن (قوله خبر ثان) ای عن قوله هم أی والاول یخلقون وقوله وما یشعرون أی یعلمون خبر ثالث وکان علی الشارح التنبیه علیه اه شیخنا (قوله ایان یبعثون) ای الخلق ویجوز أن یکون الضمیر عائدا الی الاصنام ای أن الاصنام لا یشعرون متی یبعثها الله تعالی وبه بدأ القاضی تبعا للکشاف قال ابن عباس ان الله تعالی یبعث الاصنام لها ارواح ومعها شیاطینها فتتبرأ من عابدیها فیؤمر بالکل الی النار۔ (الفتوحات الالهیة سلیمان بن عمر العجلی الشافعی الشهیر بالجمل المتوفی سنة ۱۲۰۴)(والذین تدعون من دون الله لا یخلقون ----) ای ان الاوثان والاصنام لا یخلقون شیئا، بل هی مخلوقة، کما قال تعالی (أتعبدون ما تنحتون؟ والله خلقکم وما تعملون) (الصافات ۹۶-۹۵/۳۷) (اموات غیر احیاء) ای هم جمادات لاارواح فیها ولا حیاة لها اصلا، فلاتسمع ولا تبصر ولاتعقل، فلاتفید کم شیئا۔ فقوله تعالی۔ (غیر احیاء) لبیان انه لا یعقب موتها حیاة، وذلک أعرق فی موتها، فهی لیست کبعض المواد التی یمکن طروء الحیاة علیها، کالنطف التی ینشئها الله حیوانا، وأجساد الحیوان التی تبعث بعد موتها۔ اما الاله فهو الحی الذی لا یطرأ علیه موت اصلاً، فبان الفرق بینهما وهو ان الاله دائم الحیاة، والاصنام دائمة الموت۔ (وما یشعرون ایان یبعثون) ای وتلک الاصنام لا یدرون متی یبعث۔ (ص۱۰۷) (التفسیر المنیر فی العقیدة والشریعة والمنهج) "افمن یخلق" یعنی ماذکر فی هذه السورة "کمن لا یخلق" (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس کے بعد انہوں نے استغفار کیا اور چلے گئے، عتبی کہتے ہیں کہ میری ذرا آنکھ لگ گئی تو میں نے نبی کریم کی خواب میں زیارت کی، حضور نے فرمایا جاؤ اس بدو سے کہ دو کہ میری سفارش سے اللہ جل شانہ نے اس کی مغفرت فرمادی۔ (ذکرہ ابن عساکر فی تاریخہ وابن الجوزی فی مثیر العزم وغیرہما بأسانید کذا فی شفاء السقام والمواھب وذکرہ الموفق مختصرا)

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) یعنی الاوثان وھی لا تخلق شیئا "افلا تذکرون" یعنی المشرکین یقول۔ افلا تتعظون کما اتعظ المؤمنون؟ قولہ "وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا" تقدم تفسیرہ "ان اللہ لغفور لما کان منکم من تقصیر شکر نعمۃ" رحیم بکم حیث لم یقطعھا عنکم بتقصیرکم، وما بعد ھذا ظاھر التفسیر الی قولہ۔ "اموات غیر احیاء یعنی الاصنام التی کانوا یعبدونھا، وھی موات لا روح لھا، "وما یشعرون ایان یبعثون" الاصنام متی تبعث قال ابن عباس۔ و ذلک ان اللہ یبعث الاصنام لھا ارواح ومعھا شیاطینھا فیتبراون من عابدیھم۔ (الوسیط فی تفسیر القرآن المجید تالیف ابی الحسن علی بن احمد الواحدی النیسابوری (المتوفی ۴۶۸ھ) واما الاصنام من الحجارۃ والخشب فاموات لا یعقب موتھا حیات و ذلک اعرق فی موتھا۔ (تفسیر البحر المحیط ص ۴۸۲) اموات غیر احیاء و ما یشعرون ایان یبعثون" یخبر تعالی انہ یعلم الضمائر والسرائر کما یعلم الظواھر، و سیجزی کل عامل بعملہ یوم القیامۃ ان خیرا فخیر وان شرا فشر، ثم اخبر ان الاصنام الذی یدعونھا من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون کما قال الخلیل "أتعبدون ما تنحتون؟ واللہ خلقکم وما تعملون" وقولہ اموات غیر احیاء ای ھی جمادات لا ارواح فیھا فلا تسمع ولا تبصر ولا تعقل "وما یشعرون ایان یبعثون" ای یدرون متی تکون الساعۃ، فکیف یرتجی عند ھذہ نفع او ثواب او جزاء؟ انما یرجی ذلک من الذی یعلم کل شیئ وھو خالق کل شیئ۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۵۷۴ ج ۲) "اموات غیر احیاء قال فی روایۃ الکلبی یعنی ان الاصنام اموات لیس فیھا روح" وما یشعرون" یعنی الاصنام "ایان یبعثون" ای متی یحیون فیحاسبون۔ (تفسیر سمرقندی ص ۲۳۲ ج ۲) وترتیب الدلیل ھکذا العالیۃ الذین یعبدھم المشرکون من دون اللہ لا یخلقون شیئا ولا شیئ مما لا یخلق بشریک مماثل لخالق۔ فلا شیئ من الاصنام بشریک للخالق فلا تکرار قولہ (ھم اموات لا تعتریھم الحیاۃ) اشارۃ الی ان قولہ "اموات خبر مبتداء محذوف والی دفع ما یقال من ان قولہ "اموات" دفع اولا بان قولہ "غیر احیاء صفۃ مخصصۃ لقولہ "اموات" فان من الاموت ما تعتریہ الحیاۃ بعد زمان کالنطفۃ والبیضۃ ونحوھما وما لا تعتریہ الحیاۃ ابدا والاصنام من قبیل الثانی وکیف تکونوا شرکاء للالہ الحق الحی الذی لا یجوز ان یعتریہ الموت ابدا؟ والحال ان المیت الذی لا تعتریہ الحیاۃ ابدا فی غایۃ البعد عن الحی الذی لا یعتریہ الموت ابدا ویمتنع ذلک فی حقہ قطعا ودفعہ ثانیا بان المراد بقولہ "اموات ما یتناول الاموات حالاً کالاصنام وعیسی وعزیز والاموات مآلاً کالملئکۃ الذین تعبدھم طائفۃ من المشرکین والاموات بھذا المعنی یلزم ان لا تکون احیاء بالذات الی انھا وصفت بانھا غیر احیاء بالذات لتأخیر کما فی قولہ "نفخۃ واحدۃ" (الحاقۃ ۱۳) فانہ لما کان المقصود نفی الالھیۃ عن شرکاء المشرکین اقتضی المقام الاھتمام بنفی لوازم الالوھیۃ عنھا، وتوصیفھا بما ینافی الالوھیۃ وذالک اکد کونھا امواتا حالا او مآلاً بکونھا غیر احیاء بالذات فانہ تعالی فی وصفھم بثلاث صفات کل واحد منھا تنافی الالوھیۃ وھی انھم غیر خالقین بل ھم مخلوقون وانھم اموات غیر احیاء وانھم لا یعلمون وقت البعث والمقصود منھا نفی الالوھیۃ عنھم والبات وجوب الکون الالہ خالقا غیر مخلوق حیا لا یموت عالما بالغیب کعلمہ بالشھادۃ فالذی یقول موصوفا باضداد ھذہ الاوصاف ما یکون الہ قطعا قولہ (ولا یعلمون وقت بعثھم او بعث عبدتھم) اشارۃ الی ان ضمیر "یشعرون" للمعبودات البتۃ وان الضمیر "یبعثون" یحتمل ان یکون للمعبودات ایضا ویقول المعنی ان الاصنام لا یشعرون متی یبعثھا اللہ تعالی قال ابن عباس رضی اللہ عنہما ان اللہ یبعث الاصنام ولھا ارواح ومعھا شیاطینھا فتتبرأ من عابدیھا فیعبد بالکل الی النار (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اکثر حضرات نے یہی دو شعر نقل کئے ہیں مگر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مناسک میں اس کے بعد دو شعر اور نقل کئے ہیں:

انت الشفیع الذی ترجی شفاعته على الصراط اذا ما زلت القدم

(ترجمہ) آپ ایسے سفارشی ہیں جن کی سفارش کے ہم امیدوار ہیں جس وقت کہ پل صراط پر لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں گے۔

و صاحباک لا انساهما ابدا منی السلام علیکم ما جری القلم

(ترجمہ) اور آپ کے دو ساتھیوں کو تو میں کبھی بھی نہیں بھول سکتا میری طرف سے تم سب پر سلام ہوتا رہے جب تک کہ دنیا کے لئے قلم چلتا رہے، یعنی قیامت تک۔

واقعہ ۲: سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں ہیں، ان کا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ میں حج سے فارغ ہو کر زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے مقابل کھڑے ہوئے تو یہ دو شعر پڑھے:

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها تقبل الارض عنی وهی نائبتی

وهذه دولة الاشباح قد حضرت فامدد یمینک کی تحظی بها شفتی

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) ویحتمل ان یکون للعبدین ویکون المعنی ان الاصنام وسائر المعبودات من دون الله لا یشعرون وقت بعث عبدتهم ((حاشیه محی الدین شیخ زاده علی تفسیر البیضاوی مصنف محمد بن مصلح الدین مصطفی القوجوی الحنفی المعروف شیخ زاده المتوفی ۹۵۱ھ)(ص ۲۶۰ ج۵)"اموات غیر احیاء" یعنی الاصنام، قال الفراء و معنی الاموات هاهنا، انها لا روح فیها۔ (زاد المسیر فی علم التفسیر ص ۴۳۷ ج ۴)

یہاں بھی یہ نہ انبیاء کی حیات کا انکار کر رہے ہیں بلکہ قبر میں اعادہ روح کا ذکر کر رہے ہیں اور یہ لکھ رہے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور کے سنانے کی نفی کرتی تھیں اس سے مطلقاً عدم سماع کیسے ثابت ہو گیا۔

(المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابی محمد عبد الحق بن عطیه الاندلسی)

"وما انت بمسمع من فی القبور" ای کما لا یقدر أن یسمع من فی القبور کتاب الله، فیهدیهم به الی سبیل الرشاد، فکذالک لا یقدر أن ینتفع بمواعظ الله وبیان حججه، من کان میت القلب عن معرفة الله وفهم کتابه وواضح حججه۔ وهذا ترشیح لتمثیل المصرین علی الکفر بالاموات، واشباع فی القناطه صلی اللہ علیہ وسلم من ایمانهم۔ (تفسیر القاسمی المسمی محاسن التاویل تالیف علامة الشام محمد جمال الدین القاسمی)(قوله شبههم بالموتی) ای فی عدم التأثر بدعوته وقوله فیجیبون الضمیر راجع لمن باعتبار معناها لانه فسرها بالکفار۔ (الفتوحات الالهیة سلیمان بن عمر العجلی الشافعی الشهیر بالجمل المتوفی سنة ۱۲۰۴)"وما انت بمسمع من فی القبور" یعنی۔ الکفار شبههم بالموتی حین صموا فلم یجیبوا۔ (الوسیط فی تفسیر القرآن المجید تالیف ابی الحسن علی بن احمد الواحدی النیسابوری (المتوفی ۴۶۸ھ)) قال وما انت بمسمع من فی القبور ای هؤلاء من عدم اصغائهم الی سماع الحق بمنزلة من هم قد ماتوا فاقاموا فی قبورهم فکما من مات لا یمکن ان یقبل منک قول الحق فکذالک هؤلاء لانهم اموات القلوب۔ (تفسیر البحر المحیط ص ۳۰۹ ج۷)"وما انت بمسمع من فی القبور" ای کما لا ینتفع الاموات بعد موتهم و صیرورتهم الی قبورهم وهم کفار بالهدایة والدعوة الیها کذالک هؤلاء المشرکون الذی کتب علیهم الشقاوة لا حیلة لک فیهم ولا تستطیع هدایتهم۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۱۲۹ ج۳)"وما انت بمسمع من فی القبور یعنی لا تقدر أن تفقه الاموات وهم الکفار۔ (تفسیر سمرقندی ص ۸۳ ج ۳)

(ترجمہ) دوری کی حالت میں میں اپنے روح کو خدمت اقدس میں بھیجا کرتا تھا وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارک چومتی تھی، اب جسموں کی حاضری کی باری آئی ہے اپنا دست مبارک عطاء کیجئے تا کہ میرے ہونٹ اس کو چومیں۔

اس پر قبر شریف سے دست مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما۔ (الحاوی للسیوطی) کہا جاتا ہے کہ اس وقت تقریباً نوے ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور ﷺ کے دست مبارک کی زیارت کی جن میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ (البنیان المشید)

حیات انبیاء علیہم السلام پر چند مزید حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''گفت آنحضرت در جواب ودفع وہم وہم ایشاں من زندہ ام ومردہ نیم ہمانکہ بحکم جریان سنت الٰہی یک ساعت الم موت را چشیدم دیگر روح مارمن باز بخشید در بدن من دراو وایں مخصوص بمن نیست بلکہ ایں نسبت تمامہ انبیاء را ثابت است'' (شرح سفر سعادت ص ۱۷۱)

آنحضرت ﷺ نے ان کا وہم دفع کرنے کے لئے جواب ارشاد فرمایا کہ میں زندہ ہوں گا نہ کہ مردہ، سنت الٰہی کو جاری کرنے کے لئے ایک ساعت کے لئے موت کا ذائقہ چکھوں گا پھر میری روح کو میرے بدن میں واپس لوٹا دیا جائے گا اور یہ چیز صرف میرے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت ہے۔

نیز لکھتے ہیں: ''عدم اکل ارض اجساد را کفایت است از حیات والاسلامت بدن در زمین بے اعادہ روح چہ فائدہ دارد وایں مبنی است بر مسئلہ حیات انبیاء کہ بحیات حسی دنیاوی موصوف اند بالاتر از حیات شہداء کہ ایں حیات معنوی اخروی است ودر ایں مسئلہ ہیچکس را از علمائے امت خلاف نیست'' (شرح سفر سعادت ص ۱۷۲)

زمین کا اجسام کو نہ کھانا حیات سے کنایہ ہے اس لئے کہ بغیر اعادہ روح کے بدن کا سلامت رہنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور یہ اس پر مبنی ہے کہ حیات انبیاء کا مسئلہ حیات حسی دنیوی کے ساتھ موصوف ہونے کے ساتھ ہے اور یہ حیات شہداء کی حیات سے بالاتر ہے اس لئے وہ حیات معنوی اخروی ہے اور اس مسئلہ میں امت کے علماء میں سے کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''وہ عقائد واقوال جو طائفہ وہابیہ کے مشہور اور مابہ الامتیاز (بین اھل السنۃ وبینھم) ہیں۔ ان کے خلاف ان حضرات کی تصانیف بھری ہوئی ہیں۔ وہ وفات ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی اور بقاء علاقہ بین الروح والجسم کے منکر ہیں اور یہ حضرات صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور وشور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں رسالہ آب حیات نہایت مبسوط رسالہ خاص اسی مسئلہ کے لئے لکھا گیا ہے۔ نیز ہدیۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین حصہ دوم اور دیگر رسائل مطبوعہ مصنفہ حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز اس مضمون سے بھرے ہوئے ہیں۔'' (نقش حیات ص ۱۲۲)

خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ دفتر اوّل مکتوب نمبر ۷۰ میں تحریر کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: ''القبر روضة من رياض الجنة'' (قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے) قبر کے باغ ہونے سے مراد (بظاہر) یہ ہے کہ جو پردہ اور مسافت بقعہ قبر اور جنت کے درمیان واقع ہے دور ہو جاتی ہے اور ان دونوں مقاموں کے درمیان کوئی پردہ اور کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی گویا زمین بقعہ قبر کو جنت کے ساتھ فنا و بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ پس سمجھ لیجئے اور یہی معنی رسول کے اس ارشاد کے بھی ہیں: مابين قبري ومنبري روضة من رياض الجنة۔ (میری قبر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے) جاننا چاہئے کہ اس طرح کا باغ اخص الخواص حضرات کے لئے مخصوص ہے۔ ہر مومن کو میسر نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب مومنوں کی قبریں ایک طرح کی صفائی اور نورانیت پیدا کر لیتی ہیں تو ان میں اس بات کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ جنت کا عکس ان قبروں پر منعکس ہو جائے اور صفائی حاصل کئے ہوئے آئینہ کی طرح ہو جائیں۔　(فیضان معصومیہ ص ۱۰۸)

خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ: ''حضرت ایشاں (عروۃ الوثقی) دامت برکاتہم مدینہ منورہ کے راستہ میں نہایت تجسس کے ساتھ متبرک مقامات کا موقع و محل دریافت کرتے تھے۔ (یعنی) خواہ وہ (دیگر) آثار ہوں یا مساجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام ہوں۔ جہاں تک ہو سکتا اپنے آپ کو اس جگہ پر پہنچاتے تھے اور اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مزارات تک پہنچتے ہیں نہایت کوشش کرتے تھے۔ الا أن يشاء ربي شيئا (مگر یہ کہ جو میرا رب چاہے) اور جب وادی بدر سے صفراء تک پہنچے تو راستہ سے ہٹ کر حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے متوجہ ہوئے جو کہ شہدائے بدر میں سے ہیں اور بدر میں زخمی ہو کر صفراء میں آرام فرما ہیں۔ کچھ دیر ان کی قبر پر دوستوں کے ہمراہ مراقبہ میں مشغول ہوئے۔ اس کے بعد قافلہ میں پہنچ کر فرمایا کہ ہم ان رضی اللہ عنہ کی قبر پر متوجہ ہوئے۔ ہم نے (ان کو) نہیں پایا، کچھ دیر کے بعد نہایت عالی شان مرتبہ کے ساتھ ظاہر ہوئے اور ہماری جانب آ کر بڑی کشادہ روئی کے ساتھ ملاقات کی اور کچھ دیر بیٹھ کر جلدی سے واپس ہو گئے۔ گویا کسی کام میں مشغول تھے۔ مہمان کے اکرام کے لئے آ گئے۔ پھر اسی کام میں متوجہ ہو گئے جب مدینہ منورہ کے نزدیک پہنچے تو اس رات میں شوق کی کثرت اور تجلیات کے ظہور کی شدت کے باعث غالباً بیدار رہے۔ صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر (مدینہ منورہ) میں آ کر روضہ منورہ و مسجد شریف کے آداب بجالائے۔ روضہ مطہرہ شریفہ سے نہایت الطاف و عنایات اور دریافت احوال و عطیات کا انعام ظاہر ہوا اور تین چار روز کے بعد اہل مدینہ منورہ میں سے بعض لوگوں نے چاہا کہ حضرت (عروۃ الوثقی قدس سرہ) کے طریقہ میں داخل ہو جائیں۔ اس جلیل القدر امر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے نہایت ادب کے ساتھ اجازت چاہی اور مواجہ شریف میں کھڑے ہو کر مراقبہ کیا۔ اس امر جلیل القدر میں مشغول ہونے کے بارے میں کامل رضامندی اور اس کا نہایت اہتمام ظاہر ہوا۔ جیسا کہ کعبہ حسنی میں ظہور پذیر ہوا تھا اور مقدس و مطہر (رسول اللہ) علیہ وعلی آلہ الف الف صلوات وسلام کی بارگاہ سے نہایت بلند درجہ کا خلعت ارشاد عنایت ہوا اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی عنایات کے انوار اور سرور انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کے کمالات سے ان کے منور ہونے کا قرب ظاہر ہوا اور اکثر اوقات مشاہد و آثار خصوصاً مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوات والتحیہ خاص کر مواجہ شریف میں (اور) اسطوانہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک کہ ان

مقامات میں پوشیدہ اسرار کامل ظہور کے ساتھ موجزن رہتے ہیں۔ انوار کے متواتر ظہور کا بیان فرماتے تھے اور حضرت امام اجل مجدد الفِ ثانی قدس سرہ کے کمالات اور آنجناب کا مرتبہ مذکورہ مقامات میں معلوم ہوا۔ اس کے بعد بقیع شریف کے مزارات کی طرف تشریف لے گئے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عنایات والطاف اور اہل بیت وامہات المومنین (رضی اللہ عنہن) کی مہربانیاں بھی ظاہر ہوئیں۔ خاص طور پر صدیقہ حبیبہ (عائشہ رضی اللہ عنہا) کے کمالات حدوشمار سے زیادہ ظاہر ہوتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اگرچہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مدفن بقیع میں ہے لیکن اس لحاظ سے کہ حجرہ شریفہ ان کا گھر ہے۔ اکثر ان ام المؤمنین کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ میں پاتا ہوں اور مسجد شریف کو ان رضی اللہ عنہا کے انوار سے پر دیکھتا ہوں۔ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے الطاف اپنے بارے میں اس قدر مشاہدہ کئے ہیں اور ان کی طرف سے اپنے حال کے متعلق، اس قدر اہتمام پایا ہے کہ کیا بیان کروں اور منجملہ امداد واعانت کے جو کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عروۃ الوثقی سلمہ اللہ سبحانہ کی نسبت ظاہر ہوئیں۔ یہ ہے کہ حضرت عروۃ الوثقی قدس سرہ نے ایک چیز کے بارے میں حضرات شیخین کے توسل سے حضرت خیر الخلائق علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی جناب میں سفارش چاہی۔ چونکہ سفارش سے فوری طور پر کچھ ظاہر نہ ہوا اور اس میں کوئی راز ہوگا، حضرت عروۃ الوثقی نے حضرت صدیقہ حبیبہ (عائشہ رضی اللہ عنہا) کا توسل اختیار کیا، انہوں نے التماس کے ساتھ ہی اپنے آپ کو جناب مطہر رسول اللہ وعلی آلہ الف الف صلوات وسلام کی بارگاہ میں نہایت عجلت کے ساتھ پہنچایا اور اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں ڈال دیا اور ان کے درمیان محبت وانسیت کی باتوں کے بعد حضرت (عروۃ الوثقی قدس سرہ) کی التماس کو بارگاہ مقدس نبوی علیہ وعلی آلہ الف الف صلوۃ والبرکات سے فوراً منظور کرالیا اور جو کچھ وہ چاہتے تھے، اس معلّٰی سے حاصل کرادیا۔ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) اور نیز حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے کمالات ان رضی اللہ عنہا کی شب، ولادت کو ظاہر ہوئے اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کا عظیم اجتماع اور عالی شان مسرت حجرہ شریفہ میں مشاہدہ ہوا۔'' (فیضان معصوم ص ۶۱ تا ۶۳)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ: ''مدینہ منورہ میں پہنچنے کے تیسرے دن بعد پھر میں روضہ اقدس پر حاضر ہوا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ساتھیوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو فیضان فرمایا تھا، اس سے مجھے بھی مستفید فرمائیے۔ میں خیر وبرکت کی امید لے کر آپ کے حضور میں آیا ہوں اور آپ کی ذات رحمت اللعالمین ہے۔ میں نے اتنا عرض کیا تھا آپ حانت انبساط میں میری طرف اس طرح ملتفت ہوئے کہ میں یوں سمجھا کہ گویا آپ نے اپنی چادر میں مجھے لے لیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے مجھے اپنے ساتھ لگا کر خوب بھینچا اور آپ میرے سامنے رونما ہوئے اور مجھے اسرار ورموز سے آگاہ فرمایا۔'' (فیوض الحرمین ص ۱۱۹ تا ۱۲۱)

شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ وہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں پھر آپ نے آسمان کی طرف عروج فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر اور ان کا ماجرا انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ چھٹے آسمان میں بیان کیا۔ یعنی وہ چھٹے آسمان پر موجود تھے۔ حالانکہ انہیں قبر میں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔'' (فتوحات مکیہ ج ۲ ص ۹۴)